جلد سوم

طبقاتِ اکبری

تالیف :

خواجہ نظام الدّین احمد

ترجمہ و ترتیب :

محمد ایّوب قادری

اردو سائنس بورڈ
299 - اپر مال ، لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر ۲۰۹ (ج)

: زبیر بن وحید بٹ

۱۹۹۱ء

۲۲۵/ روپے

ردو سائنس بورڈ

۲۹۹۔ اپر مال، لاہور

مطبع : شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز
فیروز پور روڈ، لاہور

فہرست مضامین

طبقۂ سلاطین دکن

سلسلۂ ذکر نظام الملک بحری

سلسلہٴ عادل خانیہ

سلسلہٴ قطب الملکیہ

طبقہٴ سلاطین گجرات

طبقۂ سلاطین بنگالہ

طبقۂ سلاطین شرقیہ (جونپور)

طبقۂ سلاطین مالوہ

طبقۂ سلاطین بلادِ کشمیر

طبقهٔ حکام سنده

ذکر طبقۂ سلاطین ملتان

● ● ●

طبقۂ سلاطین دکن

[۱] انتیس اشخاص[۱] کہ ان کی حکومت کی مدت ۷۴۸ھ/۱۳۴۷-۴۸ء سے ۱۰۰۲ھ/۱۵۹۳-۹۴ء تک دو سو چون سال ہوئی۔

مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جب سلطان محمد تغلق کا آفتاب اقبال انتہائی عروج کے بعد غروب کے قریب ہوا، تو اس کی مملکت کے تمام علاقوں میں بد نظمی پیدا ہو گئی۔ لشکریوں کے دل اس کی اطاعت سے نفرت کرنے لگے۔ زمانہ کی حاسلہ سے فتنے پیدا ہوئے۔ ان فتنوں کے پیدا ہونے کا اصل سبب یہ تھا کہ بڑے بڑے کام کم حیثیت اور نالائق لوگوں کے سپرد کر دیے گئے اور وہ لوگ ہوا و ہوس کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ جب نئے نئے کام ظہور میں آنے لگے اور اس جماعت کا ارادہ پورا نہ ہوا، تو وہ اُن لوگوں سے کہ جو بزرگی رکھتے تھے رنجیدہ ہوئے اور ان (بزرگوں) کو رنجیدہ کیا۔

بیت

سرنا سزا یاں بر افراشتن
و ز ایشاں امید بہی داشتن
سررشتۂ خویش، گم کردن ست
بجیب اندروں مار پروردن ست
چو بر ناکساں رنج بے سربری
چناں داں، کہ در شور بر می لگری

بڑے بڑے واقعات میں سے ایک واقعہ عزیز خمار کا ہے کہ جس نے

۱- کلکتہ ایڈیشن میں عنوان "طبقۂ سلاطین دکن" کے ساتھ ہی انتیس اشخاص کو بھی لکھا گیا ہے۔ نولکشور ایڈیشن میں ایسا نہیں ہے۔

گجرات کے امیر صدہائی[1] کے ذریعہ سے بغاوت کی ، ملک میں فتنہ و فساد پیدا ہو گیا[2] ۔ سلطان محمد اس فساد کو فرو کرنے کے لیے گجرات کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں سے امیر صدہائی کو بلانے کے لیے ملک لاچین کو دولت آباد بھیجا ۔ چونکہ اس کی طبیعت میں درگزر اور بردباری نہیں تھی ، لہذا راستہ میں امیر صدہا سلطان کی ہیبت اور غضب کی وجہ سے خوف زدہ ہوا اور اس نے ملک لاچین کو قتل کر دیا [۲] اور دولت آباد پہنچا ۔ مال ، دولت اور خزانے جو دھارا گڑھ میں تھے ، وہ ان پر قابض ہو گیا ۔ فتنہ انگیزی شروع کی اور بغاوت کا علم بلند کر دیا ۔ اس اختصار کی تفصیل اپنے موقع پر لکھی گئی ہے ۔

آخرکار سلطان محمد تغلق کی زندگی میں علاء الدین حسن نے جو

۱۔ صدہ کا مفہوم سو ہے دیکھیے تاریخ فیروز شاہی (برنی) ، ص ۴۹۵ و ابن بطوطہ رحلہ (قاہرہ ۱۱۸۷ھ) ، جلد دوم ، ص ۵۷ و ایشوری پرشاد ، ہسٹری آف قرونا ٹرکس (الہ آباد ۱۹۳۶ء) ، ص ۲۰۸ - ۲۰۹ (لوٹ ۵۸) (شروانی ، ص ۳۸) ۔

۲۔ اس سے پہلے عزیز خمار امروہہ (ضلع مراد آباد ، یو ۔ پی ۔ انڈیا) کا حاکم رہ چکا تھا ۔ وہ نہایت منتظم اور بیدار مغز حاکم تھا ۔ امروہہ کے قریب ایک قصبہ عزیز پور اس کے نام پر آباد ہوا ۔ اس کا بھائی نجیب خمار اور دوسرے اعزہ بھی حکومت کے مختلف عہدوں پر فائز تھے ۔ اس خاندان کے بعض لوگ امروہہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور بقول مورخ امروہہ محمود احمد عباسی (ف ۱۹۷۴ء) اس خاندان کے لوگ ابتدائے عہد مغلیہ تک اپنے ناموں کے ساتھ ''خمار'' کا لفظ لکھتے رہے (تاریخ امروہہ ، جلد اول ، ص ۳۸) ۔ عزیز خمار کی گجرات کی سرگرمیوں کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو :

(۱) شروانی ، ص ۳۰ - ۳۱ ۔

(۲) برنی ، ص ۵۰۰ - ۵۰۲ ۔

حسن کانگو مشہور ہے[۱] اور اس ملک کے سپاہیوں میں تھا ، بدمعاش اور فسادیوں کے گروہ سے مل کر ۷۴۸ھ / ۴۸-۱۳۴۷ء میں دولت آباد دکن میں حکومت کا جھنڈا لہرا دیا اور سلطان علاء الدین اپنا خطاب مقرر کیا ۔ سلطان محمد ، گجرات کے فتنہ کی وجہ سے اس کے دفع کرنے کا موقع نہ پا سکا اور اسی زمانہ میں نواحِ ٹھٹھہ میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

سلطنتِ بہمنیہ کا دور دورہ سنہ مذکور سے کہ جو علاء الدین حسن کے جلوس کا سال ہے ۸۸۷ھ / ۱۴۸۲ء تک کہ جو محمد شاہ کے جلوس کی تاریخ ہے رہا (اس طرح) ایک سو التالیس سال ہوتے ہیں ، اس سے زیادہ تصور میں نہیں آ سکتا ہے ۔

چونکہ حسن کانگو خود کو بہمن بن اسفند یار کی نسل سے بتاتا تھا ، لہذا اسی مناسبت سے اس کو اور اُس کی اولاد کو بہمنیہ کہا جاتا ہے اور ۸۸۷ھ/۱۴۸۲ء سے ۹۳۵ھ/۲۹-۱۵۲۸ء تک کہ اڑتالیس سال ہوتے ہیں[۲]، بہمن شاہ کی اولاد پر ''سلطان'' کے نام کا اطلاق کرتے تھے ، لیکن کم بخت برید اور اس کی اولاد نے اپنی بد طینتی سے اپنے بادشاہ کو گھر میں قید کر لیا اور خود سلطنت پر قابض ہو گئے ۔

۱- گرانٹ ڈف نے ہسٹری آف دی مرہٹاز (جلد اول ، ص ۳۷ و ما بعد) میں ظفر خاں نام بتایا ہے اور اسے ایک برہمن کا غلام لکھا ہے جو دہلی کا باشندہ تھا اور اس (برہمن) کا نام کانگو تھا ۔ جب وہ بادشاہت پر پہنچا ، تو اس برہمن کو اس نے خزانہ کا ذمہ دار بنایا (الفنسٹن کی تاریخ ، ص ۳۶۵) ۔ فرشتہ نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے ۔ نظام الدین اولیا کی دعا کا بھی ذکر کیا ہے ۔ (کیمبرج ہسٹری آف انڈیا ، جلد سوم ، ص ۱۷۰) نے بہمن شاہ (ایران) سے تعلق بتایا گیا ہے ۔ وولزلی ہیگ نے اپنے ایک مقالہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے (جنرل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ۱۹۰۴ء) ۔ نیز دیکھیے دکن کے بہمن سلاطین از ہارون خاں شروانی ، ص ۴۸ - ۴۹ (ترقی اردو بورڈ ، دہلی) ۔ آئندہ اس کا حوالہ ہارون خاں شروانی سے دیا جائے گا ۔

۲- متن میں ایک سو اڑتالیس سال لکھے ہیں ۔ (ق)

پانچ آدمیوں نے کہ جو سلطنتِ بہمنیہ کے عمدہ سردار تھے ، دکن کو آپس میں تقسیم کر لیا اور قابض ہو گئے اور ہر ایک اپنی ولایت کا حاکم بن گیا ۔

۹۳۵ھ/۲۹-۱۵۲۸ء میں عماد الملک کاویلی نے [۳] سلطان بہادر گجراتی کی اطاعت کرکے اپنے شہروں میں اس کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا ۔ ایک سال کے بعد سلطان بہادر عماد الملک کی تحریک سے دکن کی ولایت پر حملہ آور ہوا ۔ چونکہ نظام الملک اور دوسرے امیر مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے تھے ، لہذا اطاعت قبول کرلی اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ۔ اسی زمانہ میں ملک برید ابن برید بیچارہ سلطان کلیم اللہ کو شہر بدر میں قید کیے ہوئے تھا ۔

اکثر سلاطین بہمنیہ کی سلطنت کی مدت کے تعین میں مختلف روایتیں نظر سے گزری ہیں ، لیکن چونکہ کتاب سراج التواریخ مصنفہ خواجہ محمد لاری ، ان ہی کے زمانہ میں لکھی گئی ہے اُس تاریخ (کی تالیف) سے آج تک کہ ۱۰۰۲ھ/۹۴-۱۵۹۳ء ہے ساڑھے سال ہوتے ہیں ، دکن کے علاقوں پر چار امیر قابض ہیں :

۱- نظام الملک کی اولاد کا لقب نظام الملکیہ ہے ۔

۲- عادل خاں (کی اولاد کا) لقب عادل خانیہ ہے ۔

۳- قطب الملک (کی اولاد کا) لقب قطب الملکیہ ہے اور

۴- ملک برید (کی اولاد کا) لقب ملک برید ہے ۔

چنانچہ عرض کیا جاتا ہے کہ اس مجموعہ شریفہ (طبقات اکبری) میں سلاطین بہمنیہ کی سلطنت کی مدت کے بارہ میں اس (سراج التواریخ) کی روایت پر اعتماد کیا گیا ہے ۔

سلطان علاء الدین حسن شاہ[۱]	گیارہ سال دو ماہ سات دن[۲]
سلطان محمد شاہ بن علاء الدین	اٹھارہ سال سات دن[۳]
سلطان مجاہد شاہ	ایک سال ایک ماہ نو دن
سلطان داؤد شاہ	ایک ماہ تین دن
سلطان محمد شاہ[۴] بن محمود شاہ	انیس سال نو ماہ چوبیس دن
سلطان شمس الدین[۵]	پانچ ماہ سات دن
سلطان فیروز شاہ	پچیس سال سات ماہ گیارہ دن
[۴] سلطان احمد شاہ	بارہ سال[۶] نو ماہ چوبیس دن
سلطان علاء الدین	تئیس سال نو ماہ بائیس دن
سلطان ہمایوں شاہ بن علاء الدین	تین سال چھ ماہ پانچ دن
سلطان نظام شاہ	ایک سال گیارہ ماہ دس دن
سلطان محمد شاہ لشکری	انیس سال چار ماہ پندرہ دن
سلطان محمود شاہ	چالیس سال دو ماہ تین دن
سلطان احمد شاہ	دو سال ایک ماہ
سلطان علاء الدین	ایک سال گیارہ ماہ
سلطان ولی اللہ اور اُس کا بھائی کلیم اللہ	تین سال ایک ماہ سات دن

۱- بہمنی سلاطین کے ناموں اور مدت حکومت کے لیے دیکھیے گرانٹ ڈف کی کتاب ''ہسٹری آف دی مرہٹاز'' - نیز ملاحظہ ہو کیمرج ہسٹری آف انڈیا ، جلد سوم ، ص ۲۰۷ (ان کے پیش نظر فرشتہ رہا ہے) -

۲- طبقات اکبری کے بعض خطی نسخوں میں ''دس ماہ'' ہے -

۳- بعض خطی نسخوں میں تیرہ سال ہے -

۴- فرشتہ نے اسے سلطان محمود شاہ لکھا ہے -

۵- ایک خطی نسخہ میں ''پسر محمد شاہ'' لکھا ہے -

۶- ایک خطی نسخہ میں مدت حکومت ایک ماہ اور بیس دن لکھی ہے -

بھمنیہ سلطنت کے سترہ بادشاہوں کی مجموعی مدت حکومت ایک سو ستاسی سال اور دو ماہ ہے -

اس کے بعد چار امیروں نے استقلال و اقتدار حاصل کر لیا - اس تاریخ سے آج تک کہ ۱۰۰۲ھ/۹۴-۱۵۹۳ء اور اڑتیسواں سال الٰہی (اکبری) سے سڑسٹھ سال ہوتے ہیں، (وہ لوگ) استقلال سے حکومت کرتے رہے اور آج تک دکن میں ان کی حکومت ہے -

پوشیدہ نہ رہے کہ ۸۸۷ھ/۱۴۸۲ء سے چاروں امیروں کی حکومت کی بنیاد پڑی اور ۹۳۵ھ/۲۹-۱۵۲۸ء سے انھیں مطلق اقتدار حاصل ہوگیا -

نظام الملکیہ :

نظام الملک بحری	
احمد نظام الملک	چار سال
برہان نظام الملک	اڑتالیس سال
حسین نظام الملک	تیرہ سال
[۵] مرتضیٰ نظام الملک[1]	چھبیس سال
حسن نظام الملک بن مرتضیٰ[2]	دو ماہ
حسین نظام الملک	دو سال

مرتضیٰ نظام الملک آج کل حاکم ہے اور (اس کی حکومت کو) دو سال ہوئے ہیں -

عادل خانیہ :

یوسف عادل خاں[3]	سات سال
اسماعیل عادل خاں	پچیس سال
ابراہیم عادل خاں	پچیس سال
ابراہیم عادل خاں	چودہ سال

۱- ایک خطی نسخہ میں اسماعیل نظام الملک ہے -
۲- بعض خطی نسخوں میں برہان نظام الملک ہے -
۳- ایک خطی نسخہ میں اسماعیل ہے -

قطب الملکیہ :

سلطان علی قطب الملک	چوبیس سال
احمد قطب الملک[1]	سات سال
ابراہیم قطب الملک	پینتیس سال
محمد قلی قطب الملک	سینتیس سال

ذکر سلطنت علاء الدین حسن شاہ

تاریخ و آثار کے راویوں نے اس طرح روایت کی ہے کہ علاء الدین حسن بہمنی جو حسن کانگو مشہور ہے ، انقلاب زمانہ سے سلطان تغلق[2] شاہ کے زمانہ میں دارالسلطنت دہلی پہنچا ۔ ایک دن قطب العارفین شیخ نظام الدین (بدایونی)[3] دہلوی نے ایک بڑی دعوت کی جس میں سلطان محمد اور تمام بزرگ شریک تھے ۔ جب دسترخوان [٦] اٹھایا گیا اور سلطان محمد رخصت ہوا ، تو شیخ (نظام الدین) نے اپنے خادم سے کہا کہ (یہ) سلطان چلا گیا اور ایک (اور) سلطان دروازہ پر ہے ، جاؤ اور (اس کو) بلاؤ ۔ خادم باہر گیا ، حسن کانگو کو دروازہ پر دیکھا اور شیخ کی خدمت میں لے آیا ۔ حسن نے خلوص و اعتقاد سے اپنا عاجزانہ سر شیخ کے قدموں پر رکھ دیا اور نیازمندی کا اظہار کیا ۔ شیخ نے انگلی پر رکھ کر روٹی کا ٹکڑا اس کو دیا ، شیخ کی انگلی اور روٹی کے ٹکڑے سے چتر (تاج) کی صورت بن گئی ۔ حاضرین اور حسن ، شیخ کی بشارت سے آگاہ ہوئے اور وہ (حسن) شیخ کی اجازت سے خوش خوش باہر آیا اور اس بشارت کی بنا پر افغانوں کی جماعت کے ساتھ دکن روانہ ہوا ۔

جب وہ وہاں پہنچا ، تو اس زمانہ میں دکن میں بدامنی تھی ۔ حسن کانگو نے گلبرگہ کے کوتوال کو قتل کر دیا اور اس علاقہ پر قابض

۱۔ ایک خطی نسخہ میں جمشید قطب الملک ہے ۔

۲۔ ایک خطی نسخہ میں سلطان محمد تغلق شاہ تحریر ہے ۔

۳۔ حضرت نظام الدین اولیاء بدایونی ثم دہلوی (ف ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء) ۔

ہو گیا ۔ وہ امیر صدہ کے اتفاق رائے سے وہاں سے دولت آباد گیا ۔ قتلغ[۱] خاں کا بھائی عالم الملک دولت آباد میں قلعہ بند ہو گیا ۔ چونکہ حسن ، قتلغ خاں کا احسان مند تھا ، لہذا اس کو امان دے دی اور محمد شاہ کا مال جو دھارا گڑھ میں تھا ، اپنے قبضہ میں کر لیا اور سپاہیوں کی مدد سے اسماعیل فتح افغان کو ناصر الدین[۲] کا خطاب دے کر تخت سلطنت پر بٹھا دیا[۳] ۔

جب یہ خبر سلطان محمد کو ملی ، تو وہ انتقام کے ارادہ سے بھروچ سے دولت آباد پہنچا ۔ باقی گروہ نے جنگ کر کے شکست کھائی ۔ اسماعیل افغان قلعہ دھارا گڑھ دولت آباد میں چلا گیا اور حسن گلبرگہ کی طرف چلا گیا ۔ سلطان محمد شاہ دھارا گڑھ میں چند روز رہا ۔ اس دوران میں مخبر خبر لائے کہ صفدر الملک غلام طغی ، نہروالہ (گجرات) کے نواح میں باغی ہو گیا ۔ اس نے نہروالہ پر قبضہ کر لیا اور بھروچ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے ۔ محمد شاہ نے عماد الملک کو حسن کے دفع کرنے کے لیے مقرر کیا اور چند امیروں کو قلعہ دھارا گڑھ کے گرد چھوڑ کر گجرات روانہ ہوا ۔ جس تدبیر سے بھی ہو سکا ، حسن عماد الملک پر غالب آ گیا اور اس کو قتل کر دیا ، وہ دولت آباد آیا ۔ چونکہ دولت آباد کے امیر مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور دھارا گڑھ کے محاصرہ کو چھوڑ کر فرار ہو گئے ، [۷] لہذا وہ دھارا گڑھ اور دولت آباد پر قابض ہو گیا ۔ اس نے سر پر چتر رکھا اور اپنا خطاب سلطان علاء الدین مقرر کیا[۴] ۔

سلطان محمد نے طغی کے دفعیہ کو مقدم سمجھا اور دکن کے فتنہ کو

۱۔ قتلق خاں (نولکشور ایڈیشن) ۔

۲۔ ناصر الملک (نولکشور ایڈیشن) ہارون خاں شروانی (ص ۳۲) نے اس کا نام ابوالفتح ناصر الدین اسماعیل شاہ لکھا ہے ۔ (ق)

۳۔ ناصر الدین اسماعیل شاہ کی سرگرمیوں کے لیے ملاحظہ ہو ۔ شروانی ص ۳۲ - ۳۶ ، برہان مآثر (سید علی طبا طبا) (حیدرآباد دکن ۱۹۳۶ء) ص ۱۸ - ۱۹ ۔ (ق)

۴۔ سلطنت کے وزیراعظم اور دوسرے عہدیداروں کا تقرر ہوا تفصیل کے لیے دیکھیے ۔ شروانی ، ص ۳۸ - ۳۹ ۔

فرو کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوا ۔ وہ اسی سال ٹھٹھ کے نواح میں فوت ہوگیا[1] اور یہ سلطنت بغیر نزاع و اختلاف کے اُس (حسن کانگو) کے ہاتھ آ گئی ۔ اس نے گلبرگہ کا نام حسن آباد رکھا اور اسے دارالحکومت بنایا[2]۔

کچھ مدت کے بعد بیمار ہوا ۔ جب اپنی زندگی سے مایوس ہوا ، تو اپنے لڑکے محمد خاں کو وصیت کی اور انتقال کر گیا ۔ اس کی حکومت کی مدت گیارہ سال ، دو ماہ اور سات دن ہوئی[3] ۔

مقیمے نہ بیند دریں باغ کس
تماشا کند ہر کسے یک نفس
درو ہر دم از نو بری می رسد
یکے می رود ، دیگرے می رسد

ذکر سلطنت سلطان محمد شاہ بن علاءالدین حسن شاہ

جب محمد خاں کی حکومت کی نوبت آئی ، تو وہ اپنے باپ کی جگہ[4] بیٹھا اور اس نے سلطان محمد شاہ لقب اختیار کیا ۔ سلطان محمد شاہ ایسا جوان تھا کہ عدل و انصاف سے آراستہ تھا ۔ اس کے دور حکومت میں مخلوق مطمئن اور آرام سے رہی اور دکن کی ولایت امن ، چین اور افاضل کے اجتماع کے لحاظ سے تمام ممالک ہندوستان میں قابلِ رشک بن گئی ۔ ملکی

۱- محمد تغلق کا انتقال ۲۱ محرم ۷۵۲ھ (۲۱ مارچ ۱۳۵۱ء) ہوا ۔ اس واقعہ سے تاریخ کا تعین ہو سکتا ہے (شروانی ، ۶۴) ۔

۲- ملاحظہ ہو برہان مآثر ، ص ۲۰ - ۲۱ و شروانی ، ص ۶۵ ۔

۳- علاء الدین حسن کانگو کا انتقال یکم ربیع الاول ۷۵۹ھ (۱۱ فروری ۱۳۵۸ء) کو ۵۱ سال کی عمر میں ہوا (فرشتہ ، جلد اول ، ص ۲۸۱) قبر پر کوئی کتبہ نہیں ہے اس بادشاہ کے ۷۶۰ھ کے دو سکے بھی ہیں ، ملاحظہ ہو عبدالولی خاں کی کتاب ''بہمنی سکے'' ص ۱۲-۱۳ (شروانی ، ص ۶۶) ۔ علاء الدین کے مقبرہ کے لیے ملاحظہ ہو (شروانی ، ص ۵۹) ۔ (ق)

۴- محمد شاہ ۳ ربیع الاول ۷۵۹ھ (۱۳ فروری ۱۳۵۸ء) کو تخت نشین ہوا (شروانی ، ص ۶۷) ۔

معاملات میں نئی زندگی پیدا ہوگئی ۔ اس کی تمام کوششیں شہروں کی فتوحات اور جہاد کے احیاء میں صرف ہوتی تھیں ۔

اس نے اپنی سلطنت کی بہار اور شباب کے دور میں آراستہ لشکر فراہم کیا اور ببلم پٹن کی طرف متوجہ ہوا ۔ [۸] اس دوران میں بہت سے گاؤں اور دیہات دشمنوں کے قبضہ سے نکال کر اپنی حکومت میں شامل کر لیے ۔ اُس علاقہ کا رائے (حاکم) قلعہ کی مضبوطی پر مغرور ہو کر قلعہ بند ہوگیا ۔ امیروں اور لشکریوں نے قلعہ کی فتح کا انتظام کر کے جنگ شروع کر دی اور تائید غیبی اور تقویت آسمانی سے قلعہ فتح ہوگیا ۔ پھر قتل و قید کا عمل کیا گیا ۔

جب وہ اس فتح سے شاد کام ہوا ، تو سلطان نے اس ملک کا انتظام کیا اور گلبرگہ واپس ہو گیا ۔ ایک عالی شان جشن منعقد کیا اور سب لوگوں کو اپنا ممنونِ احسان بنایا ۔

اتفاق سے ایک دن ایک قاصد بدھول سے آیا اور عرض کیا کہ بیجا نگر کا رائے (حاکم) بہت سے پیادوں اور سواروں کے ساتھ یلغار کرتا ہوا بدھول میں آیا ، قلعہ پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کو شہید کر دیا ۔

اس خبر کے سنتے ہی سلطان نے ایک بڑا لشکر اور بہت سی فوج فراہم کی اور بیجانگر کے رائے (حاکم) کو سزا دینے کی طرف متوجہ ہوا ۔ رائے بیجا نگر اس کثیر لشکر اور بڑی فوج کی اطلاع پا کر ایک مستحکم قلعہ میں پناہ گزیں ہوگیا ۔ سلطان محمد چند روز تک قلعہ کا محاصرہ کیے رہا ۔ جب دیکھا کہ اس طرح بیٹھے رہنے سے کامیابی کی امید نہیں ہے ، تو اپنی بیماری کا بہانہ کر کے گلبرگہ کی طرف چلا گیا ۔ جب اس نے دریائے کشن کو عبور کر لیا ، تو رائے بیجانگر نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا ۔ لوگوں کو اجازت دے دی کہ اپنے اپنے مقامات اور ٹھکانوں پر چلے جائیں ۔

سلطان نے غیبی تائید کے بھروسہ پر یلغار کی اور اکیاسی کوس کا راستہ طے کر کے قلعہ پر آ گیا ، نہایت مستعدی و ہوشیاری سے جنگ کی اور فتح پائی ۔ بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا ، ان میں سے اٹھارہ ہزار آدمی

گرفتار ہوئے ۔ سلطان محمد ، مظفر و منصور گلبرگہ پہنچا ۔ مخلوق کو اپنی عنایتوں سے خوش و خرم کیا ۔

ابھی اس کو آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مخبروں نے خبر دی کہ بہرام خاں اورگوبند رائے نے شاہی اطاعت سے روگردانی کی ہے اور مخالفت پر [۹] کمربستہ ہوگئے ہیں ۔ اس بنا پر (بادشاہ) تواتر کوچ کر کے دیو گڑھ کی طرف متوجہ ہوا اور جب وہ اس نواح میں پہنچا ، تو بہرام خاں اور گوبند رائے خوف زدہ ہو گئے اور شیخ رکن الدین کی خدمت میں پہنچے کہ جو مشائخ زمانہ سے تھے اور عجز و انکسار کا اظہار کیا ۔ دولت آباد پہنچتے ہی سلطان محمد شاہ ، شیخ (رکن الدین) کی ملاقات کے لیے گیا ۔ شیخ نے ان کی سفارش کی ، سلطان نے اس شرط پر ان کی خطائیں معاف کیں کہ وہ اس کے ملک سے باہر چلے جائیں ۔ بہرام خاں اور گوبند رائے شرمندہ ہو کر گجرات چلے گئے[۱] ۔

سلطان اس صوبہ کی مہمات سے فارغ ہونے کے بعد گلبرگہ پہنچا ۔ شہر کے معززین اور سرداروں نے استقبال کیا ، صدقات دیے گئے اور چند روز تک بادشاہ نے اس باغ میں جو شہر کے دروازہ پر واقع ہے ، قیام کیا ۔ جشنِ عیش و عشرت منعقد ہوا ۔ پھر وہ اس دلکشا مقام سے شہر میں آیا ۔ شہر کے سادات ، علماء اور مشائخ کو بہت سے احسانات اور انعامات سے نوازا گیا ۔ رعایا اور مظلوموں کے حالات کی تحقیقات کی ۔ جس کسی پر ظلم ہوا ، اس پر مہربانی اور انصاف کر کے اس کا تدارک کیا ۔

اچانک دستِ اجل نے اس کی قبائے زندگی کو خاک کر دیا اور خلعتِ حیات کو اس کے بدن سے اتار کیا (وہ فوت ہوگیا)[۲] :

جہاں خرمن چیں دانہ بسے سوخت
مستعد گر نشاید بازی آموخت
مباش ایمن کہ ایں دریائے پرجوش
نکردست آدمی خوردن فراموش

۱- ملاحظہ ہو شروانی ، ص ۸۱ ۔

۲- سلطان محمد شاہ کا انتقال ۱۹ ذی قعدہ ۷۷۶ھ (۲۱ اپریل ۱۳۷۵ء) کو ہوا (شروانی ، ص ۸۲) ۔

اس کی سلطنت کی مدت اٹھارہ سال اور سات ماہ ہوئی[1] -

[۱۰] ذکر سلطنت مجاہد شاہ

وہ محمد شاہ کا بیٹا ہے - اپنے باپ کے بعد اس کا قائم مقام ہوا[2] - بادشاہوں کے اچھے عادات اور پسندیدہ اطوار کے زندہ کرنے میں اس نے سبقت کی - رعایا پروری اور عدل و انصاف کو اپنا شعار بنایا - سخاوت، جواں مردی اور شجاعت میں نام پیدا کیا -

حکومت کے ابتدائی زمانہ میں بیجانگر کی ولایت کی طرف متوجہ ہوا، جب دریائے کشن کو عبور کیا، تو وہاں کے بعض باشندوں نے عرض کیا کہ اس جنگل میں ایک شیر رہتا ہے جس نے اس اواح کو برباد کر رکھا ہے - مجاہد شاہ شکار کے لیے روانہ ہوا اور توفیق (الٰہی) سے شیر کو قتل کر دیا[3] -

اس کے بعد بیجانگر کے کچھ حصہ پر حملہ کر کے بہت مالِ غنیمت حاصل کیا - رائے کشن نے جو باغیوں کا سردار تھا، قلعہ سے نکل کر قلعہ سپرد کر دیا اور اطاعت قبول کر لی[4] -

واپسی کے دوران میں مخبروں نے خبر پہنچائی کہ کچھ سرکش بہت سا مال و دولت ایک بلند پہاڑ پر جو اس لواح میں ہے، لے کر چلے گئے ہیں اور پناہ گزیں ہوگئے ہیں - سلطان نے اس طرف کا رخ کیا - داؤد خاں کو جو اس کا چچا زاد بھائی تھا، سرکشوں کے فرار ہونے کی راہ (کی حفاظت) پر چھوڑا اور خود ان کے قتل و غارت میں مشغول ہوا -

مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد چونکہ داؤد خاں نے اس بدمعاشوں کی

۱- سلطان محمد شاہ کے اعلیٰ کردار کے لیے دیکھیے شروانی، ص ۸۳ -
۲- فرشتہ (۱/۲۹۶) نے لکھا ہے کہ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ۱۹ سال تھی وہ ۱۷ شوال ۷۷۶ھ (۲۱ اپریل ۱۳۷۵ء) کو تخت نشین ہوا - (شروانی، ص ۹۷، ص ۱۰۹، حاشیہ ۱۱) -
۳- دیکھیے فرشتہ ۱/۲۹۷ -
۴- تفصیل کے لیے دیکھیے شروانی ص ۹۸ - ۱۰۰ -

راہ گریز کی حفاظت میں سستی اور کاہلی اختیار کی تھی ، اس لیے اس کو زبانی تادیب کی ۔ داؤد خاں کے دل میں بغض پیدا ہوگیا ۔ اس نے مقربین کے ایک گروہ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور جب (مجاہد شاہ) دریائے کشن کو عبور کر چکا ، تو وہ ایک رات کو اس کے خلوت خانہ میں داخل ہوگیا اور خنجر سے اس کو ہلاک کر دیا[1] ۔

اس کی سلطنت کی مدت ایک سال ایک ماہ اور نو دن ہوئی[2] ۔

ذکر سلطنت داؤد شاہ ابن عم مجاہد شاہ

مجاہد شاہ کے مارے جانے کے بعد داؤد خاں جو اس کا چچا زاد بھائی تھا ، تخت سلطنت پر قابض ہوا[3] ۔ سلطنت کے اکثر سردار اور اراکین اس کے موافق [۱۱] ہوگئے ۔

مجاہد شاہ کی بہن[4] نے اپنے بھائی کے خون کا عوض لینے کے لیے اس (داؤد خاں) کی مخالفت پر کمر باندھ لی ۔ بعض سرداروں کو مال و دولت کا لالچ دے کو جمعہ کے دن جامع مسجد میں داؤد خاں کو زخمی کرا

۱۔ مجاہد شاہ نے شہزادگی کے زمانے میں خاصدان بردار مبارک کی گردن کی ہڈی توڑ ڈالی تھی اس کے لڑکے مسعود خاں نے داؤد سے مل کر بادشاہ کے خلاف سازش کی اور قتل کر دیا ۔ یہ واقعہ ۱۷ ذی الحجہ ۷۷۹ھ (۱۶ اپریل ۱۳۷۸ء) کو پیش آیا ۔ (شروانی ، ص ۱۰۰) ۔

۲۔ گرانٹ ڈف نے ہسٹری آف مرہٹاز (ص ۳۰) میں اس کی حکومت کی مدت تین سال بتاتی ہے نیز دیکھیے کیمرج ہسٹری آف انڈیا (جلد سوم) ۔

۳۔ فرشتہ (۳۰۰/۱) نے مجاہد شاہ کے قتل کی تاریخ ۱۷ ذی الحجہ ۷۷۹ھ (۱۶ اپریل ۱۳۷۸ء) لکھی ہے یہی داؤد کی تخت نشینی کی تاریخ ہے (شروانی ، ص ۱۱۲) ۔

۴۔ مجاہد شاہ کی بہن کا نام ''روح پرور آغا'' تھا (فرشتہ ۳۰۱/۱) ۔

دیا[1] - ابھی اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی کہ اس کو اٹھا کر اس کے مکان پر لے گئے - دونوں طرف کے جوان اور بہادر جنگ پر آمادہ ہوگئے زوردار مقابلہ ہوا ، آخرکار مخالفوں کو شکست ہوئی[2] - شہر غارت ہوگیا - جب یہ خبر داؤد شاہ کو ملی ، تو اس نے عالم آخرت کی راہ لی - اس کی حکومت ایک ماہ اور تین دن رہی -

ذکر سلطنت محمد شاہ[3] بن محمود بن بہمن شاہ

انیس سال تک ممالک دکن کی حکومت اس کے قبضہ اقتدار میں رہی[4] اس کے حالات میں کوئی خاص بات قابلِ ذکر نظر سے نہیں گزری - اس کی آخر عمر میں قلعہ ساغر کا تھانہ دار[5] ، اس کا مخالف ہوگیا تھا - سلطان نے اس کے سر پر پہنچ کر اس کو فتح کیا[6] - اسی سفر میں وہ فوت

۱- عین اس وقت جبکہ ۲۲ محرم ۷۸۰ھ (۲۱ مئی ۱۳۷۸ء) کو داؤد گلبرگہ کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھ رہا تھا اور سجدہ کی حالت میں تھا ، روح پرور آغا کی تحریک پر شاہی عملہ کے ایک غلام باکا نے اس کے خنجر بھونک دیا ، باکا کو فوراً پکڑ لیا گیا اور مسند عالی خان محمد نے اس کا سر قلم کر دیا - (فرشتہ ۳۱/۱ و شروانی ص ۱۰۱ ، ص ۱۱۲ ، حاشیہ ۲۹) -

۲- داؤد کی پارٹی کو شکست ہوئی اور روح پرور آغا کی پارٹی غالب آئی (شروانی ، ص ۱۰۱) مگر انگریزی مترجم مسٹر ڈے اور بینی پرشاد نے داؤد کی پارٹی کی کامیابی کا گمان کیا ہے - (طبقات اکبری جلد سوم ، انگریزی ترجمہ ، ص ۲۲) -

۳- محمد شاہ کا نام فرشتہ (۳۱/۱) نے غلط لکھا ہے - نولکشور ایڈیشن میں بھی محمد شاہ بن محمود بن حسین شاہ لکھا ہے - وہ علاءالدین بہمن شاہ کا پوتا تھا - دیکھیے شروانی (ص ۱۱۲ - ۱۱۳ ، حاشیہ ۳۴) -

۴- محمد شاہ ۲۲ محرم ۷۸۰ھ (۲۱ اپریل ۱۳۷۹ء) کو تخت نشین ہوا - (شروانی ص ۱۱۳ ، حاشیہ ص ۳۵) -

۵- تھانے دار کا نام بہاء الدین ولد رمضان دولت آبادی تھا - (فرشتہ ۳۰۳/۱) -

۶- دیکھیے فرشتہ ۳۰۳/۱ -

ہو گیا[1] ۔ اس کی سلطنت کی مدت انیس سال ، نو ماہ اور چوبیس دن ہوئی ۔

ذکر سلطنت غیاث الدین

جب غیاث الدین اپنے باپ کی جگہ سات رجب کو مسند حکومت پر بیٹھا[2] ، تو تمام سردار ، اراکین سلطنت اور لشکریوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی ۔ لوگوں نے فرق مراتب کے اعتبار سے حسبِ سابق اعزاز و اکرام پایا ۔ اتفاق سے اس کے باپ کے غلاموں میں سے تغلجی[3] نام غلام نے جس کو تقرب میں خاص درجہ حاصل تھا ، یہ طے کیا کہ حکومت دوسرے بھائی کی جانب منتقل ہو جائے ۔ اس ارادہ کو پورا کرنے کے لیے اس نے دعوت عام کی اور سلطان کو قید کر لیا[4] ۔ [۱۲] ۱۷ رمضان ۷۹۹ھ[5] کو اسے اندھا کر دیا اور شمس الدین کو تخت سلطنت پر بٹھایا ۔ اس کی حکومت کی مدت ایک ماہ اور بیس دن ہوئی ۔

ذکر سلطان شمس الدین برادر سلطان غیاث الدین

جب سلطان شمس الدین ، تغلجی کی کوشش سے تخت سلطنت پر بیٹھا[6] ، تو سردار اور اراکین اس کے مطیع ہوگئے ۔ دو شاہزادے فیروز

۱۔ محمد شاہ کا انتقال ۲۱ رجب ۷۹۹ھ (۲۰ اپریل ۱۳۹۷ء) کو میعادی بخار کے مرض میں ہوا (فرشتہ ۱/۳۰۳) ۔

۲۔ تخت نشینی کے وقت غیاث الدین کی عمر سترہ سال تھی (فرشتہ ۱/۳۰۴) ۔

۳۔ صحیح نام تغلچین ہے (فرشتہ ۱/۳۰۴) نولکشور ایڈیشن میں غلجی ہے ۔ فرشتہ نے اسے امرائے کبار میں لکھا ہے ۔

۴۔ تغلچین کی ایک بہت خوبصورت لڑکی تھی ۔ اس نے غیاث الدین کی دعوت کی ۔ شراب کا دور چلا ۔ بادشاہ کو تخلیہ میں بلایا اور اس کی آنکھیں نکال لیں ۔ ۲۴ امراء کو قتل کر دیا ۔ فرشتہ ۱/۳۰۴ ۔ (ق)

۵۔ مطابق ۱۴ جون ۱۳۹۷ء

۶۔ تخت نشینی کے وقت شمس الدین کی عمر پندرہ سال تھی اور وہ جاریہ کے بطن سے تھا ۔ ۱۷ رمضان ۷۹۹ھ (مطابق ۱۴ جون ۱۳۹۷ء) کو تخت نشین ہوا ۔ (فرشتہ ۱/۳۰۵) ۔

خاں اور احمد خاں[1] اپنی موروثی حکومت کو حاصل کرنے کے لیے آمادہ ہوئے ۔ انھوں نے سرداروں کو ہموار کرنا شروع کیا ۔ سلطان شمس الدین نے ان کو گرفتار کرنا چاہا ۔

فیروز خاں اور احمد خاں فرار ہو کر قلعہ شکر[2] میں چلے گئے ۔ وہاں کا تھانیدار ایک غلام سدھو نامی تھا ۔ شہزادوں کے پہنچنے پر اس نے بہت اچھی طرح ملاقات کی اور جو چیز درکار تھی ، پیش کی ۔ فیروز خاں نے اپنے آدمیوں کا انتظام کر کے جنگ کا ارادہ کر دیا ۔ سلطان شمس الدین نے بھی لشکر جمع کیا اور شہر سے باہر نکلا ۔ طرفین کا مقابلہ ہوا اور زور آزمائی کے بعد سلطان شمس الدین بھاگ کھڑا ہوا[3] ، شہر پہنچا اور راستہ میں کہیں نہ ٹھہرا ۔

فیروز شاہ اپنی پاک طینتی اور نیک نیتی سے بطریق مصالحت و کار آسانی سلطان کے پاس آیا ۔ چند روز کے بعد یہ معلوم ہوا کہ سلطان عہد شکنی کر کے فیروز خاں اور احمد خاں کو گرفتار کرنا چاہتا ہے ۔ فیروز خاں نے سبقت کی اور تین سو معتمد مسلح آدمیوں کو گھر میں پوشیدہ کر کے احمد خاں کے سپرد کیا اور خود دارالامارت کی طرف روانہ ہوا ۔ چونکہ اس نے مسند خلافت کو خالی پایا ، لہذا ہمت کر کے آگے بڑھا اور اس پر جا بیٹھا ۔ لوگ اس کو چاہتے تھے ۔ حاضرین مجلس نے اس کی اطاعت [۱۳] قبول کر لی ۔ اس موقع پر احمد خاں مع تین سو مسلح سپاہیوں کے وہاں آ پہنچا ۔

سلطان (شمس الدین) کے خیرخواہ اس مجلس سے نکل کر منتشر

۱۔ فیروز خاں اور احمد خاں ، غیاث الدین کے بہنوئی تھے ۔

۲۔ فرشتہ (۳۰۵/۱) نے ''ساغر'' اور شروانی (ص ۱۰۴) میں ساگر لکھا ہے ۔

۳۔ فرشتہ (۳۰۵/۱) اور شروانی (ص ۱۰۶) میں صاف لکھا ہے کہ فیروز خاں اور احمد خاں کو شکست ہوئی اور شمس الدین فتح یاب ہوا ۔

ہو گئے اور سلطان چھپ گیا[1] - چند روز کے بعد اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا - بعض کا قول ہے کہ قتل کر دیا گیا[2] - تخت سلطنت پر فیروز شاہ جلوہ گر ہوا - شمس الدین کی حکومت کی مدت ستاون دن ہوئی -

ذکر سلطنت سلطان فیروز شاہ

سلطان فیروز شاہ ، شوکت و دبدبہ و سیاست کا مالک اور صاحب علم و دانش تھا - جمعرات کے دن ۲۰ صفر ۸۰۰ھ[3] کو تخت سلطنت پر بیٹھا - اس کے دور سلطنت میں مروت ، سخاوت - عدل و انصاف کا دور دورہ رہا - مخلوق کے ہر طبقہ اور گروہ میں اس کے عدل و انصاف کی وجہ سے امن اور چین رہا -

بیت

عدل او ، صفحہ ایام ز تیغ
کرد پاک ، از اثر در دو دریغ

وہ مشکل مہمات اور سخت کاموں میں فقراء و مشائخ سے امداد کا خواہاں ہوا کرتا تھا - خود بھی نہایت عاجزی سے عبادت خانہ میں جاتا تھا اور خدا تعالیٰ سے تائید غیبی کی درخواست کیا کرتا تھا - وہ جس طرف توجہ کرتا ، بلاشبہ فتح و ظفر اس کے ساتھ ہوتی - چونکہ قلعہ شکر میں بعض لوگ قلعہ بند ہو گئے تھے ، لہذا پہلے وہ اس گروہ کی تنبیہ کی طرف متوجہ ہوا[4] اور جب اس کی تخت نشینی کے بعد انتظام حکومت درست

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے (فرشتہ ۱/۳۰۵ - ۳۰۶) شروانی ، ص ۱۰۶ - ۱۰۷ -

۲- فرشتہ (۱/۳۰۶) میں لکھا ہے کہ شمس الدین کو مع اس کی والدہ کے مکہ معظمہ بھیج دیا - ہر سال پانچ ہزار فیروز شاہی (سونے کا سکہ) اور دوسرے تحائف اس کو بھیجے جاتے تھے - شمس الدین کا مدینہ منورہ میں ۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء میں انتقال ہوا -

۳- مطابق ۱۶ نومبر ۱۳۹۷ء -

۴- یہ ۱۳۹۸ء کا واقعہ ہے (شروانی ، ص ۱۲۲) -

ہو گیا ، تو اس نے بیجانگر کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس طرف متوجہ ہوا -

اس خبر کے سنتے ہی وہ گروہ فرار ہو کر کونوں کھدروں میں چھپ گیا ، سلطان نے داروغہ کو چھوڑا اور خود متواتر کوچ کر کے دریائے کشن کے کنارے قیام کیا - چونکہ (دریا کا) عبور کرنا ممکن نہ تھا ، لہذا مجبوراً قیام کرنا پڑا - بیجانگر کا (راجا) ایک بڑے لشکر کے ساتھ آیا اور [۱۴] اس (دوسرے) کنارے پر ٹھہرا - سلطان اس سزا دہی اور مقابلہ کی وجہ سے بہت رنجیدہ اور فکر مند ہوا -

وہ ہمیشہ سلطنت کے امراء سے مشورہ کیا کرتا ، یہاں تک کہ ایک دن قاضی سراج نے کہ جو سلطان کے مخصوصین میں سے تھا اور شجاعت و بہادری میں مشہور ، عرض کیا کہ اس مشکل کا حل اس بات پر منحصر ہے کہ مکر و فریب کو کام میں لایا جائے - بندہ اپنے بعض اقرباء کے ساتھ کہ جن پر اطمینان و وثوق ہے ، جس طرح بھی ہوگا دریا کو عبور کر کے بیجانگر کے لشکر تک پہنچ جائے گا - حکم عالی صادر ہو جائے کہ لوگ مسلح ہو کر تیار رہیں اور آسان یہ ہے کہ لکڑیوں اور گھاس سے ایک پشتوارہ[۱] باندھا جائے - اس پر پرتال اور سامان رکھ کر دریا پار کر لیں ، جس وقت دشمن کے لشکر کی آواز بلند ہو اور شور و غل ہو ، تو لوگوں کو حکم دے دیا جائے کہ فوراً دریا کو عبور کریں - امید ہے کہ فتح و نصرت حاصل ہو اور مراد پوری ہو جائے -

سلطان نے اس مشورہ کو قبول کیا اور قاضی سراج نے سات آدمیوں کے ہمراہ دریا کو عبور کیا اور بیجانگر کے رائے (حاکم) کے لشکر[۲] سے جا ملا - اس نے گانے والوں کے یہاں جا کر قیام کیا ، چونکہ موسیقی کے

---

۱ - پشتوارہ کا معنی بید کی تیرنے والی ٹوکریاں سمجھا گیا ہے - دیکھیے شروانی ، ص ۱۲۴ - لیز تاریخ فرشتہ (انگریزی ترجمہ از جان برگس کلکتہ ۱۹۰۹ء) جلد دوم ، ص ۳۷۱ - مسٹر ڈے (انگریزی مترجم) نے یہی خیال ظاہر کیا ہے -

۲- فرشتہ نے ''اردو'' کا لفظ استعمال کیا ہے - (۳۱۰/۱)

فن میں پوری مہارت رکھتا تھا اور اس فن کی بعض باریکیاں گانے والوں کو بتا چکا تھا۔

لہذا چند روز کے بعد جب بیجانگر کے رائے (حاکم) نے ایک جشن منعقد کیا اور تمام گانے والوں کو جمع کیا، تو قاضی اور اس کے ساتھی بھی مطربوں کے ساتھ مجلس میں گئے۔ جب بیجانگر کا رائے (حاکم) اور دوسرے رائے (حکام) مست ہو گئے، تو قاضی نے چند کرتب ایسے دکھائے کہ رائے نے اپنی عمر میں کبھی نہیں دیکھے تھے۔ سارے لوگ اس فن میں قاضی کی فوقیت اور برتری کے قائل ہوگئے۔ قاضی نے موقع پاتے ہی زہرآلود خنجر سے بیجانگر کے رائے کے سینہ پر وار کر دیا، اس کے ساتھیوں نے خنجر کھینچ لیے اور دوسرے رایوں کو کاٹ کے رکھ دیا[1]۔

جب سلطان نے ہندوؤں کا شور و غل سنا، تو سلطان خود دریا کو عبور کر کے پہنچ گیا اور اس بے سردار گروہ کو کاٹ ڈالا، جو قتل سے بچے [۱۵] ان کو گرفتار کر لیا۔ اس قدر مال غنیمت ہاتھ آیا کہ اس کا حساب و شمار کرنا ناممکن ہوا۔ فولاد خاں کو اس صوبہ کا مستقل حاکم کیا اور دارالسلطنت میں واپس آ کر ایک عظیم جشن اور بڑی دعوت منعقد کی۔ ہر ایک مشہور سردار کو انعام و اکرام سے نوازا۔

ابھی بیجانگر کی فتح کا جشن اور دعوت کا سلسلہ جاری تھا کہ بدھول سے قاصد آیا اور خبر دی کہ دیو رائے نے نہایت غرور کے ساتھ تقریباً تین لاکھ پیادوں کو اس نواح میں بھیج دیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کو خبر ملی تھی کہ اس علاقہ میں ایک لڑکی نہایت حسینہ و جمیلہ ہے جس کی مثال اس زمانہ میں روئے زمین پر نہیں ہے[2]۔ اس کے

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے فرشتہ (۱/۳۰۹ - ۳۱۰) و شروانی، ص ۱۲۳ - ۱۲۴ -

۲- وہ ایک سنار کی لڑکی تھی جس کا نام پرتھل تھا۔ ایک برہمن کی زبان سے اس کے حسن کی تعریف سن کر دیوراج اول اس پر عاشق ہو گیا۔ یہ ۱۴۰۶ء کا واقعہ ہے۔ پہلے تو رائے نے اس کو طلب کیا، اس نے انکار کر دیا تو زبردستی حاصل کرنا چاہا۔ بعد ازاں وہ لڑکی فیروز شاہ کے بیٹے حسن کے حبالہ عقد میں آئی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے فرشتہ (۱/۳۱۳ - ۳۱۴) شروانی، ص ۱۲۷ - ۱۲۸ -

آدمی اس کی تحقیقات کرکے ناکام و نامراد چلے گئے ۔ جب یہ خبر فولاد خاں کو ملی ، تو اس نے اسی وقت واپسی کے راستہ کو روک کر بہت سے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ۔

اس واقعہ کی اطلاع پانے کے بعد سلطان نے خاص خلعت اور عربی گھوڑے فولاد خاں کو بھیجے اور دیورائے کو سزا دینے کی طرف متوجہ ہوا اور ایک بڑا اشکر لے کر متواتر کوچ کرتا ہوا بیجا نگر پہنچا اور قتل و غارت گری شروع کر دی ۔ اس قدر مالِ غنیمت ہاتھ آیا کہ تخمینہ کرنا ممکن نہیں تھا ۔

ولایت کو تاراج کرنے کے بعد قلعہ کی طرف توجہ کی جس میں داخل ہونے کا راستہ بہت تنگ تھا ۔ ہر چند امیروں اور بہی خواہوں نے عرض کیا کہ اس تنگ راستہ سے اس کا گزرنا قرین مصلحت نہیں ہے ، مگر اس نے ایک نہ سنی اور تائید غیبی کے بھروسہ پر اس تنگ راستہ میں داخل ہو گیا ۔

جب قلعہ کے نواح میں پہنچا ، تو فوج کی صفیں آراستہ کیں اور خود قلب لشکر میں اپنی جگہ تعین کی ۔ دیورائے بھی قلعہ سے نکلا اور نو لاکھ پیادوں کے ساتھ مقابلہ پر آیا ۔ چونکہ غنیم کی فوج اندازہ سے بھی زیادہ تھی ، لہذا سلطان فیروز ، خود مقابلہ کے لیے میدانِ جنگ میں آ گیا ۔ دشمنوں کے خون کی ندی بہنے لگی اور وہ میدانِ جنگ میں نہایت کوشش کر رہا تھا مقابل طلب کرتا تھا کہ اچانک شستِ قضا سے ایک تیر اس کے ہاتھ پر لگا [۱۹] ، لیکن زخم کی بندش کے بعد وہ میدانِ جنگ میں قائم رہا اور خانخاناں شہزادہ احمد خاں نے بھی جو مقدمۂ فوج کا سردار تھا ، دادِ مردانگی دی ۔ جب آفتاب غروب ہوا ، تو واپسی کا طبل بجا ۔ وہ اپنے مقام پر لوٹ آیا ۔

دوسرے دن سلطان فیروز شاہ نے قلعہ کے اطراف میں قتل و غارت گری شروع کر دی ۔ جب وہ کئی روز تک غارت گری میں مشغول رہا اور تمام ولایت کو خراب کر دیا ، تو دیورائے نے عاجزی کے ساتھ اپنا پیغام بھیجا اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی ۔ دولت خواہی کا اقرار کیا ۔ بہت سے تحفے بھیجے جن میں کوہ پیکر ہاتھی ، مختلف قسم کے کپڑے اور

سامان تھا ۔ سلطان نے اپنے طبعی رحم و کرم کی وجہ سے اس کا عذر قبول کر لیا اور واپس آ گیا[1] ۔

چونکہ فیروز شاہ کا ارادہ ہمیشہ ملک فتح کرنے کا رہتا تھا ، لہذا اس نے نجومیوں سے معلوم کرکے ایک ساعت میں ایک لشکر آراستہ کیا اور مرہٹوں کے علاقہ پر چڑھائی کر دی ۔ جب وہ محور[2] کے نواح میں پہنچا ، تو وہاں کے تھانیدار نے بہت سے تحفے اور قیمتی سامان نذر کیا[3] ۔ بہت سی منزلیں طے کرنے کے بعد اس نے قلعہ کھرلا کا محاصرہ کر لیا اور اس کے اطراف کو برباد کر دیا ۔ کھرلا کا رائے (حاکم) نہایت عاجزی و انکسار سے پیش آیا ۔ اپنی خطاؤں کی معافی چاہی ۔ ہرسنگھ رائے[4] نے زر و جواہر کے کچھ تحفے دیے اور بیس ہاتھی لے کر حاضر خدمت ہوا اور قلعہ کی کنجیاں سپرد کر دیں ۔ سلطان نے اپنے تخت شاہی کے سامنے اس کے بیٹھنے کی جگہ تجویز کی ۔ عربی گھوڑے ، زردوزی قبا اور مرصع پٹکہ اس کو عنایت کیا اور رخصت کر دیا[5] ۔

وہاں سے واپس ہوا ۔ چند روز کے بعد اپنے آدمیوں کو ملک کے اطراف میں خراج وصول کرنے کے لیے بھیجا ۔ کچھ دنوں کے بعد وہ لوگ بے انتہا مال ، ہاتھی اور زر و جواہر لے کر واپس آئے[6] ۔

[۱۷] اسی زمانہ میں (بادشاہ نے) دریا کے کنارے ایک شہر آباد

۱- یہ ۸۰۹ھ (۱۴۰۷ء) کا واقعہ ہے سلطان فیروز کو عظیم الشان کامیابی ہوئی ، دیوراج نے صلح کی ۔ اپنی بیٹی کی شادی سلطان سے کی ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے شروانی ، ص ۱۲۸ - ۱۲۹ و فرشتہ (۳۱۴/۱) ۔

۲- صحیح املا ماہور ہے (شروانی ، ص ۱۲۴) ۔

۳- ملاحظہ ہو شروانی ، ص ۱۲۴ - ۱۲۵ ، فرشتہ ۳۱۰/۱ ، برہان مآثر ، ص ۴۳ ۔

۴- شروانی (ص ۱۲۵) نے نرسنگھ رائے نام لکھا ہے ۔

۵- ملاحظہ ہو شروانی ، ص ۱۲۵ ۔

۶- ملاحظہ ہو شروانی ، ص ۱۲۵ - ۱۲۶ ۔

کیا جس کے تمام مکانوں میں پانی جاری رہتا تھا ۔ اس کی تکمیل کے بعد اس کا نام فیروز آباد رکھا اور دار الامارت کے لیے ایک ایسا عالی شان محل بنوایا کہ جس کے کنگرے آسمان سے ہمسری کرتے تھے[۱] ۔

اسی زمانہ میں خبر ملی کہ دہلی کی طرف سے[۲] امیر سید محمد گیسو دراز آ رہے ہیں کہ جو اُس زمانہ کے بزرگ اور شیخ نصیر الدین محمد اودھی[۳] کے خلیفہ تھے ۔ سلطان ان سید بزرگوار (سید محمد گیسو دراز) کے آنے کی خبر سے خوش ہوا ۔ استقبال کے لیے ان کی خدمت میں پہنچا اور نیاز حاصل کرنے کے بعد عرض کیا کہ چونکہ یہ ملک آپ کی ذات مبارک کی تشریف آوری سے روشن ہوا ہے ، لہذا امید ہے کہ آپ اس علاقہ کے رہنے والوں پر کرم گستری کریں گے اور یہیں سکونت اختیار فرمائیں گے ۔ حضرت شیخ نے سلطان کی استدعا قبول کر لی اور شہر گلبرگہ میں سکونت اختیار کی[۴] ۔

روایت ہے کہ ایک روز سلطان فیروز شاہ نے اپنے بڑے لڑکے کو کہ جس کا نام حسن خاں تھا ، خاص خلعت پہنایا ، اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اپنے ہمراہ حضرت سید (گیسو دراز) کی خدمت میں لے گیا اور عرض کیا کہ میں نے اس کو ولی عہد بنایا ہے ، میں امیدوار ہوں کہ اس پر نظر کرم ہو اور اس کی تربیت فرمائی جائے ۔ حضرت سید (گیسو دراز)

۱۔ ملاحظہ ہو برہان مآثر ، ص ۴۳ ۔

۲۔ نولکشور ایڈیشن میں ''امیر'' کا لفظ نہیں ہے ۔

۳۔ متن میں ''داودی'' لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے ۔

۴۔ سید محمد گیسو دراز کے والد یوسف الحسینی محمد تغلق کے عہد میں دولت آباد آئے اور ۵ رمضان ۷۲۵ھ (۳۰ اگست ۱۳۲۵ء) کو خلد آباد میں فوت ہوئے ۔ حضرت گیسو دراز ۴ رجب ۷۲۱ھ (۳۰ جنوری ۱۳۲۱ء) کو دہلی میں پیدا ہوئے اور نوے سال کی عمر میں گلبرگہ تشریف لائے ۔ جہاں ۸۱۹ھ (۱۴۱۳ء) میں قلعہ گلبرگہ کی جامع مسجد کے قریب مقیم ہوئے ۔ ۱۶ ذی قعدہ ۸۲۵ھ (یکم نومبر ۱۴۲۲ء) کو انتقال ہوا ۔ تذکرہ علمائے ہند ، ص ۲۲۷ ، بزم صوفیہ ، ص ۵۰۴ - ۵۲۰ ۔

نے فرمایا کہ قدرت نے منصب خلافت خانخاناں احمد خاں کے لیے تجویز فرمایا ہے اور قدرتی معاملات میں دخل دینا مناسب نہیں ۔ سلطان اس بات سے رنجیدہ ہو کر مجلس سے چلا آیا[۱] ۔

جب برسات کا موسم ختم ہو گیا ، تو وہ ایک بڑا لشکر لے کر ارنگل کی طرف روانہ ہوا ۔ جب ان حدود میں پہنچا ، تو دیکھا کہ سنگ خارا کا بنا ہوا قلعہ نہایت مستحکم و بلند ہے جس کے چاروں طرف خندقیں کھدی ہوئی ہیں جن کی چوڑائی تیس گز ہے اور ان میں چشمہ سے پانی آتا ہے ۔ سلطان نے دو سال تک اس قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا [۱۸] اس کے باوجود کام انجام کو نہ پہنچا ۔ آب و ہوا کی خرابی کی وجہ سے اکثر آدمی اور جانور تباہ ہوئے ۔

جب بیجا نگر کے دیورائے کو یہ معلوم ہوا ، تو اس نے موقع غنیمت سمجھ کر سوار اور پیادوں کا ایک بڑا لشکر بھیجا اور آمد و رفت کے راستوں کو بند کر دیا ۔ سلطان مجبوراً کوچ کرتا ہوا وہاں سے واپس ہوا ۔ دیورائے کے لشکر نے تیر اندازی و نیزہ بازی شروع کر دی ۔ سلطان کی فوج کے بہادروں نے دہورائے کی سپاہ پر حملہ کر دیا ۔ جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی اور راستہ تنگ ہو گیا ، تو لوگوں نے عرض کیا کہ اس موقع پر (سلطان کا) واپس اور گوشہ نشین ہو جانا زیادہ مناسب ہے ، کیوں کہ سپاہ کی سلامتی بادشاہ کی سلامتی پر منحصر ہے ، سلطان نے کہا کہ مروت و شجاعت کے اعتبار سے کیا یہ زیبا ہے کہ میں خود محفوظ ہو جاؤں اور میرے لشکری قتل ہوں اور قید کر لیے جائیں ۔ اسی دوران میں ایک شخص دیو صورت اور شیطان سیرت دشمن کی فوج سے نکلا ، سلطان پر وار کیا اور نہایت مردانگی کے ساتھ اس لشکر سے

۱- یہ بات فیروز شاہ کو ناگوار ہوئی اور اس نے حضرت کو کہلا بھیجا کہ شاہی محل کے قریب قوالیوں اور مریدوں کی وجہ سے شور ہوتا ہے ، لہذا وہ کہیں اور چلے جائیں ۔ چنانچہ وہ وہاں سے اٹھ کر اس مقام پر چلے آئے جہاں مزار ہے ۔ (شروانی ، ص ۱۲۲) ۔

نکل گیا ۔ امیر ، سلطان کو اس تہلکہ سے نکال کر گلبرگہ لے گئے[۱] ۔

سلطان نے اس واقعہ کو لکھ کر نہایت اخلاص مندی سے سلطان احمد گجراتی کے پاس بھیجا اور اس سے مدد مانگی ۔ ابھی گجرات سے فوج بھی نہیں آئی تھی[۲] کہ فیروز شاہ اپنے غصہ کی شدت کی وجہ سے بیمار ہو گیا ۔

جب بیماری نے ترقی کی تو بعض خیر خواہوں کی یہ رائے ہوئی کہ خانخاناں احمد خاں شاہزادہ کو گرفتار کر کے اندھا کر دیا جائے ۔ جب خانخاناں نے ان لوگوں کا یہ ارادہ دیکھا ، تو خود گوشۂ عافیت میں جا بیٹھا[۳] ۔ ہر طرف سے فوج آ کر اس سے ملنے لگی ۔ فیروز شاہ نے اپنے غلام کو بیس ہزار فوج اور چند ہاتھی دے کر اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا ۔ طرفین کے مقابلہ کے بعد فیروز شاہ کی فوج نے پیٹھ دکھائی ۔ فیروز شاہ بیمار ہونے کے باوجود خود پالکی میں بیٹھ کر متوجہ ہوا ۔ جب صفیں آراستہ ہوئیں ، تو لشکر کے اکثر سپاہی فرار ہو کر خانخاناں سے جا ملے[۴] ۔ فیروز شاہ یہ حال دیکھ کر شہر میں چلا آیا ، [۱۹] لوگوں کو دیوان خانہ سے باہر کر دیا اور قلعہ اور خزانوں کی کنجیاں اکابر شہر کی معرفت اس کے پاس بھیج دیں ۔

خرد مند آں بود کو در ہمہ کار
گہے با گل بسازد گاہ با خار
ہمہ لقمہ شکر نتواں فرو برد
گہے صافی بہ پیش آید گہے درد

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے شروانی ، ص ۱۲۹ - ۱۳۰ ۔

۲- فیروز شاہ نے فضل اللہ انجو کے بیٹے میر غیاث الدین کو مدد مانگنے کے لیے گجرات بھیجا ، مگر وہ ناکام واپس آیا ۔ احمد شاہ والیٔ گجرات نے بہانہ کر دیا (شروانی ، ص ۱۳۰) ۔

۳- تفصیل کے لیے دیکھیے (شروانی ، ص ۱۳۲ - ۱۳۳) ۔

۴- حضرت گیسو دراز سے احمد خاں کا رابطہ و تعلق تھا ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے (شروانی ، ص ۱۳۱ - ۱۳۲) و ص ۱۴۲ - ۱۴۳ ۔

خانخاناں اپنے حقوق تربیت ادا کرنے کے لیے تنہا بادشاہ کے محل میں آیا اور آداب شاہی بجا لایا ۔ فیروز شاہ تخت سے اترا ، اس سے بغل گیر ہوا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر لے آیا ۔ نہایت نرمی اور اخلاق سے گفتگو کی اور مختلف قسم کی اچھی اچھی نصیحتیں کیں اور نہایت مہربانی سے بھائی چارہ کی باتیں کیں ۔ اپنے لڑکوں کی بابت سفارش کی[1] ۔ جب ۴ شوال ۸۲۵ھ کی رات ختم ہوئی[2] اور سورج نکلا ، تو اس کی موت کا وقت آ گیا ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کو زہر دے دیا گیا ۔ اس کی سلطنت کی مدت پچیس سال سات ماہ اور بیس دن ہوئی ۔

ذکر سلطنت احمد شاہ[3] بن فیروز شاہ بہمن

جب سلطنت کے تخت پر احمد شاہ بیٹھا[4] ، تو ہر طبقہ کے لوگ اس کے عدل و احسان سے مطمئن ہوئے ۔ اس نے اس قدر عدل و انصاف سے کام لیا کہ ظلم و جور بالکل رعایا کے درمیان باقی نہیں رہا ۔

بیت

در معدلت آنچناں باز شد
کہ کنجشک ہم خانۂ باز شد

اس کی ہمت کی میزان میں خاک اور قیمتی جواہر یکساں تھے یعنی ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ یکساں انصاف کیا جاتا تھا ۔ وہ اکثر اوقات فضلاء و اکابر کے ساتھ صحبت رکھتا ، ان لوگوں کو کثرت سے مال و متاع

۱- شروانی (ص ۱۳۲) نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ ۵ شوال ۸۲۵ھ (۲۲ ستمبر ۱۴۲۲ء) کو ہوا ۔

۲- شروانی (ص ۱۳۳) نے لکھا ہے کہ فیروز شاہ ۱۱ شوال ۸۲۵ھ (۲۸ ستمبر ۱۴۲۲ء) کو فوت ہوا ۔

۳- احمد شاہ نے شہاب الدین کا لقب اختیار کیا تھا جو ساگر کے مضافات میں روضہ کے مقام پر ایک مسجد میں ہے ۔ (شروانی ، ص ۱۶۴ ، حاشیہ ۱) ۔

۴- شروانی (ص ۱۴۲) نے تخت نشینی کی تاریخ ۲۰ ستمبر ۱۴۲۲ء (۳ شوال ۸۲۵ھ) لکھی ہے ۔

دیتا اور خود بھی حتی المقدور ترویج شریعت میں کوتاہی نہیں کرتا تھا ۔ خاندانِ نبوت اور خاندانِ ولایت کی اس درجہ تعظیم و تکریم کرتا [۲۰] کہ اس سے زیادہ تصور نہیں ہو سکتا تھا ۔ اس سلسلہ میں ایک روایت یہ ہے کہ اس کا ایک امیر شیر ملک نامی تھا کہ جس کے اختیار میں سلطنت کے معاملات تھے ۔ وہ ایک بڑے قلعہ کو جو اس ملک میں مشہور تھا ، فتح کرنے کے بعد بندرگاہ کی طرف واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں سید ناصر الدین عرب نام کے ایک سید سے ملاقات ہوئی ۔ سلطان احمد نے معقول رقم (ناصر الدین) کے سپرد کی تھی تاکہ وہ جاکر کربلا کی نہر کو جاری کرا دیں ۔ شیر ملک کو سید ناصر الدین سے جس تواضع کی توقع تھی ، وہ ظاہر نہیں ہوئی ۔ وہ (ناصر الدین) گھوڑے پر سوار اس (شیر ملک) سے متوجہ رہے ۔ شیر ملک نے حکم دیا کہ ناصر الدین کو گھوڑے سے اتار لیں ۔ سید مذکور وہیں سے واپس چلے آئے ، سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا بیان کیا ۔ سلطان نے سید (ناصر الدین) کی دل جوئی کرکے پھر رخصت کر دیا ۔ چند روز کے بعد جب شیر ملک کے پاس آیا ، تو تمام خاص و عام اس کے استقبال کے لیے گئے اور اس کو دربار میں لائے ۔ جیسے ہی سلطان کی نظر اس پر پڑی ، حکم دیا کہ قصاب[1] نامی ہاتھی کو لاؤ اور فوراً بے چوں و چرا شیر ملک کو اس ہاتھی کے نیچے ڈلوا دیا اور کہا کہ سادات کی اہانت کی یہ سزا ہے[2] ۔

جب وہ تخت پر بیٹھا ، خبر ملی کہ سلطان احمد گجراتی کا لشکر جس کو فیروز شاہ نے بلایا تھا ، سرحد پر آ گیا ۔ احمد شاہ نے سلطان احمد گجراتی کے لیے تحفے اور ہدیے بھیجے ، گجراتی سرداروں کو رخصت کیا اور سرداروں کے لیے بھی اعلیٰ قدر مراتب تحفے بھیجے ۔

چونکہ سلطان فیروز شاہ کے زمانہ میں دیورائے سے بے ادبی (سرکشی)

۱۔ نولکشور ایڈیشن میں ''تصاب'' ہے ۔ خطی نسخوں میں بھی اختلاف ہے ۔

۲۔ شروانی صاحب نے خیال ظاہر کیا ہے کہ احمد شاہ شیعیت کی طرف رجحان رکھتا تھا (ص ۱۵۹) ۔

ہو چکی تھی ، لہذا سلطان احمد اس انتقام کے لیے پہلے لو روز کو بیجا نگر کی طرف متوجہ ہوا ۔ منزلیں طے کرنے کے بعد جب وہ اس نواح میں پہنچا ، تو برباد کرنا شروع کر دیا ۔ دیورائے غرور و تکبر سے اپنا سر نہایت بلند کیے ہوئے تھا ، لیکن مملکت کی شان ہاتھ سے جاتی رہی ۔ اس نے اپنے ایک معتمد کو تحفے اور ہدیے دے کر احمد شاہ کے پاس بھیجا اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی ۔ سلطان نے اس کی خطائیں معاف کر دیں اور تسلی [۲۱] فرمائی ۔ دیورائے نے عاجزی اختیار کی اور جو وعدہ کیا تھا اس کے مطابق پیشکش بھیجی اور وفاداروں میں شامل ہو گیا ۔ سلطان احمد ، مظفر و منصور واپس ہوا ۔ جب دار السلطنت میں پہنچا تو امراء کو مناصب اور خلعت بخشے[1] اور ان کو تھانوں پر رخصت کر دیا ۔

چند روز کے بعد اپنے بیٹے سلطان علاء الدین کی شادی کے لیے ایک خط نصیر خاں آسیری[2] کو عزیز خاں کی معرفت بھیجا ۔ جب خط نصیر خاں کے پاس پہنچا ، تو اس نے اس (تجویز شادی) کو قبول کر لیا اور اپنی بیٹی (کی شادی) کا سامان و اہتمام کیا ۔ اپنے فرزندوں ، متعلقین ، ملازمین اور لشکر کو دار السلطنت روانہ کر دیا تاکہ شادی اور جشن کے انتظامات کریں اور عزیز خاں کو عزت و احترام کے ساتھ واپس کر دیا ۔ سلطان احمد نے مہمانوں کی اعلیٰ پیمانہ پر خاطر و تواضع کی اور احساس و انعامات سے نوازا ۔ ہر مسافر و مقیم پر نہایت درجہ بخشش و مہربانی کی گئی ۔ عیش و طرب کے ہنگامے برپا ہوئے تاکہ رعایا لطف اندوز ہو کر وقت و موقع سے مسرور و محفوظ ہو ۔ شہر کے قاضیوں ، عالموں اور بزرگوں کو بلا کر نکاح کی مجلس منعقد کی گئی ۔ نصیر خاں کے فرزندوں اور متعلقین پر بہت انعام و اکرام کیا گیا اور پھر وہ واپس چلے گئے[3] ۔

۸۲۶ھ/۱۴۲۳ء میں سلطان احمد نے کثیر لشکر جمع کر کے ولایت

۱- ملاحظہ ہو فرشتہ ۱/۳۲۲ و شروانی ، ص ۱۵۵ - ۱۵۶ -
۲- شروانی (ص ۱۵۹) میں یہ نام ناصر خاں فاروقی تحریر ہے جو صحیح نہیں ہے -
۳- ملاحظہ ہو فرشتہ ۱/۳۲۶ - ۳۲۷ ، برہان مآثر ، ص ۵۵ - ۵۶ -

تلنگ کی جانب توجہ کی ، لیکن ملکی مصلحتوں کی بنا پر راستہ سے لوٹ کر گلبرگہ آ گیا ۔ ۸۲۸ھ/۱۲۲۵ء میں پھر تلنگ کی طرف متوجہ ہوا اور بعض وہ قلعے جو حادثاتِ زمانہ سے اس کے قبضہ سے نکل گئے تھے ، ان پر پھر قبضہ کر لیا اور راج کنڈہ اور دیو کنڈہ کے زمینداروں سے لڈرانے لے کر گلبرگہ واپس آ گیا[1] ۔

[۲۲] ۸۲۹ھ/۱۲۲۶ء میں خبر ملی کہ ماہور کا رائے (حاکم) غرور و تکبر کی وجہ سے اطاعت سے منحرف ہو گیا ہے اور قتل و غارت میں مشغول ہے ۔ سلطان احمد بے شمار لشکر جمع کر کے کہ جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ، اس کو سزا دینے کے لیے متوجہ ہوا ۔ ماہور کا رائے (حاکم) قلعہ میں جا کر محفوظ ہو گیا ۔ دکن کی فوجوں نے اطراف قلعہ کو برباد کر کے خاک میں ملا دیا ۔ آخرکار رائے نہایت ندامت و انکسار کے ساتھ پیش آیا اور پیشکش نذر کر کے مطیع و فرمانبردار ہو گیا ۔ جو کچھ اس کے پاس تھا سلطان احمد کے قبضہ میں آ گیا[2] ۔

ماہور کی فتح کے بعد چونکہ مملکت کی وسعت میں اضافہ ہو گیا تھا ، لہذا سرداروں نے کہا کہ شاہزادوں میں سے کسی کو ولی عہد کر دینا مناسب ہے اور دوسرے شاہزادوں کے لیے مختلف صوبے نامزد کر دیے جائیں تاکہ بھائیوں میں اتحاد و اتفاق رہے ۔ سلطان نے کہا کہ ولی عہدی کے لیے جس کو تم لوگ مناسب خیال کرتے ہو ، بتاؤ ۔ سرداروں نے عرض کیا کہ شاہزادہ علاء الدین ، اعلیٰ صفات سے متصف ہے ۔ وہ رعایا کے اصلاح حال اور زیردستوں کے معاملات کی درستی میں خاص دلچسپی رکھتا ہے ۔ سلطان نے سرداروں کی رائے کی تعریف کی اور اس کو ولی عہد مقرر کیا اور محمد خاں کو اس کے سپرد کیا ۔ ولایت ماہور مع توابع شاہزادہ محمود خاں کو عنایت ہوئی ۔ راجور کا قلعہ اور اس کے مضافات پر داؤد خاں کو حاکم کیا اور سب لڑکوں سے یہ عہد لیا کہ آپس میں ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرنا ، رعایا اور زیردست جو خدا کی امانت ہیں ، ان کو آرام سے رکھنا اور تمام مخلوق میں سے ان چار قسم کے

۱- ملاحظہ ہو فرشتہ ۳۲۲/۱ ، شروانی ، ص ۱۵۶ ۔

۲- ملاحظہ ہو فرشتہ ۳۲۲/۱ ، برہان مآثر ، ص ۵۸ ، شروانی ، ص ۱۵۶ - ۱۵۷ ۔

لوگوں کو خاص طور سے انعام و اکرام سے نوازنا : اول علماء کہ ان کے قلوب حکمت و معرفت کے منبع ہیں ، دوسرے نویسندے کہ یہ لوگ زبانِ قلم سے رخسارۂ ملک اور چہرۂ حکومت کو با رونق رکھتے ہیں ۔

بیت

چنانچہ تیغ شہنشہ اساس ملک نہد
زبان خامہ دستور کارساز بود

[۲۰] تیسرے اہلِ سلاح[1] کہ رعایا کی بہتری اور ملک کے فسادات کا دفعیہ اس گروہ سے متعلق ہے اور ان کی نور کی شعاعوں سے دین و دولت کی نگہبانی ہوتی ہے اور ان کی زبانِ تیغ سے فتح و نصرت کی تفسیر ہوتی ہے اور چوتھے کاشتکار کہ مخلوق کی زندگی ان کی محنت اور جانفشانیوں پر منحصر ہے ۔ اگر یہ گروہ سستی و کاہلی سے کام لے ، تو مادۂ قوت کہ جس سے زندگی کا سلسلہ ہے ، ناپید ہو جائے ۔ ان وصیتوں کے بعد محمود خاں اور داؤد خاں کو اُن صوبوں پر جو نامزد کیے گئے تھے ، بھیج دیا[2] ۔

۸۳۰ھ/۲۷-۱۴۲۶ء میں خلف حسن عرب کو کہ جس کا لقب ملک التجار تھا ، جزیرہ مہائم کو فتح کرنے کے لیے مقرر کیا ۔ ملک التجار نے اپنی قوتِ بازو اور شجاعت سے ان حدود کو فتح کر لیا ۔ چونکہ وہاں کے رایاں (زمیندار) مسلمان تھے ، لہذا وہ مدد حاصل کرنے کے لیے سلطان احمد گجراتی کے پاس گئے ۔ سلطان احمد گجراتی کے پاس گئے ۔ سلطان احمد نے ایک فرمان ظفر خاں شاہزادہ کے پاس جو سلطان ندربار کے حدود میں تھا ، بھیجا تاکہ وہ جا کر مسلمانوں (زمینداروں) کی مدد کرے ۔ ملک التجار نے اس واقعہ کی اطلاع گلبرگہ بھیجی ۔ یہاں سے سلطان علاء الدین کو ملک التجار کی مدد کے لیے بھیجا گیا ۔ فریقین کے مقابل ہونے کے بعد ظفر خاں کو فتح و نصرت حاصل ہوئی ۔ سلطان

۱۔ ''اہلِ صلاح'' نولکشور ایڈیشن ۔

۲۔ ملاحظہ ہو فرشتہ ۳۲۷/۱ و برہان مآثر ، ص ۷۱ - ۷۲ ۔

علاء الدین بھاگ کر اپنی ولایت میں آ گیا ۔ ملک التجار بھی چلا آیا ۔ یہ داستان تفصیل کے ساتھ طبقہ گجرات میں لکھی جائے گی ۔

۸۳۲ھ/۲۹-۱۴۲۸ء میں ایک روز نرسنگھ رائے کا خط جو احمد شاہی سلسلہ کے ہم نشینوں میں سے تھا ، آیا کہ مندو کا حاکم سلطان ہوشنگ اپنے غلبہ و اقتدار کی بنا پر میری ولایت تک آ گیا ہے اور ملک کو خراب و برباد کر رہا ہے ۔ سلطان احمد متواتر کوچ کرتا ہوا اس ملک کی طرف روانہ ہوا ۔ ابھی وہاں نہیں پہنچا تھا کہ خبر آئی کہ نرسنگھ رائے اطاعت سلطانی سے منحرف ہوکر سلطان ہوشنگ کا مطیع ہو گیا ہے ۔ سلطان نے اپنا سفر ملتوی کر دیا اور [۲۴] تین منزل پر قیام کیا اور اہل اسلام سے جنگ کرنی مناسب نہیں سمجھی ۔

روایت ہے کہ سلطان احمد نے قلعہ کھرلا کا محاصرہ کیا تھا ۔ کھرلا کے رائے (حاکم) نے سلطان ہوشنگ کو اپنی مدد کے لیے بلایا اور اخراجات کے لیے تین لاکھ تنکے روزانہ دینے قبول کیے ۔ سلطان ہوشنگ لزدیک پہنچا ، تو سلطان احمد قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر تین منزل پیچھے ہٹ آیا ۔ سلطان ہوشنگ نے پورے لشکر کے ساتھ تین منزل تک اس کا تعاقب کیا ۔ فتنہ غبار اٹھا ۔ دوسرے دن جب لڑائی کی آگ بھڑکی اور میدان کارزار گرم ہوا ، تو طرفین سے خون کی ندیاں بہنے لگیں ۔ سلطان احمد مع دو ہزار پانسو جوانوں کے کمین گاہ سے نکل کر سلطان ہوشنگ کے قلب لشکر پر حملہ آور ہوا ۔ ظلم کے بانی کی حیثیت سے مندو کے لشکر کو شکست ہوئی اور سلطان ہوشنگ کی بیگم مع دوسری مستورات کے دکن کے فوجیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئیں ۔ سلطان احمد نے نہایت مروت سے کام لیا اور اپنے لشکر کو اس کا تعاقب کرنے سے روک دیا ۔ چند روز کے بعد سلطان احمد نے ہوشنگ کے اہل حرم کا سامان درست کرایا اور پانچ سو سواروں کے ہمراہ مندو بھیج دیا ۔ مال غنیمت تقسیم کرنے کے بعد ان حدود (علاقہ) کو اپنے جاگیردار امیروں میں تقسیم کر دیا ۔

واپسی کے وقت جب شہر بدر میں پہنچا ، تو وہاں کی زمین سرسبز اور فضا دلکشا نظر آئی ، اس لیے اس کو دارالسلطنت کے لیے تجویز کیا ۔

نجومیوں نے ایک ساعت معلوم کرنے کے بعد وہاں قلعہ کی بنیاد رکھی۔ اس کو امیروں میں تقسیم کیا اور دارالامارت کے لیے ایک عالیشان محل بنوایا[1] ۔ اس کی تکمیل ہو جانے کے بعد شاعروں نے جو اس سفر میں ساتھ تھے ، عمارت کے کتبوں کے لیے اشعار کہے ، شیخ آذری نے بھی کہ جو اس حملہ میں ہمراہ تھا : اشعار کہے جو محل کے دروازہ پر لکھے گئے ۔

جنذا قصر مشید کہ ز فرط عظمت[2]
آسماں پا بہ از سدہ ایں درگاہ ست
[۲۵] آسماں ہم نتواں گفت کہ ترک ادب ست
قصر سلطان جہاں بہمن احمد شاہ ست

تاریخ بہمنی والعہدة علیہ کا مولف کہتا ہے کہ سلطان نے ریشمی کپڑوں کے بارہ ہزار بقچ اس کے صلہ میں شیخ آزری کو عطا فرمائے[3] ۔

جب دکن کی ولایت مخالفت کی گندگی سے پاک ہو گئی اور بغیر نزاع کے سلطان احمد کے قبضہ میں آ گئی ، تو ۸۳۵ھ/۱۴۳۲ء میں قلعہ تنبول کے فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوا ۔ یہ قلعہ گجرات کی سرحد پر واقع ہے ۔ وہ متواتر کوچ کرتا ہوا وہاں پہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ جب قلعہ کے محاصرہ کو دو سال ہو گئے ، تو آخر سلطان احمد گجراتی نے رفاقت و مروت کی بنا پر ایک ایلچی بھیجا اور پیغام دیا کہ اگر یہ فقیر

۱- قلعہ ، محلات اور دوسری شاہی عمارات کی تعمیرات کی تفصیل کے لیے دیکھیے شروانی ، ص ۱۴۸ - ۱۴۹ ۔

۲- برہان مآثر (ص ۷۱) میں یہ اشعار اس طرح ہیں :

جنذا قصر معظم کہ ز فرط عظمت
آسماں پایہ از سدۂ آں درگاہست
آسماں ہم نتواں گفت کہ ترک ادبست
قصر سلطان جہاں احمد بہمن شاہست

۳- برہان مآثر (ص ۷۱) میں ہے کہ آذری کو پہلے ایک ہزار تنکہ (بہمنی سکہ) انعام میں دیے ، پھر کرایہ اور راستہ کے مصارف کے لیے مزید ڈھائی سو تنکہ دیے ۔

شاہزادہ علاء الدین کے جشن (شادی) میں شریک ہوتا ، تو میرے لیے کچھ تکلف ہوتا ۔ اب اس فقیر کی یہ استدعا ہے کہ اس قلعہ کو اس تکلف کے عوض میں (کہ جو میرے لیے ہوتا) ، مالک قلعہ کو بخش دیں ۔ سلطان احمد بہمنی نے مروت و فتوت سے انحراف کیا ۔ مشورت کی مجلس منعقد کی ۔ بعض وزیروں نے کہا کہ بخشش تو اُس وقت ہوگی جب قلعہ پر قبضہ ہو جائے ۔ بعض وزراء نے کہا کہ سلطان احمد گجراتی کی درخواست کو قبول کرلنا چاہیے ۔ سلطان نے پہلی رائے کو ترجیح دی اور جواب بھیجا کہ جب قلعہ پر قبضہ ہو جائے گا ، تو سلطان کے خادموں کو دے دیا جائے گا ۔ سلطان احمد گجراتی اس جواب سے ناراض ہو گیا اور ایک زبردست لشکر اہل قلعہ کی امداد کے لیے مقرر کر دیا ۔ جب یہ خبر سلطان احمد بہمنی کو ملی ، تو وہ قلعہ کے نیچے سے ہٹ کر پیچھے آیا اور گجرات کا لشکر اس کے تعاقب میں آیا ۔ سلطان نے قلعہ کی فتح کا خیال دل سے نکال دیا اور وہ کلبرگہ چلا گیا ۔ کتاب تاریخ بہادری کے مولف نے اس بات کو دوسری طرح لکھا ہے ۔ انشاء اللہ سلاطین گجرات کے حالات میں اس کو بیان کیا جائے گا ۔

[۲۶] ۸۳۸ھ/۱۴۳۵ء میں سلطان بیمار ہوا ۔ پختہ ارادہ اور صحیح اعتقاد کے ساتھ اس نے تمام گناہوں سے توبہ کی اور اپنے بڑے بیٹے سلطان علاء الدین کو امیروں اور وزیروں کے روبرو از سر نو وصیت کی اور امیروں سے کہا کہ میں تم لوگوں سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ تم سب خدا تعالیٰ سے میری بخشش کی دعا کرو گے ۔ چونکہ میرے زمانہ میں ظلم و جور نہیں ہوا ہے ، اس لیے مجھے امید ہے کہ پروردگار عالم میری خطاؤں کو معاف کر دے گا ۔ اٹھائیسویں رجب (۸۳۸ھ/۱۴۳۵ء) کو رات کا کچھ ہی حصہ گزرا ہوگا کہ سلطان نے کلمہ توحید ادا کیا اور جان ، جاں آفریں کے سپرد کر دی ۔ اس کا دور حکومت بارہ سال ، نو مہینے اور بیس دن رہا[۱] ۔

۱- فرشتہ (۱/۳۲۸) میں بھی ۲۸ رجب ۸۳۸ھ احمد شاہ کے انتقال کی تاریخ ہے ۔ برہان مآثر (ص ۷۲) میں ۲۵ رجب یا ۲۶ رجب (۸۳۸ھ) بتائی گئی ہے ، مگر شروانی صاحب نے ایک کتبہ کی روشنی میں تاریخ انتقال ۲۹ رمضان ۸۳۹ھ (۱۷ اپریل ۱۴۳۶ء) قرار دی ہے ۔ دیکھیے شروانی ، ص ۱۷۱ ، حاشیہ ۵۸ ۔

ذکر سلطان علاء الدین بن احمد شاہ

جب (سلطان علاء الدین) اسی سال (۸۳۸ھ/۱۴۳۵ء) میں انتیسویں ماہ رجب کو اپنے باپ کا قائم مقام ہوا[1]، تو اس نے اپنا خطاب علاء الدین شاہ مقرر کیا اور اپنی پوری ہمت، عدل و انصاف میں صرف کی۔ اپنے ماتحتوں کو نہایت امن اور چین سے رکھا۔ پروردگار عالم نے بھی اس کے اس طریقہ عمل سے روز بروز اس کی امداد کی۔ اس نے ابتدائے جوانی میں تجربات و کارکردگی میں پوری شہرت حاصل کی اور زمام کار دلاور خاں کے سپرد کر دی کہ جس کا خطاب خان اعظم خاں تھا[2]۔

۸۳۹ھ/۳۶-۱۴۳۵ء میں[3] نصیر خاں بن عالم خاں حاکم اسیر نے دکن کی ولایت کے کچھ حصہ پر حملہ کیا۔ سلطان نے خلف حسن کو کہ جو ملک التجار مشہور تھا، نصیر خاں سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ فریقین کا مقابلہ ہوا، نصیر خاں بھاگ کر اسیر کی طرف چلا گیا۔ ملک التجار نے اس کا تعاقب [۲۷] اسیر تک کیا اور ولایت اسیر کے ایک حصہ پر حملہ کر کے واپس چلا آیا۔ اسی سال نصیر خاں فوت ہوگیا ایک قول کے مطابق یہ واقعہ ۸۴۰ھ/۳۷-۱۴۳۶ء میں ہوا[4]۔

جس وقت شہزادوں میں ولایت کی تقسیم کی جا رہی تھی، تو احمد شاہ نے محمد خاں شہزادہ کو سلطان علاء الدین کے سپرد کر دیا تھا۔ سلطان چاہتا تھا کہ اس کی تربیت کرے اور بلند مرتبہ پر پہنچائے۔ اس

۱- ڈاکٹر ہارون خاں شروانی نے ایک کتبہ کی روشنی میں احمد شاہ کے انتقال کی تاریخ ۲۹ رمضان ۸۳۹ھ (۱۷ اپریل ۱۴۳۶ء) مقرر کی ہے، لہذا یہی تاریخ علاء الدین کی تخت نشینی کی لکھی ہے (شروانی ص ۱۷۳)۔

۲- ملاحظہ ہو فرشتہ ۳۳۰/۱۔

۳- برہان مآثر (ص ۷۸) میں بھی ۸۳۹ھ دیا ہے، مگر فرشتہ (ص ۳۳۱) میں ۸۴۱ھ ہے اور اسی کو شروانی نے ترجیح دی ہے۔ (ق)

۴- فرشتہ (ص ۲۸۰/۲) نے نصیر خاں کے انتقال کی تاریخ ۳ ربیع الاول ۸۴۱ھ (۴ ستمبر ۱۴۳۷ء) لکھی ہے۔ (ق)

ارادہ کو پورا کرنے کے لیے اس نے محمد خاں شہزادہ کو لشکر کے ہمراہ بیجانگر کی فتح کے لیے بھیجا ، شہزادہ کے بھیجے جانے سے پہلے عمادالدین[1] غوری اس سرحد میں تھا ، جب اس نے سنا کہ شہزادہ دریائے کشن کے کنارہ پر پہنچ گیا ہے ، تو وہ فوراً لشکر لے کر شہزادہ سے آ ملا - چونکہ شہزادہ (محمد خاں) سلطان علاء الدین کی حکومت سے رضامند نہ تھا اور موقع کا منتظر تھا ، لہذا اس نے ملک عماد الدین کو بے گناہ قتل کر کے بغاوت کا اعلان کر دیا ۔ اس واقعہ کی اطلاع پانے کے بعد سلطان محمد خاں کو سزا دینے کے لیے متوجہ ہوا ، جب فریقین کی فوجوں کا مقابلہ ہوا ، تو سلطان کو فتح ہوئی ۔ محمد خاں محروم و ناکام و شرمندہ ہو کر فرار ہو گیا[2] ۔

بیت

با ولی نعمت از بروں آئی
گر سپہری ، کہ سرنگوں آئی

سلطان نے صلہ رحم کا خیال کر کے اپنے لشکر کو تعاقب سے باز رکھا اور وہ واپس آ گیا ۔ اس دوران میں سلطان کے چچا کو کہ جو محمد خاں کے لشکر میں تھا ، گرفتار کر کے لائے ۔ سلطان نے اس پر احسان کیا اور اس کی خطاؤں کو معاف کر دیا ۔ جب وہ مسندِ حکومت پر بیٹھا ، تو اس نے نصیحت آمیز فرمان محمد خاں کے نام بھیجا کہ جس کا مضمون یہ تھا :

"خداوند عالم جس کو چاہتا ہے اپنی مخلوق میں سے منتخب کر لیتا ہے اور جب اس منتخب کے حال پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات ہوتی ہیں ، تو اس کے قبضۂ اقتدار میں دنیا کی مرادیں اور مقاصد کی کنجیاں دے دی جاتی ہیں (حکومت سپرد کر دی جاتی ہے) اور سلطنت کا پودا کہ جو اللہ کی توفیق کی نہر سے [۲۸] پرورش پاتا ہے ، حوادث کی تیز آندھی سے کوئی نقصان نہیں پاتا

۱- عمادالملک (لولکشور ایڈیشن) ۔

۲- ملاحظہ ہو فرشتہ ۱/۳۳۰ ، برہان مآثر ص ۹۷ ، شروانی ص ۱۷۹ -

ہے اور عزت و احترام کا محل کہ جو تائید الٰہی سے بلند ہوتا ہے ، مکر و فریب کی منجنیق (گوپھن) سے مطلق خلل پذیر نہیں ہوتا ہے ۔

بیت

عزیز کردہ او را فلک ندارد خورد
بزرگ کردہ او را جہاں نہ بیند فوار

ان مقدمات کا نتیجہ ظاہر ہے کہ داد و دہش سے حق راضی رہتا ہے اور اپنے قوت و دبدبہ پر غرور نہیں کرنا چاہتے ، اس لیے کہ مغرور لوگوں کو ہمیشہ ذلیل ہونا پڑتا ہے ۔ اے برادر ارجمند ! تم کو چاہیے کہ اطاعت و فرمانبرداری کی شاہراہ سے قدم باہر نہ رکھو اور اس صاحب جلال پروردگار سے لزاع نہ کرو اور عہد شکنی نہ کرو کہ یہ باتیں نہایت معیوب ہیں ، بالخصوص اپنے بزرگوں سے معذرت کر کے گزشتہ باتوں کی معافی چاہو اور جو کچھ ہو چکا ہے اس کا دل میں میل نہ لاؤ ۔ اس کو معاف کیا جاتا ہے اور تلنگ کا موضع رانچور جو تم کو دیا گیا ہے ، بے توقف وہاں چلے جاؤ ، اپنی زندگانی کی سلامتی چاہو اور فضول باتوں کو اختیار نہ کرو ۔"

جب یہ فرمان محمد خاں کے پاس پہنچا ، تو اس نے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا اور رانچور[1] چلا گیا ۔ سلطان دارالسلطنت کو واپس ہوا ۔

۸۴۹ھ[2] میں خلف حسن عرب کہ جس کا خطاب ملک التجار تھا ، قلعہ سنگر[3] پر حملہ کرنے کے لیے کہ جو سمندر کے ساحل کے قلعوں میں سے تھا ، روانہ ہوا ۔ اس نواح کے لوگ اس قلعہ ، جنگل اور تنگ راستوں

۱- رانجل (نولکشور ایڈیشن) ۔
۲- شروانی صاحب نے اس واقعہ کی سنہ ۸۵۰ھ (۱۴۴۷ء) لکھی ہے ۔ (دکن کے بہمنی سلاطین ، ص ۱۸۴) ۔
۳- اس کا مختلف تلفظ سنگیر یا سنکر وغیرہ لکھا گیا ہے ۔

پر مغرور ہو کر جنگ کرنے پر آمادہ ہوگئے ۔ ملک التجار جب ان حدود میں داخل ہوا ، تو پہلے اس راجا کا قلعہ کہ جس کا نام سرکہ تھا اپنی شجاعت و مردانگی سے فتح کیا اور سرکہ کو گرفتار کر لیا ۔ اب اس کو قتل ہونا یا مسلمان ہونا تھا ۔ اس غدار نے کہا کہ میرے قتل کرنے سے تم کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا ، لیکن اس راستہ میں تکلیفیں اور بہت سے جنگلات تم سب کو معلوم ہو رہے ہیں ۔ اگر مجھے [۲۹] زندہ رکھو ، تو لشکر کو ایسے راستہ سے لے چلوں کہ ایک سوار کو بھی مطلق تکلیف نہ پہنچے ۔ ملک التجار نے اس کی باتوں پر اعتبار کر لیا ۔ اس کو سپاہ کا رہبر اور رہنما بنا کر اس طرف چل پڑا ۔ اس کے سرداروں نے ہرچند کہا کہ دشمن کے قول پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے ، لیکن اس نے بات پر توجہ نہ کی اور وہ گمراہ رہبر ایسے راستہ سے اور ایسے مقام پر لے گیا کہ جس کو دیکھ کر شیطان بھی پریشان ہو جاتا ۔ جس کے تین طرف جنگل اور پہاڑ تھا اور ایک طرف گہری نہر جنگل سے ملحق تھی ۔ اس مقام پر اس نے دشمنوں کو اطلاع کر دی ، آدھی رات کے وقت تقریباً چالیس ہزار پیادے ٹوٹ پڑے اور خلف حسن (عرب) (ملک التجار) مع مسلمانوں کے شہید ہو گیا ۔ باقی لشکر بڑی مصیبت سے قصبہ جالنہ میں جو خلف حسن (عرب) (ملک التجار) کی قیام گاہ تھا ، پہنچا[۱] ۔

دکن کے وزیروں نے کہ جن کی طبیعت میں غریبوں[۲] سے زبردست عداوت خمیر ہو چکی تھی ، برے انداز سے اس واقعہ کو سلطان علاءالدین کے سامنے پیش کیا ۔ چونکہ وزراء کو اختیار دے دیے گئے تھے ، لہذا غدار وزیروں نے راجہ رستم کو کہ جس کا لقب نظام الملک تھا اور سالار حمزہ کو کہ جس کا خطاب مشیرالملک تھا ، ایک خونخوار لشکر

۱۔ ملاحظہ ہو فرشتہ ۱/۳۳۴ - ۳۳۶ ، برہان مآثر ص ۸۲ - ۸۳ ، شیروانی ص ۱۸۴ - ۱۸۵ ۔

۲۔ غریبوں سے مراد نووارد (اہلِ عراق) ہیں ۔ انگریزی مترجم نے اس کا ترجمہ (Great) کیا ہے (طبقاتِ اکبری ، انگریزی ترجمہ ص ۶۳) ۔

کے ساتھ جالنہ[1] کے قصد سے روانہ کیا۔

جب نظام الملک اور مشیرالملک جالنہ کے نواح میں پہنچے تو انھوں نے بارہ سو صحیح النسب سادات کو مع ایک ہزار غریب دکنیوں کے امان دی، ایمان کی قسمیں کھا کر امیدوار کیا اور سب کو فاخرہ خلعتیں دے کر اپنے ٹھکانے پر بھیج دیا۔ دوسرے دن ایک بڑی دعوت منعقد ہوئی اور تین ہزار آدمیوں کو گھر کے اندر چھپا دیا جن کے لباس کے نیچے اسلحہ تھا اور تمام سادات کو مہمانوں کی طرح بلا کر نہایت عزت و احترام سے بٹھایا۔ تیس آدمیوں کو کھانا کھلانے کے لیے باہر لے جاتے تھے اور ہر ایک کو شربت شہادت پلا دیتے تھے۔ (مار ڈالتے تھے) اس طرح بارہ سو سیدوں کو جو صحت نسب میں ممتاز تھے، شہید کر دیا۔ [۳۰] یزید کے واقعہ کے بعد کسی زمانہ میں اس طرح کی مصیبت کبھی نہیں ہوئی[2]۔

بیت

آہن و فولاد از یک کاں بروں آیند لیک
آں یکے آئینہ و آں دیگر نعل خراست

آخرکار نظام الملک اور مشیر الملک کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ آخرت میں کیا حشر ہوگا۔ سبحان اللہ! باپ ایسا کہ ایک سید کو ذلیل کرنے کی سزا میں اپنے وزیر کو ہاتھی کے پیروں تلے ڈلوا دے

۱- فرشتہ نے (۱/۳۴۴) جاکنہ اور فرشتہ کے انگریزی مترجم نے (۲/۴۴۰) چاکنہ پڑھا ہے شروانی (ص ۱۸۴) میں چاکن ہے۔

۲- ہارون خاں شروانی، ص ۱۹۵ - ۱۹۶، حاشیہ ۳۶) لکھتے ہیں کہ فرشتہ نے مبالغہ سے کام لیا ہے۔ تذکرۃ الملوک کے مصنف رفیع الدین نے تحفۃ السلاطین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کوئی عورت یا بچہ قتل نہیں کیا گیا۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس افسوس ناک واقعہ کے تمام حالات نوواردوں کی اولاد کے لکھے ہوئے ہیں۔

اور بیٹا ایسا کہ بارہ سو سیدوں کو بے وجہ قتل کرا دے[1] ۔

جب ولایت کوکن کے رایاں (حکام) نے خود مختاری اختیار کر لی اور اطاعت قبول نہ کی تو سلطان نے دلاور خاں کو خاص خلعت عنایت کر کے ولایت کوکن کی فتح کے لیے نامزد کیا اور سرحد کے امیروں کے نام فرمان جاری کیے کہ اپنے اپنے لشکر آراستہ کر کے دلاور خاں سے آکر مل جائیں ۔ مشار' الیہ (دلاور خاں) جب قصبہ کنلولہ[2] پہنچا ، تو اس نے اسد خاں ، فولاد خاں اور صفدر خاں کو بھیجا ۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر اس ولایت کو برباد کیا ، مکانوں اور عمارتوں میں آگ لگا دی ۔ رائے شنکر نے ، جو اس نواح میں زیادہ معزز تھا ، نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ دلاور خاں کے پاس ایلچی بھیجا اور قبول کیا کہ وہ اپنی لڑکی کے ہمراہ کثیر نذرانے بھیجے گا اور اب اطاعت سے کبھی روگردانی نہیں کرے گا ۔ دلاور خاں نے اس کی درخواست قبول کر لی اور اس کی لڑکی کو مع نذرانوں کے دارالسلطنت بھیج دیا ۔

وہ خود قلعہ راہل کو فتح کرنے کے لیے متوجہ ہوا جو اُس نواح میں سب سے بڑا قلعہ تھا ۔ اس علاقہ میں پہنچنے کے بعد صفدر خاں اور فولاد خاں نے لوٹ مار اور غارت گری شروع کر دی ۔ وہاں کے لوگوں نے موقع پا کر غلبہ حاصل کر لیا اس معرکہ میں دلاور خاں کا بھائی اور بیٹا شہید ہوئے ۔ اس لڑائی میں دلاور خاں نے حق تعالیٰ کی تائید سے فوج جمع کر کے اس گروہ کو متفرق کر دیا ۔ بہت سے آدمیوں کو قتل کیا ۔ مکرر جنگ و جدل کے بعد [۳۱] اس نواح کے راجا نے عاجزی اختیار کر لی اور اپنی لڑکی اور کثیر نذرانے دلاور خاں کے پاس بھیجے ، دلاور خاں نے اس کی خطاؤں کو معاف کر دیا اور واپس آ گیا ۔ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوا ۔ چونکہ دلاور خاں کا اعزاز اور اس کا اعتبار درجہ کمال تک پہنچ چکا تھا ، لہذا لوگوں

۱۔ احمد شاہ نے سید ناصرالدین عرب کی حمایت میں امیر شیر ملک کو ہاتھی کے نیچے ڈلوا دیا تھا اس کی طرف اشارہ ہے اور یہ واقعہ احمد شاہ بن فیروز شاہ بہمن کے حالات میں بیان ہوا ہے ۔

۲۔ تاریخ فرشتہ میں یہ نام نہیں ہے ۔

نے اس سے حسد کرنا شروع کیا اور سلطان کے مزاج کو اس کی طرف سے منحرف کر دیا ، وہ بھی خدمات سے دست کش ہو کر گوشہ نشیں ہو گیا[1] ۔

جب رائے بیجانگر کو اس بات کی اطلاع ہوئی ، تو اس نے خیال کیا کہ سلطان خود تو حملہ آور ہوگا نہیں ، لہذا ۸۴۷ھ/۱۴۴۳ء میں سرحد کے بعض پرگنوں کو برباد کر کے وہاں کے مویشیوں اور سامان و اسباب کو لے گیا ۔ جب سلطان کو اس حادثہ کی اطلاع ہوئی ، تو وہ ولایت بیجانگر کی طرف متوجہ ہوا ۔ اس نے بہت سا اسلحہ اور گھوڑے تقسیم کیے اور متواتر کوچ کر کے قلعہ مدکل کو اپنے محاصرہ میں لے لیا ، جب قلعہ گیری کا سامان درست ہو گیا ، تو اہلِ قلعہ کو اپنی موت نظر آنے لگی ۔ بیجانگر کے رائے نے نہایت ذلت و خواری کے ساتھ اپنا وکیل بھیجا ۔ اپنی خطاؤں کی معافی چاہی اور سالانہ خراج دینا قبول کر کے یہ وعدہ کیا کہ لشکر کے کل اخراجات جو اس جنگ میں ہوئے ہیں ، ادا کرے گا ۔ سلطان نے اس کی خطائیں معاف کر دیں اور واپسی اختیار کی ۔ اس نے جو وعدے کیے تھے ان کو پورا کر کے نجات پائی ۔ سلطان نے شہر کے قریب جشن منعقد کیا اور امیروں کو خلعت اور نوازشوں سے سرفراز کیا ۔کچھ عرصہ تک دارالسلطنت میں قیام کیا[2] ۔

محمد خاں شہزادہ کی بغاوت میں سکندر خاں بخاری کا کافی دخل تھا اور اگرچہ سلطان علاء الدین نے فتح کے بعد اس کی خطاؤں کو معاف کر دیا تھا ، لیکن سکندر خاں کو ہمیشہ وہم رہتا تھا اور سلطان کی عنایات سے اس کا دل مطمئن نہ تھا ۔ یہاں تک کہ بعض خود غرضوں نے ۸۶۰ھ/۱۴۵۶ء میں کچھ باتیں سلطان کی طرف سے اس سے ایسی کہہ دیں

۱- طبقاتِ اکبری کے انگریزی مترجم نے حاشیہ میں نشان دہی کی ہے کہ یہ واقعات خلف حسن کے واقعات سے پہلے گزرے ہیں ۔ راجا کی لڑکی کے محل میں داخل ہونے کے بعد نصیر خاں سے آویزش شروع ہوئی ۔ (ق)

۲- ملاحظہ ہو فرشتہ ۱/۳۳۲ ، برہان مآثر ، ص ۷۹ ، (تاریخ میں اُلجھاؤ ہے) ، نیز دیکھیے شروانی ، ص ۱۸۲ - ۱۸۳ ۔

کہ سکندر خاں بے اختیار [۳۲] ہو کر اطاعت سے روگرداں ہوگیا اور مالوہ کے حاکم سلطان محمود خلجی کو پیغام بھیجا اور اس کو ولایت برار فتح کرنے کی ترغیب دی۔

سلطان محمود، مندو سے برار کی طرف متوجہ ہوا۔ سکندر خاں نے ایک ہزار سواروں کے ساتھ چند منزل جا کر استقبال کیا اور سلطان محمود سے مل گیا اور ساتھ مل کر ماہور کے اطراف کا محاصرہ کر لیا۔ جب عرصہ ہوگیا اور محاصرہ نے طول کھینچا، تو سلطان علاء الدین ایک بڑا لشکر لے کر قلعہ ماہور کی مدد کے لیے آیا اور جب ماہور کے نواح میں پہنچا، تو سلطان محمود رات میں کوچ کر کے مانڈو کی طرف چلا گیا۔ سلطان علاء الدین نے ماہور کے تھانیدار کو فخرالملک کے خطاب سے ممتاز کیا اور بہت سی نوازشیں کیں۔ بدستور قدیم فخر الملک کو ماہور اور اس کے مفصلات کی حکومت پر فائز رکھا۔ ان حدود کا انتظام کر کے دارالسلطنت کی طرف روانہ ہوگیا۔ اثنائے راہ میں سکندر شرمندگی کے ساتھ کفن پہن کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان نے نہایت رحم و کرم سے کہ جو اس کی طینت میں خمیر ہوا تھا، اسے معاف کر دیا اور خاص خلعت مرحمت کیا[1]۔

کہا جاتا ہے کہ سلطان علاء الدین نہایت بردبار تھا۔ خود خطبہ (نماز جمعہ) پڑھا کرتا اور اپنی تعریف ان الفاظ میں کرتا:

"السلطان العادل الحلیم و الکریم الرؤف علٰی عباد اللہ الغنی علاء الدنیا و الدین احمد شاہ الوالی ابن محمد شاہ البہمنی۔"

ایک بزرگ[2] سید کہ جس کے بزرگوں کو مشہدین مقدسین کی نقابت کی خدمات سپرد تھیں، جالنہ کے سادات کے قتل سے بہت رنجیدہ تھا۔ ایک روز سلطان علاء الدین اپنی تعریف میں یہی القاب بیان کر رہا تھا

۱۔ ملاحظہ ہو شروانی ص ۱۸۷۔

۲۔ اصل الفاظ "سید اجل" ہیں شروانی صاحب نے اسے علم قرار دیا ہے، اردو ترجمہ میں اس کو سید عجل لکھ دیا ہے۔ فرشتہ (۱/۳۲۸) نے "عرب تاجر اسپاں" لکھا ہے۔ (ق)

کہ اس سید نے کھڑے ہو کر کہا :

''خدا کی قسم تو جھوٹا ہے ۔ نہ عادل ہے نہ حلیم ہے نہ کریم ، پاک نسل (سادات) کو قتل کرتا ہے اور مسلمانوں کے ممبروں پر ایسی باتیں کہتا ہے ۔''

سلطان علاءُ الدین مسجد سے باہر آیا اور اس (شخص) سے بالکل تعرض نہیں کیا ۔ یہ حکایت اس کی بردباری کی واضح دلیل ہے[1] ۔

[۳۳] ۸۶۲ھ/۱۴۵۸ء میں خدا کے حکم سے سلطان سخت بیمار ہوا ۔ جب زندگی سے مایوس ہو گیا ، تو اس نے ایک دن ہمایوں خاں کو جو اس کی اولاد میں سب سے لائق اور بڑا تھا بلایا اور کہا : اے نورِ نظر! اب وہ وقت آ گیا کہ میں خوشی خوشی داعی اجل کو لبیک کہوں ، لیکن چند قیمتی موتی جو باپ دادا سے مجھے وراثت میں ملے ہیں اور جو میرے سینہ میں پوشیدہ ہیں جو لطافت میں ایسے ہیں کہ جوہر عقل ، کامل ہونے کے باوجود ان کی قیمت کا اندازہ کرنے میں عاجز ہے اور قلم کی قوت ناطقہ باوجود فصاحت و بلاغت کی صفات سے متصف ہونے کے ان کے فوائد کی تشریح و توضیح سے عاجز ہے ، لیکن پدری شفقت اور بیٹے کی انتہائی محبت نے اس بات پر مجبور کر دیا کہ تجھ کو ان نصیحتوں کے جواہرات اور موتیوں سے مالا مال کر دوں ۔

بیت

من انچہ شرط بلاغ است با تو گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

وہ نصیحتیں جو سلطان علاءالدین نے اپنے بیٹے ہمایوں خاں کو کیں :

''اے فرزند ارجمند ! چونکہ وہ وقت آ گیا کہ اب تو تختِ سلطنت پر جلوہ گر ہوگا ، لہذا رعایا کے معاملات میں واضح دلیل و برہان کے بغیر کبھی کوئی حکم جاری نہ کرنا اور غور و فکر

۱۔ دیکھیے فرشتہ (۳۳۸/۱) ، برہان مآثر ص ۸۷ ۔

کے بغیر فرمان صادر نہ کرنا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ درستی کی بجائے فسادات پیدا ہوں گے ۔

دوسرے یہ کہ میدان حکومت کو خود غرض لوگوں سے پاک و صاف رکھنا ، کیونکہ وہ گروہ (خود غرض لوگ) اچھائیوں کو برائیوں کے ساتھ ملا دیتے ہیں اور اچھے کاموں کو بری صورت میں ظاہر کرتے ہیں ۔ فاسق و فاجر اور مفسد و شریر لوگوں کو ہمیشہ ذلیل و خوار رکھنا ، ورنہ لوگ فسق و فجور پر دلیر ہو جائیں گے ۔ عدالت ، جس پر اخلاق کی بنیاد قائم ہے اور شریعت و حکومت کے قوانین کا اسی پر دارومدار ہے ، وہ لوگوں میں سے جاتی رہے گی ۔

کبھی مفسدوں کو موقع نہ دینا ، اس بدانجام گروہ کی بات قابلِ اعتبار نہیں ہوتی ہے [۳۸] اور اس بدبخت گروہ کی معمولی بات یا گمان سے کہ جو کبھی طبیعت میں پیدا ہو جائے ، کسی بے گناہ کو نقصان نہ پہنچانا ۔ ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں اہلِ عقل و دانش سے مشورہ کرنا اور اہم امور و مشکل معاملات میں ان کو قاضی و حاکم قرار دینا ، اس لیے کہ بزرگوں کا قول ہے کہ جس نے مشورہ کیا اس کو ندامت نہ ہوئی ۔ دو رائیں ، ایک سے افضل ہیں ۔

عدل و انصاف کو حکومت ، طاقت اور سلطنت کا بازو سمجھنا ، کسی موقع پر کسی معاملہ میں انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دینا ، رعایا کے قلوب کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کرنا ، رعایا کا مال لینے میں جھگڑا نہ کرنا ، ملازمین اور لشکریوں کو ناموزوں مطالبات سے رنجیدہ نہ کرنا ، درویشوں کو مطمئن کرنے اور انھیں فائدہ پہنچانے میں پوری کوشش رکھنا ۔ مختصر یہ کہ اس طرح کا برتاؤ رکھنا کہ جب انسانی جسم کا وقت آخر آئے اور اعضائے جسمانی ساتھ چھوڑیں ، (موت آئے) تو لوگ اچھے الفاظ سے یاد کریں ۔

بیت

پس از مرگ ہر کس گز و نام ماند
ہمانا کہ در زندگی کم راند

مظلوم و ستم دیدہ کی فریاد سے ڈرتے رہنا اور یقین رکھنا کہ پروردگار عالم کی نظر ہمیشہ مظلوم کے حالات پر رہتی ہے۔"

جب وزیروں اور امیروں کو ان وصیتوں کی اطلاع ہوئی ، تو ملک نظام الملک کہ جس پر حکومت کا دار و مدار تھا ، بھاگ کر اپنے لڑکے کے پاس گیا جس کا خطاب ملک التجار تھا اور وہ جنیر کا حاکم تھا۔ وہاں سے دونوں مل کر گجرات چلے گئے۔

جب ۲۱ جمادی الاولی ۸۶۲ھ کو سلطان علاء الدین کا انتقال ہوا[۱] تو سیف خاں [۳۵] مملو خاں اور دوسرے امیروں نے حسن خاں شہزادہ کی بیعت کر لی جو ہمایوں خاں کا چھوٹا بھائی تھا اور اس کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔ عوام نے ہمایوں خاں کے گھر کو لوٹ کر اس میں آگ لگا دی۔ ہمایوں خاں ، اسّی سواروں کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔ اتفاق سے راستہ میں جب فیل بانوں ، پردہ داروں اور اہل لشکر نے اسے دیکھا ، تو وہ دوڑ کر اس کی خدمت میں آئے اور جب حسن خاں نے تخت پر سے اسے دیکھا کہ ہمایوں خاں دارالامارت میں آ گیا ہے ، تو اس پر رعب چھا گیا۔ وہ خود تخت سلطنت پر مستقل مزاجی سے نہ بیٹھ سکا اور تخت

۱- فرشتہ (۱/۳۳۸) میں ۸۶۲ھ ہے۔ برہان مآثر (ص ۸۷) میں اواخر ماہ جمادی الاول ۸۶۲ھ اور طبقات اکبری میں بھی ۲۰ جمادی الاول ۸۶۲ھ ہے مگر برہان مآثر کے ص ۸۸ پر لکھا ہے:

"ہمایوں شاہ بتائید الہ در بست و دوم شہر جمادی الثانی سنہ مذکور (۸۶۲ھ) بر سریر سلطنت تمکن و استقرار یافت۔"

ہارون خاں شروانی (ص ۱۸۸ و ص ۱۹۰ ، حاشیہ ۱) نے علاءالدین کی تاریخ انتقال ۱۸ جمادی الاخریٰ ۸۶۲ھ متعین کی ہے۔ ہمارے خیال سے برہان مآثر کی تاریخ ص ۸۸ کی روشنی میں ۲۱ جمادی الثانی (۸۶۲ھ) درست معلوم ہوتی ہے۔

سے نیچے اُتر آیا - تمام امراء و وزراء شاہی آداب بجا لائے اور وہ (ہمایوں) تخت پر بیٹھ گیا -

سب سے پہلا حکم جو اس نے دیا وہ یہ تھا کہ سیف خاں کو ہاتھی کے پیر سے باندھ کر شہر میں تشہیر کیا جائے - مملو خاں نے جب یہ سیاست دیکھی ، تو وہ فرار ہو کر گوشہ نشیں ہوگیا - (سلطان علاء الدین کی) حکومت کی مدت تئیس سال نو ماہ اور بائیس دن ہوئی -

ذکر سلطان ہمایوں شاہ بن علاء الدین شاہ

جب امراء و اراکین نے چار و ناچار اطاعت قبول کر لی ، تو اگرچہ سلطان ہمایوں شاہ نہایت بہادر ، شجاع ، فصیح ، خوش بیان اور سخی تھا ، لیکن بدمزاج ، گناہ کرنے میں دلیر اور حقوق کے ادا کرنے میں قاصر تھا - رافت و دانائی سے عارق اور مجرموں اور گنہ گاروں کو سزا دینے میں ظالم تھا - اس کا قہر اور اس کی سیاست اس درجہ تھی کہ وہ اس میں مکمل اصابت رائے رکھتا تھا اور جو تدبیر اس کے ذہن یا دل میں آتی تھی ، اس کو وہ تقدیر الٰہی سمجھتا تھا -

جب وہ تخت سلطنت پر بیٹھا[1] تو اس نے اپنی پوری کوشش کامل و فاضل وزیر کے مقرر کرنے پر صرف کر دی - وہ کہا کرتا تھا کہ ایسا وزیر میسر نہیں ہوتا کہ جس کی اعانت و امداد سے سیاست و قہر کا ارتقاء ہو ، حکومت و سلطنت میں ترقی ہو [۳۶] اور اس کی رائے کے نتیجہ میں رعایا کے حالات درست اور ملک ترقی پذیر ہو - سلطنت کی آمدنی میں اضافہ اور فوج کا انتظام ہو سکے[2] - خواجہ نجم الدین محمود قارن گیلانی کہ جو دانا ، سنجیدہ ، تجربہ کار اور خدا ترس آدمی تھا ، عہدہ و وزارت کے لیے منتخب ہوا - مہمات ملکی کے پورے اختیارات اس کے دست اقتدار

۱- شروانی (ص ۱۹۸) نے ہمایوں شاہ کی تخت نشینی کی تاریخ ۷ مئی ۱۴۵۸ء لکھی ہے جبکہ برہان مآثر (ص ۸۸) کے اعتبار سے ۲۲ جمادی الثانی ۸۶۲ھ (۷ مئی ۱۴۵۸ء) ہے -

۲- ملاحظہ ہو برہان مآثر : ص ۸۹ -

میں دے کر اس کو ملک التجار کا خطاب دیا[1] ۔

اس کی سلطنت کی بہار[2] کے زمانہ میں سکندر خاں بخاری کہ جو پہلے سلطان علاء الدین کے خلاف ہو کر سلطان محمود خلجی سے مل گیا تھا ، پھر نادم و شرمندہ ہوا ۔ اس نے تربیت کے حقوق بھلا دیے اور ہمایوں شاہ کی سلطنت کے میدان کو فتنہ و فساد کی گرد سے خراب کرنے لگا ۔ علم بغاوت بلند کر دیا اور ایک بڑی جماعت لے کر مالکنڈہ[3] کی طرف متوجہ ہوا ۔ ہمایوں نے مالکنڈہ کا ارادہ کیا اور خان جہاں کو اپنے سے پہلے دو منزل آگے بھیج دیا ۔ سکندر خاں نے خان جہاں کو کمزور دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا اور نہایت قہر و غضب سے شکست دی ۔

دوسرے دن جب سورج طلوع ہوا تو ہمایوں شاہ نے فوجیں ترتیب دیں اور میدانِ جنگ کی طرف توجہ کی ۔ طرفین سے مقابلہ ہوا ، خوب جنگ ہوئی ۔ ہمایوں شاہ کو فتح حاصل ہوئی ۔ دشمن خوار ہو کر بھاگ کھڑا ہوا ۔ ایک جماعت ہلاک ہوئی ۔ سکندر خاں بھی گھوڑے سے زمین پر آ گرا ۔ جلال خاں بخاری[4] میدانِ جنگ سے فرار ہو کر قلعہ مالکنڈہ میں محفوظ ہو گیا ۔ جب سلطان مالکنڈہ کے نواح میں پہنچا ، تو جلال خاں نے عہد کرکے اس کے غیض و غضب سے اپنی جان بچائی ۔ سلطان دار السلطنت کو واپس ہو گیا[5] ۔

۸۶۳ھ/۱۴۵۹ء میں جب ہمایوں شاہ کا ظلم مشہور ہو گیا ، تو تلنگ کے رایان (حکام) نے دائرہ اطاعت سے قدم باہر رکھ کر مقررہ مال

۱- برہان مآثر (ص ۸۹) میں محمود گاواں کا نام اس طرح ہے ''سلطان الوزراء خواجہ نجم الدین محمود ابن گاواں جیلانی ۔'' بعض تاریخوں میں اس کا نام عماد الدین ہے (شروانی ، ص ۲۰۹) ۔

۲- آغاز (نولکشور اڈیشن) ۔

۳- بالکنڈہ (نولکشور) ۔

۴- جلال خاں بخاری ، سکندر خاں بخاری کا باپ ہے ۔

۵- اس فتح میں وزیر محمود گاواں کی کوششوں کو خاص طور سے دخل تھا ۔ ملاحظہ ہو شروانی ، ص ۱۹۹ - ۲۰۰ ، فرشتہ ۱/۳۳۹ ، برہان مآثر ، ص ۹۰ ۔

(خراج) دینا بند کر دیا ۔ ہمایوں شاہ نے ملک شہ ، ترک غلام کو [۳۷] خواجہ جہاں کا خطاب دے کر ولایت تلنگ کی طرف بھیجا اور نظام الملک غوری کو ساتھ بھیجا ۔ خود بیس ہزار سوار اور چالیس ہاتھی لے کر اس کے پیچھے روانہ ہوا ۔ خواجہ جہاں نے قلعہ دیورکندہ[1] کا محاصرہ کر لیا ۔ اہل قلعہ نے اوڑیسہ کے حاکم کو کثیر مال دینے کا وعدہ کیا اور مدد طلب کی ۔ اڑیسہ کا رائے ایک شاندار لشکر لے کر جس میں سو ہاتھی تھے ، مدد کے لیے آیا ۔ نظام الملک غوری نے کہا کہ اڑیسہ کے رائے کے آنے سے پہلے قلعہ کے محاصرہ کو ترک کرکے میدان میں آ جانا چاہیے ۔ ناتجربہ کار خواجہ جہاں ، نظام الملک کی رائے کو کمزور خیال کرکے وہیں مقیم رہا ۔ جب دوسرے دن صبح ہوئی ، تو ایک طرف سے اوڑیسہ کے رائے نے اور دوسری جانب سے قلعہ والوں نے خواجہ جہاں کی فوج پر حملہ کر دیا ۔ خواجہ جہاں کو شکست ہوئی ۔ اسّی کوس بھاگ کر وہ ہمایوں شاہ کے پاس آ گیا اور عرض کیا کہ یہ شکست نظام الملک کی وجہ سے ہوئی ۔ ہمایوں شاہ نظام الملک سے ناراض ہو گیا اور اس کے منہ پر اس کو برا بھلا کہا ۔ نظام الملک وہاں سے بھاگ کر سلطان محمود خلجی سے جا ملا ۔ سلطان نے خواجہ جہاں کو بھی نظروں سے گرا دیا اور اسے موکل کے سپرد کر دیا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ نظام الملک غوری کو ذلت کے ساتھ قتل کرا دیا[2] ۔ اس کے عزیز و اقارب سلطان محمود خلجی کے پاس چلے گئے[3] ۔

۸۶۴ھ/۱۴۶۰ء میں پھر ہمایوں شاہ نے تلنگ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا ۔ راستہ میں سات آدمی جو امیر زادہ محب الدین حبیب اللہ[4] کے

۱۔ دیو کندہ (نول کشور) ۔

۲۔ برہان مآثر ، ص ۹۰ ۔

۳۔ تلنگانہ کے اس معرکہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے شروانی ، ص ۲۰۱ ، فرشتہ ۱/ ۳۴۰ ، برہان مآثر ، ص ۹۰ ۔

۴۔ امیر زادہ محب الدین حبیب اللہ بن شاہ خلیل اللہ بن شاہ نعمت اللہ کرمانی ، اپنے والد شاہ خلیل اللہ ہمراہ وارد بیدر ہوئے ۔ خانوادۂ شاہی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

خاص لوگوں میں سے تھے اور حادثاتِ زمانہ سے ستاروں کی طرح منتشر ہو چکے تھے ، مثلِ ثریا کے ایک جگہ مجتمع ہو گئے - چونکہ آرام کے زمانہ میں وہ اس (امیر زادہ محب الدین حبیب اللہ) کے شریکِ دولت رہ چکے تھے ، لہذا آپس میں کہنے لگے کہ وہ ماہِ جلالت اس وقت گہن میں ہے ۔ اب زندگی کس کام آئے گی - اب آؤ اس کی رہائی کے بارے میں کچھ سوچیں اور ملک یوسف ترک کے پاس چلیں جو بندگانِ عالی میں دیانت و صلاحیت [۲۰۸] میں مشہور اور اطاعت و خیر میں مشہور ہے اور ہمیشہ اس کی امیدوں کا پیالہ امیر زادہ کی شرابِ احسان سے بھرا رہتا تھا ، (وہ ہمیشہ امیر زادہ کا احسان مند رہتا تھا) وہاں پہنچ کر انھوں نے ماجرا بیان کیا - وہ سعادت منداں کے ساتھ ہو گیا اور محافظوں کے ایک گروہ کو اپنے ساتھ ملا لیا - (ملک یوسف ترک) موقع کا انتظار کرنے لگا - بارہ سو سوار اور پچاس پیادوں کے ساتھ قلعہ کے دروازہ پر پہنچا - چونکہ عصر کا وقت گزر رہا تھا - لہذا گھوڑے سے اتر کر نماز ادا کی اور درگاہِ خداوندی میں مدد کا خواستگار ہوا -

شام کے وقت دروازہ کی طرف متوجہ ہوا - دروازہ کے اکثر محافظ کاموں میں لگے ہوئے تھے - تھوڑے سے دربانوں نے روکا - ملک یوسف نرمی اور خوشامد سے پیش آیا سکہ سرخ کے ساتھ فرمان ، جیسے کہ دکن کے فرمان ہوا کرتے ہیں ، پہلے سے تیار کر لیا تھا ، اس کے پاس تھا ، وہ ان لوگوں کو دکھا کر پہلے دروازہ میں داخل ہوا - جب دوسرے دروازہ پر پہنچا ، تو دربانوں نے مخالفت و مدافعت کی اور اس کو اندر نہیں جانے دیا - ہرچند اس نے زبردستی کا فرمان ان کو دکھایا ، مگر انھوں نے اس کو منظور نہیں کیا اور کہا کہ کوتوال کا پروانہ ہونا چاہیے - ملک یوسف نے فوراً ان کے سردار کا سر تلوار سے کاٹ ڈالا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سے تعلقات قائم ہوئے - تفصیل کے لیے دیکھیے احوال و آثار حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی از مرزا ضیاء الدین بیگ (کراچی ، ۱۹۷۵ء) ، ص ۲۰۵ - ۲۱۰ ، برہان مآثر (ص ۹۲) میں اس کا نام مرزا حبیب اللہ نعمت الٰہی لکھا ہے -

قلعہ میں داخل ہو گیا - اہلِ قلعہ میں شور برپا ہو گیا - سب سے پہلے وہ بڑے قید خانہ کی طرف گیا - قید خانہ کے دروازہ کو توڑ دیا - تقریباً سات ہزار ، سادات علماء ، فضلاء اور درمیانی درجہ کے لوگ کہ جو اس قید خانہ میں بند تھے ، اپنی اپنی طرف چلے گئے (رہا ہو گئے) وہ اس کو ایک بڑی کامیابی سمجھا -

کوتوال شہر جلال خاں کو جس کی عمر اسی سال تھی اور سلطان علاء الدین کے بیٹے یحییٰ خاں کو گرفتار کرکے ذلت و خواری سے قتل کر دیا - حسن خاں اور امیر زادہ حبیب اللہ ایک حجام کے مکان میں جو امیر زادہ [۳۹] کا خدمت گار تھا ، پہنچے اور قلندروں کی طرح داڑھی مونچھ صاف کرا دی - امیر زادہ چاہتا تھا کہ گوشہ نشین ہو کر قناعت اختیار کر لے ، مگر حسن خاں نے کہا کہ شہر کے لوگ اور سپاہ ، ہمایوں شاہ کے ظلم و جور کی وجہ سے ہماری طرف ہیں اور یقین ہے کہ حکومت پھر ہاتھ آ جائے گی - میں اس کو طائر بازو شکستہ اور جانور پاشکستہ کی طرح بغیر تکلف و پریشانی کے گرفتار کر لوں گا - چونکہ امیر زادہ ہمیشہ اسی قسم کے منصوبے بناتا رہتا تھا ، لہذا اس نے گوشہ نشینی کا ارادہ ترک کر دیا اور حسن خاں سے عہد و پیمان کر لیا - دونوں متفق ہو کر شہر سے باہر نکل گئے - لشکریوں کے گروہ کے گروہ ان کے پاس آنے لگے -

ہمایوں شاہ نے اس خبر کے سنتے ہی اپنے اور بیگانوں کا قتلِ عام شروع کر دیا ، جب وہ شہر بدر میں داخل ہوا[۱] ، تو اس قدر مظالم کیے کہ گویا حجاج تو نوشیروانِ عادل تھا - افسوس وہ نہ رہا ، لیکن اس کا برا نام اور ظالموں کے نشان دنیا میں باقی رہ گئے ، مظلوموں میں سے کسی نے اس رباعی میں اس مضمون کا ذکر کیا ہے -

رباعی

اے ظالم از آہ دل شب خیز بترس
و ز مغل بدو نفس شر انگیز بترس

۱- ہمایوں شاہ باہر گیا ہوا تھا -

مژگاں بخونِ غرقہ مظلوم ہمہ ہیں
زاں خنجر آبدار خونریز تبرس

ہمایوں شاہ کے واپس آنے کی خبر جب شاہزادہ حسن خاں اور امیر زادہ حبیب اللہ کو ملی ، تو انھوں نے خود میں مقابلہ کی قوت نہ دیکھی اور وہ بیجا پور کی طرف چلے گئے ۔ سراج خاں جس نے آخر میں معظم خاں کا خطاب پایا ، تواضع اور چاپلوسی کے ساتھ پیش آیا ، بہت سی پیشکش نذر گزرانی اور قسم کھا کر ان کو قلعہ میں لے گیا ۔ راتوں رات فوج جمع کر لی اور ان پر حملہ کر دیا ۔ بد معاش قسم کے لوگ منتشر ہو گئے ۔ حسن خاں اور امیر زادہ حبیب اللہ کا ان سات آدمیوں کے ساتھ کہ جو قید سے نکال کر لائے تھے ، اس محل میں محاصرہ کر لیا جہاں وہ آکر ٹھہرے تھے ۔ حسن خاں امان کے لیے ان کے پاس آیا ، لیکن امیر زادہ حبیب اللہ نے اپنے دوستوں کے اتفاق رائے سے یہ کہا کہ ہم سب مرنے کے لیے آمادہ ہیں ، تم سے امان [۳۰] طلب نہیں کریں گے ۔ اسی جگہ حسبِ مقدرت کوشش کی اور اپنی تدابیر انتہا کو پہنچا دیں ۔ ہمایوں شاہ نے جب حسن خاں کو دیکھا تو اپنے روبرو اسے شیر کے سامنے ڈلوا دیا ۔ سید طاہر شاعر نے امیر زادہ حبیب اللہ کی تاریخ وفات کہی ہے[۱] ۔

بہ شعبان شہادت یافت در ہند
حبیب اللہ غازی طاب مثواہ
روان طاہرش تاریخ می جست
برآمد ''روح پاک نعمت اللہ''[۲]

سید نعمت اللہ اس کے جدِ بزرگوار تھے[۳] ۔

۱۔ شاہ حبیب اللہ کا مزار بیجا پور میں موجود ہے (احوال و آثار حضرت شاہ نعمت اللہ) ، ص ۲۰۶ ۔

۲۔ ''روح پاک نعمت اللہ'' سے ۸۶۳ھ برآمد ہوتے ہیں ۔ (ق)

۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

(۱) فرشتہ ۱/ ۳۴۲ - ۳۴۳ ۔

(۲) برہان مآثر ، ص ۹۲ - ۹۳ ۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ایسا کہتے ہیں کہ سراج خاں تھوڑے ہی دنوں میں کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہو گیا ۔

مختصر یہ کہ ۸۶۵ھ/۱۴۶۱ء میں ہمایوں شاہ کے مظالم اس درجہ ہو گئے کہ وہ لوگوں کے اہل و عیال پر دست درازی کرنے لگا اور نفس اماره کا اسیر ہو گیا ۔ اکثر حکم دیتا تھا اور دلہن کو راستہ میں سے پکڑ کے اس کے محل میں لاتے تھے ۔ وہ اس سے مباشرت کرنے کے بعد اس کے شوہر کے یہاں بھیجتا تھا ۔ کبھی کبھی اہلِ حرم کو بلا وجہ بھی مروا دیتا تھا ۔ امراء اس درجہ اس سے خوف زدہ تھے کہ جس وقت وہ اس کے سلام کے لیے جاتے تھے ، تو وہ اپنے متعلقین کو وصیت کرکے جاتے تھے ۔

شتاب خاں ، جو زنانہ محل کا محافظ تھا ، چند حبشی مل گئے اور ۲۷ ذی قعدہ[1] سال مذکور (۸۶۵ھ/۱۴۶۱ء) کی رات کو ہمایوں شاہ اپنی محل سرا میں آرام کر رہا تھا کہ ایک حبشی کنیز نے اس کے سر پر لاٹھی ماری اور اس کو مثل ہزار سالہ مردہ کے کر دیا ۔

بیت

دریں فیروزہ ایوانِ پر آفات
بدی را ہم بدی باشد مکافات

نظیری شاعر نے کہ جو قید خانہ میں امیر زادہ حبیب اللہ کا رفیق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(۳) شروانی ، ص ۲۰۱ - ۲۰۲ -
(۴) احوال و آثار حضرت شاہ نعمت اللہ ، ص ۲۰۵ - ۲۱۰ -
(۵) روضۃ الاولیائے بیجا پور از عبد المجید خاں (حیدر آباد دکن ، ۱۳۱۴ھ) ، ص ۲۵ -
(۶) محبوب الزمن تذکرہ سلاطینِ دکن ، عبد الجبار ، ص ۵۶۱ -

۱- فرشتہ (۱/۳۴۳) میں ۲۸ ذی قعدہ ہے (ق) ۔ ۲۷ ذی قعدہ ۸۶۵ھ مطابق (۳ ستمبر ۱۴۶۱ء) -

تھا اور جس نے ملک یوسف ترک کی کوشش سے رہائی پائی تھی ، ہمایوں شاہ کے مرنے کی تاریخ کہی ہے -

[۳۱] ہمایوں شاہ مرد و روز خوش گشت[1]
تعالی اللہ زہے مرگ ہمایوں
جہاں پر ذوق شد تاریخ مرگش[2]
ہم از ذوق جہاں آرید بیروں

لفظ ''ذوقِ جہاں'' سے اس کی تاریخِ وفات نکلتی ہے - اس کی سلطنت کی مدت تین سال چھ مہینے اور پانچ دن ہوئی[3] -

ذکر سلطنت نظام شاہ بن ہمایوں شاہ

جب نظام شاہ[4] سات سال کی عمر میں اپنے باپ کی جگہ تخت نشین

۱- ''رست عالم'' بجائے روز خوش گفت (برہان ماثر ، ص ۹۵) -

۲- ''فرتش'' بجائے مرگش (برہان مآثر ، ص ۹۵) -

۳- ہارون خاں شروانی نے اپنی کتاب ''دکن کے بہمنی سلاطین'' (ص ۲۰۳ - ۲۰۷) میں ''ہمایوں کا کردار'' کے عنوان سے اس کے دور حکومت پر صحت مندانہ تبصرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ فرشتہ ، مؤلف برہان مآثر وغیرہ نے عصبیت کی بنا پر اس کے مظالم کا ڈھنڈورہ پیٹا ہے - ان مؤرخین کی ہمدردیاں غیر ملکی نو واردوں کے ساتھ تھیں - جلال خاں کو وہ معاف کرتا ہے - حسن خاں حکومت کا خاتمہ کرتا ہے ، لہذا وہ سخت پالیسی اختیار کرتا ہے - شروانی صاحب کا یہ بیان معقول دلائل پر مبنی ہے -

۴- ہمایوں شاہ کے جانشین کا نام فرشتہ (۱/۳۶۳) اور برہان مآثر (ص ۹۶) میں نظام شاہ ہے مگر شروانی (ص ۲۲۱) لکھتے ہیں کہ اس کا پورا نام نظام الدین احمد شاہ تھا - ریاض الانشا نمبر ۱۹ ، ص ۹۵ میں محمود گاواں نے مالوہ کے سفیر کے نام خط میں پورا نام دیا ہے جس کی مزید تصدیق اس کے سکوں کی عبارت سے ہوتی

ہوا[۱]، تو ملکی سیاست اور سلطنت کے کام مخدومہ جہاں[۲] کی رائے سے سرانجام پانے لگے - اس مخدرہ عصمت نے اپنی پوری ہمت عدل و انصاف میں صرف کی - ظالموں کو ظلم سے روکا ، لیکن ہمایوں شاہ کے ظلم کی شدت کی وجہ سے امیر بد دل ہو چکے تھے - سلطنت کے کام اصلاح پذیر نہیں ہوتے تھے -

اسی دوران میں اڑیسہ کے رائے (حاکم) کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی ، تو وہ فوج جمع کرکے شہر بدر کی بربادی کی طرف متوجہ ہوا - متواتر کوچ کرتا ہوا بدر سے تیس کوس کے فاصلہ پر آ گیا - امراء نے بے سر و سامانی کے باوجود آٹھ سالہ نظام شاہ کو ساتھ لیا اور جنگ کے لیے روانہ ہو گئے - جب بیس کوس کا فاصلہ باقی رہ گیا ، امیر زادہ محب اللہ[۳] ایک سو ساٹھ مسلح جوانوں کو لے کر نظام شاہ کے لشکر سے نکلا اور آگے بڑھ گیا اور اوڑیسہ کے رائے (حاکم) کے ہراول لشکر پر کہ جس میں دس ہزار پیادے اور چار سو سوار تھے ، حملہ آور ہوا - صبح سے دوپہر تک اس نے داد مردانگی دی - آخر کار غازیوں کی فتح [۴۲] ہوئی اور اوڑیسہ کا ہراول لشکر بھاگ کر اپنے لشکر سے جا ملا - رائے اوڑیسہ رات کو کوچ کرکے اپنی ولایت کو چلا گیا - امیروں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور نظام شاہ کے ہمراہ واپس ہو گئے[۴] -

ابھی بدر میں کچھ عرصہ قیام نہیں کیا تھا کہ خبر آئی کہ سلطان محمود خلجی ، نظام الملک غوری کے بہکانے سے ملک دکن کی طرف متوجہ

۱- نظام شاہ کی تخت نشینی ۲۸ ذی قعدہ مطابق ۴ ستمبر ۱۴۶۱ء کو عمل میں آئی (شروانی ، ص ۲۱۳) -

۲- ہمایوں بادشاہ کی بیوی اور نظام شاہ کی والدہ نہایت عاقلہ اور منتظم عورت تھی -

۳- شاہ محب اللہ ، شاہ خلیل اللہ بن شاہ نعمت اللہ کرمانی کے صاحبزادے تھے - ۸۳۰ھ/۱۴۲۷ء میں پیدا ہوئے اور ۹۰۸ھ یا ۹۰۹ھ میں انتقال ہوا - ملاحظہ ہو احوال و آثار حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی ، ص ۲۱۱ - ۲۱۳ -

۴- ملاحظہ ہو شروانی ، ص ۲۱۵ - ۲۱۶ -

ہے اور کوچ کرتا ہوا آ رہا ہے ۔ امیروں نے نظام شاہ کو ساتھ لے کر مندو کے لشکر کے مقابلہ کی تیاری کی ۔ جب تیس کوس کا فاصلہ رہ گیا ، تو نظام شاہ نے دس ہزار سوار میمنہ پر مقرر کیے ۔ ان کا انتظام خواجہ محمود گیلانی کہ جس کا خطاب ملک التجار تھا ، کے سپرد ہوا اور میسرہ پر ملک نظام الملک ترک کو تعینات کیا اور خود گیارہ ہزار سوار اور سو ہاتھیوں کو لے کر قلب لشکر میں ڈٹ گیا اور قلب کی فوج کا انتظام خواجہ جہاں ملک شاہ ترک کے سپرد ہوا ۔ سلطان محمود خلجی نے اٹھائیس ہزار سوار پر تینوں فوجوں میں تعینات کیے اور جنگ شروع کر دی ۔ صفوں کے مقابل ہونے پر ملک التجار نے ابتدا کی اور خلجی کے میسرہ پر حملہ کیا ۔ چندیری کا حاکم مہابت خاں اور ملک ظہیر الملک وزیر جو میسرہ کا سردار تھا ، میدان میں مارے گئے اور مندو کے لشکر کو زبردست شکست ہوئی ۔ دو کوس تک اس کا تعاقب کیا اور خلجی کے لشکر کو خوب لوٹا[1] ۔

اس موقع پر جب لوگ لوٹ مار میں مشغول تھے ، سلطان محمود ، دو ہزار سواروں کے ساتھ ، نظام شاہ کی فوج کے عقب میں ظاہر ہوا ۔ خواجہ جہاں ترک نے جو قلب لشکر کا سردار تھا ، ایک دم واپسی اختیار کی اور سلطان کو ہمراہ لے کر بیدر کا رخ کیا ۔ باوجودیکہ ملک التجار کو فتح ہو گئی تھی ، لیکن نظام شاہ کے لشکر کو شکست ہوئی اور جو لوگ لوٹ مار میں مشغول تھے وہ وہیں قتل ہو گئے جب ملکہ [۳۳] جہاں نے خواجہ جہاں کی مکاری اور غداری دیکھی ، تو قلعہ بیدر کی حفاظت ملو خاں کے سپرد کر دی اور خود نظام شاہ کو لے کر فیروزآباد چلی گئی ۔ سلطان محمود نے بیدر کے دروازہ تک تعاقب کیا ۔ قلعہ کے بیرونی اطراف کو برباد کر دیا اور تسخیر قلعہ کے انتظامات میں مشغول ہوا[2] ۔

نظام شاہ نے اس دوران میں کہ جب جنگ میں مشغول تھا ، اس

۱- شروانی (ص ۲۱۶) لکھتے ہیں ۱۲ جمادی الاول ۸٦۸ھ (۱۲ فروری ۱۴٦۵ء) کو ہوا ۔

۲- تفصیل کے لیے دیکھیے شروانی ، ص ۲۱٦ - ۲۱۷ ۔

واقعہ کو نامۂ محبت میں تحریر کرکے سلطان محمود گجراتی کے پاس بھیجا ۔ جب فیروزآباد میں اس کو کچھ سکون حاصل ہوا اور بھاگی ہوئی فوج جمع ہو گئی ، تو خواجہ جہاں کو کثیر لشکر دے کر سلطان محمود خلجی کے مقابلہ کے لیے بھیجا ۔ اسی دوران میں خبر پہنچی کہ سلطان محمود گجراتی ، اسی ہزار سواروں کے ہمراہ دکن کی سرحد پر پہنچ گیا ہے ۔ سلطان محمود خلجی نے خود میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور اٹھارہویں دن گونڈوانہ کی راہ سے مندو کی طرف چلا گیا ۔ خواجہ جہاں تین چار منزل تک تعاقب کرکے واپس ہوا ۔ واپسی کے دوران میں گونڈوانہ کا راستہ ٹیڑھا تھا اور گونڈ ہر منزل پر رکاوٹ ڈالتے تھے ۔ پانی کی وجہ سے بھی کئی جاندار ہلاک ہو گئے اور سونے کے دو تنکوں میں پانی کا ایک پیالہ ملنا بھی سستا تھا ۔ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ سلطان محمود خلجی صلاح و خیر سے عاری تھا ، اس لیے اس کی اس ناشائستہ حرکت سے سوائے ادبار اور شامت کے کوئی اور نتیجہ نہ نکلا ۔

بیت

شاخ چنان نشان کہ سعادت دہد ثمر
تخمے چنان بکار ، کہ بتوایش درود

جب جنگل سے نکلا ، تو گونڈوانہ کے راجاؤں کو جنھوں نے شائستہ خدمات انجام دی تھیں ، بے گناہ قتل کرا دیا[1] ۔

[۴۴] ۸٦۷ھ/٦۳ - ۱۴٦۲ء میں سلطان محمود خلجی نوے ہزار سواروں کے ہمراہ دکن کو فتح کرنے کے لیے مندو سے چلا ۔ نظام شاہ بھی اسبابِ جنگ کے ساتھ نکلا اور سلطان محمود گجراتی سے مدد مانگی ۔ جب سلطان محمود خلجی دولت آباد کی سرحد پر پہنچا ، تو مخبروں نے اطلاع دی کہ سلطان محمود گجراتی آ گیا ، تو وہ مندو کے لشکر کو راستہ پر چھوڑ کر مالکندہ[2] کی طرف چلا گیا اور گونڈوانہ کے راستہ سے مندو کو واپس ہوا ۔ نظام شاہ نے ایک خط محمود شاہ (گجراتی) کو بھیجا

۱- ملاحظہ ہو شروانی ، ص ۲۱۸ - ۲۱۹ -
۲- بالکندہ (نولکشور اڈیشن) -

جس میں اس کا شکریہ اور تعریف کی تھی اور سلطان محمود (گجراتی) راستہ سے واپس ہو کر شہر احمد آباد چلا گیا[1] ۔

سال مذکور (۸۶۷ھ) ماہ ذی قعدہ میں نظام شاہ بیمار ہوا ۔ اسی بیماری میں اس کا انتقال ہو گیا[2] ۔

بیت

در خاک ریخت آں گل دولت کہ باغ ملک
با صد ہزار ناز بپرورد در ہرس

نظام شاہ کی بادشاہی کی مدت ایک سال گیارہ مہینے اور دس دن ہوئی ۔

ذکر سلطنت محمد شاہ بن ہمایوں شاہ

جب محمد شاہ[3] بن ہمایوں شاہ نے دس سال[4] کی عمر میں مسند حکومت پر جگہ پائی ، تو باوجودیکہ وہ کم سن تھا ، لیکن عدل و انصاف میں کوشاں رہا ۔ اس کے دورِ حکومت میں رعایا امن و امان سے رہی ۔

بیت

بقومے کہ اقبال خواہد خدائے
دہد خسروے ، عاقل و نیک رائے

۱- ملاحظہ ہو شروانی ، ص ۲۱۹ - ۲۲۰ ، برہان مآثر ، ص ۱۰۴ ۔

۲- ۱۳ ذی قعدہ ، ۸۶۷ھ (۳۰ جولائی ، ۱۴۶۳ء) کو نظام شاہ فوت ہوا (شروانی ، ص ۲۲۰) ۔

۳- فرشتہ (ص ۳۴۷) میں پورا نام شمس الدنیا والدین ابو المظفر الغازی محمد شاہ بہمنی لشکری ہے ۔ شروانی (ص ۲۶۱) لکھتے ہیں کہ سکوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔

۴- فرشتہ (ص ۳۴۷) میں نو سال برہان مآثر (ص ۱۰۷) میں دس سال اور منتخب اللباب (جلد سوم ، ص ۱۰۷) میں پندرہ سال لکھا ہے ۔ آخر الذکر صریحاً غلط ہے (شروانی ، ص ۲۶۱) ۔

وہ امور سلطنت میں اربابِ دول سے مشورہ کرتا تھا ۔ معنوی بزرگی کے ساتھ (اس میں) صوری بزرگی بھی جمع ہو گئی تھی ، اس لیے اس نے اپنا خطاب محمد شاہ لشکری رکھا ۔ سلطنت کے کاموں کو اپنی صائب رائے اور ثاقب فکر سے انجام دیتا اور قدرت کی طرف سے جو بات اس کے دل میں آتی اس کو بہتر سمجھ کر [۴۵] اس پر عمل کرتا ، لہذا اس کے دورِ حکومت میں اتنا اچھا انتظام مملکت اور شان و شوکت رہی کہ جس سے بہتر ہونا ممکن نہیں ۔ ایک ہزار ترک غلام اس کی خدمت میں تھے ۔ اس گروہ کے بزرگوں کو اس نے بلند مراتب اور لائق مناصب پر فائز کیا ۔ ان میں سے عماد الملک کو کاویل ، نظام الملک کو جنیر اور خداوند خاں کو ماہور عنایت کیے ۔

گزشتہ بادشاہوں کی طرح قلعوں اور علاقوں کے فتح کرنے میں وہ صرف ان کے اطاعت و فرمانبرداری اور ہدیوں اور تحفوں کے بھیجنے کو کافی نہیں سمجھتا تھا ، بلکہ اس کی پوری توجہ اس بات پر مبذول ہوتی تھی کہ مضبوط قلعے (پوری طرح) اس کے قبضے میں آ جائیں ۔ حقیقت میں خاندانِ بہمن کا فرمان سلطنت اسی کے نام نامی پر ختم ہو گیا ۔ ہر وہ فتنہ و فساد جو سلطان ہمایوں شاہ اور نظام شاہ کے زمانے میں ملک میں پیدا ہو گیا تھا ، محمد شاہ کے وجودِ پُر شکوہ سے ختم ہو گیا اور سلطنت و مملکت کے کاموں میں اگر کبھی کوئی سستی و خرابی پیدا ہوئی ، تو اس کی توجہ سے درست ہو جاتی تھی ۔

انتظام سلطنت کے درست کرنے اور ارکانِ دولت کی دلدہی اور تسکین قلب کے بعد اس نے خواجہ جہاں کو شاہی محل کے سامنے قتل کرا دیا[1] ۔ کیونکہ اس نے سلطان محمود خلجی کی جنگ میں اس خاندان کی حکومت کی بربادی کی کوشش کی تھی ، باوجودیکہ وہ خزانوں پر قابض تھا ۔ اس نے جنیر کے حاکم ملک نظام الملک کو خلعت دے کر قلعہ کھرلا کی[2] فتح کے لیے جو مندو کے حکام سے متعلق تھا ، نامزد کیا ۔

۱- یہ واقعہ ۸۷۰ھ (۱۴۶۶ء) میں ہوا ، (فرشتہ ، ص ۳۴۷) ۔
۲- کھرک (نولکشور) ۔

ملک نظام الملک نے بہت سے آدمیوں سے لشکر آراستہ کیا[1] اور منازل و مراحل طے کرکے اس دریا کے کنارے منزل کی جو قلعہ کے قریب تھا۔ مندو کا اشکر قلعہ سے باہر نکل آیا۔ جنگ ہوئی اور وہ پھر بھاگ کر قلعہ میں چلے گئے اور نظام الملک کے سپاہیوں نے قلعہ کے دروازے تک اُن کا تعاقب کیا۔ جب اہل قلعہ نظام الملک کی شان و شوکت سے مطلع ہوئے، تو انھوں نے اماں [۴٦] چاہی۔ نظام الملک نے لوگوں کو اماں دے دی اور ان کو قلعہ سے باہر نکالا۔ وہ ہر ایک کو اپنے ہاتھ سے پان دیتا تھا۔ اس دوران میں ایک شخص نے نظام الملک سے پان لینے کے بعد اس پر خنجر کا وار کرکے اس کو شہید کر دیا[2]۔ عادل خاں اور دریا خاں نے جو اس کی اولاد میں سے لائق تھے، اس قلعہ کے تھانیدار اور تمام آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اپنے ایک معتمد کو قلعہ میں چھوڑا اور اپنے باپ (نظام الملک) کی لاش لے کر محمد شاہ کے پاس روانہ ہوئے[3]۔ اس کی خدمت میں پہنچنے کے بعد منصب اور باپ کی جاگیر پر فائز ہوئے۔

چند روز کے بعد ملک التجار کو خلعت اور مرصع کمر بند دے کر بعض امراء کے ساتھ رائے شنکر[4] اور کوکی[5] کی ولایتوں کو فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ ملک التجار جب قصبہ کولاپور[6] پہنچا، تو اسعد خاں اپنے لشکر کے ہمراہ جنیر سے اور کشور خاں گبرگہ اور وائل[7] سے آ کر مل گئے اور وہاں سے سب نے ایک ساتھ کوچ کیا۔ جب درہ کیکنیہ

۱- فرشتہ، (ص ۳۴۸) ۸۸۲ھ/۱۴٦۷ء لکھتا ہے شروانی، (ص ۲۳۲) نے ۸۷۳ھ/۱۴٦۸ء لکھا ہے۔

۲- برہان مآثر، ص ۱۰۸ مگر فرشتہ، (ص ۳۴۸) میں ہے کہ قدم بوسی کے بہانے اس نے خنجر مارا۔

۳- برہان مآثر، (ص ۱۰۹) میں ہے کہ اس نے دو خواندہ پسر عبداللہ بغرش خاں اور فتح اللہ وفا خاں تھے۔

۴- رائے سنگیسر (فرشتہ، ص ۳۴۹)۔

۵- گوکن یا کالکن (فرشتہ، ص ۳۴۹)۔

٦- کھولا پور (فرشتہ، ص ۳۴۹)۔

۷- متن میں وائل ہے انگریزی مترجم، (ص ۹۷) نے دابل (Dabal) لکھا ہے۔

پر پہنچے جو استحکام و بلندی میں ایسا تھا کہ کوئی تدبیر اس قلعہ کی فتح میں کامیاب نہیں ہو سکتی تھی ، وہاں منزل کی ۔ سخت جنگ ہوئی ۔ دشمن بھاگ کر قلعہ میں بند ہو گیا ۔ پانچ مہینے تک قلعہ کا محاصرہ جاری [۳۷] رہا ۔ جب برسات کا موسم آیا ، تو امیروں نے ایک دوسرے سے مشورہ کرکے کولا پور کی طرف واپسی کی ۔ کولا پور پہنچنے کے بعد قلعہ رنگینہ[۱] کے فتح کرنے کا ارادہ ہوا ۔ تھوڑے ہی عرصے میں قلعہ فتح ہو گیا[۲] ۔

جب برسات کا موسم ختم ہو گیا ، تو پھر رائے شنکر کی گوشمالی کا ارادہ کیا ۔ جب قلعہ ماچل پر پہنچے ، تو جنگ ہوئی پہلے ہی حملہ میں قلعہ فتح ہو گیا ۔ دشمن بہت قتل ہوئے ۔ چند سردار قید ہوئے[۳] ۔ جب ملک التجار کے غلبہ اور شان و شوکت کا حال معلوم ہوا ، تو رائے شنکر نے دانشمندوں کی ، ایک جماعت کو ملک التجار کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ اس کی خطائیں معاف کر دی جائیں ۔ وہ قلعہ کیکنیہ کو سپرد کر دے گا ۔ ملک التجار نے اس کی خطا معاف کر دی ، قلعہ پر اپنے معتمد لوگ مقرر کیے اور اس کی ولایت میں سے اتنی جاگیر کہ جو رائے شنکر کی بسر اوقات کے لیے کفالت کر سکے ، اس کی تنخواہ میں مقرر کی وہاں سے بغیر وقفہ اور سستی کے جزیرہ گووہ (گوا) کی طرف جو بیجا نگر کی مشہور بندر گاہ ہے روانہ ہوا اور سمندر کے راستہ سے ایک سو چوبیس کشتیاں جنگجو آدمیوں سے بھر کر بھیج دیں ۔ تھوڑے ہی عرصہ میں جزیرہ پر قبضہ ہو گیا[۴] ۔ جب وہ فتوحات اور غنیمت کا مال

۱۔ ایک خطی نسخہ میں "رنگنہ" دوسرے میں "رنگنہ" نولکشور اڈیشن میں 'رنگیہ" فرشتہ ، (ص ۳۵۰) میں پرالگنہ اور برگس ، (ص ۴۸۳) میں رام گڑھ ہے ۔ (ق)

۲۔ یہ فتح ۲ محرم ۸۷۵ھ (۱۹ جولائی ۱۴۷۰ء) کو ہوئی ۔ (شروانی ، ص ۲۳۸) ۔

۳۔ یہ فتح ۲۲ رجب ۸۷۵ھ (۱۴ جنوری ۱۴۷۱ء) کو ہوئی ۔ (شروانی ، ص ۲۳۹) ۔

۴۔ یہ فتح ۲۰ شعبان ۸۷۶ھ (یکم فروری ۱۴۷۲ء) کو ہوئی ۔

لے کر دارالسلطنت میں پہنچا ، تو سلطان نے اس کی خدمات کو پسند کیا۔ ملکی معاملات کے اختیارات اس کے دست اقتدار میں دے دیے اور اس کو اعظم ہمایوں خواجہ جہاں کا خطاب دیا[1] ۔

محمد شاہ لشکری کی فوجیں جہاں جاتیں ، وہاں سے کامیاب واپس آتیں۔ اکثر یہ سننے میں آیا تھا کہ قلعہ پراکر[2] کے حاکم جے سنگھ رائے کی ولایت میں الماس (ہیروں) کی کان ہے ۔ عادل خاں کو خلعت اور مرصع پٹکا دے کر امیروں کی ایک جماعت کے ہمراہ رخصت کیا ۔ عادل خاں نے امیروں کے مشورہ سے قلعہ پراکر[3] کا محاصرہ کر لیا ۔ جنگجو جوان روزانہ مورچے بناتے اور لوٹ مار کرتے ۔ آخر کار جنگ رائے مجبور ہو کر امان کا طالب ہوا ۔ عادل خاں نے اس کی خطا معاف [٣٨] کر دی اور وہ قلعہ سے باہر آ گیا ۔ (عادل خاں) قلعہ کو اپنے معتمدین کے سپرد کر کے دارالحکومت کی طرف روانہ ہوا ۔ محمد شاہ لشکری نے اس ولایت کو اس کی جاگیر میں دے دیا ۔

ایک مدت کے بعد ملک التجار خواجہ جہاں نے کہا کہ برکانہ کا رائے (حاکم) اطاعت سے منحرف ہو گیا ہے اور ایک بڑا لشکر مہیا کر کے بندر گووہ (گوا) کی طرف متوجہ ہے ۔ (سلطان نے وہاں پہنچ کر) قلعہ برکانہ کا محاصرہ کر لیا ۔ یہ قلعہ اس قدر مستحکم ہے کہ کسی فاتح (قلعہ کشا) کو اس کی فتح کا خیال بھی نہیں ہو سکتا ۔ یہ قلعہ بنیادوں سے لے کر چوٹیوں تک پتھر تراش کر بنایا گیا ہے ۔ ہر پتھر کی چوڑائی تین گز اور موٹائی ایک گز اور دیوار کی بلندی تیس گز اور خندق کی چوڑائی چالیس گز ہے ۔ مختصر یہ کہ رائے برکانہ تین ہزار بہادر سواروں کے ساتھ قلعہ میں جنگ کا منتظر تھا ۔ محمد شاہ لشکری نے قلعہ کے چاروں طرف ایک اور دیوار بنا دی اور آمدورفت کا راستہ بند کر دیا ۔ مورچوں کو سرداروں میں تقسیم کر دیا روزانہ مورچے آگے بڑھتے جاتے تھے ۔ یہاں تک کہ خندق کو کوڑے کرکٹ سے بھر دیا اور مورچے قلعہ کی دیوار تک پہنچا دیے ۔ کام آج کل میں پورا ہونے والا تھا کہ رائے برکالہ نے

١۔ ملاحظہ ہو شروانی ، ص ٢٢٧ - ٢٢٨ ۔

٢ ، ٣۔ انگریزی مترجم نے ''ہیراکر'' لکھا ہے ، (ص ٩٩) ۔

نہایت عاجزی و انکسار کے ساتھ ایک وکیل بھیجا اور وفا دار رہنے اور مال گزاری ادا کرنے کا وعدہ کیا ۔ محمد شاہ نے اس کی خطائیں معاف کر دیں ۔ اس کو اماں دے کر قلعہ خالی کرا لیا اور ان حدود (علاقہ) کو خواجہ جہاں کے سپرد کر کے واپس آ گیا ۔

۸۷۸ھ/۷۴-۱۴۷۳ء میں خبر پہنچی کہ اوڑیسہ کا راجا اپنی ولایت سے ایک بڑی فوج لے کر دکن کی ولایت میں آ گیا ہے اور کچھ دیہات و قریات کو برباد کر کے اپنے ملک کو واپس چلا گیا ہے ۔ محمد شاہ نے ملک نظام الملک کو ایک بڑا لشکر دے کر اوڑیسہ کے راجا کو سزا دینے کے لیے بھیجا ۔ چند روز کے بعد خبر ملی کہ نظام الملک اوڑیسہ کے راجا کے مقابلہ سے فرار ہو کر ایزباد کی طرف چلا گیا ۔ اس مرتبہ سلطان (محمد شاہ) کی رگ حمیت جوش میں آ گئی اور وہ خود شہر سے نکل کر متواتر کوچ کرتا ہوا راج مندری کے رائے (حاکم) کی طرف متوجہ ہوا ۔

[۴۹] جب وہ راج مندری کے قریب پہنچا ، تو خواجہ جہاں کو شہزادہ محمود شاہ کے پاس چھوڑا اور خود بیس ہزار منتخب سواروں کے ساتھ یلغار کرتا ہوا راج مندری کی طرف گیا ۔ جب اس مقام کے قریب پہنچا کہ جہاں ایک فرسخ چوڑا دریا سامنے آ گیا ، تو محمد شاہ نے بے اختیار باگ روک لی ۔ اوڑیسہ کا راجا سات لاکھ پیادوں اور چند ہاتھیوں کے ساتھ اس طرف آیا ہوا تھا ۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ محمد شاہ لشکری خود آیا ہے ، تو رائے مان کر جو اس کا ایک معتبر سردار تھا ، قلعہ راجمندری میں چھوڑ کر خود فرار ہو گیا ۔

سلطان نے دوسرے دن دریا خاں کو اوڑیسہ کے راجا کے تعاقب کے لیے نامزد کیا ۔ وہ قلعہ راجمندری کے دروازہ پر اترا اور آمدورفت کے راستے روکنے کے لیے قلعہ کے چاروں طرف دیواریں بنا دیں ، مورچوں کو تقسیم کر دیا اور ساباط بنائے گئے ۔ جب چار ماہ کے بعد ساباط تیار ہو گئے ، تو اس کے لشکریوں نے اہل قلعہ پر حملہ کیا ۔ رائے مان کو اپنی موت کا یقین ہو گیا ۔ اس نے نہایت عاجزی و انکسار کے ساتھ اماں چاہی ، قلعہ سپرد کر دیا اور ایک ہاتھی جو قلعہ میں تھا ، پیش کر دیا اور خود نوکروں میں شامل ہو گیا ۔ محمد شاہ لشکری نے اس قلعہ اور اس کے لواح

کو اس کی جاگیر میں دے دیا اور خود واپس آ گیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے اس جنگ میں کوشش کی تھی بلند مراتب اور لائق مناصب مرحمت کیے ۔ طبقات بہادری کی روایت یہ ہے کہ راجمندری کا قلعہ فتح نہیں ہوا ، مگر اوڑیسہ کے راجا نے پیشکش دے کر محمد شاہ سے چھٹکارا حاصل کر لیا[1] ۔

محمد شاہ کی ابھی لشکر کشی کی تکان دور نہیں ہوئی تھی کہ خبر پہنچی کہ اوڑیسہ کی فوج نے آ کر اکثر پرگنوں اور دیہات کو برباد کر دیا اور مکرو فریب سے قلعہ پر قبضہ کر لیا ۔ محمد شاہ نے نجومیوں سے نیک گھڑی معلوم کی اور شہر سے یلغار کرتا ہوا ملک تلنگ کی طرف روانہ ہوا اور [۵۰] قلعہ گولکنڈہ کا محاصرہ کر لیا ۔ وہاں کا تھانیدار عاجزی و انکسار کے ساتھ امان کا طالب ہوا اور اس نے قلعہ سپرد کر دیا ۔ سلطان وہاں سے سمندر کی سیر کے لیے نرسنگہ رائے کی بندرگاہوں کی طرف متوجہ ہوا اور سمندر کی تفریح کے بعد نرسنگہ رائے سے پیشکش لے کر دارالسلطنت چلا گیا ۔

ان حدود میں ایک مضبوط قلعہ ایک ماہ کے عرصہ میں تھانیداروں کے لیے تعمیر کرایا واپسی کے دوران ۸۷۹ھ/۷۵ - ۱۴۷۴ء میں وزیروں نے کہا کہ تلنگ کے نواح میں ایک شہر ہے جس کا نام کنجی[2] ہے جو مال و دولت سے بھرا ہوا اور ہندوؤں کا بڑا تیرتھ استھان ہے اورلیل واڑہ سے دس روز کا راستہ ہے ۔ محمد شاہ لشکری ایک ہزار منتخب فوجیوں کو لے کر یلغار کرتا ہوا کنجی گیا ۔ جب شہر میں داخل ہوا ، تو چالیس سوار اس کے پاس تھے ۔ سپاہی تیزی سے شہر میں داخل ہوئے ، شہر کو برباد کیا اور سلطان دس دن وہاں قیام کر کے دارالسلطنت واپس چلا آیا[3] ۔

۸۸۷ھ/۱۴۸۲ء میں گولکنڈہ میں بعض خود غرض لوگوں نے کہا

۱- ملاحظہ ہو شروانی ، ص ۲۳۶ - ۲۳۷ ۔

۲- کنجی ورم ۔

۳- یہ واقعہ محرم ۸۸۶ء (مارچ ۱۴۸۰ء) کا ہے (شروانی ، ص ۲۵۲) ۔

کہ اوڑیسہ کا راجا ممالک محروسہ میں ملک التجار خواجہ جہاں کی تحریک اور بلاوے پر آیا ہے اور اپنے دعویٰ کی تصدیق کے لیے خواجہ جہاں کا مہر شدہ خط دکھا دیا جو اوڑیسہ کے راجا کو لکھا گیا تھا۔ اصل میں خواجہ جہاں کے مہر دار کو کچھ رقم دے کر سادہ کاغذ پر مہر لگوا لی تھی اور اس کاغذ پر اس مضمون کو تحریر کرکے دکھا دیا۔ جب خواجہ کے بلانے کے لیے آدمی گیا، تو ہر چند غلاموں نے خواجہ سے کہا کہ آپ کے پاس دس ہزار گھوڑے اصطبل میں موجود ہیں اور دس ہزار ترک غلام دربار میں حاضر ہیں، لہذا مناسب یہ ہے کہ آپ گجرات کی طرف چلے جائیں۔ خواجہ نے کہا کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے جو فرار ہو جاؤں۔ امید ہے کہ سچ اور جھوٹ ظاہر ہو جائے گا۔ جب موت سادہ دل خواجہ کا گریبان پکڑ کر محمد شاہ لشکری کے پاس لائی، تو وہ تحریر [۵۱] اس کو دکھائی گئی اور بغیر تحقیقات کیے ہوئے تیسری صفر سال مذکور (۸۸۷ھ) کو خواجہ قتل[۱] کر دیا گیا[۲]:

عاش حمیداً ومات شہیداً رحمۃ اللہ
زندگی خوب پائی، شہادت سے مرے، اللہ رحم کرے

خواجہ جہاں، خواجہ محمود گیلانی ہیں جو اپنے زمانے کے فاضل اور کمالات کسبی میں امتیاز رکھتے تھے۔ علم انشاء میں ایک نادر کتاب لکھی اور وہ مکتوبات جو اپنے زمانہ کے بزرگوں کو لکھے تھے، جمع کیے اور اس مجموعہ کا نام ریاض الانشاء رکھا[۳]۔ ہمیشہ اپنے ہم عصر فضلاء کو خراسان، عراق اور عجم میں تحفے اور ہدیے بھیجتے تھے۔ خاص طور سے حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی کو خطوط بھیجا کرتے تھے اور ان سے نیاز مندی کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت مخدوم (جامی) بھی ان کے عقیدت و اخلاص پر نظر رکھتے تھے اور خطوط بھیجتے تھے کہ جو اُن

۱- تفصیل کے لیے دیکھیے۔ شروانی، ص ۲۵۲ - ۲۵۴۔

۲- شروانی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ ۵ صفر ۸۸۶ھ (۵ اپریل ۱۴۸۱ء) کا واقعہ ہے جبکہ خواجہ کی عمر ۷۳ سال کی تھی، (ص ۲۵۴)۔

۳- یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ شیخ چاند نے ترتیب و تہذیب کے فرائض انجام دے ہیں۔

کے منشآت میں موجود ہیں ۔ قصائد کے دیوان میں ایک قصیدہ ہے جو خاص طور سے خواجہ (محمود گیلانی) کے لیے کہا ہے ۔ اس کا مطلع ہے :

مرحبا اے قاصد ملک معانی مرحبا
الصلا کر[1] جان و دل بزل[2] تو کردم الصلا

اور اسی میں فرمایا ہے :

ہم جہاں را خواجہ او ، ہم فقر را دیباچہ اوست[3]
آیت الفقر لکن تحت استار الغنا[4]

اور غزل میں کہا ہے :

جامی اشعار دلاویز تو جنسے ست نفیس
پودش از حسن بود لطف معانی تارش[5]
ہمرہ قافلہ ہند رورا کن کہ رسد
شرف عزو قبول[6] از ملک التجارش

[۵۲] مختصر یہ کہ خواجہ مظلوم[7] کا قتل کرنا محمد شاہ لشکری کو مبارک نہ ہوا اور وہ چند روز کے بعد بیمار ہو گیا ۔ شرف جہاں طبیب نے ہر چند علاج کیا ، مگر فائدہ نہ ہوا ۔ ربیع الاول کی پہلی تاریخ (۸۸۷ھ)

۱- کہ (نولکشور) ۔
۲- بذل (نولکشور) ۔
۳- ہم چناں را خواجہ وہم فقر را دیباچہ (نولکشور) ۔
۴- قلت سر الفقر لکن استار الغنا (نولکشور) ۔
۵- بود آں جنس از الطاف معانی نازش (نولکشور) ۔
۶- مہر قبول (نولکشور) ۔
۷- شروانی ، (ص ۲۹۹) نے لکھا ہے محمود گاواں شیعہ تھا ، مگر یہ حقیقت ہے کہ اس کی بدولت علم و ادب کو ترقی ہوئی ۔ اس نے ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا جس کی عمارت اور کھنڈرات آج بھی اس کی معارف پروری کی گواہی دے رہے ہیں ۔ ملاحظہ ہو مدرسہ محمود گاواں از سید محمد حیدری (مکتبہ زبیر ، کراچی ۱۹۷۳ء) ۔

کو فوت ہو گیا[1] ۔ اس کی حکومت کی مدت انیس سال ، چار مہینے اور پندرہ دن ہوئی ۔

ذکر شہاب الدین محمود شاہ[2] بن محمد شاہ لشکری

سلطان شہاب الدین محمود شاہ جو سلطان محمد شاہ لشکری کا لڑکا ہے ، باپ کے مرنے کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا[3] ۔ کہا جاتا ہے کہ عقل و ہمت اور دوسرے کمالات کے اعتبار سے بہمنی سلاطین میں ممتاز تھا ۔ جب اس کی سلطنت کو استقلال حاصل ہو گیا ، تو اس نے وزارت کا کام ملک قیام الملک[4] ترک اور ملک نظام الملک کے سپرد کر دیا ۔ چونکہ ترک امیر بہت تھے اور وہ ملک قیام الملک کی طرف رجحان رکھتے تھے ، اس وجہ سے وہ نظام الملک اور تمام امرائے ہند سے حسد کرنے لگے ۔ آخرکار اکابر و اشراف کی کوشش سے ایک دوسرے نے عہد کیے اور قسمیں کھا کر مئوکد کیا[5] ۔

غدار نظام الملک نے خوشامد کا طریقہ اختیار کیا اور سادہ لوح ترک قیام الملک کو غافل کر کے ایک روز اس سے کہا کہ عادل خاں ، دریا خاں ، ملو خاں اور کچھ دوسرے امیر یہ چاہتے ہیں کہ وہ اجازت لے کر اپنے اپنے تھانوں کو چلے جائیں ، لیکن چونکہ ترک امراء سے ان کے دلوں

۱۔ برہان مآثر ، (ص ۱۳۴) میں ۵ صفر ۸۸۷ھ (۲۶ مارچ ۱۴۸۲ء) ، فرشتہ (۱/۳۶۱) یکم صفر ۸۸۷ھ/۱۴۸۲ء درج ہے ۔

۲۔ فرشتہ (نولکشور) میں غلطی سے عنوان ''ذکر جلوس سلطان محمد شاہ بہمنی و واقعات کثیرالاختلال او'' درج ہے اور عبارت میں ''محمود شاہ'' تحریر ہے ۔

۳۔ ۶ صفر ۸۸۷ھ (۲۷ مارچ ۱۴۸۲ء) کو تخت نشین ہوا ۔ (شروانی ، ص ۲۷۵) ۔

۴۔ فرشتہ (ص ۳۶۱) اور برہان مآثر (ص ۱۳۵) میں قوام الملک ترک لکھا ہے ۔

۵۔ دیکھیے شروانی (ص ۲۷۶ - ۲۷۷) ۔

میں خوف ہے[۱]، اس لیے وہ اپنے گھروں سے باہر نہیں آ سکتے ، اگر مناسب ہو تو اس گروہ کے رخصت کے دن ترک سردار اپنے اپنے گھروں میں رہیں ۔ ملک قیام الملک نے اس بات کو منظور کر لیا ۔ دوسرے دن دریا خاں ، عادل خاں اور تمام خوانین اپنے اپنے لشکروں کے ہمراہ تیار ہو کر قلعہ میں داخل ہو گئے ۔ فرہاد الملک ترک کوتوال نے ملک [۵۳] قیام الملک کو خبر بھیجی کہ امراء بغاوت کے ارادہ سے آئے ہیں ۔ چونکہ ملک قیام الملک کی موت آ گئی تھی ، لہذا اس نے یقین نہیں کیا ۔ غدار امیروں نے پہلے فرہاد الملک کوتوال کو گرفتار کیا اور پھر ملک قیام الملک کو شہید کر دیا اور باقی ترک امیروں کو ان کے مکانوں میں روک لیا اور پھر ایک ایک کو باہر نکال کر قتل کر دیا ۔

قیام الملک ترک کے مارے جانے کے بعد ملک نظام الملک اور ملک عماد الملک نے وزارت کے کام کو اپنے آپ سنبھال لیا اور سلطنت کا کام سلطان محمود شاہ کی والدہ ملکۂ جہاں سے مل کر کرنے لگے ۔ دارالسلطنت کا کوتوال ملک برید مقرر ہوا کہ جو سلطان محمود شاہ کا ترک غلام تھا ۔

جب اس طرح ایک مدت گزر گئی ، تو ایک دن دلاور خاں حبشی نے محمود شاہ کی خدمت میں تنہائی میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ملک نظام الملک اور عماد الملک ابھی تک سلطان کو چھوٹا (کم عمر) سمجھتے ہیں اور کاروبار سلطنت خود سنبھالے ہوئے ہیں ۔ انھوں نے سلطان سے دونوں وزیروں کے قتل کی اجازت حاصل کر لی اور موقع کے منتظر رہے ۔

اتفاق سے ایک رات کو دونوں وزیر بعض امور مملکت کے سلسلے میں ملکۂ جہاں کی خدمت میں گئے ہوئے تھے ۔ شاہی محل سے باہر آنے کے وقت دلاور خاں نے ایک اور آدمی کے ساتھ دونوں وزیروں کا راستہ روک لیا اور دونوں پر تلوار کے وار کیے ۔ ان میں نظام الملک زخمی ہوگیا ، لیکن چونکہ دونوں تلوار میں ماہر تھے ، لہذا اپنے زور بازو سے اس کے سامنے سے نکل گئے اور انھوں نے رات کو ملک برید کو بلایا اور

۱- برہان مآثر (ص ۱۳۵) میں ہے ''از ترکان براسانند'' ۔

کہا کہ دلاور خاں اس (ملک برید) کے قتل کا بھی ارادہ رکھتا ہے۔ علی الصبح دونوں وزیر باہر آئے اور ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ ملک نظام الملک جنیر اور عماد الملک کاویل کو چلا گیا اور اپنی اپنی جاگیروں پر قابض ہو گئے اور وہیں قیام کیا[1]۔ اس خبر کے سننے کے بعد تمام امیر متفرق ہو گئے اور محمود شاہ کے معاملات میں زبردست خرابیاں پڑ گئیں۔ چنانچہ رفتہ رفتہ ملک برید اس کو قیدیوں کی طرح رکھنے لگا اور اس کے اقتدار میں فرق آ گیا۔ شہر کے لوگوں نے اس پر خروج کر دیا۔ [۵۴] اکیس ذی قعدہ ۸۹۲ھ[2] کی رات کو غداروں کی ایک جماعت نے تمام اہلِ قلعہ کو جن میں فیل بان، حاجب، کوتوال اور پردہ دار تھے، اپنے ساتھ ملا لیا کہ اپنے بادشاہ سے بغاوت کریں، مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ:

آں را کہ ہست حفظِ الٰہی نگاہبان
از گردش سپہر نیاید برو گزند

اس وقت محمود شاہ عیش و نشاط میں مشغول تھا کہ قلعہ میں ایک زبردست شور و غل ہوا۔ تمام لوگوں نے ہتھیار سنبھال کر دارالامارت کا رخ کیا۔ فیل بانوں نے ہاتھیوں کو درست کیا اور چل دیے۔ پردہ داروں کو اپنے موافق کر لیا تھا۔ عزیز خاں ترک، حسن علی خاں اور سید میرزا مشہدی ملقب بہ ملو خاں مقابلہ کے لیے میدان میں آ گئے[3] اور خود اس کے لیے ڈھال بن گئے۔ ان میں سے عزیز خاں ترک نوجوان نے جو شجاعت و بہادری میں مشہور تھا، اپنی جان عزیز کو چار ترکوں کے ساتھ اس پر نچھاور کر دیا۔ سلطان محمود موقع پا کر شاہ برج کے بالا خانہ پر پہنچ گیا اور پھر حرم سرا میں چلا گیا۔ شاہ برج اور تمام قلعہ مفسدوں کے ہاتھ میں تھا۔ انھوں نے دروازوں کو مضبوط کر لیا تاکہ کوئی شاہی وفادار اور خیر خواہ (قلعہ میں) داخل نہ ہو سکے۔ بعض

۱- ملاحظہ ہو شیروانی، ص ۲۷۸۔
۲- مطابق (۸ نومبر ۱۴۸۷ء)۔
۳- بادشاہ ان لوگوں کی معیت میں خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول تھا۔ شیروانی (ص ۲۷۹)۔

سپاہی خندق کے راستہ سے رسی کے ذریعہ شاہ برج پر پہنچے اور وہاں سے تیراندازی کر کے مفسدوں کو حویلی شاہ برج سے باہر نکال دیا ۔ ایک گروہ نے چھپروں میں آگ لگا دی جس سے ہاتھی گھبرا کر قلعہ سے باہر نکل گئے ۔ جب قلعہ مفسدوں کے فتنہ و آشوب سے خالی ہو گیا ، تو حکم ہوا کہ جہانگیر خاں کہ جو ملک نظام الملک ہے قلعہ کے دروازہ کی حفاظت کرے اور خاں جہاں باہر نکل کر اپنے آدمیوں کے ہمراہ بازار اور شہر کی حفاظت کرے ۔ جب آدھی رات گزر گئی اور چاند نکل آیا ، تو ہر طرف سے فوج آ کر شاہ برج کے صحن میں جمع ہو گئی ۔ حکم دیا کہ عربی گھوڑے جو خاصہ کے اصطبل [۵۵] میں پرورش پا رہے ہیں ، ان لوگوں کو دے دیے جائیں ، انھوں نے ان گھوڑوں پر سوار ہو کر باغیوں کو تباہ کر دیا ۔ صبح ہونے پر بعض تو خندقوں میں گر گر ہلاک ہوگئے اور بعض قتل کر دیے گئے ۔ ایک گروہ چوہوں کے بلوں میں چھپ گیا[۱] ، دو تین دن کے بعد ان کو نکال کر سزائیں دی گئیں ۔

تواریخ (کی کتابوں) میں لکھا ہے کہ ایک دن عادل خاں کے پاس سے ایک قاصد آیا اور اس نے عرضی گزرانی جس کا مضمون یہ تھا کہ دستور الملک کے بھکانے سے امراء باغی ہوگئے ہیں اور بندہ ملک فخرالدین کے ساتھ آپ کا تابعدار ہے اور میں نے اس گروہ کو متفرق کر دیا ہے ۔ اب سنا گیا ہے کہ پھر وہ جمع ہو گئے ہیں اور عزیزالملک اس گروہ سے ملا ہوا ہے ۔

بیت

ندارند در سر بجز سرکشی
روا نیست الا کہ لشکرکشی

اس خبر کے سنتے ہی سرداروں سے مشورہ کر کے فرمان جاری کیا کہ ایک دوسرے سے مل کر اس بدبخت گروہ کی سزا کی طرف متوجہ رہیں اور خود ایک ہزار ترک غلاموں کے ہمراہ نہایت عجلت سے اس طرف

۱- برہان مآثر (ص ۱۰۴) میں ہے ''برخے در گوشہا و پیغولہا مختفی و متوازی گشتہ'' ۔

روانہ ہوا ، ہر منزل پر آ کر امراء (لشکر میں) شامل ہوتے تھے - جب راجمندری کے نواح میں پہنچا ، تو دوسرے دن میمنہ کا انتظام عادل خاں کے سپرد اور میسرہ کا انتظام فخرالملک کے حوالہ کیا اور میدان جنگ کی طرف توجہ کی - وہ کم بخت گروہ بھی مقابلہ پر آ گیا ، قطار بندی ہوئی ، عادل خاں نے جو میمنہ کا سردار تھا ، نہایت بہادری سے کام کیا اور باغیوں کو شکست دی - دستورالملک جو باغیوں کا سردار تھا ، گرفتار ہو گیا ، چالاک مقابلہ کرنے والوں نے تعاقب کیا ، بہت سے باغیوں کو قتل کیا ، بعض نیم جاں نہایت مشکل سے نکل گئے - جب محمود شاہ مظفر و منصور میدانِ جنگ سے اپنے لشکر میں آیا ، تو عادل خاں کی درخواست پر دستورالملک کی [۵۶] خطاؤں کو معاف کر دیا - اس کا جو ساز و سامان سرکار میں آ گیا تھا ، وہ واپس کر دیا اور پرانے منصب پر اس کو سرفراز کیا - (بادشاہ) ملکی معاملات کو امراء پر چھوڑ کر خود گلبرگہ چلا آیا -

چند روز کے بعد خبر آئی کہ بھاگے ہوئے لوگوں کا ایک گروہ قلعہ سنکر میں قلعہ بند ہو گیا ہے - محمود شاہ نے امیروں سے مشورہ کرنے کے بعد متواتر کوچ کر کے قلعہ سنکر کا محاصرہ کر لیا ، جنگجو جوانوں نے پہلے ہی حملہ میں قلعہ فتح کر لیا - قلعہ کے لوگ اوپر کے قلعہ میں چلے گئے ، مگر جب انہوں نے خود میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی ، تو قلعہ سپرد کر دیا - محمود شاہ نے اپنے معتمد لوگوں میں سے ایک شخص کو قلعہ میں چھوڑا اور خود شہر بیدر کو واپس ہو گیا اور گزشتہ بادشاہوں کے رسوم کے مطابق سرداروں اور بزرگوں کو انعامات سے سرفراز کیا -

۸۹۶ھ/۹۱-۱۴۹۰ء میں بہادر گیلانی کہ جو خواجہ محمود خواجہ جہاں کے نوکروں میں سے تھا اور تھانے داری اس سے متعلق تھی ، باغی ہو گیا اور بعض پرگنوں پر قبضہ کر لیا اور بندر دابل[1] پر قابض ہو کر جہازوں کو تیار کیا اور گجرات کے بندرگاہوں میں ظلم کرنے لگا اور سمندر کا راستہ بند کر دیا - اتفاق سے سلطان محمود گجراتی کے جہاز اس کے ہاتھ آ گئے - جہازوں میں جو کچھ سامان تھا ، وہ لوٹ لیا اور سلطان محمود

۱- انگریزی مترجم (ص ۱۱۷) نے دابل (Dabul) لکھا ہے -

(گجراتی) کے آدمیوں کو قید کر لیا - ایک روایت یہ ہے کہ جب تاجروں اور تاجروں کے نمائندوں نے بہادر گیلانی کی شکایت کی ، تو سلطان محمود (بہمنی) نے کمال خاں اور صفدر خاں کو مع لشکر بھیجا - کچھ لشکر دریا کے راستہ سے اور کچھ لشکر خشکی کے راستہ سے روانہ کیا گیا تاکہ اس (بہادر گیلانی) کی کشتی عمر کو ہلاکت کے بھنور میں ڈال دیں - کمال خاں اور صفدر خاں جب کشتیوں میں سوار ہوئے ، تو ان کا سفر ہوا کے اختیار میں تھا اور مخالف ہوا نے ان کی کشتیوں کو ایک دوسرے سے ٹکرا دیا - بہادر نے آدمی بھیج کر اظہارِ اطاعت کیا - [۵۷] کمال خاں اور صفدر خاں جب معمولی فوج کے ساتھ ان کے مقابلہ پر گئے ، تو فوراً ادھر سے اظہار بغاوت ہوا اور سخت جنگ ہوئی خون اور پانی آپس میں اس طرح مل گئے کہ پانی پگھلے ہوئے یاقوت کی طرح معلوم ہوتا تھا ، آخرکار کمال خاں اور صفدر خاں زخمی ہو کر قید ہوگئے ان کو واپس بھیج دیا -

جب یہ خبر سلطان محمود (گجراتی) کو ملی ، تو اس نے ملک قوام الملک کو پچاس ہزار سوار ہمراہ کر کے جنگ کے لیے روانہ کیا - قوام الملک جب مہائم میں پہنچا ، تو اس نے دوستوں کی تلاش شروع کی - آخرکار اس نتیجہ پر پہنچا کہ جب تک دکن کا کچھ حصہ برباد نہ ہو جائے اس وقت تک گزرنا ناممکن ہے - اس بنا پر سرکشوں کے چند دیہات کو برباد کر کے تنہا یلغار کرتا ہوا شاہی درگاہ میں حاضر ہوا تاکہ حالات سے مطلع کرے اور ولایت دکن میں داخل ہونے کی اجازت حاصل کرے -

سلطان محمود شاہ گجراتی نے اپنی طبعی نیکی کی بنا پر ایک خط محمود شاہ کو اس مضمون کا بھیجا[۱] کہ ایک زمانۂ دراز سے آپس میں ہمارے درمیان مروت و محبت کا سلسلہ ہے اور طرفین سے متواتر اظہار خلوص و محبت ہوتا رہا ہے - میری طرف سے اظہارِ خلوص میں کبھی کسی تقصیر کا اظہار نہیں ہوا - سلطان محمود خلجی نے دکن کو سلطان

۱- خط کے لیے دیکھیے برہان مآثر ، ص ۱۰۷ - فرشتہ (۱/۳۶۸) ہاشم تبریزی بطور سفیر گیا (فرشتہ ۱/۳۶۸) -

مرحوم نظام شاہ سے لے لیا تھا ۔ اگر میں لشکر اور فوج سے مدد نہ کرتا ، تو ملک ہاتھ سے نکل گیا تھا ۔ اسی دوران میں سنا گیا کہ بندر دابل کے حاکم بہادر گیلانی نے سرکار خاصہ اور تاجروں کے بیس جہاز لوٹ لیے کہ جن میں مال ، مروارید اور قیمتی پارچہ جات بھرے ہوئے تھے ۔ اس نے دو سو جہاز مہائم بھیج دیے اور اس علاقہ کو لوٹ لیا ، مسجدیں اور عبادت خانے جلا دیے ۔ چونکہ مجھے آپ سے ہمیشہ سے اخلاص تھا ، لہذا یہ ضروری سمجھا کہ آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دوں ۔ اگر آپ نے اس کے دفع کرنے میں کوئی توجہ نہ فرمائی ، تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ دوسرے مفسد اس سے سبق حاصل کریں گے ۔ محمود شاہ نے ایلچی کو تسلی دی اور موافق امراء کو بلا کر [۵۸] کہا کہ اپنے محسن کے حقوق کو ادا کرنا ہر شخص پر اور خاص کر بادشاہوں پر واجب ہے ۔ سلطان محمود گجراتی اقبال مند بادشاہ ہے اور اس سے اس علاقہ کو نقصان پہنچ سکتا ہے ۔ چونکہ بہادر گیلانی نے اس کے ساتھ بے ادبی کی ہے ، لہذا مناسب یہ ہے کہ سردار لشکروں کو درست کر کے اس کے دفع کرنے میں کوشش کریں ۔ مشورہ کے مطابق امراء نے بہادر کو فرمان بھیجا اور جو مضمون (فرمان میں) تھا اس سے سلطان محمود گجراتی کو مطلع کیا ۔ (بہادر گیلانی کو) لکھا کہ جو کچھ جہازوں میں تھا ، وہ ہماری سرکار میں بھیج دے اور جہازوں کو سمندر کے راستہ روانہ کر دے ۔ کمال خاں ، صفدر خاں اور تمام شاہی متعلقین کو ہمارے حضور میں بھیج دے اور ان اشعار کے مضمون کو ادا کیا :

چرا پایۂ خود نداری نگاہ
مکن چہرۂ بخت خود را سیاہ
منہ پا ز اندازۂ خود بروں
کہ رفتی بچاہ بلا سرنگوں

بہادر نے جب سنا کہ خدمت گار محمود شاہ کا فرمان لاتا ہے ، تو اس نے اپنے راستہ کے نگہبانوں کو حکم بھیج دیا کہ اس کو قلعہ سرچ سے آگے نہ بڑھنے دیں ۔ (خود) لاف و گزاف بکنے لگا اور نامناسب جواب لکھ کر بھیج دیا ۔ جب بہادر کی یہ جرأت و جسارت اور نامناسب جواب محمود شاہ کو پہنچا ، تو امراء سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد متواتر کوچ

کر کے اس کے دفعیہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ منزلیں طے کرنے کے بعد قلعہ پر پہنچا جس کے استحکام میں بہادر نے مدتوں کوششیں کی تھیں اور سوار اور پیادے وہاں چھوڑ رکھے تھے ۔ اہل قلعہ لشکر اور فوج کی کثرت دیکھ کر اپنی تباہی کے خیال سے بھاگ کھڑے ہوئے ۔ تین دن تک اس کے انتظام کی غرض سے وہاں قیام کیا ، پھر قلعہ بورکل کی طرف جہاں بہادر قلعہ بند تھا ، متوجہ ہوا ۔ ابھی فوجیں قلعہ تک نہیں پہنچی تھیں کہ بہادر قلعہ کو چھوڑ کر فرار ہو گیا ۔ وہاں کا راجا حاضر ہوا اور وفاداروں میں شامل ہو گیا ۔ جب بہادر اس قلعہ سے بھاگ گیا ، تو اس کے سردار قلعہ مرچ میں جا کر قلعہ بند ہو گئے ۔ شاہی امراء کی یہ رائے ہوئی کہ قلعہ مرچ کو فتح کرنا چاہیے اور محمود شاہ کو لے کر اس علاقہ کی طرف توجہ کی ۔ جب اس نواح میں پہنچے ، [۵۹] تو وہاں کے حاکم نے بہادر کی مدد کر کے اس قلعہ کو مضبوط کر دیا اور مقابلہ و مجادلہ کے لیے آ گیا ۔ محمود شاہی لشکر نے قلعہ کے اطراف و جوانب کو گھیر لیا ، دشمن سے مقابلہ کیا اور جو لوگ جنگ کے خیال سے اس قلعہ سے باہر آئے تھے ، ان میں سے اکثر کو خاک میں ملا دیا ۔ اس ملک کے حاکم کا لڑکا جو شرانگیزوں کا سردار تھا ، قتل ہو گیا ۔ ایک جماعت بھاگ کر سانپوں کی طرح سوراخ میں گھس گئی ۔ (چھپ گئی) محمود شاہ اور امراء نے یہ مناسب سمجھا کہ مورچے تقسیم کر کے قلعہ کے اطراف میں نقب لگوا دیں تا کہ قلعہ کا پانی خندق میں آ جائے اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے ان لوگوں کے پیر اکھڑ جائیں اور ہر برج کے مقابلہ میں باہر کی طرف ایک دوسرا برج بنا دیا گیا ۔

جب قلعہ کے حاکم نے دیکھا کہ راہ فرار بند ہو گئی ، تو اس نے عاجز ہو کر امان طلب کی ۔ محمود شاہ نے امراء کی رضامندی سے اس کو امان دے دی ۔ لشکریوں نے بہادر کو مختار بنا دیا کہ جو کوئی نوکر ہووے ، اس کو دیوان ، تنخواہ اور جاگیر دے اور جو کوئی بہادر کے پاس جائے راہدار اور محافظ اس کے اسباب اور گھوڑے سے تعرض نہ کریں ۔

جب قلعہ مرچ کی طرف سے اطمینان ہو گیا ، تو کلھرو واہل کے قلعہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب مالوہ کے گاؤں میں پہنچا ، تو ستائیس رجب

۸۹۹ھ/۱۴۹۴ء کو محمود شاہ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ۔ اس نعمت عظمیٰ کے شکریہ میں محمود شاہ نے بخشش و عطا کی اور تاج احمد شاہی اپنے فرزند کے سر پر رکھ کر اس کا نام احمد شاہ رکھا ۔

جب قلعہ مرچ کی فتح اور کلہرو وابل کی طرف توجہ کرنے کی خبر بہادر کو ملی ، تو وہ نہایت حیران و پریشان ہوا ۔ وہ سمجھ گیا کہ قلت تدبیر کی وجہ سے بات بگڑ گئی ۔ جس طرف نگاہ کی ، راہِ فرار بند پائی ۔ عاجز اور مجبور ہو کر خواجہ نعمت اللہ تبریزی کو (شاہی) امراء کی خدمت میں بھیجا اور اپنے گناہوں کی معافی[1] چاہی ۔ سلطان محمود شاہ نے امراء کی سفارش سے [۶۰] بہادر گیلانی کی خطائیں معاف کر دیں اور حکم دیا کہ اگر بہادر ہماری خدمت میں آئے ، تو دیوان اسے ہاتھی اور مقررہ مال پہنچا دے ۔ قلعے اور علاقے جو اس کے قبضہ میں تھے ، ہم اس کو واپس کر دیں گے ۔ خواجہ نعمت اللہ نے بہادر کو لکھا کہ فوراً چلا آئے ، کیونکہ اس کی درخواست منظور ہو گئی ہے ۔ جب اس کو خواجہ کا خط ملا ، تو اس کے دماغ میں پھر غرور پیدا ہوگیا اور جو عہد کیا تھا ، اس کو توڑ دیا ۔ (شاہی) امراء محمود شاہ کو لے کر قلعہ جاکر کی طرف متوجہ ہوئے ۔ جب دریائے کلہر کے کنارے پہنچے ، تو مورچے تقسیم کر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ جب صبح ہوئی ، تو سلطان کے حکم سے تمام لشکر فوراً جنگ پر آمادہ ہو گیا اور جو کوئی جنگ کے لیے قلعہ سے باہر نکلتا ، قتل کر دیا جاتا ۔ جب محمود شاہی افواج کا رعب مخالفوں کے دلوں میں بیٹھ گیا اور رات ہوئی ، تو باغی بھاگنے لگے اور اس گروہ کی شامت کی وجہ سے قصبہ کلہر برباد ہوگیا ۔

اس خبر کو سن کر مصطفیٰ آباد کا تھانیدار ملک شمس الدین طارمی اہل شہر کے مشورہ سے محمود شاہ سے ملا ۔ دو تین روز تک ان حدود کے معاملات کا انتظام کرنے کے لیے قصبہ کلہر میں قیام کرکے کالا پور کی طرف توجہ کی ۔ جب وہ موضع سلالہ پہنچا ، تو خبر ملی کہ بہادر قلعہ لپالا سے نکل کر کولا پور کی طرف چلا گیا ہے اور اپنے تصور باطل سے

۱۔ شروانی ، (ص ۲۸۴) لکھتے ہیں کہ ۲ رجب ۸۹۸ھ (مئی ۱۴۹۳ء) کو خواجہ نعمت اللہ بادشاہ کے پاس آئے اور سفارش کی ۔

کچھ فوج جمع کرکے جنگ کے لیے آمادہ ہے ۔ سلطان اس خبر کے ملنے کے بعد متواتر کوچ کرکے جب کولا پور کے نواح میں پہنچا ، تو بہادر کے اکثر لشکری اس سے جدا ہو کر محمود شاہ کی خدمت میں آ گئے ۔ بہادر بھاگ کر کسی طرف چھپ گیا ۔ محمود شاہ نے امراء کے مشورہ سے ملک فخر الملک اور عین الملک کو قلعہ نپالا اور اس نواح کے انتظام کے لیے بھیج کر یہ طے [٦١] کیا کہ برسات کا موسم کولا پور میں گزاریں تا کہ بہادر کی مخالفت اور نفاق کی بیخ کنی ہو جائے ۔ بہادر کو جب یہ اطلاع ہوئی ، تو اس کی امیدوں پر پانی پھر گیا اور اس کا غرور خاک میں مل گیا ۔ پھر خواجہ نعمت اللہ تبریزی کے ذریعہ سے عریضہ بھیج کر درخواست کی کہ قول نامہ وزراء کی معرفت بھیج دے ۔ تا کہ اطمینان کے ساتھ وزیروں کے ہمراہ حضور میں حاضر ہو جائے اور آئندہ تمام عمر روگردانی نہیں کرے گا ۔ محمود شاہ نے فتنہ کی آگ کو فرو کرنے کے لیے اس کی درخواست قبول کر لی اور قول نامہ بھیج دیا ۔ خواجہ نعمت اللہ نے پھر عرض کیا کہ اگر شرف العلماء صدر جہاں اور قاضی زین الدین حسن ، علماء کے ساتھ چلے جائیں تو بہادر وحشی کو اطمینان ہو جائے گا ۔ فرمایا کہ مخدوم حضرات بھی وزیروں کے ساتھ جائیں ۔ جب وزراء شرفاء بہادر کے پاس پہنچے ، تو درمیان میں دریا حائل تھا ۔ پہلے خواجہ نعمت اللہ اور خواجہ مجدالدین گئے اور سلطان کی مہربانی سے وزیروں کا آنا بیان کیا ۔

اس کی رائے پھر تبدیل ہو گئی ۔ اس کی بدبختی نے اسے یہ اجازت نہ دی کہ نیکی کے راستہ پر قدم رکھے ۔ دونوں خواجہ (نعمت اللہ و مجدالدین) نے آ کر وزیروں سے صورت حال بیان کی ۔ خدم خاں کہ جس کے اختیار میں معاملات تھے ، قطب خاں کے ساتھ دریا عبور کرکے بہادر کے پاس گیا اور مناسب نصیحتیں کیں ۔ بہادر نے خوانین کی عزت و تعظیم کی ، لیکن سیاہ قلب ہونے کی وجہ سے نصیحت کچھ اثر نہ ہوا ۔ یہ لوگ واپس چلے آئے ۔ مخدوم اعظم صدر جہاں اور قاضی زین الدین حسن نے جا کر اس کو پھر نصیحت کی ، لیکن وہ راہ حق سے کوسوں دور تھا نصیبہ نے اس کی مدد نہ کی اور وہ دفع الوقتی کرنے لگا اور کہا کہ اگر محمود شاہ قلعہ مرچ میں آ جائے تو میں وہاں حاضر ہو جاؤں گا ۔

[٦٢] وزیروں کی واپسی کے بعد سلطان نے ملک فخر الملک کو

قلعہ نپالا سے بلایا اور امیروں کے مشورہ سے اس کو خاص خلعت اور مرصع پٹکا دے کر بہادر کے دفعیہ کے لیے بھیجا ۔ ملک فخر الملک کوچ کرتا ہوا گیا ۔ بہادر کے قریب پہنچا ۔ دوسرے دن فوج آراستہ کرکے آگے بڑھا ۔ بہادر نے نہایت غرور تکبر سے مقابلہ کیا ۔ جنگ شروع ہوئی ۔ ناگاہ ایک تیر اس کے پہلو میں لگا اورزین خاں نے نیزہ کی انی کی ضرب سے اس کو گھوڑے سے زمین پر گرا دیا اور اس کا سر پر غرور کاٹ کر محمود شاہ کی خدمت میں بھیج دیا[1] ۔ یہ فتح فخر الملک اور زین خاں کی بدولت نصیب ہوئی ۔ خاص و عام نے خوشیاں منائیں ۔ ملک فخر الملک کی واپسی کے موقعہ پر کام امراء ، لشکری اور ملازمین (شاہی) کو استقبال کے لیے بھیجا ۔ اس کو خواجہ جہاں کا خطاب دیا اور اسی مجلس میں خاص خلعت ، مرصع پٹکا ، عربی گھوڑا اور ایک ہاتھی بھی عنایت کیا[2] ۔

اس فتح کے دو تین دن بعد قلعہ نپالا میں داخل ہوا اور وہاں سے عین الملک کو جزیرہ گووہ (گوا) بھیج دیا ۔ تا کہ بہادر کی جگہ پر قابض ہو کر اس کا مال و اسباب روانہ کرے اور اس کے بھائی ملک سعید کی کی دل دہی کرکے (اس کو) حضور میں لائے ۔ چند روز کے بعد عین الملک واپس آ گیا اور بہادر کے بھائی ملک سعید کو ہمراہ لے آیا ۔ بہادر کے مال و اسباب میں سے پچاس ہاتھی ، تین سو عربی گھوڑے اور بہت نقد و جنس لا کر پیش کیا ۔ چونکہ [۶۳] ملک سعید کی طرف سے خلوص کا اظہار ہوا ، لہذا مجلس میں اس نے بہادر ملک کا خطاب پایا اور وزیروں کے صلاح و مشورہ سے بہادر کا مال و اسباب و علاقہ، ملک عین الملک کے سپرد ہوا اور اسے واپس بھیج دیا گیا ۔

جب قصبہ بیجا پور میں پہنچا ، تو اس باغ میں جس کو خواجہ جہاں فخر الملک نے لگایا تھا ، قیام کیا ۔ دو تین دن عیش و عشرت میں گزارے خواجہ نے اس قدر تحفے ، نفیس چیزیں اور عربی گھوڑے پیش کیے کہ انسان خیال بھی نہیں کر سکتا ۔ اسے خلعت اور مرصع پٹکا عنایت ہوا ۔

۱- یہ واقعہ ۵ صفر ۹۰۰ھ (۵ نومبر ۱۴۹۴ء) کو ہوا دیکھیے ، شروانی ، ص ۲۸۵ ، برہان مآثر ، ص ۱۵۳ ، فرشتہ ۱/۳۷۰ -

۲- دیکھیے شروانی ، ص ۲۸۵ -

(سلطان نے) دارالسلطنت میں پہنچنے کے بعد امیروں کے مشورہ سے سلطان محمود گجراتی کے ایلچیوں کا حال معلوم کیا ۔ انھیں عربی گھوڑے انعام میں دیے اور جو ایلچیوں کی رسم تھی ، اس سے زیادہ مرحمت کیا ۔ دہلی کے وزن سے پانچ من مروارید ، پانچ ہاتھی ، مرصع خنجر بطور سوغات وکیلوں کے سپرد کیے ۔ کمال خان ، صفدر خان اور سلطان محمود گجراتی کے تمام متعلقین کو جنھیں بہادر نے قید کر دیا تھا ، اپنے حضور میں بلا کر انعام و اکرام سے سرفراز کیا اور حکم دیا کہ بیس منزل[1] جہاز سلطانی کہ جس کو بہادر نے لوٹ لیا تھا ، سلطان کے خدمت گاروں کے سپرد کر دیں ۔ تا کہ اخلاص کا قدیمی سلسلہ مستحکم رہے[2] ۔

اس سے پہلے تحریر ہو چکا ہے کہ حکومت کے آغاز کے زمانے میں قیام الملک ترک کے مارے جانے اور نظام الملک و عماد الملک کے بھاگ جانے کی وجہ سے محمود شاہی حکومت کا دبدبہ اور شان کم ہو گئی تھی اور امیروں کے دل اس کی طرف سے متنفر ہو گئے تھے ۔ اس موقع پر جبکہ لشکر نے واپس آ کر بیدر میں قیام کیا اور سردار اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے اور اس کی جو شان و شوکت باقی رہ گئی تھی ، وہ بھی جاتی رہی ، تو ملک برید کا [۶۸] ایسا غلبہ ہوا کہ وہ کسی شخص کو بھی اس (محمود شاہ) کے پاس نہیں جانے دیتا تھا ۔ آمدورفت کے راستے ایسے بند کر دیے تھے کہ وہ حرم سے نہیں نکل سکتا تھا ۔ (ملک برید) تمام معاملات اپنے اختیار سے طے کرتا اور سلطان کے لیے سوائے نام کے کچھ نہ چھوڑا تھا ۔ محمود شاہ نے اس بارہ میں عماد الملک کو لکھا ۔ اس نے جواب دیا کہ اگر حضور کاویل چلے آئیں ، تو میں خدمت کو حاضر ہوں اور سلطنت کے کام از سر نو درست کر دیے جائیں ۔ محمود شاہ کسی نہ کسی طرح نکل کر کاویل پہنچا ۔ ملک عماد الملک نے اس کی بہت تعظیم و تکریم کی اور ایک بڑی فوج لے کر ملک برید کے دفعیہ کے لیے متوجہ ہوا ۔ جب شہر بیدر کے نواح میں پہنچا ، تو ملک برید نے اپنا لشکر آراستہ کیا اور مقابلہ کے لیے آ گیا ۔ فوجوں کے مقابلہ کے وقت عماد الملک کا خاص غلام

۱- انگریزی مترجم نے اس کا ترجمہ بیس جہاز کیا ہے ، ص ۱۲۷ ۔

۲- شروانی ، ص ۲۸۵ ۔

پیغام لے کر گیا کہ حضور سوار ہوں، کیونکہ جنگ کا وقت قریب آ گیا اتفاق سے اس وقت محمود شاہ سر دھونے میں مشغول تھا۔ عماد الملک کے غلام نے کہا کہ جب جنگ کے وقت بادشاہ اتنا غافل ہو، تو یہ بات یقیناً ادبار کی علامت ہے:

بیت

ہر کہ باجہل و کاہلی پیوست
پانش از جائے رفت و کار از دست

یہ بات سلطان کو ناگوار گزری۔ جب سوار ہوا، تو تاخت کرکے ملک برید کی فوج میں آیا۔ عماد الملک کے غلام کی شکایت کی۔ عماد الملک یہ حالات دیکھ کر کاویل کو واپس چلا گیا۔ اس کے بعد اس (سلطان محمود شاہ) کی زندگی اتنی خراب ہو گئی کہ اس کا کھانا اور پانی ملک برید کی کنیزوں کے سپرد ہو گیا۔ [۶۵] ۹۲۷ھ/۱۵۲۱ء میں وہ فوت ہو گیا[۱]۔ اس کی حکومت کی مدت چالیس سال، دو مہینے اور تین دن ہو۔

ذکر سلطنت احمد شاہ بن محمود شاہ

۹۲۷ھ/۱۵۲۱ء میں ملک برید نے امراء و خوانین کے صلاح و مشورہ سے سلطان احمد شاہ بن محمود شاہ کو شہر بیدر میں تخت نشیں کیا اور صرف بادشاہی کا نام اس کے لیے چھوڑا۔ وہ اس کو محل میں رکھتا تھا۔ امراء اپنی اپنی جاگیروں پر قابض تھے اور کوئی ایک دوسرے کی اطاعت نہیں کرتا تھا۔ دو سال اور ایک مہینے تک احمد شاہ مظلوم صرف نام کا بادشاہ رہا اور ۹۲۹ھ/۱۵۲۳ء[۲] میں فوت ہو گیا[۳]۔

۱- فرشتہ (۱/۳۷۴) نے ۴ ذی الحجہ ۹۲۴ھ (۲۷ دسمبر ۱۵۱۸ء) تاریخ اشتعال لکھی ہے اس کو شروانی، (ص ۲۹۲) نے نقل کر دیا ہے۔

۲- فرشتہ (۱/۳۷۴) نے اشتعال کی تاریخ ۹۲۷ھ/۱۵۲۱ء دی ہے۔

۳- شروانی، (ص ۳۱۴) میں تاریخ ۴ محرم ۹۲۷ھ (۱۵ دسمبر ۱۵۲۰ء) درج ہے اور احمد شاہ کا دور حکومت ۷ دسمبر ۱۵۱۸ء تا ۵ دسمبر ۱۵۲۰ء بتایا ہے۔

ذکر سلطان علاء الدین بن محمود شاہ

جب بیچارہ احمد شاہ مر گیا ، تو ملک برید نے امیروں کے مشورہ سے احمد شاہ کے بھائی علاء الدین کو پکڑ کر تخت نشین کر دیا اور وہ اس کو بھی (اس کے بھائی) کی طرح سے محل میں رکھتا تھا ، لیکن اس کی ذاتی اصلیت اور فطرت کی بلندی نے اس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ لوگوں کو اپنے موافق بنائے ، شاہی طریقوں کو زندہ کرے [۶۶] اور اپنے بزرگوں کی طرح ملکوں پر قبضہ کرے ۔ ملک برید کو اس بات کی اطلاع ہوئی ، تو اس نے نظام الملک بن ملک نظام الملک ، عماد الملک بن عماد الملک اور عادل خاں بن عادل خاں سوائی کے مشورہ سے سلطنت کے نام کے سوا اس نے سب کچھ چھین لیا اور حقیقت میں اسے قید و بند سے رہا کر دیا ۔ (مار ڈالا) اور اس کے بھائی کو اس کی جگہ بٹھا دیا ۔ اس کی حکومت کی مدت جو قید و بند میں گزری ، ایک سال اور گیارہ مہینے ہوئی[1] ۔

سلطان ولی اللہ بن محمود شاہ

جب ملک برید بن ملک برید نے سلطان علاء الدین کو قید سلطنت سے آزاد کیا ، تو اس کے مجبور بھائی کو کہ جس کا نام ولی اللہ تھا ۔ برائے نام بادشاہ بنا دیا ۔ اس کے زنانہ محل میں کثرت سے جانے لگا ۔ کسی کی یہ طاقت نہ تھی کہ اس کو منع کرتا ۔ رفتہ رفتہ سلطان ولی اللہ کی بیوی سے اس کا تعلق ہو گیا اور اس کے نفس امارہ نے اس کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ اس نے ولی اللہ کو زہر دے کر اس کی بیوی سے نکاح کر لیا ۔ اس کی گرفتاری (مجبور بادشاہی) کا زمانہ ایک سال بھی نہیں ہوا[2] ۔

۱- فرشتہ (۱/۵۷۳) میں یہ مدت دو سال تین ماہ بتائی گئی ہے اور شروانی نے لکھا ہے کہ ۱۷ محرم ۹۲۹ھ (۵ مارچ ۱۵۲۳ء) کو علاء الدین فوت ہوا اور اس کی مدت حکومت ۱۵ دسمبر ۱۵۲۰ء تا ۵ مارچ ۱۵۲۳ء ہے (شروانی ، ص ۳۱۴ - ۳۱۵) ۔

۲- فرشتہ (۱/۵۷۳) نے مدت حکومت تین سال لکھی ہے اور شروانی (ص ۳۲۰) نے خاتمہ کا سال ۹۳۲ھ دیا ہے اور اس کی مدت کی حکومت ۵ مارچ ۱۵۲۳ء تا ۱۵۲۶ء بتائی ہے (شروانی ، ص ۳۱۵) ۔

ذکر سلطان کلیم اللہ بن محمود شاہ

جب سلطان ولی اللہ نے ملک برید کے ہاتھ سے شربت شہادت پیا، تو وہی عمل بد (مجبور بادشاہ بنانا) پھر اس سے واقع ہوا۔ اس نے سلطان کلیم اللہ بیچارہ کو بادشاہ بنایا۔ شہر بیدر میں سابقہ بھائیوں کی طرح اس کو بھی حراست میں رکھتا تھا۔ جب امیروں میں موافقت نہ رہی، تو عمادالملک کاوبلی، محمد خاں بن عادل خاں والی اسیر کی مدد سے نظام الملک، ملک برید خداوند خاں اور تمام امرائے دکن سے جنگ کرکے بھاگا۔ تین سو ہاتھی، چند گھوڑے اور اسلحہ، دکن کے لشکریوں کے ہاتھ آیا۔ عماد الملک فرار ہو کر اسیر و برہان پور آیا اور آخر کار سلطان بہادر (گجراتی) کی مدد سے [۶۷] پھر اپنے علاقہ پر قابض ہو گیا۔ ۹۳۵ھ/۲۹ - ۱۵۲۸ء میں سلطان بہادر (گجراتی) کا خطبہ اپنے قصبات و دیہات میں پڑھوایا اور پھر عماد الملک کے کہنے سے دوبارہ سلطان بہادر گجراتی دکن کی طرف متوجہ ہوا۔ چونکہ نظام الملک، ملک برید اور دوسرے امراء مقابلہ کی تاب نہ لا سکے، لہذا مجبوراً احمد نگر اور دکن کے تمام شہروں میں سلطان بہادر (گجراتی) کا خطبہ پڑھا گیا اور دکن کا علاقہ چار[1] امیروں نظام الملک، عادل خاں، قطب الملک اور ملک برید کے قبضہ میں آ گیا اور آج تک کہ ۱۰۰۲ھ/۹۴ - ۱۵۹۳ء ہے دکن کی حکومت ان چاروں آدمیوں کے خاندان میں ہے۔ چنانچہ ان میں سے ہر ایک کا کچھ حال تحریر کیا جاتا ہے[2]۔

• • •

۱- فرشتہ (۳۷۶/۱) میں پانچویں حکومت عماد شاہی کا بھی ذکر ہے۔

۲- شروانی، (ص ۳۱۶ - ۳۱۸) نے کلیم اللہ کی حکومت کی مدت ۱۵۲۶ء تا ۱۵۳۸ء دکھائی ہے اور بتایا ہے کہ کلیم اللہ کے بعد جب اس کے لڑکے افہام اللہ نے محسوس کیا کہ بیدر اس کے رہنے کی جگہ نہیں ہے، تو وہ بھیس بدل کر مکہ معظمہ چلا گیا اور وہاں سے کبھی واپس نہ آیا (شروانی، ص ۳۱۷)۔

سلسلہ نظام الملکیہ

سلسلہ ذکر نظام الملک بحری

نظام الملک بحری غلام تھا ۔ وہ قوم کا برہمن اور اس کا نام بھرلو تھا ۔ اس کی تحریف کرکے بحری کہتے تھے[1] ۔ چونکہ اس کے لڑکے احمد کے دماغ میں حکومت کا خیال پیدا ہوا ، لہذا اس نے مخالفت شروع کی ۔ سلطان کلیم اللہ کے وزیروں نے نظام الملک بحری کو قید کرکے اس کو اندھا کرا دیا ، آخر میں قتل کرا دیا ۔ اس کی حکومت کو استقلال نہ ہو سکا ۔ حکومت بہمنیہ کے ضمن میں اس کا ذکر ہوا ہے ۔

[٦٨] ذکر احمد بن نظام الملک بحری

اپنے باپ، نظام الملک کے مرنے کے بعد اس نے استقلال دکھایا اور جنیر کی ولایت پر پوری طرح قبضہ کر لیا ۔ اس ولایت کے درمیان میں ایک بڑا شہر آباد کیا اور اس کا نام احمد نگر رکھا ۔ چالیس سال حکومت کرکے وہ فوت ہوا ۔ چونکہ اس گروہ کے حالات میں کوئی مبسوط کتاب نظر سے نہیں گزری[2] ، اس لیے اتنے ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے[3] ۔

۱- فرشتہ (۹۳/۲) میں اس کا ہندو نام تیجا بھٹ لکھا ہے ۔ اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو (۱) مقالات سلیمان حصہ اول (اعظم گڑھ ، ۱۹٦٦ء) ، ص ۴۴۲ - ۴۴۳ ، (۲) انگریزی ترجمہ ، ص ۱۳٦ ۔

۲- فرشتہ نے احمد بن نظام الملک کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں جو تاریخ فرشتہ کے تقریباً دس صفحات پر آئے ہیں ۔

۳- فرشتہ (۱۰۰/۲) نے لکھا ہے کہ احمد بن نظام الملک کا انتقال ۹۱۴ھ/۱۵۱۸ء میں ہوا ، لیکن برہان مآثر (ص ۲۳۴) میں ۹۱۱ھ/۱۵۱۵ء لکھا ہے ۔

ذکر برہان نظام الملک بن احمد

جب برہان بن احمد ، باپ کا قائم مقام ہوا ، تو شاہ طاہر جو اس زمانہ کے فضلاء میں سے تھے ، سلطانیہ عراق سے دکن آئے اور برہان کے مصاحب ہو گئے ۔ وہ اس کو مذہب امامیہ کی تلقین کر کے مقتدی بن گئے ۔

۹۳۵ھ/۲۹-۱۵۲۸ء[1] میں سلطان محمود گجراتی ، تسخیر دکن کے ارادہ سے احمد نگر کے نواح میں پہنچا اور اس مقام میں جو ''کالا چبوترا'' کے نام سے مشہور ہے ، قیام کیا ۔ برہان نے خلوص و خدمت گزاری کا اظہار کیا اور سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ سلطان نے اس پر نوازش کی اور سلطنت کا چتر دیا ۔ کہتے ہیں کہ سلطان بہادر نے شاہ طاہر سے کہا کہ تم برہان کے ساتھ نہ آیا کرو[2] تاکہ تمہاری تعظم میں کمی نہ ہو کیونکہ جب برہان سلطان بہادر کی خدمت میں آتا ، تو کھڑا رہتا تھا اور شاہ طاہر چونکہ اس سے متعلق تھا ، لہذا وہ بھی اس کے اتباع میں کھڑا رہتا تھا ۔ سلطان بہادر شاہ طاہر کی عزت کرتا تھا[3] ۔

برہان نظام الملک جب سلطان بہادر کی وجہ سے قوت حاصل کر چکا ، تو اس نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا ۔ اس نے اڑتالیس سال

۱- انگریزی مترجم (ص ۱۳۹) نے ۹۴۵ھ لکھ دیا ہے ۔ فرشتہ (۱۰۵/۲) میں بھی ۹۳۵ھ ہے ۔

۲- متن میں ''نمی ایستاد'' ہے ۔ نولکشور ایڈیشن میں ''می ایستاد'' ہے جو صحیح معلوم ہوتا ہے ۔ اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے ۔

۳- شاہ طاہر نے برہان نظام الملک کو باقاعدہ شیعہ بنایا بلکہ شاہی خاندان کے دوسرے ارکان نے بھر یہ مذہب اختیار کیا ۔ ۹۲۸ھ/ ۱۵۲۲ء میں شاہ طاہر احمد نگر میں آیا (فرشتہ ، ص ۱۰۴) ۔ سلطان تک رسائی حاصل کی ۔ تدریس و تعلیم میں مشغول رہا ۔ اس کی کوششوں سے ۹۴۴ھ/۳۸-۱۵۳۷ء میں خطبہ سے خلفائے راشدین کے نام خارج ہوئے (فرشتہ ، ص ۱۰۹) ۔ ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء میں شاہ طاہر فوت ہوا (فرشتہ ، ص ۱۱۸) ۔ فرشتہ نے شاہ طاہر کی مذہبی و سیاسی سرگرمیوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے ۔

حکومت کی[1] ۔

[۶۹] ذکر حسین نظام الملک بن برہان

باپ کے بعد حسین نظام الملک باپ کا قائم مقام ہوا[2] ۔ ثقہ حضرات سے روایت ہے کہ برہان نظام الملک ایک فاحشہ عورت پر عاشق ہو گیا تھا اور اس سے نکاح کر لیا ۔ اس نے ایک دن خلوت میں اس سے دریافت کیا کہ اس زمانہ میں جب کہ تو آزاد تھی ، جو لوگ تیرے پاس آمد و رفت رکھتے تھے ، تو نے ان میں سے کتنوں کو بہتر پایا اور ان کو خوش کیا ۔ اس نے چار آدمیوں کے نام بتائے ، برہان نے ان چاروں کو پکڑ بلایا اور ان بیچاروں کو قتل کرا دیا ۔ اس فاحشہ کا نام ایمنہ تھا اور حسین نظام الملک اسی سے پیدا ہوا تھا ۔ اس زمانہ میں بیجا نگر کا راجا رام راج جسے ہندی زبان میں بیدلا نگر کہتے ہیں ، پوری قوت اور غلبہ رکھتا تھا ۔ حسین نظام الملک ، عادل خاں ، قطب الملک اور ملک برید سے صلاح و

۱- ۹۶۱ھ/۱۵۵۴ء میں برہان نظام الملک فوت ہوا ۔ اسی سال سلطان محمود گجراتی اور سلیم شاہ بادشاہ دہلی بھی راہی ملک عدم ہوئے ۔ تاریخ فرشتہ کے مؤلف کے والد مولانا غلام علی ہندو شاہ نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے :

سر خسرو زوال آمد بیک بار
کہ ہند از عدل شاں دار الاماں بود
یکے محمود شاہنشاہِ گجرات
کہ ہم چوں دولت خود نوجواں بود
دوم اسلیم شہ سلطان دہلی
کہ در ہندوستان صاحبقراں بود
ز من تاریخ فوت ایں ہر سہ خسرو
چو می پرسی "زوالِ خسرواں" بود

۹۶۱ھ/۱۵۵۴ء

۲- شہزادہ عبد القادر اور دوسرے بھائیوں نے اختلاف کیا مگر بالآخر حسین نظام الملک تخت کا مالک اور قابض ہوا ۔

(فرشتہ ۲/۱۲۰ - ۱۲۱)

مشورہ کے بعد رام راج کے سر پر جا پہنچا ۔ رام راج ایک لاکھ سوار اور دو ہزار ہاتھیوں کے ساتھ مقابلہ پر آیا ۔ جنگ ہوئی اور قریب تھا کہ یہ چاروں آدمی شکست کھا جائیں کہ اتفاق سے حسین نظام الملک کی جانب سے رام راج پر ایک توپ چلی اور (رام راج کو) اس نے ختم کر دیا ۔ لشکر کو شکست ہو گئی ۔ دکن کے امیروں کے ہاتھ بہت مالِ غنیمت ہاتھ آیا[1] ۔ حسین نظام الملک نے تیرہ سال حکومت کی[2] اور اس کے دو لڑکے مرتضیٰ اور برہان ہوئے ۔

ذکر مرتضیٰ بن نظام الملک

مرتضیٰ نظام الملک باپ کی وصیت کے مطابق باپ کا جانشین ہوا ۔ وہ سخی اور غریب دوست تھا ۔ شروع میں خواجہ میرک ہروی اس کا وزیر ہوا ۔ جس کا خطاب چنگیز خاں مقرر ہوا ۔ برارکی ولایت عادل خاں کے قبضہ سے نکال کر مرتضیٰ نظام الملک نے اپنی ولایت میں شامل کر لی ۔

چنگیز خاں کے مرنے کے بعد اتفاق سے ایک مرغ فروش کے لڑکے سے مرتضیٰ نظام الملک کو [۷۰] عشق ہو گیا ۔ اس نے اس کو مصاحب خاں کا خطاب دے کر اپنا وکیل بنایا ۔ اس بدبخت نے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا ۔ لوگوں کے گھروں میں گھس جاتا اور ان کے اہل و عیال پر دست درازی کرتا ۔ بزرگوں میں سے جو کوئی ان کی متابعت سے روگردانی کرتا ، اس کے قتل کا ارادہ کر لیتا ۔ یہاں تک کہ برار کے امراء میر مرتضیٰ ، خداولد خاں اور دوسروں کے سروں پر بھی جا پہنچا ، جب ان امیروں کو اس کے ارادے معلوم ہوئے ، انھوں نے سبقت کی اور اس کو قتل کرا دیا ۔

۱۔ ملاحظہ ہو فرشتہ ۲/۱۲۵ - ۱۲۷ ۔

۲۔ فرشتہ (۲/۱۲۹) نے مدت حکومت گیارہ سال لکھی ہے اور مندرجہ ذیل مصرعہ سے تاریخ انتقال نکالی ہے :

ع آفتاب دکن بشد پنہاں ۹۷۲ھ/۶۵ - ۱۵۶۴ء

برہان مآثر (ص ۳۳۱) نے تاریخ ۷ ذی قعدہ ۹۷۲ھ بروز بدھ تحریر کیا ہے ۔

مرتضیٰ نظام الملک کو بہت رنج ہوا ، مگر صبر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا ۔ اس زمانہ میں اس کو خبط دماغ اور جنون ہو گیا ۔ ہر وقت باغ بہشت میں گوشہ نشین رہتا ، کسی وقت باہر نہ آتا اور نہ کسی کو اپنے پاس آنے کی اجازت دیتا ۔ شاید ہی کوئی اجازت پاتا ۔ وزراء ہر وقت ملکی معاملات میں مشغول رہتے[1] اور ملکی معاملات کو سنبھالتے تھے ۔ اگر کوئی ضروری مہم پیش آ جاتی ، تو اس کے پاس تحریر بھیجی جاتی اور وہ جواب لکھ بھیجتا ۔

جب اس طرح چھ سال گزر گئے ، تو اکبر بادشاہ نے پیش رو خاں کو جو اُس درگاہ (سلطنت مغلیہ) کا قدیمی نمک خوار ہے ، دکن بھیجا کہ وہاں کے حالات معلوم کرکے عرض کرے ۔ جب پیش رو خاں احمد نگر پہنچا ، اسد خاں رومی نے ، جو مرتضیٰ کا وکیل تھا اور جب کبھی مرتضیٰ کو افاقہ ہوتا تھا اور وہ ہوش میں آتا تھا ، تو وہ اس کو باہر لاتا تھا ، پیش رو خاں سے ملاقات کرائی ۔ (اس نے) اکبر بادشاہ کی جانب سے خلوص و بندگی کا اظہار کیا ۔ پیش رو خاں نے اس سے کہا کہ حضرت (اکبر بادشاہ نے) مجھ سے فرمایا کہ آپ کی گوشہ نشینی کا حال معلوم کروں ۔ اس نے جواب دیا کہ چونکہ بہت زیادہ لوگ میرے پاس جمع ہو گئے ہیں اور میری ولایت میرے خرچ کے لیے ہی کافی نہیں ہے ، لہذا لوگوں کی شرمندگی کی وجہ سے بہت کم باہر آتا ہوں ۔ اس نے پیش رو خاں کو بہت سے نذرانے اور کوہ پیکر ہاتھی دے کر رخصت کر دیا ۔

[۱۷] اتفاق سے برہان ، جو (مرتضیٰ) نظام الملک کا بھائی ہے ، قید سے آزاد ہو گیا تھا ۔ اس نے خروج کر دیا ۔ امیروں نے مرتضیٰ نظام الملک کو باہر نکالا اور اس کو شکست دے دی ۔ وہ فرار ہوا اور اکبر بادشاہ کے حضور میں التجا لے کر حاضر ہوا ۔ وہاں اس پر شاہانہ نوازشیں ہوئیں ۔ مرتضیٰ نظام الملک پھر اسی باغ میں گوشہ نشیں ہو گیا ۔ کوئی اس کے پاس نہیں جاتا تھا ۔ یہ واقعہ ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء میں وقوع پذیر

۱- مرتضیٰ کی ماں خونزہ ہمایوں ، سلطنت کے کام انجام دیتی تھی ۔
(فرشتہ ۲/۱۳۰)

ہوا ۔ تین سال اسی میں گزر گئے ۔ چند مرتبہ نظام الملک اور عادل خاں کے درمیان جنگ ہوئی اور صلح ہو گئی ۔ شاہ طہماسپ کا غلام گرجی کہ جس کا نام صلابت خاں تھا ، نظام الملک کے یہاں با اختیار ہو کر مدار الملک ہو گیا ۔ میر مرتضیٰ ، خداوند خان اور ولایت برار کے دوسرے جاگیردار امیروں کو صلابت خاں سے عناد ہو گیا ۔ انھوں نے فوج اکٹھی کر کے احمد نگر پر چڑھائی کر دی ۔ صلابت خاں سے جنگ ہوئی ۔ وہ غالب آیا ۔ یہ جماعت فرار ہو کر اکبر بادشاہ کی درگاہ میں فریادی ہوئی اور کمک طلب کی ۔ وہ کمک لے کر دوبارہ ولایت برار میں آئے ۔ اس واقعہ کی تفصیل اپنے موقع پر بیان ہو چکی ہے ۔

مرتضیٰ نظام الملک آخر عمر میں ایک فاحشہ عورت پر کہ جس کا نام فتو تھا ، عاشق ہو گیا ۔ میر بہشتی نامی ایک سید نے اس فاحشہ کو چند روز کے لیے اپنے گھر میں رکھ لیا تھا ۔ میر بہشتی کے ایک لڑکا اسماعیل نام دوسری عورت سے تھا ۔ یہ فاحشہ اسماعیل کو بھائی کہتی تھی ۔ اسماعیل نظام الملک کا وکیل ہو گیا ۔ اس نے صلابت خاں کو قید کر دیا ۔ کہتے ہیں کہ اس نے ایک تحریر مرتضیٰ نظام الملک کی طرف سے دکھائی کہ صلابت خاں قلعہ میں رہے ۔ صلابت خاں اسی وقت ڈولی منگا کر سوار ہوا اور قلعہ میں چلا گیا ۔ ہر چند لوگوں نے کہا کہ مرتضیٰ نظام الملک اپنی صحیح حالت میں نہیں ہے اور اس حکم کی اس کو خبر بھی نہیں ہوگی ۔ سلطنت کی نگاہداشت اور حفاظت کے لیے وفاداری اور نمک حلالی ضروری ہے ، لہذا اس نے ان کی بات قبول نہ کی اور کہا کہ مجھے فضول باتوں سے کوئی کام نہیں ہے اور اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے ۔

[۲۷] جب صلابت خاں درمیان سے ہٹ گیا ، تو اسماعیل وکیل مطلق ہو گیا ۔ اس نے اور اس فاحشہ فتو نے پورا استقلال اور غلبہ حاصل کر لیا ۔ اسماعیل نے طرح طرح کے ظلم و ستم شروع کر دیے ۔ حسن علی پسر سلطان حسین سبزواری کو اپنا نائب بنا کر مرزا خاں کا خطاب دیا ۔ جب ظلم و ستم حد سے زیادہ گزر گیا ، تو مرزا خاں نے روز بروز اپنی قوت میں اضافہ کر لیا اور اکثر امیروں کو موافق کر کے مرتضیٰ نظام الملک کا وکیل بن بیٹھا اور میدان خالی پا کر اس کے دل میں

حکومت کی خواہش پیدا ہو گئی - حسین پسر نظام الملک کو قلعہ میں مقید رکھتا تھا کہ وہ اب قریب قریب سن بلوغ کو پہنچ چکا تھا ، لہذا اسے آزاد کر کے تخت نشین کر دیا اور مرتضیٰ نظام الملک کو حمام میں ڈال کر اس کے دروازے بند کر دیے - وہ بیچارہ گرمی کی شدت سے ہلاک ہو گیا[۱] - مرتضیٰ نظام الملک کی حکومت چھبیس سال اور چند ماہ رہی -

ذکر سلطنت حسین نظام الملک بن مرتضیٰ نظام الملک

اس کو میراں حسین بھی کہتے ہیں - مرزا خاں اس کو نمونہ بنا کر خود حکومت کرتا تھا اور وہ کم سنی کی وجہ سے لہو و لعب ، مرغ کی لڑائی اور سیر وغیرہ میں مشغول رہتا تھا ، زیادہ وقت فاحشہ عورتوں کے ساتھ کوچہ و بازار میں مست پھرتا تھا اور نامعقول حرکتیں کرتا تھا[۲] -جب مرزا خاں کا اقتدار حد سے گزر گیا ، تو دکن کے قدیم امیروں کو رشک و حسد پیدا ہوا - ناتجربہ کار اور کمسن حسین نظام الملک کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مرزا خاں کو راستہ سے ہٹا دے - آلکس خاں کے یہاں کہ جو حسین نظام الملک کا دودھ شریک بھائی اور ہم عمر بھی تھا ، دعوت کی گئی[۳] - مرزا خاں کو بلایا ، مرزا خاں کو [۳۷] ان کے اس ارادہ کی اطلاع ہو گئی - اس نے عذر اور بہانہ کر کے وہ دن ٹال دیا اور نہیں آیا - کھانا کھانے کے بعد اتفاقاً اس مجمع میں سے سید مرتضیٰ شروانی جو مرزا خاں کے دوستوں میں سے تھا ، قے کرتا ہوا اٹھا اور چیخنے لگا کہ مجھے زہر دے دیا - مرزا خاں نے سید مرتضیٰ سے ملاقات کی - مقدمات کی تمہید قائم کی اور حسین نظام الملک کی خدمت میں آیا اور کہا کہ سید مرتضیٰ ایک معزز شخص ہے اور بستر ہلاکت پر پڑا ہے - چونکہ قلعہ کے اندر کی آب و ہوا اچھی ہے ، لہذا اگر اجازت ہو ، تو وہ چند روز وہاں (قلعہ میں) رہے - چنانچہ اجازت لے کر اسے قلعہ میں

۱- بقول فرشتہ (۱۴۷/۲) ۱۸ رجب ۹۹۶ھ کو فوت ہوا اور اس کی مدت حکومت ۲۴ سال پانچ ماہ ہوئی -

۲- فرشتہ ۱۴۷/۲ -

۳- یہ دعوت بارہ جمادی الاولی ۹۹۷ھ کو ہوئی (فرشتہ ۱۴۸/۲) -

بھیج دیا ۔ دوسرے روز حسین نظام الملک کے پاس آ کر اس کو سید مرتضیٰ کی عیادت کے لیے لے گیا اور گھر میں بند کر دیا :

مزن در وادیٔ مکر و حیل گام
کہ در دامِ بلا افتی سرانجام

دروازے کو مضبوط کر دیا اور اپنے آدمیوں کے سپرد کر دیا ۔ سید مرتضیٰ تندرست و توانا قلعہ کے دروازے پر بیٹھ کر انتظام کرنے لگا ۔ مرزا خان نے آنکس خان کو بھی گرفتار کرکے قید کر دیا ، امین الملک کے داماد میر طاہر کو بھی قلعہ میں بھیج دیا اور برہان کے لڑکے اسماعیل کو جو مرتضیٰ نظام الملک کا بھتیجا ہے ، قید سے نکال کر قلعہ احمد نگر لے آیا ۔

جب حسین نظام الملک کے گرفتار ہونے کی خبر نے شہرت پائی ، تو جمال خان گجراتی نے کہ جو سلاح داروں کا سردار تھا ، یاقوت غلام سے کہ جو خداوند خان کا خطاب رکھتا تھا ، اتفاق رائے کیا اور اہلِ لشکر اور دوسرے لوگوں کو ساتھ لے کر قلعہ کے دروازہ پر آ گیا اور توپیں داغنی شروع کر دیں ۔ مرزا خان دروازہ پر آیا ، زبردست جنگ ہوئی ۔ مرزا خان کا ماموں کشور خان اور علی خان مارے گئے ۔ مرزا خان ، سید مرتضیٰ ، جمشید خان ، امین الملک ، بھائی خان ، خانخانان اور دوسرے لوگوں نے اس خیال فاسد سے کہ فتنہ فرو ہو جائے گا ، حسین کا سر کاٹ کر قلعہ سے [۷۴] باہر پھینک دیا اور اسماعیل بن برہان کو برج پر لے جا کر اس کے سر تاج رکھ دیا اور آواز بلند کی کہ چونکہ حسین نالائق تھا ، لہذا اپنی سزا کو پہنچا اور اب تمھارا آقا (بادشاہ) اسماعیل نظام الملک ہے ۔

جمال خان اور دوسرے امیروں نے جب حسین کا کٹا ہوا سر دیکھا ، تو جنگ میں اور بھی تیزی دکھائی اور دروازہ کو آگ لگا دی ۔ مرزا خان نے ہرچند صلح کی کوشش کی ، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ آخرکار مرزا خان اور اس کے موافقین نے قلعہ سے نکل کر راہ فرار اختیار کی ۔ مرزا خان بھاگ گیا ، جمشید خان ، بھائی خان ، امین ملک ، سید مرتضیٰ خان اور دوسرے سردار گرفتار کر کے قتل کر دیے گئے ۔

مرزا خاں جنیر کی طرف جا رہا تھا کہ بعض لوگوں نے اس کو شناخت کر لیا اور گرفتار کر کے لے آئے اور جمال خاں کے حکم کے مطابق اس کا بند بند جدا کر کے توپ میں رکھا اور آگ دے دی ۔ غارت گری شروع ہوئی ۔ عراقی ، خراسانی یا ماوراء النہری جس کسی کو پاتے ، قتل کر دیتے :

بچشم خویش دیدم در گزرگاہ
کہ زد بر جان موری مرغکی راہ
ہنوز از صید منقارش نہ پرداخت
کہ مرغ دیگر آمد کار او ساخت

لوگوں کے زن و فرزند قید ہوئے اور خانماں برباد ہوئے ۔ تقریباً چار ہزار بے گناہ جن کا اس معاملہ میں کوئی دخل نہ تھا ، قتل کر دیے گئے ۔ مختصر یہ کہ جس کو گورا چٹا دیکھتے ، مار ڈالتے ۔ حسین نظام الملک کی حکومت دس ماہ رہی[1] ۔

ذکر سلطنت اسماعیل نظام الملک بن برہان

جب قتل عام سے فراغت ہوئی ، تو جمال خاں نے اسماعیل نظام الملک کو تخت نشین کیا ۔ وہ اس کو نمونہ بنا کر خود حکومت کرتا تھا ۔ اسماعیل [۵۷] باوجودیکہ کم عمر تھا ، لیکن ناشائستہ افعال کا مرتکب ہوتا تھا ۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک دن بازار سے گزر رہا تھا کہ اس کی نظر کشمیری جماعت پر پڑی ۔ جب (اس جماعت کو) گورا چٹا دیکھا ، تو کہا کہ اس جماعت کو کیوں قتل نہیں کیا ۔

مختصر یہ کہ جمال خاں[2] نے پورا اقتدار حاصل کر لیا اور نظام الملک کے کارخانہ کا مختار بن بیٹھا اور اس نزاع کے سبب سے کہ جو نظام الملکیوں

۱۔ نولکشور ایڈیشن میں دو ماہ اور فرشتہ (۲/۱۵۰) میں دو ماہ تین دن ہے ۔

۲۔ جمال خاں مہدوی طریقہ کا پیرو تھا یہ بات بھی باعث نزاع ہوئی ۔ (فرشتہ ۲/۱۵۰ - ۱۵۱) ۔

اور عادل خانیوں سے سرحد کے متعلق ہوگیا تھا ، وہ عادل خاں کی ولایت میں پہنچا ۔ جنگ ہوئی اور وہ اس پر غالب آ گیا ۔ تین سو ہاتھی مالِ غنیمت میں ملے ۔

اسی زمانہ میں مرتضٰی نظام الملک کا بھائی برہان اکبر بادشاہ کی خدمت میں آیا ، اس نے دکن کی پریشانی کی خبریں سنیں اور اکبر بادشاہ کے فرمان کے مطابق اس (اکبر بادشاہ) کی کمک و مدد سے وہ ۹۹۷ھ/ ۸۹-۱۵۸۸ء میں دکن روانہ ہوا اور آسیر و برہان پور کے حاکم راجی علی خاں سے متفق ہو کر ولایت برار میں داخل ہوا اور اس نے برار پر قبضہ کر لیا ۔ اس موقع پر جمال خاں غرور کے ساتھ یلغار کرتا ہوا برہان الملک کے سر پر آ گیا اور آج تک کہ ۱۰۰۲ھ/۹۴-۱۵۹۳ء ہے ، وہ اپنے باپ دادا کا قائم مقام ہے ۔ اسماعیل کی حکومت دو سال رہی ۔

ذکر سلطنت برہان نظام الملک بن حسین بن برہان

برہان نظام الملک ، مرتضٰی کا بھائی ہے ۔ وہ مدتوں بھائی کی قید میں رہا ۔ اتفاقاً قید سے فرار ہوکر بیجاپور گیا اور عادل خاں کے پاس رہا ۔ وہاں سے بعض امراء کے بلانے پر احمد نگر آیا ۔ چونکہ مرتضٰی زندہ تھا اور صلابت خاں اقتدار رکھتا تھا ، لہذا وہ کچھ نہ کر سکا ۔ وہاں سے فرار ہوکر گجرات کے علاقہ میں پہنچا ۔ [۷۶] اور قطب الدین محمد شاہ غزنوی کے پاس جو اکبر بادشاہ کے بڑے امیروں میں سے تھا ، آیا ۔ وہاں سے آ کر اکبر بادشاہ کی حضوری سے مشرف ہوا ۔ اس کو سہ[۱] صدی بنا کر جاگیر عطا کی ۔ کچھ عرصہ کے بعد ہزاری بنا کر مالوہ بھیج دیا ۔ اعظم خاں کے ساتھ ایک لشکر کر دیا کہ غدار بدمعاشوں سے دکن کو آزاد کرا کے برہان کو دے دیں جو اس درگاہ (سلطنتِ اکبری) کا خدمت گار ہے ۔ خانِ اعظم ایلچ پور پہنچا جو اس ولایت برار کا دارالحکومت ہے ۔ دکن کے فتح ہونے میں کچھ باقی نہیں رہا تھا کہ وہ استقلال کو یکبارگی ترک کر کے واپس ہو گیا ۔ برہان محروم رہ گیا ، پھر اکبر بادشاہ کے حضور میں آیا ، ان واقعات کا ذکر اپنے موقع پر ہوا ہے ۔

۱۔ متن میں سیصد ہے ۔ فرشتہ (۲/ ۱۵۲) میں سہ صدی ہے ۔

اس کے بعد (اعظم خاں کو) صادق محمد خاں کے ہمراہ افغانوں کے مقابلہ کے لیے بھیجا ۔ جب دکن میں ابتری کی خبر اکبر بادشاہ کو ملی ، تو اکبر بادشاہ نے برہان کو بنگش (کے علاقہ) سے بلا کر نہایت توجہ اور عنایات کے ساتھ روانہ کیا اور صوبہ مالوہ کے امراء اور تمام زمینداروں خاص کر آسیر و برہان پور کے حاکم راجی علی خاں کو فرمان بھیجا کہ ایسا انتظام کریں کہ برہان کو جو ہماری درگاہ (اکبری) میں پناہ کے لیے آیا ہے ، اس کے بھائی کی جگہ پر بٹھا دیں ۔ نظربی اوزبک اور اور اس کے لڑکوں کو بھی جو مالوہ میں جاگیردار تھے ، (شاہی) فرمان گیا ۔ نظربی مع اپنے لڑکوں کے برہان کے ساتھ ہوا ۔

راجی علی خاں نے اس خدمت کو اپنا ذریعہ افتخار سمجھا اور سب سے پہلے آگے بڑھا ۔ (ادھر) جمال خاں نے جو بیجا پور گیا تھا ، عادل خاں کو شکست دے دی اور بہت سے ہاتھی اس کے قبضہ میں آئے ۔ جب اس نے یہ سنا کہ راجی علی خاں سبقت لے گیا ہے اور برہان کو آگے بڑھانا چاہتا ہے ، تو وہ بیجا پور سے یلغار کرتا ہوا کمی کے باشندوں کے ساتھ پہنچا ۔ راجی علی خاں نے اکثر کارآمد آدمیوں کو نامہ و پیام کے ذریعہ جمال خاں کے پاس سے واپس کر لیا تھا ۔ تھوڑی سی لڑائی ہوئی ۔ آدمیوں نے ایک ایک ہو کر [۱۰۰] اس کی فوج سے علیحدہ ہونا شروع کیا ۔ آتش باز ، آتش بازی کا ہنگامہ ٹھنڈا کر کے فرار ہو گئے ۔ جمال خاں حیران و پریشان کوشش کر رہا تھا کہ اسی دوران میں ایک آتش باز نے جس کے داماد کو جمال خاں قتل کر چکا تھا ، جمال خاں پر بندوق چلا دی اور جمال خاں معرکہ میں مارا گیا ۔ راجی علی خاں نے برہان کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ احمد نگر روانہ کر دیا ۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۹۹۹ھ/۱۵۹۱ء میں واقع ہوا ۔ آج تک وہ تخت سلطنت پر جلوہ گر ہے[1] ۔

• • •

۱- برہان شاہ ۱۸ شعبان ۱۰۰۳ھ کو فوت ہوا اس کی مدت حکومت چار سال اور سولہ دن ہوئی ۔

سلسلہ عادل خانیہ

ذکر یوسف عادل خاں

عادل خاں کہ، جس سے اس سلسلہ کا آغاز ہوا، چرکس غلام تھا جس کو خواجہ محمود گرجستانی نے محمود شاہ بہمنی کے ہاتھ فروخت کیا تھا[1] - گرجستان، گیلان کے مضافات میں ہے - وہ ولایت شولا پور میں دریائے کشتنیہ[2] تک قابض ہو گیا اور حکومت کرنے لگا - عرض و طول میں وایل[3] سے گلبرگہ تک اس کا قبضہ تھا، آخر میں بیجا پور بھی قبضہ میں آ گیا - اس نے ۸۰۶ھ/۴ - ۱۴۰۳ء سے ۸۱۳ھ/۱۱ - ۱۴۱۰ء تک[4] کہ سات سال ہوتے ہیں حکومت کی[5] -

ذکر اسماعیل عادل خاں بن یوسف

اسماعیل عادل خاں اپنے باپ کا قائم مقام ہوا - وہ بہادر اور سخی

۱- فرشتہ (۲/۲) نے لکھا ہے کہ یوسف عادل شاہ ترکمان کا تعلق سلاطین روم سے تھا - جب اس کا باپ ۸۵۴ھ میں مر گیا، تو بڑا بھائی سلطان محمد تخت نشین ہوا اور اس کی جان کا خواہاں ہوا - یہ ایک قافلہ میں فروخت ہو کر مختلف دیارو امصار میں ہوتا ہوا دکن پہنچا - (نیز دیکھیے بساتین السلاطین، ص ۵ - ۶) -

۲- دریائے کرشنا (انگریزی ترجمہ)، ص ۱۵۹ -

۳- دابل (انگریزی ترجمہ، ص ۱۵۹) -

۴- فرشتہ (۱۳/۲) میں واضح طور سے لکھا ہے کہ یوسف عادل خاں نے بیس سال دو ماہ سلطنت کی اور وہ ۹۱۶ھ / ۱۱ - ۱۵۱۰ء میں فوت ہوا -

۵- فرشتہ نے یوسف عادل خاں کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں - ملاحظہ ہو - فرشتہ ۲/۲ - ۱۴ و بساتین السلاطین از مرزا ابراہیم زبیری (مطبع سیدی حیدر آباد دکن ۱۳۱۰ھ) -

آدمی تھا ۔ انکیر ، ساکر ، نصرت آباد اور انچہ کی ولایت پر قبضہ کیا ۔ [۷۸] عادل خاں سوائی کے نام سے موسوم ہوا چونکہ دکن کے حاکموں سے وہ ایک چوتھائی سے زیادہ پر قابض ہوا ، اس وجہ سے سوائی کہلایا ۔

اس کے پاس بارہ ہزار منتخب مسلح سوار تھے کہ جن میں زیادہ تر مغل تھے ۔ وہ ان کو رکھتا تھا اور ان کی تربیت کرتا تھا ۔ ہر سال جہازوں کو ہرمز روانہ کرتا اور عراق و خراسان کے آدمی بلاتا رہتا ۔

کہا جاتا ہے کہ ایک دن عماد الملک کاویلی کے یہاں مہمان ہوا ۔ عماد الملک نے جواہرات سے بھرے ہوئے چند خوان پیش کیے اور بہت تکلف سے پیش آیا ۔ جب عماد الملک ، اسماعیل عادل خاں کا مہمان ہوا ، تو اسماعیل نے اپنی فوج کو آراستہ کرکے اس کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے ، وہ یہ ہے ۔ میرے ملازمین میں سے جس کو آپ چاہیں پیش کرتا ہوں ۔ تین مرتبہ نظام الملک سے جنگ کی اور ہر مرتبہ غالب رہا ۔ پچیس سال حکومت کرکے انتقال کر گیا[۲] ۔

ذکر ابراہیم عادل خاں

ابراہیم عادل خاں ، امراء کی کوشش سے باپ کا جانشین ہوا ۔ اس کا بڑا بھائی ملو خاں امیر الامراء اسعد خاں کے پاس جا کر مدد کا طالب ہوا ۔ اسعد خاں نے اس کو تخت نشین کر دیا ۔ ڈیڑھ دن حکومت کی[۳] ۔ اسعد خاں آخر میں پشیمان ہو کر اپنی جاگیر بلگانو کو چلا گیا اور ملو خاں ابراہیم عادل خاں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور الغ خاں کے ساتھ کہ جو

۱۔ ملاحظہ ہو ۔ فرشتہ ۲/۲۴ - ۲۵ ۔

۲۔ اسماعیل عادل خاں ۱۶ صفر ۹۴۱ھ (۶ ستمبر ۱۵۳۴ء) کو فوت ہوا ملاحظہ ہو ۔ فرشتہ ۲/۲۵ ۔ فرشتہ نے تفصیل سے حالات لکھے ہیں ۔

۳۔ اسماعیل عادل خاں نے ملو خاں کے لیے وصیت کی تھی اسی لیے اس کو تخت نشیں کیا گیا اور اس نے چھ سات دن حکومت کی پھر معزول ہوا ۔ فرشتہ ۲/۲۶ ۔ بساتین السلاطین ، ص ۷۴ تاریخ فرشتہ میں ملو خاں کی حکومت کا علیحدہ عنوان قائم کیا گیا ہے ۔

چھوٹا بھائی تھا ، اندھا کرا دیا ۔ کہا جاتا ہے کہ برہان نظام الملک سے نو مرتبہ جنگ ہوئی کبھی غالب رہا اور کبھی مغلوب ، پچیس سال حکومت کرکے فوت ہو گیا[1]۔

ذکر علی عادل خاں بن ابراہیم

علی عادل خاں ، وصیت کے مطابق باپ کا قائم مقام ہوا ۔ اس کے دو بھائی تھے طہماسپ اور اسماعیل ، اس نے بھی اپنے باپ کے طریقہ پر عمل کرکے دونوں بھائیوں کو [۹۷] اندھا کرا دیا ۔ خلیق ، نیک اطوار ، سخی ، حلیم اور بامروت تھا ۔ ہر سال تقریباً پانچ چھ لاکھ روپیہ فقرا ، مساکین اور مسافروں کو دیا کرتا ۔ علامہ عصر میر فتح اللہ شیرازی[2] کو بہت روپیہ بھیج کر (فارسی ایران) سے بلایا اور اپنا وکیل بنایا ۔ اس دور کے علماء و فضلاء کی ایک جماعت اس کی صحبت میں رہتی تھی ۔ درویش منش اور فقیر دوست تھا ۔ اس کو تصوف سے بہت مناسبت تھی ۔ اس کا زیادہ وقت اہل علم و فضل کی مصاحبت میں گزرتا تھا ۔ حسن ظاہری کا بھی دلدادہ تھا ۔ بہت سے لڑکے جمع کر لیے تھے ۔ ان کو فاخرہ لباس سے آراستہ رکھتا اور ان کو اپنی صحبت میں رکھتا تھا ۔ ولایت باؤ کلا و باسلور اور ہالکور پر قبضہ کیا ۔ اس کی حکومت کا کام اس کے بزرگوں سے

۱۔ ابراہیم عادل خاں ۹۶۵ھ میں فوت ہوا ۔ فرشتہ ۲/۴۳ ، بساتین السلاطین ، ص ۶۷ ۔

۲۔ میر فتح اللہ شیرازی مشہور شیعہ عالم تھا جو تمام علوم میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا ۔ بہت سی نئی ایجادات کی تھیں ۔ چند سال علی عادل خاں کے پاس رہا ۔ ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء میں وہ اکبر بادشاہ کی ملازمت میں چلا گیا اور ۹۹۷ھ/۸۹ - ۱۵۸۸ء میں کشمیر میں فوت ہوا ۔ ملاحظہ ہو :

(۱) تذکرہ علمائے ہند ، ص ۱۶۳ ۔

(۲) منتخب التواریخ ، ص ۳۶۷ - ۳۶۸ ۔

(۳) بزم تیموریہ ، ص ۹۱ - ۹۲ ۔

(۴) دربار اکبری ، ص ۸۰۴ - ۸۱۶ ۔

زیادہ ترقی پر تھا ۔ تین مرتبہ حسین نظام الملک سے جنگ کی کبھی غالب اور کبھی مغلوب ہوا ۔

اکبر بادشاہ کے حضور میں اخلاص رکھتا تھا ۔ عرضیاں اور لائق نذرانے بادشاہ کی خدمت میں بھیجتا جس سے بادشاہ کی مجلس (اقدس) میں اس کا ذکر رہتا ۔ ایک مرتبہ حکیم عین الملک اور دوسری مرتبہ حکیم علی (اکبر) بادشاہ کے حضور سے بطور ایلچی اس کے پاس گئے ۔ اس نے بارہ کوس کے فاصلہ سے ان کا استقبال کیا اور بندگی و خلوص کے مراسم ادا کیے ۔ اکبر بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا ۔ امامیہ مذہب کی طرف رغبت رکھتا تھا اور اپنے بزرگوں کی روش (مذہب اہل سنت) کو ترک کر دیا تھا ۔

اتفاق سے (اس نے) سنا کہ بندر کے حاکم ملک برید کے پاس نہایت حسین خواجہ سرا ہے ۔ اس کو خط لکھے اور (اُس) خواجہ سرا کو طلب کیا ۔ ملک برید عذر اور بہانہ کرتا رہا ، یہاں تک کہ مرتضیٰ نظام الملک نے برید پر فوج کشی کی ۔ برید قلعہ بند ہو گیا اور علی عادل خاں سے التجا کی ۔ عادل خاں نے دس ہزار سوار اس کی مدد کے لیے بھیج کر اس کو رہائی دلائی ۔ اس مرتبہ ملک برید نے مجبور ہو کر [۸۰] خواجہ سرا کو بھیج دیا اور علی عادل خاں انتہائی غلبہ شہوت کی وجہ سے اس کے استقبال کے لیے گیا ۔ اس کو اپنے محل میں لایا ۔ رات میں خلوت میں لے جا کر خواجہ سرا سے صحبت کا قصد کیا ۔ خواجہ سرا نے اپنی پنڈلی سے خنجر نکال کر اس کے سینہ پر وار کیا اور اس کو قتل کر دیا ۔ یہ عجیب واقعہ ۹۸۸ھ/۱۵۸۹ء میں ہوا[1] ۔ اس کی مدت حکومت پچیس سال رہی اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ تین عادل خاں تھے جن میں سے ہر ایک کی حکومت پچیس سال رہی ۔

۱- ۲۳ ماہ صفر بروز جمعرات ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء کو یہ حادثہ ہوا (فرشتہ ۲/٦م) نیز دیکھیے بساتین السلاطین ، ص ۱۴۰ - ۱۴۴ -

ذکر ابراہیم عادل خاں بن اسماعیل[1]

وہ علی عادل خاں کا بھتیجا تھا ۔ ابراہیم عادل خاں کامل خاں کی کوشش سے نو سال کی عمر میں تخت نشین ہوا ۔ کشور خاں نے جو بڑے امیروں میں سے تھا ، کامل خاں کو قتل کر دیا اور خود وکیل ہو گیا ۔ کشور خاں کو مع اس کی اولاد کے مصطفیٰ خاں نے قتل کر دیا اور وکالت کے فرائض دلاور خاں حبشی کے سپرد ہوئے ۔ اس نے امامیہ مذہب ختم کرکے مذہب اہل سنت و الجماعت کو رواج دیا ۔ دلاور خاں نے نو سال کا زمانہ نہایت استقلال کے ساتھ گزارا ۔ ابراہیم عادل خاں نے دوسرے امیروں کے مشورہ سے دلاور خاں کا ارادہ کیا ۔ دلاور خاں بھاگ کر احمد نگر ، برہان نظام الملک کے پاس چلا گیا اور اس کو ترغیب دے کر عادل خاں کے اوپر لے آیا ، لیکن کچھ نہ کر سکا اور واپس ہو گیا ۔ ابراہیم عادل خاں نے فوج بھیج کر دلاور خاں کو بلا لیا اور اسے اندھا کرا دیا ۔ آج تک کہ ۱۰۰۲ھ/۹۴-۱۵۹۳ء ہے چودہ سال کا عرصہ ہوا کہ ابراہیم حکومت کر رہا ہے[2] ۔

• • •

۱- فرشتہ (۲/۷۳) ۔ بساتین السلاطین ، ص ۱۵۲ و برہان مآثر ، ص ۵۱۰ میں ابراہیم عادل خاں کے باپ کا نام طہماسپ شاہ تحریر ہے ۔

۲- ابراہیم عادل خاں کا انتقال ۱۱ محرم ۱۰۳۷ھ کو ہوا ۔ (بساتین السلاطین ، ص ۲۸۲) ۔

[۸۱] سلسلہ قطب الملکیہ

ذکر سلطنت سلطان قلی قطب الملک ہمدانی

سلطان قلی ، میر علی شکر آقا قونیلو کی قوم سے تھا[1] اور سلطنت بہمنیہ کے پانچ وزیروں میں سے تھا ۔ چونکہ سلطان محمود بہمنی غلاموں کی بہت رعایت کیا کرتا تھا ، لہذا خود کو فروخت کرکے غلاموں میں داخل ہو گیا[2] ۔ اور ولایت گولکنڈہ پر قابض ہوا[3] ۔ چوبیس سال حکومت

۱- قراقوہنلو ترکستان کا ایک بڑا قبیلہ تھا ۔ اس میں کئی مشہور حکمران گزرے ہیں ۔ سلطان قلی کا تعلق بھی اس قبیلہ سے تھا ۔ اس کے باپ کا نام اویس قلی تھا ۔ وہ اپنے چچا اللہ قلی کے ہمراہ دکن آیا ، کیونکہ عراق میں اس کی جان کے بھی لالے پڑ گئے تھے ۔ یہاں آ کر اس نے قسمت آزمائی کی ۔ پروفیسر عبدالمجید صدیقی نے تاریخ گولکنڈہ میں اس کے خاندان ، ابتدائی حالات ، دکن میں آمد وغیرہ کو تفصیل سے لکھا ہے اور خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ محمود شاہ بہمنی کے زمانہ میں وارد دکن ہوا ۔ ملاحظہ ہو تاریخ گولکنڈہ از پروفیسر عبدالمجید صدیقی (ادارہ ادبیات اردو ، حیدر آباد دکن ۱۹۶۴ء) ، ص ۱۷ - ۲۶ (آئندہ اس کتاب کا حوالہ ”صدیقی“ سے دیا جائے گا)

۲- پروفیسر عبدالمجید صدیقی نے اس نظریہ کی تغلیط کی ہے اور بتایا ہے کہ اس نے اپنی قابلیت ، بہادری اور دکن کے سیاسی حالات کی بنا پر آہستہ آہستہ یہ مرتبہ حاصل کیا ۔ پہلے شاہی حرم کا محاسب مقرر ہوا اور خواص خاں کا خطاب حاصل کیا ۔ پھر شاہی خدمات و وفاداری کے صلہ میں اس نے قطب الملک کا خطاب حاصل کیا ۔ (صدیقی ، ص ۲۸ - ۳۰) ۹۰۱ھ/۱۴۹۶ء میں سلطان قلی تلنگانہ کا صوبیدار مقرر ہوا ۔ بقول فرشتہ سلطان قلی ۹۱۸ھ/۱۵۱۲ء میں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

کی اور اس کے بعد انتقال ہو گیا ۔

ذکر جمشید قطب الملک بن سلطان قلی

باپ کے بعد جمشید اس کا جانشین ہوا ۔ سات سال حکومت کی[1] ۔

ذکر ابراہیم قطب الملک بن سلطان قلی

ابراہیم ، اپنے بھائی کے بعد گولکنڈہ کا حاکم ہوا[2] دانشمند اور مدبر

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

خود مختار بن بیٹھا ، مگر پروفیسر صدیقی کی رائے ہے ، (ص ۳۶) کہ وہ محمود شاہ بہمنی کے انتقال ۹۲۴ھ/۱۵۱۸ء کے بعد خود مختار ہوا۔

۳- سلطان قلی نے اپنے صوبہ میں انتظام کے ساتھ ساتھ فتوحات بھی کیں اور ۹۲۴ھ/۱۵۱۸ء میں اس نے گولکنڈہ کو ''محمد نگر'' کے نام سے موسوم کرکے اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا (صدیقی ، ص ۳۹) اواخر جمادی الاولی ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء میں سلطان قلی فوت ہوا ۔ (صدیقی ، ص ۴۳) ۔

۱- پروفیسر عبدالمجید صدیقی لکھتے ہیں کہ ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء میں جمشید قطب شاہ ، جس کا اصل نام ''یار قلی جمشید خاں'' تھا گولکنڈہ کے تخت پر بیٹھا اور ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ء تک سات سال حکومت کی ۔ اس کا یہ سات سالہ عہد حکومت تاریخ گولکنڈہ کا تاریک باب ہے ، گو تخت نشین ہونے کے بعد اس نے رعایا کو خوش کرنے کی کوشش کی اور انعام و اکرام سے سرفراز کیا ۔ اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ۔ سلاطین دکن کی طرف سے تعزیت و تہنیت وصول ہوئی ، مگر اس کے باوجود راعی و رعایا میں خوشگوار تعلقات پیدا نہ ہو سکے ۔ برید شاہیوں سے اس کی معرکہ آرائیاں رہیں اور بالآخر وہ سرطان کے مرض میں ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ء میں فوت ہوگیا (صدیقی ، ص ۴۷ - ۵۷) ۔

۲- ابراہیم قطب الملک ۱۲ رجب ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ء بروز شنبہ تخت نشین ہوا ، لیکن اس سے قبل اس نے سات سال جلا وطنی میں گزارے ۔ کبھی بیدر کا رخ کیا ، تو کبھی بیجا پور پہنچا اور آخر الامر بعد خرابی بسیار اور کوشش بلیغ تخت کا مالک ہوا تفصیل کے لیے دیکھیے ۔ (صدیقی ، ص ۶۱ - ۷۲) ۔

انسان تھا[1] ، لیکن مغلوب الغضب بھی تھا ۔ معمولی خطا پر بندگانِ خدا کو عجیب و غریب سزائیں دیتا ۔ اکثر وہ حکم دیتا کہ مظلوم کے ناخنوں کو انگلیوں سے علیحدہ کر کے اور برتن میں رکھ کر اس کے سامنے پیش کرو[2] ۔ روزانہ بہت سے کھانے اس کے دسترخوان پر ہوتے ۔ قاعدہ تھا کہ تمام ملازمین اس کے ہمراہ کھانے میں شریک ہوتے ۔ کھانے بہت پرتکلف ہوتے تھے ۔ اس نے پینتیس سال حکومت کی[3] ۔

۱۔ ابراہیم قطب الملک کی تخت نشینی کے بعد دکن کا سیاسی مطلع بے حد غبار آلود رہا اور دکن کی سلطنتوں میں مملکتی لڑائیاں اس قدر زور شور سے شروع ہوئیں کہ ان کی روک تھام بہت مشکل ہو گئی مختلف لڑائیاں خود قطب الملک کو لڑنی پڑیں جن میں جنگ تالی کوٹ (۲۰ جمادی الاخریٰ ۹۹۲ھ مطابق ۲۳ جنوری ۱۵۶۵ء) بھی ہے ۔ غرض ابراہیم قطب الملک نے سلطنت کو استحکام بخشا اور سلطنت میں بہت سے علاقے شامل کر لیے اور باقاعدہ نظم و نسق قائم کر کے سلطنت کو پرامن بنا دیا ۔ تعمیرات اور علوم و فنون کی بھی ترقی ہوئی ۔

۲۔ پروفیسر عبدالمجید صدیقی لکھتے ہیں :

''ابراہیم کے حسن انتظام کی وجہ سے چوری کا ارتکاب تو کجا چوری کا لفظ زبان پر نہیں آتا تھا ۔ سزاؤں کی دہشت کی وجہ سے چوری اور قزاقی بالکل مفقود ہو گئی ، نیز کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی تھی ۔ جہاں کہیں جدید فتوحات ہوتی تھیں ، پہلے وہاں کے چوروں اور مفسد کا خاتمہ کیا جاتا تھا ۔ سلطنت کے تمام راستے بے خطر تھے اور مسافر بے کھٹکے بغیر قافلہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلے جاتے تھے'' ۔

(صدیقی ، ص ۱۰۴ - ۱۰۵) ۔

۳۔ فرشتہ (۲/۷۲) نے لکھا ہے کہ ابراہیم قطب الملک ۹۸۹ھ/۱۵۸۰ء ہجری میں فوت ہوا ۔ پروفیسر صدیقی ، (ص ۱۰۵) لکھتے ہیں کہ وہ ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء میں راہی ملک عدم ہوا ۔

محمد قلی قطب شاہ

محمد قلی اپنے باپ کا قائم مقام ہوا[1] ۔ وہ ایک عورت پر کہ جس کا نام بھاگ مستی تھا عاشق ہو گیا اور ایک شہر آباد کرا کر اس کا نام بھاگ نگر رکھا[2] ۔ [۸۲] اس فاحشہ کے پاس ایک ہزار سوار ملازم تھے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے تھے اس ۱۰۰۲ھ/۹۴ - ۱۵۹۳ء مطابق از جلوس سال الٰہی ہے ۔ نو سال ہو گئے[3] کہ حکومت کر رہا ہے[4] ۔

• • •

۱- ابراہیم قطب الملک کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا ۔ اگرچہ اس سے بڑے بھائی بھی تھے ، مگر ایسے حالات پیدا ہوئے کہ وہ تخت کا وارث بن گیا (صدیقی ، ص ۱۱۱ - ۱۱۲) محمد قلی قطب شاہ ۴ ۱ رمضان ۹۷۳ھ/۱۵۶۵ء کو پیدا ہوا تھا ۔ اس نے بغاوتوں کو فرو کیا ، نئے نئے قلعے اور علاقے فتح کیے اور ہمسایہ طاقتوں سے تعلقات استوار کیے (صدیقی ، ص ۱۲۶ - ۱۳۸) ۔

۲- محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدر آباد تعمیر کرایا ۔ اس کی تعمیر کی تہ میں عشق و محبت کی داستان پوشیدہ ہے تفصیل کے لیے دیکھیے :

(۱) صدیقی ، ص ۳۰۷ - ۳۰۹ ۔

(۲) فرشتہ ، ص ۱۷۳ ۔

۳- محمد قلی قطب شاہ ابراہیم قطب الملک کی وفات ۹۸۸ھ یا ۹۸۹ھ کے بعد تخت نشین ہوا تو اس حساب سے ۱۰۰۲ھ میں اس کی حکومت کو تیرہ چودہ سال ہوتے ہیں ۔

۴- ۱۷ ذی قعدہ ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۲ء کو محمد قلی قطب شاہ فوت ہوا ۔ (صدیقی ، ص ۱۵۶) ۔

طبقہ سلاطین گجرات

۷۹۳ھ/۱۳۹۰ء سے ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء تک کہ جب گجرات اکبر بادشاہ کے قبضہ میں آیا ، (یہاں) ایک سو ستاسی سال تک پندرہ آدمیوں نے حکومت کی ، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

۱۔ سلطان محمد بن سلطان مظفر ۔ دو ماہ اور چند روز

۲۔ سلطان مظفر شاہ ۔ تین سال آٹھ مہینے اور بیس دن

۳۔ سلطان احمد ۔ بتیس سال چھ مہینے اور بیس دن

۴۔ سلطان محمد بن احمد ۔ سات سال اور چار مہینے

۵ سلطان قطب الدین احمد شاہ ۔ سات سال چھ مہینے اور تیرہ دن

۶۔ داؤد شاہ ۔ سات دن

۷۔ سلطان محمود شاہ ۔ پچپن سال گیارہ مہینے اور دو دن

۸۔ سلطان مظفر بن محمود ۔ چودہ سال اور نو مہینے

۹۔ سلطان سکندر ۔ دو مہینے سولہ دن

۱۰۔ سلطان محمود ۔ چار مہینے

۱۱۔ سلطان بہادر ۔ گیارہ سال اور نو مہینے

۱۲۔ سلطان محمد شاہ ۔ ڈیڑھ مہینے

۱۳۔ سلطان محمود بن لطیف شاہ ۔ اٹھارہ سال اور چند روز

۱۴۔ سلطان احمد ۔ تین سال اور چند مہینے

۱۵۔ سلطان مظفر بن محمود ۔ سولہ سال اور چند مہینے

اعظم ہمایوں ظفر خاں

کتب تاریخ میں تحریر ہے کہ جب نظام مفرح کا ظلم کہ جس کا

خطاب راستی خاں تھا[1] اور جو سلطان محمد بن سلطان فیروز شاہ کی طرف سے گجرات کا حاکم تھا ، اطراف عالم میں مشہور ہوا اور ستم رسیدہ مظلوم [۸۳] اور گجرات کے جور کشیدہ غم گیں شہروں سے فریاد کرنے کے لیے دارالملک دہلی پہنچے اور اس کے ظلم و ستم کو سلطان محمد شاہ کے سامنے بیان کیا گیا اور اس کے طغیان و سرکشی کی تفصیل بیان کی گئی[2] ، تو سلطان محمد شاہ نے بہت غور و خوض کے بعد اعظم ہمایوں ظفر خاں بن وجیہہ الملک پر نوازش کی اور گجرات کی جاگیر اُسے مرحمت فرمائی - تیسری ربیع الاول ۷۹۳ھ/۱۳۹۱ء کو اعظم ہمایوں ظفر خاں کو چتر اور سرخ بارگاہ جو بادشاہوں کے لیے مخصوص ہے ، عطا فرمایا اور ملک گجرات کی طرف اسے بھیج دیا -

اس نے اسی دن شہر سے نکل کر خوض خاص پر منزل کی اور ماہ مذکور کی چوتھی تاریخ (۴ ربیع الاول ۷۹۳ھ/۱۳۹۱ء) کو سلطان محمد نے ظفر خاں منزل پر پہنچ کر اس کو کچھ نصیحتیں کیں اور خلعت خاص عنایت کرکے شہر کو واپس چلا آیا - کہتے ہیں کہ جب وزیروں نے حکومت کا فرمان لکھا ، تو سلطان کے حکم کے مطابق القاب کی جگہ خالی چھوڑ دی - اس نے خود اپنے قلم سے القاب لکھا اور وہ یہ ہے[3] :

''برادرم مجلس عالی ، خانِ معظم ، عادل ، بادل ، مجاہد ، مرابط ، ضابط ، مقسط از عیسیٰ ، سعدالدین ، ظہیر الاسلام و المسلمین ، عضدالسلطنت ، یمین الملت ، قامع الکفرۃ و المسلمین ، قاطع

۱- مولانا ابو ظفر ندوی لکھتے ہیں کہ نظام مفرح کا خطاب فرحتہ الملک اور نام راستی خاں بن ملک فتح الملک ہے (تاریخ گجرات ، ص ۲۵ ہ ، آئندہ اس کا حوالہ ''ندوی'' سے دیا جائے گا) -

۲- نظام مفرح فرحتہ الملک ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء سے ۷۹۳ھ/۱۳۹۰ء تک گجرات کا صوبیدار رہا - اس نے گجرات میں خوب غلبہ اور استحکام حاصل کر لیا - تفصیل کے لیے دیکھیے :
(۱) ندوی ، ص ۲۵ ہ تا ص ۳۵ ہ -
(۲) فرشتہ ۲/۱۷۸ -

۳- فرشتہ ۲/۱۷۹ -

الفجرۃ و المتمر دین ، قطب سماء المعالی ، نجم فلک الاعالی ، صفدر روز و نما ، تہمتن قلعہ کشا ، کشور گیر ، آصف تدبیر ، ضابط الامور ، ناظم مصالح جمہور ، ذوالمیاض و السعادات ، صاحب البرا و الکفایات ، ناشر العدل و الاحسان ، دستور صاحب قران ، الغ قتلغ اعظم ہمایوں ظفر خاں'' ۔

القصہ متواتر کوچ کرکے وہ گجرات کو روانہ ہوا ۔ راستہ میں خبر آئی کہ تاتار خاں بن ظفر خاں کے یہاں کہ جو سلطان محمد شاہ کا وزیر تھا۔ لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام احمد خاں رکھا گیا ۔ ظفر خاں اس خوشخبری کو سن کر [۸۴] بہت خوش ہوا ۔ اس نے ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا ، اکثر لشکریوں کو انعام میں خلعت دیے ۔ جب وہ ناگور کے علاقہ میں پہنچا ، تو کنبایت کے لوگ نظام مفرح کے بارے میں فریاد لے کر آئے ۔ ظفر خاں نے اس جماعت کو دلاسا دیا اور نہروالہ کا قصد کیا ۔ جب وہ نہروالہ کہ جو آج کل پٹن مشہور ہے ، پہنچا ، تو اس نے ایک خط ملک نظام مفرح کو لکھ کر بھیجا کہ محمد شاہ کے حضور میں یہ اطلاع ہو گئی ہے کہ ملک نظام مفرح نے چند سال کا محصول جو خالصہ شاہی تھا ، اپنی ضروریات میں صرف کر لیا ہے اور ایک دینار بھی شاہی خزانہ میں نہیں پہنچایا ۔ اس کے علاوہ اس علاقہ کے باشندوں پر ظلم و جور شروع کر دیا اور اس علاقہ کے شہریوں کو عام طور سے رنجیدہ کیا ہے ۔ یہاں کی رعایا دو مرتبہ دہلی فریاد لے کر پہنچی ۔ چونکہ اس نواح کے تمام ملکی معاملات کا انتظام میرے سپرد کیا گیا ہے ، اس لیے بہتر یہ ہے کہ خالصہ کا جس قدر (وصول شدہ) محصول موجود ہو ، فوراً نہایت عجلت کے ساتھ دہلی روانہ کر دو اور مظلوموں کو تسلی دے کر خود بھی دارالملک دہلی چلے جاؤ ۔

ملک نظام مفرح نے جواب میں لکھ کر بھیجا کہ چونکہ بہت سفر کرکے آئے ہو ، لہذا وہیں قیام کرو اور زیادہ تکلیف نہ کرو ۔ میں وہیں آ کر حساب کر دوں گا ، لیکن شرط یہ ہے کہ مجھ کو موکل کے سپرد نہ کیا جائے ۔ جب یہ جواب پہنچا ، تو اس کی بغاوت و سرکشی کا یقین ہو گیا ۔ اعظم ہمایوں ظفر خاں نے لشکر کی تیاری کر دی ۔ چند روز کے بعد یہ خبر پہنچی کہ ملک نظام مفرح بھاری جمعیت کے ساتھ اس طرف کا

ارادہ رکھتا ہے اور متواتر کوچ کرتا ہوا آ رہا ہے ۔ اعظم ہمایوں بھی لشکر آراستہ کرکے جنگ کے ارادہ سے شہر پٹن سے باہر نکلا[۱] ۔

ساتویں صفر ۷۹۴ھ/۱۳۹۱ء کو موضع کا ابہو[۲] میں کہ جو پٹن سے بارہ کوس پر ہے ، [۸۵] سخت جنگ ہوئی ۔ ملک نظام مفرح اپنی منتخب فوج کے ساتھ ظفر خاں تلاش میں تھا اور قضائے آسمانی کی طرح نشیب و فراز میں دوڑ رہا تھا کہ اسی اثنا میں ظفر خاں کی فوج میں سے ایک شخص نے اس پر فتح پائی ایک کاری زخم لگایا اور وہ اس زخم کی وجہ سے گھوڑے سے گر پڑا ۔ فوراً اس کا سر کاٹ کر ظفر خاں کی خدمت میں لایا گیا[۳] ۔

بیت

اجل چوں بخونش در آورد دست
قضا چشم باریک بینش بہ بست
کلید ظفر تا نباشد بہ دست
ببازو در فتح بتواں شکست

اس واقعہ سے نظام مفرح کے لشکر کو شکست ہوگئی ۔ بہت آدمی مارے گئے ۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا ۔ ظفر خاں نے تھوڑے راستہ تک تعاقب کیا ، پھر شہر پٹن کو واپس آ گیا اور تمام پرگنوں میں اپنے گماشتوں کو بھیج دیا[۴] ۔

۷۹۵ھ/۹۳-۱۳۹۲ء میں ان سرکشوں کو سزا دینے کے لیے کہ جو کنبایت کے نواح میں فتنہ و فساد برپا کر رہے تھے ، روانہ ہوا ۔ اس جگہ کو مخالفین سے پاک کر دیا اور رعایا کے دلوں پر کہ جو نظام مفرح کے ظلم کے نشتروں سے زخمی ہو گئے تھے ، عنایت و التفات کا مرہم رکھا ۔ وہاں سے قصبہ اساول روانہ ہوا ، چند روز وہاں ٹھہرا ۔ تمام جمہور اور

۱۔ فرشتہ (۱۷۹/۲) ، ندوی ، ص ۳۷ ۔
۲۔ اس لفظ کے اختلاف نسخ کے لیے ملاحظہ ہو ندوی ، ص ۳۷ ۔
۳۔ فرشتہ (۱۷۹/۲) نے لکھا ہے کہ نظام مفرح نہر والہ چلا گیا ۔
۴۔ ملاحظہ ہو ندوی ، ص ۳۷ - ۳۸ ۔

عوام کو رضامند اور شکر گزار کیا اور وہاں سے واپس ہو کر پٹن آیا[۱] ۔

۷۹۶ھ/۹۴-۱۳۹۳ء میں خبر پہنچی کہ سلطان محمد شاہ بن سلطان فیروز شاہ نے دارالملک دہلی میں انتقال کیا اور سلطنت کے کاموں میں بدنظمی ہے ۔ اکثر زمیندار سرکش ہو گئے ہیں ۔ خاص طور سے راجا ایدر اطاعت و فرمانبرداری سے بالکل منحرف ہو گیا ہے ۔ [۸۶] ظفر خاں نے فوج کا ساز و سامان کیا اور بے انتہا لشکر اور کوہ پیکر ہاتھی لے کر متواتر کوچ کرتا ہوا راجا ایدر کو سزا دینے کے لیے روانہ ہوا ۔ چونکہ جلد پہنچ گیا ، لہٰذا محاصرہ کر لیا ۔ راجا ایدر کو قلعہ داری کے سامان کی فرصت بھی میسر نہ آئی اور وہ مجبوراً قلعہ بند ہو گیا ۔ مظفر کی فوجوں نے ولایت ایدر کے اطراف کو گھیر لیا اور تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا ۔ جو بت خانہ ملا ، اس کو خاک برابر کر دیا ۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اہل قلعہ میں ایسا قحط اور عسرت ہو گئی کہ راجا ایدر نے نہایت عاجزی سے اپنے وکیلوں کو بھیج کر خطاؤں کی معافی چاہی ۔ ظفر خاں نے وہ پیشکش جو وہ چاہتا تھا ، اس سے لی اور اس کے بعد سومنات پر جہاد کرنے کا ارادہ کیا[۲] ۔

اسی اثنا میں خبر پہنچی کہ ملک نصیر راجا نے کہ جو عادل خاں کے نام سے مشہور تھا اور اسیر کا حاکم ہے ، اپنی مقدرت سے زیادہ ہاتھ پاؤں نکالے ہیں اور ندربار کے بعض دیہات کو نقصان پہنچایا ہے ۔ اعظم ہمایوں نے اپنی مملکت کی حفاظت کو بت خانہ سومنات کی فتح پر مقدم سمجھا اور متواتر کوچ کرکے ندربار کی طرف متوجہ ہوا ۔ عادل خاں یہ خبر سن کر اپنی ولایت کو واپس چلا گیا ۔ اس نے اس ملک کے رہنے والوں پر مہربانیاں کیں اور دارالحکومت پٹن واپس آ گیا[۳] ۔

۷۹۷ھ/۹۵-۱۳۹۴ء میں (ظفر خاں) لشکر فراہم کرکے صوبہ

۱- فرشتہ ۲/۱۷۹ ۔ ندوی ، ص ۴۳۸ ۔

۲- فرشتہ ۲/۱۷۹ - ۱۸۰ ۔ ندوی ، ص ۴۳۸ - ۴۳۹ ۔

۳- فرشتہ ۲/۱۸۰ ۔

جرولدا[1] کی جانب کہ جو پٹن کی مغربی سمت میں واقع ہے ، روانہ ہوا اور چند مقامات پر حملہ کرکے اس نواح کے بڑے لوگوں سے نذرانے لیے اور بت خانہ سومنات کی بربادی کے ارادہ سے اس طرف متوجہ ہوا ۔ راستہ میں راجپوتوں کو قتل کیا ۔ [۸۷] جہاں کہیں بت خانہ نظر آتا ، اس کو برباد کر دیتا ۔ جب وہ سومنات پہنچا ، تو بت خانہ میں آگ لگا دی اور سومنات کے بت کو توڑ ڈالا ، وہاں کے کافروں کو قتل کیا اور شہر کو برباد کر دیا ۔ جامع مسجد کی بنیاد ڈالی اور مناسب ارباب شریعت کو متعین کیا ۔ تھانے قائم کرکے وہ پٹن کو لوٹ آیا[2] ۔

۷۹۸ھ/۹۶-۱۳۹۵ء میں اعظم ہمایوں کو خبر ملی کہ مدل کرہ[3] کے راجپوت ایسے غالب آ گئے ہیں کہ ان کے مظالم کی وجہ سے مسلمانوں نے اپنے اپنے وطن چھوڑ دیے ہیں ۔ ظفر خاں نے گجرات کے لشکر کو جمع کیا ، متواتر کوچ کرتا ہوا وہاں پہنچا اور اس نواح کے دشت و صحرا کو گھیر لیا ۔ وہاں کا راجا اپنے قلعہ کے مستحکم ہونے پر مغرور تھا ۔ (اعظم ہمایوں) قلعہ داری کی جانب متوجہ ہوا ۔ فتح مند فوجوں نے قلعہ اور پہاڑ کو دائرہ کے مرکز کی طرح گھیر لیا اور چاروں طرف منجنیقیں نصب کرا دیں ۔ روزانہ راجپوتوں کی ایک جماعت پتھروں سے سنگسار ہوتی تھی ۔ چونکہ قلعہ اتنا مستحکم تھا کہ منجنیقوں سے کام نہ بن سکا ، لہذا ظفر خاں نے حکم دیا کہ (قلعہ کے) چاروں طرف ساباط تیار کیے جائیں ۔ ساباطوں کے تیار ہو جانے کے باوجود قلعہ فتح نہ ہو سکا ۔ آخرکار ایک سال اور چند ماہ کے محاصرہ کے بعد راجپوتوں نے نہایت عاجزی کے ساتھ امان طلب کی ۔ عورتوں اور مردوں نے اپنے اپنے سروں کو ننگا کرکے پناہ چاہی اور نذرانہ دینا قبول کرکے یہ اقرار کیا کہ وہ ہر سال بغیر طلب کیے ہوئے خراج پٹن پہنچائیں گے اور اب مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے ۔

۱- اس نام میں بھی اختلاف ہے ۔ فرشتہ (۱۸۰/۲) نے جھرند لکھا ہے ۔
۲- فرشتہ ۱۸۰/۲ ۔
۳- مدل کرہ (منڈل گڑھ) ۔

اعظم ہمایوں نے اپنی طبعی رحم دلی اور فطری مہربانی سے اس گروہ کے عذر کو قبول کرکے امان دے دی اور پیشکش لے کر سالانہ خراج مقرر کر دیا ۔ وہاں سے مطمئن ہوکر شیخ الطریقت خواجہ [۸۸] معین الدین حسن سجزی کے مزار کی زیارت کے لیے روانہ ہوا[۱] ۔ اس صوبہ کے قصبات کو برباد و تاراج کر دیا اور آبادی کا نشان تک نہ چھوڑا ۔ اس نواح کو برباد کرکے دندوانہ کی طرف چلا ۔ ولایت دیلوارہ و جلوارہ کو تاراج کرکے بہت سے قیدی اور مال غنیمت لایا ۔ سترھویں رمضان ۸۰۰ھ/۱۳۹۸ء کو پٹن واپس ہوا ۔ چونکہ اس حملہ میں تین سال گزر گئے ۔ لہذا اعظم ہمایوں نے حکم دیا کہ ایک سال تک فوج سے خدمات نہیں لی جائیں گی ۔ ۸۰۰ھ/۱۳۹۸ء کے آخر میں اس کا لڑکا تاتار خاں کہ جو سلطان محمود بن سلطان محمد بن فیروز کا وزیر تھا ، ملو خاں کے غلبہ و اقتدار کی وجہ سے فرار ہوکر اپنے باپ کے پاس گجرات آ گیا جس کے حالات طبقہ دہلی میں تحریر ہوئے ہیں[۲] ۔

مختصر یہ کہ تاتار خاں نے غیرت کی وجہ سے اپنے باپ سے بہت التجا کی کہ وہ لشکر لے جا کر اقبال ملو خاں سے بدلہ لے ۔ اعظم ہمایوں ظفر خان نے لشکر کا انتظام شروع کیا ۔ لوگوں کو تسکین دی ، لیکن چونکہ مرزا پیر محمد نبیرہ حضرت صاحبقرانی امیر تیمور گورگاں ملتان کو فتح کر چکا تھا اور سارنگ خاں کو گرفتار کر لیا تھا ، لہذا اعظم ہمایوں نے اس ارادہ کو پورا کرانے کے لیے کچھ غور کیا ، کیونکہ وہ اپنی دانشمندی سے یہ سمجھ چکا تھا کہ مرزا پیر محمد ، حضرت صاحبقرانی کا مقدمہ ہے ۔ اتفاق سے چند روز کے بعد ۸۰۱ھ/۱۳۹۹ء میں خبر آئی کہ امیر تیمور لشکر عظیم کے ساتھ دہلی کے اطراف میں آ گیا ہے ۔ ظفر خاں نے اپنے لڑکے کو تسلی دی اور دہلی کے ارادہ کو مناسب وقت کے لیے موقوف کر دیا ۔ [۸۹]

اس موقع پر آپس میں اتفاق کرکے ولایت ایدر کا قصد کیا اور متواتر کوچ کرکے قلعہ ایدر کا محاصرہ کر لیا ۔ وہ روزانہ ولایت ایدر کے

۱- فرشتہ ۲/۱۸۰ -

۲- فرشتہ ۲/۱۸۰ -

اطراف میں فوجیں بھیجتا جو تاخت و تاراج کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتی تھیں ۔ ایدر کے راجا نے عاجز ہوکر ایلچی بھیجے اور نذرانہ دینا قبول کیا ۔ چونکہ دہلی کے علاقے فتنہ و آشوب میں مبتلا تھے ، لہذا ظفر خاں نے پیشکش پر اکتفا کر لیا اور ماہ رمضان سنہ مذکور میں پٹن واپس آ گیا ۔ اسی دوران میں دہلی سے کثیر تعداد میں لوگ صاحبقراں کے حادثہ کی وجہ سے بھاگ کر پٹن آ گئے ۔ اعظم ہمایوں نے اس جماعت کے اختلاف حالات کے باوجود ان سب پر نوازشیں کیں اور جو جس شفقت کے لائق تھا ، وہ کی گئی ۔ کچھ عرصہ کے بعد سلطان محمود بن سلطان محمد بن سلطان فیروز شاہ ، حضرت صاحبقرانی کے پاس سے بھاگ کر ولایت گجرات میں آ گیا ۔ وہ جس سلوک اور برتاؤ کا مستحق تھا ، ظفر خاں نے وہ نہیں کیا اور وہ مایوس اور رنجیدہ ہوکر مالوہ کی طرف چلا گیا ، جس کا ذکر اپنے موقع پر ہوا ہے ۔

۸۰۳ھ/۱ - ۱۴۰۰ء میں اعظم ہمایوں نے لشکر کو ایک سال کی تنخواہ دے کر پوری قوت سے پھر ایدر کی فتح کا قصد کیا ۔ جب افواج مظفری نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ، تو چند روز تک متواتر جنگ ہوئی ۔ ایک رات کو راجا ایدر قلعہ کو خالی چھوڑ کر بیجا پور کی طرف چلا گیا ۔ علی الصبح ظفر خاں قلعہ پر پہنچا اور خدا تعالیٰ کا شکر بجا لایا ۔ اس نے بت خانوں کو توڑ دیا ، قلعہ میں محافظ مقرر کیے اور ولایت ایدر کو سرداروں میں تقسیم کر دیا ۔ اس نواح کے انتظام کے بعد وہ پٹن واپس آ گیا[1] ۔

۸۰۴ھ/۲ - ۱۴۰۱ء میں ظفر خاں کو خبر ملی کہ ہندو اور کافر پھر سومنات کے بت خانہ کے گرد جمع ہو گئے ہیں اور اپنی رسوم کے زندہ کرنے میں نہایت کوشش [۹۰] کر رہے ہیں ۔ اعظم ہمایوں نے اس طرف کا قصد کیا اور اپنے جانے سے پہلے ایک فوج بھیج دی ۔ جب سومنات کے رہنے والوں کو اطلاع ہوئی ؛ تو انھوں نے دریا کے راستہ سے آ کر جنگ شروع کر دی ۔ اعظم ہمایوں بہت جلد اس جگہ پہنچ گیا اور اس جماعت کے مزاج ٹھکانے لگا دیے ۔ جو تلواروں سے بچے ، وہ وہاں سے بھاگ کر

۱- فرشتہ ۲/۱۸۱ ۔

قلعہ بندر دیو‌ا میں داخل ہو گئے ۔ چند روز کے بعد قلعہ کو کھول کر اس جماعت کو قتل کرا دیا اور اس گروہ کے سردار کو ہاتھیوں کے پیروں تلے ڈلوا دیا ۔ بت خانوں کو توڑ کر جامع مسجد بنوائی اور قاضی، مفتی اور اربابِ شریعت مقرر کیے ۔ تھانے قائم کرکے دارالملک پٹن کو وہ واپس آ گیا ۔

۸۰۶ھ/۴-۱۴۰۳ء میں تاتار خاں نے پھر اپنے باپ سے عرض کیا کہ ملو خاں دہلی پر قابض ہو گیا ہے اور باوجودیکہ سلطان محمود قنوج پر قناعت کیے ہوئے ہے، اس کو اس کے حال پر نہیں چھوڑتا ۔ اگر آپ میرے ہمراہ لشکر کر دیں، تو میں جا کر دہلی کو اس کے قبضہ سے نکال لوں اور اپنا انتقام لے کر سلطان محمود کو پھر حکومت پر پہنچا دوں ۔ اعظم ہمایوں نے کہا کہ اس زمانے میں فیروز شاہ کی اولاد میں کوئی شخص قابلِ سلطنت نہیں ہے اور ملو اقبال خاں اب دہلی پر قابض ہے ۔ علمائے دین، اسلامی گروہوں میں، نزاع اور مخاصمت کو کہ جو خونریزی کا سبب ہے، روا نہیں رکھتے ۔ تاتار خاں کو ان باتوں سے تسکین نہیں ہوئی ۔ اس نے کہا آج کل ہم میں یہ طاقت ہے کہ دہلی کی سلطنت کو حاصل کر لیں ۔ بادشاہی اور سلطنت کسی کی میراث نہیں ہے اور یہ شعر پڑھا :

ملک بہ میراث نگیرد کسے
تا نزند تیغ دو دستی بسے

اعظم ہمایوں نے جب یہ دیکھا کہ یہ اپنے اس ارادہ سے باز نہیں آتا ہے، تو اس نے خود حکومت کو ترک کرکے تمام لشکر اور ملک اس کے سپرد کر دیا[۲] ۔

ذکر جلوس تاتار خاں بن اعظم ہمایوں ظفر خاں

جب ظفر خاں نے اپنے اختیارات مملکت کے کاموں سے ختم کر دیے، تو تاتار خاں یکم جمادی الاخریٰ ۸۰۶ھ/۱۴۰۳ء کو قصبہ اساول میں ایک

۱- فرشتہ ۲/۱۸۱ ۔
۲- اعظم ہمایوں ظفر خاں کا حال آگے بزمرہ بادشاہ آ رہا ہے ۔

بڑا جشن منعقد کر کے تخت نشین ہوا ۔ سر پر چتر شاہی رکھ کر سلطان محمد شاہ اپنا خطاب مقرر کیا ۔ مملکت کے امیروں ، بزرگوں اور سرداروں کو خلعتیں عنایت کیں اور جو رقم شاہی تاج پر نچھاور کی گئی تھی ، اس کو اہلِ علم و فضل اور مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیا ۔ وزارت کا عہدہ اعظم ہمایوں کے چھوٹے بھائی شمس خان داندانی کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ فرمان کے سرنامہ پر یہ عبارت لکھی جائے :

''الواثق بتائید الرحمٰن افتخار الدنیا والدین ابو الغازی محمد شاہ بن مظفر شاہ ۔''

سلطنت کا انتظام کرنے کے بعد اس نے ایک زبردست لشکر جمع کیا اور بحکم شعبان سنہ مذکور (۸۰۶ھ/۱۴۰۴ء) کو قصبہ اساول سے دہلی کی طرف روانہ ہوا ۔ راستے میں اس کو خبر ملی کہ راجا نادوت اطاعت و فرمانبرداری سے منحرف ہو گیا ہے ۔ محمد شاہ راستہ ہی سے ولایت نادوت پہنچا ۔ اس کے مواضعات اور قصبات کو برباد کر دیا ، قصبہ سینور میں منزل کی ۔ ایسے وقت میں کہ حکومت شباب پر تھی ، شراب کی کثرت [۹۲] نے اسے ختم کر دیا ۔

بیت

در خاک ریخت آں گل دولت کہ باغ ملک
با صد ہزار ناز بپرورد در برش

اس کی سلطنت کی مدت دو ماہ اور چند روز ہوئی[۱] ۔ جب یہ وحشت ناک خبر علاقہ بھروچ میں اعظم ہمایوں کو ملی ، تو اس کو بہت رنج ہوا ۔ وہ بہت عجلت سے لشکر میں پہنچا اور محمد شاہ کی نعش پٹن بھیج دی ۔ شاہی خط و کتابت میں اس کو شہید لکھا گیا ۔ شمس خان داندانی کی رعایت کر کے ملک جلال کوکھر کو ہٹا کر خطہ ناگور کی حکومت اس کے سپرد کی اور (ظفر خان نے) نہایت غمزدگی اور پژمردگی کے ساتھ ملکی معاملات کو ہاتھ میں لیا ۔ تخت و تاج کو ایک گوشہ میں رکھ دیا ۔

۱۔ دو سال دو ماہ اور چند روز (نولکشور ایڈیشن) ۔

وہ خود کو کوئی امتیاز نہیں دیتا تھا ۔ یہاں تک کہ جب امراء اور ارکانِ دولت نے اصرار کیا ، تو ۸۱۰ھ/۸ - ۱۴۰۷ء میں تخت سلطنت پر بیٹھا ۔ بعض تواریخ میں نظر سے گزرا ہے کہ شمس خاں دالدانی نے مظفر خاں کے اشارہ سے محمد شاہ کو شراب میں زہر دے دیا[1] ۔

ذکر سلطنت ظفر خاں

جب سلطنت گجرات کے ضعف و کمزوری کا زمانہ کہ جو تین سال چار ماہ تھا ، ختم ہوگیا ، تو اعظم ہمایوں ظفر خاں قصبہ بیر پور میں [۹۳] امیروں کے التماس اور بزرگوں کی استدعا پر سلاطین کے طریقہ پر منجموں کی تجویز کی ہوئی نیک ساعت میں تخت نشین ہوا ۔ اس نے اپنا خطاب سلطان مظفر شاہ (مقرر) کیا ۔ خطبہ اور فرمان میں اس کا لقب یہ تھا :

”الواثق باللہ المتان ، شمس الدنیا والدین ، ابو المجاہد مظفر شاہ السلطان ۔“

جو روپیہ تاج شاہی پر نچھاور ہوا تھا ، مستحقین میں تقسیم کر دیا ۔ امیروں ، سرداروں اور بزرگوں کو خلعت دیے اور متواتر کوچ کرتا ہوا ولایت مالوہ کی جانب متوجہ ہوا ۔ جب دھار کے نواح میں پہنچا ، تو سلطان ہوشنگ جنگ کے لیے سامنے آ گیا ، لیکن مظفر شاہ کے حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگا اور قلعہ دھار میں پہنچ کر پناہ لی ۔ آخرکار (وہاں سے) آ کر سلطان سے ملاقات کی ۔ جب وہ سلطان مظفر شاہ کے پاس پہنچ گیا ، تو چونکہ اس نے اپنے باپ دلاور خاں کو زہر دیا تھا اور دلاور خاں اور سلطان مظفر شاہ سے سلطان فیروز شاہ کے دربار میں برادرانہ اور محبت کے تعلقات تھے ، لہذا اس نے سلطان ہوشنگ اور اس کے بعض مقربین کو قید کر دیا اور اپنے بھائی نصرت خاں کو حکومت مالوہ پر مقرر کیا[2] ۔

۱۔ فرشتہ نے محمد شاہ کا حال علیحدہ نہیں لکھا ہے ، بلکہ اعظم ہمایوں ظفر خاں المخاطب بہ مظفر شاہ کے ذیل میں لکھا ہے ۔

۲۔ فرشتہ ۱۸۲/۲ ۔

اسی اثنا میں خبر آئی کہ سلطان ابراہیم شرقی دہلی پر حملہ کرنے کے لیے جونپور سے آ گیا ۔ یہ خبر سن کر مظفر دہلی کی طرف روانہ ہوا ۔ سلطان ابراہیم کو جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان مظفر اس سے جنگ کرنے کے ارادہ سے آ رہا ہے ، تو وہ راستہ ہی سے واپس ہو کر جونپور چلا گیا جس کا بیان طبقہ جونپور میں لکھا گیا ہے ۔

سلطان مظفر اس خبر (واپسی ابراہیم) کو سن کر گجرات کی طرف متوجہ ہوا ۔ وہ سلطان ہوشنگ کو قیدی بنا کر اپنے ہمراہ لے گیا ۔ جب کچھ عرصہ گزر گیا ، تو مالوہ کی رعایا اور فوج نے نصرت خاں کے نامعقول برتاؤ کی وجہ سے اس پر خروج [۸۹] کر دیا اور اس کو خواجہ (تاجر)[1] کی طرح سے دھار سے نکال کر گجرات بھیج دیا ۔ اس کے متعلقین کو تکلیف اور آزار پہنچایا اور سلطان مظفر کی وجہ سے موسیٰ خاں کو جو سلطان ہوشنگ کا داماد تھا ، سردار بنا کر قلعہ مندو میں رہنے لگے ۔ اس خبر کے سننے کے بعد سلطان مظفر نے سلطان ہوشنگ کو قید سے رہا کر دیا ۔ شہزادہ احمد خاں بن محمد شاہ کو اس کی مدد کے لیے نامزد کیا تاکہ مالوہ پر قبضہ کر کے اس کے حوالہ کر دے ۔ شہزادہ احمد خاں قلعہ دھار پہنچا اور ولایت (مالوہ) پر قبضہ کر کے سلطان ہوشنگ کے حوالہ کر دیا اور خود دھود[2] کے راستہ سے گجرات چلا گیا ۔ اس واقعہ کی تفصیل مالوہ کے حالات میں لکھی گئی ہے ۔

آخر ۸۱۲ھ/۱۰-۱۴۰۹ء میں سلطان مظفر کو معلوم ہوا کہ کنتھ کوٹ[3] کہ جو کچھ کے مضافات میں ہے ، کے راجپوت فتنہ و فساد برپا کر رہے ہیں ۔ اس خبر کے سنتے ہی اس گروہ کو سزا دینے کے لیے ایک بڑی فوج مقرر کی ۔ کہتے ہیں کہ خداوند خاں کو شیخ محمد قاسم کی خدمت میں دھود روانہ کیا کہ وہ دعا کریں کہ لشکر اسلام فتح یاب واپس آئے ۔ حضرت شیخ محمد قاسم نے جب اس جماعت کے ناموں کی فہرست

۱- خواجہ وار ہے انگریزی مترجم (ص ۱۸۷) نے خواجہ دار پڑھا ہے ۔ یہ لفظ کچھ واضح نہیں ہے ۔ فرشتہ کے یہاں یہ لفظ نہیں ہے ۔

۲- ایک خطی نسخہ میں دھور ہے ۔

۳- لولکشور ایڈیشن اور ایک خطی نسخہ میں ''کہنہ کوٹ'' ہے ۔

ملاحظہ فرمائی کہ جو لشکر میں نامزد ہوئے تھے ، تو بعض ناموں پر خط کھینچ دیا ۔ اتفاقاً جب مظفر شاہی لشکر مظفر و منصور واپس آیا ، تو جن لوگوں کے ناموں پر خط کھینچ دیے گئے تھے وہ اس جنگ میں شہید ہو گئے ۔

۸۱۳ھ میں شہر نہروالہ پٹن میں سلطان مظفر بیمار ہوا ۔ شہزادہ احمد خاں کو امراء و اراکین کی موجودگی میں تخت [۹۵] نشین کیا ۔ اس کو ''ناصرالدنیا والدین احمد شاہ'' کا خطاب دیا اور حکم دیا کہ اسلامی منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے ۔ اس روز اس کی حکومت کی مدت تین سال آٹھ ماہ اور سولہ روز ہوئی تھی ۔ سلطان احمد شاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد وہ پانچ ماہ تیرہ روز اور زندہ رہا اور صفر ۸۱۴ھ/۱۴۱۱ء[1] میں اس کا انتقال ہوگیا ، پٹن میں دفن ہوا ۔ اس کو ''خدایگانِ کبیر'' کہتے ۔

ذکر سلطنت سلطان احمد شاہ بن سلطان محمد بن سلطان مظفر

جب احمد شاہ تختِ سلطنت پر جلوہ گر ہوا ، تو اس نے امیروں ، اراکینِ سلطنت ، معززینِ شہر اور سرداروں کو بلا کر خلعت عنایت کیے اور عام لوگوں کو انعامات سے سرفراز کیا ۔ دیوانی کے پیشکاروں اور اہل کاروں کو بدستور سابق قائم رکھا ۔ زراعت کی کثرت ، تعمیر مملکت اور عدل و انصاف کے باب میں پوری کوشش کی ۔

جب یہ خبر قلعہ بروده میں فیروز خاں بن سلطان مظفر شاہ کو ملی کہ شہزادہ احمد خاں تخت سلطنت پر بیٹھ گیا ہے ، تو اس نے حسد و کینہ سے بغاوت پر کمر باندھی اور جیون داس کھتری[2] کو وزارت کا منصب دیا ۔ امیر محمود برکی[3] بھی کہ جو کنبایت کا حاکم تھا ، فیروز خاں سے مل گیا اور دوسرے امیر بھی کہ جن کے مزاج میں شرارت تھی ، فیروز خاں [۹۶] کو کامیاب سمجھتے ہوئے اس سے مل گئے اور اس کو

۱۔ فرشتہ (۱۸۲/۲) نے لکھا ہے کہ ۸ ربیع الآخر ۸۱۴ھ/۱۴۱۱ء کو فوت ہوا ۔

۲۔ جیوندو بیاگداس کھتری (فرشتہ ۱۸۲/۲) ۔

۳۔ امیر محمود ترک (فرشتہ ۱۸۲/۲) ۔

کنبایت لے آئے ۔ اس قصبہ میں ہیبت خاں بن سلطان مظفر نے فیروز خاں سے ملاقات کی ۔ چند روز کے بعد سعادت خاں و شیر خاں ابن سلطان مظفر بھی آ کر مل گئے ۔ وہ بھائیوں کے جمع ہو جانے سے قوی پشت ہو کر قصبہ بھروچ کی طرف روانہ ہوا ۔ وہاں سے ایک خط سلطان ہوشنگ غوری کو بھیجا اور مدد چاہی اور یہ قبول کیا کہ ہر منزل پر کئی لاکھ تنکے اخراجات کے لیے دیے جائیں گے ۔ ولایت گجرات میں جہاں جہاں زمیندار تھے ان کو گھوڑے اور خلعتیں بھیج کر موافق کر لیا ۔

جب یہ خبر سلطان احمد شاہ کو ملی ، اس نے لشکر کا انتظام کیا اور متواتر کوچ کرتا ہوا بھروچ روانہ ہوا ، جب وہاں پہنچا ، تو آتش فتنہ کو فرو کرنے کے لیے امیروں کے پاس ایلچی بھیجا اور پیغام دیا :

بزرگ کردۂ حق را فلک نہ بیند خرد
عزیز کردۂ او را جہاں نہ دارد خوار

چوانکہ خدایگان کبیر مظفر شاہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تخت نشین کیا ہے اور امراء ، معززین اور عام لوگوں کی بیعت نے میری بادشاہی کو مضبوط کر دیا ہے ، لہٰذا تم کو چاہیے کہ تم دائرہ اطاعت و فرمانبرداری سے قدم باہر نہ رکھو جس کا انجام بغاوت و فتنہ انگیزی ہے اور جو جاگیریں خدایگان کبیر مظفر شاہ ہر ایک کے لیے نامزد کر چکے ہیں ، اس پر قانع رہو اور مزید عنایات کے امیدوار رہو ۔ ایلچی نے جب یہ پیغام پہنچایا ، تو امیروں نے آپس میں [۹۷] مشورہ کیا اور ہیبت خاں کو جو احمد شاہ کا حقیقی چچا تھا ، اس ایلچی کے ساتھ بھیجا ۔ چونکہ سلطان احمد نے ہیبت خاں پر مزید عنایات کیں ، اس لیے فیروز خاں اور دوسرے خوانین بھی قوت حاصل کرنے کے لیے سلطان احمد کی خدمت میں چلے آئے ۔ اس نے ہر ایک پر مزید نوازش کی اور دلجوئی کر کے قدیم جاگیروں پر ان کو برقرار رکھا ۔ ان حدود کے معاملات کا انتظام بہت خوش اسلوبی سے کیا ۔ اب وہ چاہتا تھا کہ پٹن کی طرف واپس چلا جائے کہ خبر پہنچی کہ سلطان ہوشنگ فیروز خاں کی مدد کے ارادہ سے دھار سے اس طرف آ رہا ہے ۔

سلطان احمد اس خبر کے سنتے ہی قلعہ بھروچ سے متواتر کوچ کر

کے موضع ولنج میں پہنچا - یہاں بھیکن آدم خاں افغان جو سلطان مظفر شاہ کے دور حکومت میں برودہ کا حاکم تھا اور مخالفت کے خیال سے کولوں کھدروں میں گھومتا پھرتا تھا ، خدمت میں حاضر ہو کر شاہی عنایات سے سرفراز ہوا - سلطان احمد چونکہ فیروز خاں کے معاملہ سے فارغ ہو چکا تھا ، لہذا ظاہری و باطنی اطمینان کے ساتھ ہوشنگ سے مقابلہ کے لیے آیا - اپنے سے پہلے عماد الملک کو جنگ کے لیے بھیجا - ہوشنگ شرمسار و شرمندہ ہو کر اپنے علاقہ کو چلا گیا - عماد الملک نے چند منزل تک اس کا تعاقب کیا اور جو زمیندار ہوشنگ سے مل گئے تھے ، ان کو قید کر کے سلطان کی خدمت میں لے آیا -

سلطان احمد شاہ واپس لوٹتے ہوئے جب قصبہ اساول پہنچا اور وہاں کی آب و ہوا اپنے مزاج کے موافق پائی ، تو حقائق پناہ شیخ احمد کھتو[۱] قدس سرہ' کے مشورہ سے استخارہ کے بعد سابرمتی کے کنارے ماہ ذی قعدہ ۸۱۳ھ/۱۴۱۱ء میں ایک بڑے شہر احمد آباد کی تعمیر کی بنیاد [۹۸] رکھی کہ جو ہندوستان کے شہروں میں اپنا جواب نہیں رکھتا ہے - قلعہ ، جامع مسجد اور بہت سے بازار بنوائے - قلعہ کے باہر تین سو ساٹھ محلے آباد کیے کہ ہر محلہ میں بازار ، مسجد اور دیوار بند (فصیل) بنوائی - احمدآباد کو آباد کرنے کے سلسلے میں اگر یہ کہا جائے کہ تمام دنیا کے شہروں میں اس شان و شوکت کا کوئی اور شہر نہیں ہے ، تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا -

۸۱۴ھ/۱۲ - ۱۴۱۱ء میں فیروز خاں اور ہیبت خاں ، ملک بدرعلا کے بھکانے سے جو سلطان خضر کا بہت قریبی عزیز تھا ، پھر بغاوت و سرکشی پر آمادہ ہوگئے - وہ ملک سے باہر نکل آئے اور ایدر کے پہاڑ میں پناہ لی - سلطان احمد شاہ یہ خبر سن کر اس جماعت کے دفع کرنے کی طرف متوجہ ہوا اور جب قصبہ ولنج پہنچا ، تو فتح خاں بن سلطان مظفر کو اپنے سے پہلے روانہ کر دیا - وہ بھی سید ابراہیم نظام مقطع کے بھکانے سے قصبہ مہراسہ چلا گیا اور بھائیوں سے مل گیا - سلطان احمد اس حرکت کے سننے کے بعد مہراسہ کی طرف متوجہ ہوا - ملک بدرعلا اور سید

۱- شیخ احمد کھتو اپنے دور کے نامور شیخ طریقت تھے -

ابراہیم نے کہ جس کا خطاب رکن خاں تھا ، مہراسہ کے قلعہ کے چاروں طرف خندق کھدوائی اور قلعہ داری کے اسباب میں مصروف ہوگیا - فیروز خاں اور ہیبت خاں نے ایدر کے راجا رائے مل[1] کو مدد کے لیے بلایا - وہ موضع انکھور میں جو قصبہ مہراسہ سے پانچ کوس پر ہے ، پہنچا -

[۹۹] جب سلطان احمد قلعہ مہراسہ کے نزدیک پہنچا ، تو پہلے اس نے علماء کی ایک جماعت ملک بدر علا اور رکن خاں کے پاس بھیجی تا کہ وہ اپنی آنکھوں پر سے پردۂ غفلت ہٹا دیں اور حق کو ظاہر کر دیں - جب پیغامبروں کو حسب منشا جواب نہ ملا ، تو وہ واپس آ گئے - سلطان نے از راہِ مہربانی دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں نے تم کو امان دے دی ہے ، جہاں چاہو چلے جاؤ - ملک بدر علا اور رکن خاں نے جواب دیا کہ اگر نظام الملک کہ جو نائب وزیر ہے اور ملک احمد عزیزالملک جو کارگزار اور نائب وکیل در ہے اور ملک سعید الملک اور ملک سیف خواجہ آئیں اور ہم کو اپنے ساتھ لے جائیں ، تو میں خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں - سلطان احمد نے فرمایا کہ امرائے مذکور جائیں ، لیکن بدر علا کے مکر و فریب سے محتاط رہیں اور قلعہ کے اندر نہ جائیں -

جب امرائے مذکور مہراسہ کے قلعہ کے دروازہ کی طرف متوجہ ہوئے ، تو ملک بدر علا اور رکن خاں نے ایک جماعت کو گھات میں مقرر کر دیا اور خرد تواضع سے پیش آیا - ملک نظام اور ملک سعیدالملک کو امراء سے علیحدہ کر کے گفتگو میں مشغول کر لیا - اسی دوران میں ایک جماعت گھات سے نکل آئی اور ملک نظام الملک اور سعید الملک کو گرفتار کر کے قلعہ میں لے گئی - نظام الملک نے بلند آواز سے کہا کہ سلطان سے کہہ دینا کہ قلعہ فتح کرنے میں تاخیر نہ کرے اور ہماری قسمت میں جو لکھا تھا وہ پورا ہوا - ملک‌بدر علا نے دونوں امیروں کے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر ایک اندھیرے گھر میں قید کر دیا - اس بات (دونوں کی گرفتاری) کا سبب یہ تھا کہ ملک بدر علا یہ سمجھتا تھا کہ جب تک یہ امیر مقید ہیں ، قلعہ کو نقصان نہیں پہنچے گا -

---

۱- نولکشور ایڈیشن میں رن مل ہے اور آگے چل کر رن مل ہی لکھا ہے -

سلطان احمد کو جب یہ ماجرا معلوم ہوا ، تو اس نے حکم دیا کہ مورچے تقسیم کر کے چاروں طرف سے حملہ کر دو ۔ پانچویں جمادی‌الاولیٰ ۸۰۴ھ/۱۴۰۱ء [۱۰۰] کو اس نے خود دروازہ (قلعہ) پر حملہ کیا ۔ امیروں اور جواں مردوں نے جب یہ حال دیکھا ، تو وہ خندق میں گھس پڑے اور قلعہ تک پہنچ گئے اور چشم زدن میں چاروں طرف سے قلعہ کی دیواروں پر چڑھ گئے اور ملک نظام الملک کی رہائی کی طرف متوجہ ہوئے ۔ چونکہ ان دونوں امیروں کی موت نہیں آئی تھی ، لہذا وہ ان دونوں کو نکال لائے اور باغیوں کے ہوش ٹھکانے لگا دیے ۔ ملک بدر علا اور رکن خاں جو ان باغیوں کے سردار اور مفسدوں کے رئیس تھے ، قتل کر دیے گئے ۔ فیروز خاں اور ایدر کے راجا اس فتح کی خبر سن کر بھاگے اور کوہ ایدر پر جا کر پناہ لی ۔

چند روز کے بعد ایدر کے راجا رغل نے اس کا تدارک کیا ۔ اس نے فیروز خاں سے غداری کی اور اس کے ہاتھی اور خزانہ اپنے قبضہ میں لا کر سلطان احمد کے پاس بھیج دیے اور خود عاجزی و نیاز مندی کے ساتھ مال‌گزاری دینے پر آمادہ ہوگیا ۔ سلطان مظفر و منصور احمدآباد واپس ہوا ، فیروز خاں مع اپنے بھائیوں کے فرار ہو کر ناگور کے علاقہ میں چلا گیا ۔ جس روز رالا موکل نے فیروز خاں بن شمس خاں دلدانی کے ساتھ ناگور کے حاکم سے جنگ کی ، (اسی دن) فیروز خاں شہید ہو گیا ۔

۸۱۶ھ/۱۴ - ۱۴۱۳ء میں ملک احمد سرکنجی[1] ، ملک شہ ملک ، ملک احمد بن شیر ملک بھیکن[2] آدم خاں افغان [۱۰۱] اور ملک عیسیٰ سالار نے سوئے ہوئے فتنہ کو بیدار کر دیا[3] ۔ انھوں نے بعض سرکش زمینداروں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ملک کے کچھ حصہ پر قبضہ کر لیا ۔ جہاں بھی بدلظمی تھی ، وہاں کے لوگ ان سے متفق ہوگئے ۔ ان حالات

۱- سرگنجی (فرشتہ ۲/۱۸۳) -
۲- بھنکر (فرشتہ ۲/۱۸۲) -
۳- اس وقت سلطان احمد شاہ جلوارہ کی مہم پر گیا تھا ۔ (فرشتہ ۲/۱۸۳) -

میں راجا مندل ، راجا نادوت و بدھول نے سلطان ہوشنگ کو عرضیاں بھیج کر گجرات کی تسخیر پر آمادہ کیا ۔ سلطان ہوشنگ اپنی کم تدبیری کی وجہ سے ان مفسدوں کی امداد و اعانت پر بھروسہ کر کے گجرات کی طرف متوجہ ہوا ۔ سلطان احمد نے جب یہ دیکھا کہ فتنہ کا غبار دو طرف سے اٹھا ہے ، تو اپنے حقیقی بھائی لطیف خاں بن محمد شاہ کو ملک نظام الملک نائب وزیر کے ساتھ ملک شہ اور دوسرے امراء کی گوشمالی کے لیے بھیجا اور خود لشکر آراستہ کرکے سلطان ہوشنگ کے دفعیہ کے لیے متوجہ ہوا ۔ جب وہ موضع باندہو میں جو چاپانیر کے علاقہ میں ہے ، پہنچا ، تو ملک عمادالملک سمرقندی کو ایک بڑی فوج دے کر اپنے سے پہلے بھیج دیا ۔ سلطان ہوشنگ نے جب سنا کہ سلطان احمد کا غلام اس سے جنگ کرنے کے لیے آ رہا ہے ، تو اس نے خود کو اس (غلام) سے اعلیٰ سمجھا اور اپنی ولایت کو واپس چلا گیا ۔ عماد الملک اس گروہ کو جو اس فتنہ کا محرک تھا ، قید کر کے (بادشاہ کے پاس) لے آیا ۔ باریک بیں دانش مندوں سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ سلطان ہوشنگ واپسی کے لیے بہانہ تلاش کر رہا تھا ، ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ وہ بھی اپنے غلام کو عماد الملک کے مقابلہ کے لیے بھیج دیتا اور جب سلطان احمد اپنی فوج سے اس کی مدد کرتا ، یہ خود بھی متوجہ ہو جاتا ۔

سلطان ہوشنگ کی واپسی کے ساتھ ہی مخبر خبر لائے کہ ملک شہ ملک اور دوسرے امراء چونکہ مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے تھے ، [۱۹۲] لہذا بغیر جنگ کیے ہوئے فرار ہو گئے ۔ شہزادہ لطیف خاں کچھ دور تک تعاقب کرنے کے بعد ٹھہر گیا اور شہ ملک نے ان مفسدوں کے ساتھ جو اس سے ملے ہوئے تھے ، رات کے وقت شہزادہ کے لشکر پر شب خون مارا ۔ چونکہ لشکر کے آدمی باخبر تھے ، لہذا وہ کچھ نہ کر سکا ۔ ایک جماعت کو قتل کر دیا اور فرار ہو کر کرنال کے زمیندار کے پاس التجا لے گیا ۔ سلطان احمد نے اس خبر کو سن کر خدا کا شکر ادا کیا ۔ احمد آباد کے باشندوں کو انعام و اکرام دے کر خوش کر دیا ۔

۸۱۷ھ/۱۴۱۴ء میں جب کرنال کے راجا نے شہ ملک اور دوسرے مفسدوں کو اپنی ولایت میں جگہ دے دی ، تو سلطان نے اس کی تادیب اور گوشمالی کا ارادہ کیا ۔ جب وہ کرنال کے قریب جو جونا گڑھ مشہور

ہے ، پہنچا ، تو وہاں کا راجا مع فوج کے قلعہ سے باہر نکلا اور خود قلب لشکر میں جنگ کے لیے شامل ہوا ۔ آخرکار فرار ہو کر کرنال کے قلعہ میں چلا گیا اور اس کے اکثر کارآمد آدمی فرار ہوتے وقت مارے گئے ۔ سلطان احمد نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ، وہ روزانہ فوجوں کو ولایت سورت پر حملہ کرنے کے لیے بھیجتا تھا ، چند روز کے بعد ماہ رجب سنہ مذکور (۸۱۷ھ/۱۴۱۴ء) میں کرنال کے قلعہ کو قہر و غلبہ کے ذریعہ فتح کر لیا ۔ کرنال کا راجا دوسرے لوگوں کے ساتھ کہ جو فتنہ انگیزی میں دخل رکھتے تھے ، بھاگ کر کوہ کرنال پر جا پہنچا ۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے عاجز و درماندہ ہوکر امان طلب کی اور نیچے اُتر آیا اور قدیم دستور کے مطابق مال گزاری ادا کرنی شروع کر دی ۔ سلطان احمد نے شاہ ابو الخیر اور سید قاسم کو مال گزاری وصول کرنے کے لیے چھوڑا اور خود دارالحکومت احمد آباد چلا آیا[1] ۔

۸۲۱ھ/۱۴۱۸ء میں خبر پہنچی کہ اسیرو برہان پور کے حاکم نصر بن عادل خان نے نہایت غرور و تکبر کے ساتھ [۱۰۳] سلطان پور اور ندربار کے بعض مواضعات کو نقصان پہنچایا ہے ۔ اس خبر کے سنتے ہی وہ متواتر کوچ کرکے ندربار کی طرف متوجہ ہوا اور ایک فوج قلعہ تنبول پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجی کہ جو دکن کی سرحد پر واقع ہے ۔ جب لشکر ندربار پہنچا ، تو نصیر عادل خان فرار ہو کر اسیر چلا گیا اور اس جماعت نے جو قلعہ تنبول پر گئی تھی ، سردار کو تسکین اور دلاسا دے کر قلعہ پر قبضہ کر لیا ۔ چونکہ برسات کا موسم تھا ، لہذا جانوروں کو جنگل میں بہت تکلیف ہوتی تھی ۔ سلطان احمد شاہ نے احمد آباد واپسی کا ارادہ کر لیا کہ مخبروں نے خبر دی کہ ایدر ، جنپانیر ، مندل اور نادوت کے راجا متواتر عرضیاں بھیج کر سلطان ہوشنگ کو گجرات لے آئے اور سلطان ہوشنگ قصبہ مہراسہ میں پہنچ گیا ہے ۔

اسی اثناء میں ایک شتر سوار نو دن کے عرصہ میں ناگور سے قصبہ ندربار پہنچا اور فیروز خان بن شمس خان دندانی کا خط اس مضمون کا لایا کہ سلطان ہوشنگ گجرات کی تسخیر کے ارادہ سے آ رہا ہے اور جہاں

۱- فرشتہ ۲/۱۸۴ - ۱۸۵ ۔

خاں کی تحریروں سے اس کو یہ معلوم ہوا تھا کہ مجھ (فیروز خاں) کو آپ (سلطان احمد) سے خلوص نہیں ہے ، اس لیے اس نے مجھے لکھا تھا کہ گجرات کے زمینداروں نے عرضیاں بھیج کر مجھے بلایا ہے اور میں گجرات کا ارادہ رکھتا ہوں ۔ تجھ کو چاہیے کہ جلد تیار ہوکر آ جائے ۔ گجرات فتح ہو جانے کے بعد نہروالہ کی ولایت میں تجھ کو دے دوں گا ۔ چونکہ حضرت (بادشاہ) میرے قبلہ کعبہ ہیں ، مجھ پر یہ لازم و واجب تھا کہ (حضرت کو) اس بات کی اطلاع کر دوں ۔

سلطان احمد نے بارش کے باوجود متواتر کوچ کر کے دریائے نربدہ کو عبور کیا اور دریائے مہندری کے کنارے قیام کیا ۔ جب قصبہ مہراسہ سے ایک ہفتہ کی راہ باقی رہ گئی ، تو جاسوسوں نے سلطان ہوشنگ کو یہ خبر پہنچائی کہ سلطان ہوشنگ نے زمینداران مذکور کو بلا کر ملامت کی اور وہ اپنا سر کھجاتا ہوا واپس ہو گیا ۔ چونکہ سلطان احمد شاہ تنہا آیا تھا ، اس لیے چند روز تک لشکر جمع کرنے کے لیے وہاں [۱۰۳] قیام کیا ۔

اسی دوران میں یہ خبر پہنچی کہ اس فتنہ کی وجہ سے سورت کا راجا بھر مال گزاری ادا کرنے میں سستی کر رہا ہے اور اسیر کے حاکم نصیر بن عادل خاں نے بھی غزنی خاں والد سلطان ہوشنگ سے متفق ہوکر تھانیسر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور مکر و حیلہ سے اس پر قابض ہوگیا ۔ نادوت کے راجا کے صلاح و مشورہ سے وہ سلطان پور کی ولایت میں آیا اور لوٹ مار کرکے واپس چلا گیا ۔ سلطان احمد نے اس خبر کے سنتے ہی محمود خاں کو ایک بڑا لشکر دے کر سورت کی ولایت پر نامزد کیا ۔ اس نے جا کر قدیم دستور کے مطابق سورت کے زمینداروں سے مالگزاری وصول کی ۔ ملک محمود برکی اور مخاص الملک کو نصیر بن عادل کی گوشمالی اور تادیب کے لیے بھیج دیا ۔ ملک محمود اور مخاص الملک نے پہلے نادوت پر حملہ کیا ۔ نادوت کے راجا نے عاجز ہوکر مقررہ پیشکش ادا کر دی ۔ وہاں سے جب سلطان پور کے نواح میں پہنچا ، تو غزنی خاں نے اپنی ولایت کا رخ کیا اور نصیر خاں بن عادل خاں تھانیسر کے قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا ۔ جب محاصرہ طویل ہو گیا ، تو نصیر خاں بن عادل خاں نے ملک محمود برکی کے وسیلہ سے اپنی خطاؤں کی معافی چاہی ۔

سلطان احمد نے اس کی خطائیں معاف کر دیں اور خلعت اور نصیر خاں کے خطاب سے سرفراز کیا ۔

[۱۰۵] جب سلطان ہوشنگ پھر ولایت گجرات میں آیا ، تو وہ اپنے دل میں بغض و کینہ لیے ہوئے تھا ۔ سلطان احمد ماہ صفر سنہ مذکور (۸۲۱ھ/۱۴۱۸ء) میں مالوہ کی ولایت کی تسخیر اور ہوشنگ کی تادیب کے لیے روانہ ہوا ۔ راستہ میں ایدر ، جنپانیر اور نادوت کے راجاؤں کے وکیلوں اور دوسرے زمینداروں نے حاضر ہو کر خطاؤں کی معافی چاہی اور قبول کیا کہ وہ ہر سال کی پیشکش دو چند کرکے بھیجیں گے ۔ سلطان احمد نے اس جماعت کی خطاؤں سے چشم پوشی کرکے ان کی معذرت قبول کر لی ۔ چونکہ مندل کے راجا نے غرور و تکبر کا اظہار کیا اور معافی کا خواستگار نہیں ہوا ، لہذا سلطان احمد نے ملک نظام الملک کو اپنی نیابت میں گجرات چھوڑ کر مندل کے راجا کو سزا دینے کے لیے مقرر کیا اور خود ہوا کی گرمی اور تنگ راستہ کے باوجود مالوہ کی جانب روانہ ہوا ۔ متواتر کوچ کرتا ہوا وہ موضع کالیادہ کے لواح میں پہنچ کر ٹھہرا ۔ سلطان ہوشنگ نے کالیادہ کے نزدیک پہنچ کر ناہموار جگہ منتخب کی اور خود دریائے کالیادہ کے ایک طرف قیام کیا ۔ اپنے سامنے کے رخ پر بڑے بڑے درخت کٹوا کر ان کی باڑھ لگوا دی ۔ سلطان احمد کھلے صحرا میں سواروں کے ساتھ مقیم ہوا اور یہ طے کیا کہ میمنہ پر امیر محمود برکی ، میسرہ پر ملک فرید عماد الملک اور اسباب و سامان پر نصیر الدین عضد الدولہ تعینات ہوں ۔ اسی دوران میں اتفاق سے جب سوار ہو کر جنگ کا ارادہ کیا ، تو اس کا گزر ملک فرید کے ڈیرہ کی طرف ہوا ۔ وہیں ٹھہر کر ایک خدمتگار کو اس کے بلانے کے لیے بھیجا تاکہ اس کو اس کے باپ کا خطاب ''عماد الملک'' عطا کرے ۔ بلانے والا واپس آ گیا اور کہا کہ ملک نے اپنے جسم پر تیل کی مالش کی ہے ، تھوڑی دیر کے بعد آئے گا ۔ اس نے کہا کہ آج جنگ کا دن ہے ۔ مزید تاخیر کرنے میں ندامت و شرمندگی اٹھانے گا اور بغیر توقف کے میدان جنگ کی طرف متوجہ ہوا ۔

[۱۰۶] جب دونوں بادشاہ ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوئے ، تو دونوں لشکر جوش و خروش میں آ گئے ۔ سلطان احمد کی فوج میں سے

ایک ہاتھی نے سلطان ہوشنگ کی فوج کی طرف رخ کیا اور بہت نقصان پہنچایا ۔ سواروں کو مختلف اطراف میں بھگا دیا ۔ غزنی خاں ولد سلطان ہوشنگ نے تیر اندازی کا مظاہرہ کیا اور اس ہاتھی کی پیشانی پر تیر برسا کر لوٹا دیا ۔ ہر طرف سے بہادر جنگ جو نکل آئے اور سلطان احمد کی فوج پر حملہ آور ہوئے ۔ گجرات کی فوج میں بہت اضطراب پیدا ہو گیا ۔ اس دوران میں ملک فرید اپنی فوج لے کر سوار ہوا اور میدان کا رخ کیا ۔ ہر چند کوشش کی ، مگر راستہ نہ ملا ۔ آخرکار ایک شخص نے کہا کہ میں راستہ سے واقف ہوں ، یہ ہو سکتا ہے کہ غنیم کی فوج کے عقب میں پہنچ کر حملہ کر دو ۔ ملک فرید نے اس راستہ کو نعمتِ غیر مترقبہ سمجھا اور چل دیا ۔ اس وقت جبکہ دونوں لشکر ایک دوسرے سے جنگ کر رہے تھے ، ملک فرید کی فوج نے سلطان ہوشنگ کے عقب میں پہنچ کر اچانک حملہ کر دیا ۔ بڑی زبردست جنگ ہوئی ۔ سلطان ہوشنگ اگرچہ بذاتِ خود بہت دلاور اور بہادر تھا ، لیکن جنگ میں فتح حاصل نہ کر سکا ۔ بھاگ کھڑا ہوا اور ایک ہی ہلہ میں قلعہ مندو پہنچ گیا ۔ سلطان احمد اور اس کے لشکریوں کے ہاتھ بہت مالِ غنیمت ہاتھ آیا ۔ مندو ایک کوس رہ گیا تھا ۔ وہاں تک تعاقب کیا ۔ سلطان احمد نے سب طرف فوجیں بھیج دیں ۔ (انھوں نے) اس کی ولایت کو تاخت و تاراج کر دیا ۔ مندو کے نواح کے پھل والے درخت اور بغیر پھل والے درخت سب کاٹ ڈالے ۔ چونکہ برسات کا موسم آ گیا تھا ، لہذا (سلطان احمد) گجرات کو واپس چلا آیا اور ولایت چنپانیر و نادوت کو کہ جو اس کے راستہ میں [۱۰۲] تھیں ، برباد کرتا ہوا گزرا ۔ احمد آباد پہنچ کر کئی مہینے تک جشن منعقد ہوتے رہے ۔ جس کسی نے تھوڑی سی بھی کوشش کی تھی ، اس پر عنایت اور نوازش ہوئی ، خطابات بھی دیے ۔

عزہ ذی قعدہ ۸۲۱ھ/۱۴۱۸ء میں چنپانیر کے راجا کو سزا دینے کا ارادہ کیا ۔ متواتر کوچ کرکے گیا اور کوہ چاپانیر کا محاصرہ کر لیا جس کی بلندی تین کوس اور جس کا دور سات کوس تھا ۔ آمد و رفت کے راستے بند کر دیے ۔ فتح کے انتظار میں تھا کہ چند روز کے بعد راجا چنپانیر نے عاجز و مجبور ہوکر اپنا وکیل بھیجا اور عرض کیا کہ بندہ اس درگاہ کے خدمتگاروں میں سے ہے ۔ ہمیشہ پتھر پر اپنے کو احمد شاہی

غلام لکھوائے گا ۔ اگر حضور اپنے طبعی رحم و کرم سے میری خطا معاف کر دیں ، تو ایک سال کا خرچ شاہی خزانہ میں داخل کروں اور سال بسال مال گزاری ادا کرتا رہوں گا ۔ سلطان احمد کو چونکہ دوسرا کام بھی تھا ، اس لیے اس نے اس کی خطا معاف کرکے نذرانہ قبول کر لیا ۔

صفر کی پہلی تاریخ ۸۲۲ھ/۱۴۱۹ء میں اس نے قصبہ سونکرہ کا ارادہ کیا اور سونکرہ کی ولایت کا کچھ حصہ تاخت و تاراج کر دیا ۔ بائیس صفر سنہ مذکور (۸۲۲ھ/۱۸۱۹ء) کو قصبہ کے قریب پہنچ کر قیام کیا ۔ وہاں جامع مسجد بنوائی اور مناصب اربابِ شریعت مقرر کیے ۔ گیارہ ربیع الاول کو وہاں سے کوچ کیا ۔ موضع مانکنی میں آیا اور حکم دیا کہ وہاں حفاظت کی غرض سے [۱۰۸] ایک مضبوط قلعہ بنوایا جائے ۔ بارہ ربیع الاول (۸۰۲ھ/۱۸۱۹ء) کو مندو کی طرف روانہ ہوا اور کوہ کالتو کے رہنے والوں کی گوشمالی کرکے متواتر کوچ کرتا ہوا راستہ طے کر رہا تھا کہ راستہ میں مولانا موسیٰ و علی حامد ، سلطان ہوشنگ کے پاس سے پیغام لے کر آئے اور ملک نظام الملک نائب وزیر ملک محمود برکی اور ملک حسام الدین کے توسل سے عاجزانہ عرض کیا کہ بادشاہ اسلام کا یہ ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ولایت مالوہ کے مسلمانوں اور کمزوروں کو نقصان پہنچائے ۔ شریف النفس اور نیک دل سلطان احمد نے پیغامبروں کے التماس پر توجہ فرمائی ۔ ایک محبت آمیز خط سلطان ہوشنگ کو بھیجا اور خود واپس آ کر ساتویں ربیع الثانی (۸۲۲ھ/۱۴۱۹ء) کو چنپانیر کے نواح میں قیام کیا ۔ راستہ میں جہاں کہیں بت خانہ ملا ، اسے ہموار کرتا ہوا احمد آباد آ گیا ۔

۸۰۳ھ/۱۴۲۰ء میں بعض قلعوں کی تعمیر کے ارادہ سے سفر کیا ۔ پہلے موضع جنہور میں دریائے مہندری کے کنارے ایک مضبوط قلعہ بنوایا ۔ اس کے بعد قصبہ دھار مور کے چاروں طرف فصیل بنوائی اور آبادی کو بڑھانے کی کوشش کی ۔ جب قلعہ کاریتھہ میں پہنچا ، تو وہ پرانا قلعہ کہ جس کو سلطان علاء الدین خلجی کے گماشتہ الپ خان سنجر نے ۷۰۳ھ/ ۵-۱۳۰۳ء میں بنوایا تھا ، از سر نو تعمیر کرایا اور اس کی آبادی میں کوشش کی اور قصبہ کا نام سلطان آباد کر دیا ۔ ۸۲۴ھ/۱۴۲۱ء کے آخر میں پھر [۱۰۹] چنپانیر کی جانب سوار ہوا ۔ محاصرہ کے بعد پیشکش وصول کی اور ۱۹ صفر ۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء کو سولکرہ کی طرف متوجہ ہوا اور

۲۲ صفر ۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء کو قصبہ سولکرہ پہنچ کر وہاں دوسری جامع مسجد بنوائی ۔

وہیں خبر ملی کہ سلطان ہوشنگ کو مالوہ سے گئے ہوئے مدت ہو چکی ہے اور وہ لاپتہ ہے ۔ امیروں اور سرداروں نے ملک کو آپس میں تقسیم کر لیا ہے اوہ وہ قابض ہیں ۔ اس خبر کے سننے کے بعد وہ مندو کی طرف متوجہ ہوا ۔ متواتر کوچ کرکے تیسری ربیع الآخر (۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء) کو قلعہ مہیر کا محاصرہ کر لیا ۔ مہیر کے تھانیدار نے امان طلب کی اور سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ بارہویں ربیع الآخر (۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء) کو قلعہ مندو کے قریب پہنچ گیا اور لوگوں کے گروہ کے گروہ ولایت کو برباد کرنے کے لیے بھیج دیے ۔ چونکہ برسات کا موسم قریب تھا ، لہذا یکم جمادی الاخریٰ کو اس قلعہ سے کوچ کرکے اجین کا رخ کیا ۔ مملکت کو امیروں میں تقسیم کر دیا ۔ دیپال پور بنہریہ ملک مخلص کو ، کایتھا ملک فرید عماد الملک کو اور مہند پور جو اس زمانہ میں محمد پور مشہور ہے ، ملک افتخار الملک کو جاگیر میں دیا ۔ امیروں نے اپنے گماشتے پرگنوں میں بھیج کر خریف کی فصل کا محصول وصول کیا ۔

اس زمانہ میں سلطان ہوشنگ جاج نگر کے سفر پر ہاتھیوں کے لیے گیا تھا اور اس بات کی تفصیل مالوہ کے حالات میں درج ہے ۔

وہ (ہوشنگ) لوٹا ، تو مندو کے قلعہ پر آیا ۔ برسات کے بعد سلطان احمد ۲۰ رمضان (۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء) کو اجین سے مندو پر آیا اور دروازہ دہلی کے سامنے مقیم ہوا ۔ اس نے مورچے تقسیم کرکے پہاڑ کا محاصرہ کر لیا اور ملک احمد ایاز کو بلانے کے لیے احمد آباد فرمان بھیجا ۔ [۱۱۰] تا کہ وہ خزانہ اور کچھ دوسرا سامان لا کر (سلطان احمد) کے حضور میں پہنچے ۔ ملک احمد خزانہ اور جو کچھ اس سے طلب کیا تھا ، ہمراہ لا کر بارہ شوال کو خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ اس کو خلعت دے کر تارا پور کے مورچہ پر تعینات کر دیا ۔ ہوشنگ کے آنے کی وجہ سے سلطان احمد کی جو فوجیں ولایت مالوہ پر قابض تھیں اور پرگنوں کا انتظام کر رہی تھیں ، ایک جگہ جمع ہو گئیں ۔ سلطان احمد نے اس میں مصلحت دیکھی کہ ملک کے وسط میں خود قیام کرے اور امیروں کو قصبات و پرگنات میں بھیج دے ۔ اس قرارداد کے مطابق قلعہ سے کوچ

کر کے سارنگ پور پہنچا ۔ سلطان ہوشنگ دوسرے راستہ سے سارنگ پور پہنچ گیا ۔ جب گجرات کی فوجیں سارنگ پور کے اواح میں پہنچیں ، تو سلطان ہوشنگ نے پیغام بھیج کر خود انکسار کا اظہار کیا اور پیشکش ادا کرنی قبول کر لی ۔ جب سلطان احمد پیغامبروں کے عجزو انکسار سے مطمئن ہو گیا ، تو وہ خندق کھودنے اور کانٹوں کی باڑھ لگانے سے غافل ہو گیا ۔

اسی رات کو کہ محرم کی بارہویں تاریخ ۸۲۶ھ/۱۴۲۲ء تھی ۔ سلطان ہوشنگ نے اس کے لشکر پر شب خون مارا ۔ چونکہ لوگ غافل تھے ، لہذا بہت سے مارے گئے ۔ ان میں سے ولایت دنداہ کا راجا سامت رائے پانچ سو راجپوتوں کے ساتھ ایک ہی جگہ پر قتل ہو گیا ۔ جب سلطان احمد بیدار ہوا ، تو حضور میں کسی کو نہ پایا ۔ صرف چوکی کے گھوڑے وہاں موجود تھے ۔ ملک جونا رکابدار کو ایک گھوڑے پر سوار کیا اور دوسرے پر خود سوار ہو کر اس مقام سے نکل آیا ۔ دیکھا کہ لشکر سب غارت ہو گیا ۔ بے اختیار جنگل کا رخ کیا ۔ کچھ دیر کے بعد ملک جونا رکابدار کو لشکر کی جانب روانہ کیا ۔ تا کہ حالات کی تحقیقات کرے ۔ [۱۱۱] ملک جونا جب لشکر میں آیا ، تو دیکھا کہ ملک مقرب احمد ایاز اور ملک فرید اپنے آدمیوں کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں آ رہے ہیں ۔ انھوں نے اس (ملک جونا) سے سلطان کی خبر دریافت کی ۔ اس نے ان سے حالات معلوم کیے اور دونوں کو ہمراہ لے کر سلطان کی خدمت میں آیا ۔ چونکہ سلطان کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا ، اس لیے ملک مقرب نے اپنے ہتھیار اُتار کر سلطان کو پہنا دیے اور جنگ کی اجازت چاہی ۔ سلطان نے کہا کہ کچھ دیر توقف کرو کہ صبح ہو جائے اور ملک جونا کو پھر لشکر میں بھیجا ۔ تا کہ معلوم کرے کہ سلطان ہوشنگ کس جگہ مقیم ہے اور کس کام میں مشغول ہے ۔

ملک جونا نے آ کر بتایا کہ ہوشنگ کا لشکر فوج کی غارت گری میں مشغول ہے اور ہوشنگ چند آدمیوں کے ساتھ کھڑا ہوا ہے ۔ خاصہ کے گھوڑے اور ہاتھی اس کے سامنے جمع کیے جا رہے ہیں ۔ سلطان احمد طلوع صبح کے وقت کہ جو حقیقت میں صبح اقبال تھی ، ایک ہزار سواروں کے ہمراہ جو ملک مقرب اور ملک فرید کے ساتھ آئے تھے ، ہوشنگ کے

دفعیہ کے لیے چلا - جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں ، تو سلطان نے خود دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا اور دلیری اور مردانگی کا حق ادا کیا - ہوشنگ کو زخمی کر دیا اور خود بھی زخمی ہوا - سلطان ہوشنگ بھی باوجود زخمی ہو جانے کے شجاعت و بہادری دکھاتا رہا - اس اثنا میں گجراتی فیل بانوں نے سلطان احمد کو پہچان کر سلطان ہوشنگ کی فوج کو چھوڑ دیا - ہر چند سلطان ہوشنگ نے اس امر کی کوشش کہ ان کو روکے ، مگر کامیاب نہ ہوا - آخر کار بھاگا اور سارنگ پور کا رخ کیا - حالات بدل گئے - وہ گروہ جو سلطان احمد کے لشکر کو لوٹنے میں مشغول تھا ، قتل ہوا - ہاتھی ، گھوڑے ، اونٹ اور سامان جو لوٹا جا چکا تھا ، سب واپس مل گیا اور سات مشہور ہاتھی جو جاج نگر کے ہاتھیوں میں سے سلطان ہوشنگ نے بڑی [۲۱۲] جاں کاہی کے ساتھ حاصل کیے تھے ، مال غنیمت میں ہاتھ آئے - سلطان احمد فتح و فیروز مندی کے ساتھ اپنی منزل پر مقیم ہوا - اپنے زخموں کا علاج کرایا - دربار عام منعقد کیا ، امیروں اور سرداروں کی دل جوئی اور تسلی کی - دوسرے روز افتخار الملک اور ملک صفدر خاں سلطانی کو آراستہ فوج کے ساتھ جنگل کی طرف بھیجا کہ فوج کے جانوروں کی کہ جو چارے کے لیے گئے تھے ، حفاظت کریں - اتفاق سے دشمن کی فوج اپنے لشکر سے گھسیروں کو پریشان کرنے کے لیے نکلی تھی - راستہ میں دونوں کا مقابلہ ہو گیا - مرنے مارنے میں کسی نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی - آخر کار سلطان ہوشنگ کی فوج فرار ہو کر سارنگ پور پہنچی - ملک افتخار الملک اور صفدر خاں سلطانی فتح یاب ہو کر واپس آئے اور نوازش ہائے شاہانہ سے سرفراز ہوئے -

سلطان احمد مصلحت وقت کی بنا پر ۲۲ ربیع الاخری سنہ مذکور (۸۳۶ھ/۱۴۳۳ء) کو گجرات کی جانب روانہ ہوا - سلطان ہوشنگ نے فوراً قلعہ سارنگ پور سے نکل کر اس کا تعاقب کیا - سلطان احمد لوٹ کر مقابلہ پر آ گیا - دونوں فوجوں میں جنگ چھڑ گئی - سلطان احمد نے بذات خود بہادری کا مُظاہرہ کیا - مقابلہ اور بہت کوشش کے بعد سلطان ہوشنگ نے میدان جنگ کو پیٹھ دکھائی اور بھاگ کر قلعہ میں آ گیا - اس مرتبہ بھی جاج نگر کے ہاتھیوں میں سے چند ہاتھی گجراتی فوج کے

ہاتھ آئے ۔ اس روز وہیں قیام کیا ۔ دوسرے روز احمد آباد کا قصد کیا ۔
چوتھی جمادی الاخریٰ سال مذکور (۸۲۶ھ/۱۴۲۳ء) کو احمد آباد پہنچا ۔
جشن منعقد کیے ہر ایک سردار اور سپاہی کو انعام ، خلعت اور اضافہ
تنخواہ سے سرفراز کیا ۔ چونکہ اس لڑائی میں بہت سے سپاہی بے سامان ہو گئے
تھے اس لیے تین سال تک کوئی سفر نہیں کیا ۔ احمد آباد میں قیام کرکے
رعایا کی داد خواہی و انتظام ملک و ترقی زراعت کی جانب متوجہ ہوا ۔

[۱۰۳] ان ناساز گار حالات میں وزیروں نے عرض کیا تھا کہ ایدر
کے راجا پونجا ولد رنمل نے اس زمانہ میں کہ جب ملک مالوہ پر لشکر
کشی ہوئی تھی ، تو مال گزاری ادا نہیں کی تھی اور سلطان ہوشنگ کو
عرضیاں روانہ کرکے اس کی دوستی کا دم بھرتا تھا ۔ سلطان احمد نے ۸۲۹ھ
۲۶ - ۱۴۲۵ء میں ایک آراستہ لشکر پونجا کی گوشمالی کے لیے بھیج دیا ۔
جب فوج ایدر کی ولایت میں پہنچی ، تو لوٹ مار شروع کر دی ۔ پونجا
نے مخالفت کی اور مقابلہ کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ جب اس معاملہ میں طول
ہوا ، تو سلطان خود ایدر کی طرف متوجہ ہوا اور ایدر سے دس کوس کے
فاصلہ پر دریائے سابرمتی کے کنارے پر پہنچ کر شہر احمد نگر کی بنیاد
رکھی اور قلعہ بنانا شروع کر دیا اور (اس) بارے میں بہت کوشش کی ۔
احمد نگر سے ایدر کے نواح میں فوجیں بھیج دیں ۔ تاکہ خشک و تر کو
جلا ڈالیں اور جو ہاتھ لگے اس کو قتل کر دیں ۔ پونجا ان حالات کے
دیکھنے کے باوجود جنگ میں مشغول رہا اور کبھی کبھی اس فوج پر
جو چارالانیوالوں کے ہمراہ ہوتی ، حملہ کرکے غالب آ جاتا ۔

آخر کار جب اس نے یہ دیکھا کہ کامیابی ناممکن ہے اور احمد شاہی
لشکر کے مقابلہ کی ہمت نہیں رکھتا ، تو اپنے وکیلوں کو بھیج کر اظہار
خلوص کرنے لگا اور بہت نذرانہ پیش کرنا قبول کیا ۔ چونکہ چند
مرتبہ عہد شکنی کر چکا تھا ، لہذا سلطان احمد نے قبول نہیں کیا اور
خود ایدر کی طرف توجہ کی ۔ پہلے ہی دن تین قلعے فتح کیے ۔ پونجا فرار
ہو کر بیجا نگر کے پہاڑ میں پناہ گزیں ہوا ۔ سلطان نے دوسرے دن شہر
ایدر کو غارت کر دیا اور احمد نگر کو واپس ہو گیا ۔ جب ۸۳۰ھ/
۲۷ - ۱۴۲۶ء میں احمد نگر کی عمارت مکمل ہو گئی ، تو پھر سلطان احمد
نے ولایت ایدر کی تخریب و تسخیر کا ارادہ کیا [۱۰۴] ایدر کے اطراف

و جوانب میں فوجیں روانہ کیں ۔ تا کہ غارت گری کریں اور خود بھی متوجہ ہوا ۔ پونجا نے عاجز و مجبور ہو کر ایلچی بھیجے اور صلح کی درخواست کی ۔ بہت لذرانے دینے قبول کیے ۔ چونکہ اس مرتبہ سلطان اس کی بیخ کنی کے لیے شاہانہ ارادہ کر چکا تھا ، لہذا ایلچیوں کی باتوں پر توجہ نہ کی پونجا مایوس ہو کر پروانہ کی طرح اپنی ولایت کے گرد مارا مارا پھرتا اور ہر موقع پر لوٹ مار کرتا تھا ۔ یہاں تک کہ جمعرات کے دن ماہ جمادی الاخری ۸۳۱ھ/۱۴۲۸ء میں اس فوج پر جو چارہ لانیوالوں کے ہمراہ تھی ، پہنچا اور سخت مقابلہ کے بعد بھاگ کھڑا ہوا ، لیکن بھاگنے کے دوران میں ایک ہاتھی فوج سے علیحدہ اس کی نظر پڑا - وہ فوراً اس کی طرف متوجہ ہوا اور برچھے سے زخمی کرکے ہاتھی کو اپنے آگے کر لیا ۔ بہادروں نے اس کا تعاقب کیا ۔ پونجا اس جگہ پہنچا جہاں زمین غیر ہموار ، گڑھے اور کھرے وغیرہ تھے ۔ اتفاق سے اس کا گھوڑا ہاتھی کو دیکھ کر چمکا اور ایک گڑھے میں گر گیا ۔ احمد شاہی لشکر نے پہنچ کر ہاتھی کو واپس لے لیا ، لیکن وہ لوگ پونجا کے گڑھے میں گر جانے سے واقف نہ تھے ۔ اسی دوران میں ایک مسافر ایندھن جمع کرنے کے لیے اس غار میں پہنچا ، تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص لباس پہنے ہوئے مردہ پڑا ہے ۔ اس کی وضع قطع سے اس نے اندازہ لگا لیا کہ کوئی بزرگ آدمی معلوم ہوتا ہے ۔ وہ اس کا سر کاٹ کر سلطان احمد کے پاس لے آیا ۔ لوگوں نے پہچان لیا کہ یہ پونجا کا سر ہے - کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اس وقت پونجا کے سر کو سلام کیا ۔ جب اس سے اس کا سبب دریافت کیا گیا ۔ تو اس نے کہا کہ میں نے عرصہ تک اس کی ملازمت کی ہے ۔ سلطان احمد کو اس کا یہ اخلاق پسند آیا اور اس پر نوازش کی :

بیت

مباش غافل از اخلاص و کار سازی او
کہ بہرہ مند کند عاقبت ترا اخلاص

دوسرے دن سلطان ایدر کی جانب متوجہ ہوا ۔ فوجیں بھیج کر یہ حکم دیا کہ ایدر اور بیجا نگر کے مواضعات کو برباد کر دیں ۔ ہر رائے ولد پونجا خانجہاں سلطانی کے وسیلہ سے [۱۱۵] اپنی خطاؤں کی معافی کا

خواستگار ہوا اور ہر سال چاندی کے تین لاکھ تنکے دینے قبول کیے ۔

سلطان احمد نے از راہ کرم و مروت اس کی خطائیں معاف کر دیں اور اسے اپنے بہی خواہوں میں شامل کر لیا ۔ ملک حسن کو صفدر الملک کا خطاب دیا اور اسے ایک بڑے لشکر کے ساتھ تھانہ احمد نگر میں چھوڑا اور خود ولایت کیلوارہ کو روندتا اور غارت کرتا ہوا احمد آباد گیا ۔ شہر کے رہنے والوں کو انعام و احسان سے خوش کر دیا ۔

چند روز کے بعد ملک مقرب نے خاص آدمیوں کی ایک جماعت کو ہر رائے کے پاس مطالبات کی وصولیابی کے لیے بھیجا ۔ جب وہ لوگ ایدر پہنچے ، تو ہر رائے نے رقم کے ادا کرنے میں تساہل کیا اور حیلے بہانے کرنے لگا ۔ اتفاق سے اس کو خبر ملی کہ سلطان شہر سے نکل کر لشکر آراستہ کر رہا ہے ، تو وہ خوف اور ڈر کی وجہ سے بھاگ کر کسی کونے میں چھپ گیا ۔ جب یہ خبر سلطان کو ملی، تو چوتھی صفر ۸۳۲ھ/۱۴۲۸ء کو بہت تیزی سے ایدر کی جانب متوجہ ہوا ۔ چھٹی صفر کو قلعہ ایدر میں نزول کیا ۔ خدا کا شکر بجا لایا ۔ جامع مسجد کی بنیاد رکھی اور وہاں ایک بڑی فوج چھوڑ کر احمد نگر روانہ ہو گیا ۔

۸۳۳ھ/ ۳ - ۱۴۲۹ء میں جھالا وار کے راجا کانہا کو جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان نے ایدر کا کام قریب قریب ختم کر لیا ہے اور اب وہاں سے فارغ ہو کر دوسرے زمینداروں کی جانب بھی متوجہ ہو گا ، تو اس نے اپنی بہتری ترک وطن کرنے میں سمجھی اور وہ فرار ہو گیا ۔ جو فوج اس کو سزا دینے کے لیے تعینات ہوئی تھی ، اس نے اس کا تعاقب [۱۱۶] کیا اور وہ اسیر و برہان پور کی ولایت میں داخل ہوئی ۔ اسیر کے حاکم نصیر خاں نے اس وجہ سے کہ کانہا نے دو لوٹ کے ہاتھی اس کو نذر کر دیے تھے ، نمک حلالی کو نمک حرامی سے بدل کر اس کو اپنی ولایت میں جگہ دے دی ۔ چند روز کے بعد کانہا گلبرگہ چلا گیا ۔ وہ سلطان احمد بہمنی سے اپنی مدد کے لیے فوج لے آیا اور ندر بار کے کچھ مواضعات کو برباد کیا ۔

جب یہ خبر سلطان احمد کو ملی ، تو اس نے اپنے بڑے لڑکے شہزادہ محمد خاں کو اس مہم کے تدارک کے لیے نامزد کیا اور بڑے

سرداروں ، مثلاً سید ابوالخیر ، سید قاسم بن سید عالم ، ملک مقرب احمد ایاز اور ملک افتخار الملک کو ہمراہ کیا ۔ شہزادہ محمد خاں دکن کے لشکر سے جنگ کرکے فتح یاب ہوا ۔ دکنیوں کی ایک بڑی جماعت قتل و قید ہوئی ۔ جو باقی بچے وہ بھاگ کر دوست آباد چلے گئے ۔ جب یہ خبر سلطان احمد بہمنی کو ملی ، تو اس نے اپنے بڑے لڑکے سلطان علاء الدین اور منجھلے لڑکے خان جہاں کو شاہزادہ محمد خاں سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور فوج کا انتظام رائے قدر خاں[1] کے سپرد کیا ، جو دکن کے معتبر سرداروں میں سے تھا ۔ سلطان علاء الدین قدر خاں کے مشورہ سے متواتر کوچ کرتا ہوا قلعہ دوست آباد جا کر ٹھہرا ۔ اس منزل پر اسیر و برہان پور کا حاکم نصیر خان اور جھالاوار کا راجا کانہا بھی سلطان علاء الدین کے لشکر سے آ کر مل گئے اور اس کو نہایت قوت حاصل ہو گئی ۔ شہزادہ محمد خاں بھی دولت آباد کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب دونوں لشکروں کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ نہ رہا ، تو محمد خاں نے جنگ کے ارادہ سے صفیں آراستہ کیں اور طرفین سے جنگ ہونے لگی ۔ معرکۂ کارزار میں ملک [۱۱۷] مقرب احمد ایاز اور قدر خاں کہ دونوں سپہ سالار تھے ، آپس میں ایک دوسرے کے مقابلہ پر آ گئے ۔ قدر خاں گھوڑے کی پشت سے زمین پر گرا اور ملک افتخار الملک نے بڑے ہاتھی کو مالِ غنیمت میں حاصل کیا ۔ سلطان علاء الدین فرار ہو کر قلعہ دوست آباد میں پناہ گزیں ہوا ۔ اسیر کا حاکم نصیر خاں بھی فرار ہو کر کوہ کلند پر پہنچا جو ولایت اسیر میں واقع ہے ۔ محمد خاں نے خدا کا شکر ادا کیا ۔ جب وہ یہ سمجھ گیا کہ قلعہ دولت آباد کی فتح ممکن نہیں ہے ، تو وہ وہاں سے واپس آ گیا اور اس نے اسیر و برہان پور کی ولایت کا کچھ حصہ تباہ کرکے قصبہ ندربار میں قیام کیا اور وہاں سے اپنے باپ کو حالات کی اطلاع دی ۔ سلطان احمد نے جواب میں تحریر کیا کہ اے فرزند ! ابھی چند روز تک اس نواح کے انتظامات کے لیے ندربار میں مقیم رہو ۔

۸۳۳ھ/۳۰-۱۴۲۹ء میں جزیرہ مہائم کے حاکم قطب اور بعض محنت زدوں نے سلطان احمد کے حضور میں عرض کیا کہ ملک حسن نے

۱- ایک خطی نسخہ میں رائے خضر خاں و قدر خاں ہے ۔

کہ جس کا خطاب ملک التجار ہے اور وہ سلطان احمد بہمنی کا ایک سردار ہے، ملک دکن سے آ کر جزیرہ مہانم اور اس کے نواح پر قہر و غلبہ سے قبضہ کر لیا ہے ۔ اسلامی شہروں کو برباد کرکے مسلمانوں کو قید کر لیا ہے ۔ سلطان احمد نے شاہزادہ ظفر خاں کو ملک التجار کے دفع کرنے کے لیے بھیجا ۔ تجربہ کار بزرگ سردار اس کی خدمت میں متعین کیے اور دیپ کے کوتوال مخلص الملک کو لکھا کہ [۱۱۸] بندرگاہ کے جہازوں کو درست کرکے ظفر خاں کی خدمت کے لیے آمادہ رہے ۔ ملک مخلص الملک چھوٹے بڑے سترہ جہاز شہر پٹن ، بندر دیپ اور علاقہ کنبایت سے فراہم کرکے مہانم کی ولایت کے قریب ظفر خاں کی خدمت میں پہنچا ۔ امیروں کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ جہازوں کو خطہ تھانہ کی جانب بھیج دیا جائے اور وہ (قطب) خود ہمراہ رہے ۔

وہ شہر تھانہ کے نزدیک پہنچا ۔ افتخار الملک اور ملک سہراب سلطانی کو اپنے سے پہلے بھیج دیا کہ وہ جا کر شہر مذکور کا محاصرہ کر لیں ۔ اس موقع پر جہاز فوج کو لے کر دریا کے راستہ سے اس کے پاس پہنچ گئے اور راستہ روک لیا ۔ جب ظفر خاں نے ان حدود کے فتح کرنے کا ارادہ کیا ، تو تھانہ کا حاکم قلعہ سے نکلا اور بہادری دکھائی ۔ چونکہ وہ گجرات کے لشکر کے حملہ کی تاب نہیں رکھتا تھا ، لہذا بھاگ کھڑا ہوا ۔ سرداروں کے مشورہ سے شہزادہ فوج خطہ مذکور میں چھوڑ کر مہانم چلا گیا ۔ ملک التجار نے بڑے بڑے درختوں کو کٹوا کر مہانم کے ساحل پر باڑھ لگوا دی ۔ جب احمد شاہی فوجیں پہنچیں ، تو انھوں نے باڑھ سے گزر کر حملہ کر دیا ۔ طلوعِ صبح سے غروبِ آفتاب تک دونوں طرف کے بہادر جنگ کرتے رہے ۔ کسی نے کوتاہی نہیں کی ۔ آخرکار ملک التجار بھاگ کر جزیرہ میں آ گیا ۔ جب جہاز دریا کے راستہ سے پہنچے ، تو گجرات کی فوج نے خشکی اور تری پر قبضہ کر لیا ۔ [۱۱۹] ملک التجار نے سلطان احمد بہمنی کو عریضہ بھیجا اور امداد چاہی ۔ سلطان احمد بہمنی نے دس ہزار سوار اور ساٹھ سے زیادہ مست ہاتھی اپنے دو لڑکوں کے ساتھ کرکے دولت آباد سے بھیجے ۔ اپنے وزیر خان جہاں کو ہمراہ کر دیا تاکہ وہ اس کے صلاح و مشورہ سے کام کرے ۔ جب دکن کا لشکر مہانم کے قریب پہنچا ، تو ملک التجار جزیرہ

اور باڑہ کی طرف سے مطمئن ہو کر دونوں شہزادوں کی ملاقات سے مشرف ہوا ۔ رد و بدل کے بعد یہ طے پایا کہ پہلے تھانہ کے علاقہ کو خالی کرانے کی کوشش کرنی چاہیے ۔ اس قرارداد کے مطابق شہر تھانہ کی طرف متوجہ ہوئے ۔

شہزادہ ظفر خاں بھی تیار ہو کر تھانہ کے لوگوں کی مدد کے لیے روانہ ہوا - فریقین کے مقابل ہونے کے بعد پہلے دن مغرب تک دونوں فوجوں میں جنگ ہوتی رہی ۔ آخرکار دکن کی فوج کو شکست ہوئی - ملک التجار فرار ہو کر موضع جالنہ پہنچا ۔ اس کے آدمیوں نے جان کے خوف سے جزیرہ مہائم کو چھوڑ دیا ۔ ظفر خاں مظفر و منصور جزیرہ مہائم میں داخل ہو گیا ۔ ملک التجار کے بعض عاملوں کو جو دریا کے راستہ سے بھاگے تھے ، جہاز بھیج کر گرفتار کرا لیا ۔ مختلف قسم کے قیمتی کپڑے اور تنکے (سکے) چند کشتیوں میں بھر کر دریا کے راستہ سے سلطان احمد شاہ کی خدمت میں بھیجے ۔ تمام ولایت مہائم پر قبضہ ہو گیا ۔ اس کو امیروں اور سرداروں میں تقسیم کر دیا ۔

جب اس ماجرے کی اطلاع سلطان احمد بہمنی کو پہنچی ، تو وہ بہت رنجیدہ ہوا اور کنبہ پروری کی بنا پر لشکر کا انتظام کیا اور ولایت بکلانہ [۱۲۰] پر حملہ کرنے کے ارادہ سے کہ بندر سورت سے قریب ہے ، روانہ ہوا ۔ شہزادہ محمد خاں نے جو ندربار و سلطان پور کے علاقہ میں تھا ، باپ (سلطان احمد) کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ چار سال اور چند ماہ کا عرصہ ہو چکا ہے کہ میں آپ کی قدم بوسی سے محروم ہوں - مہاجرت کا طویل زمانہ ہونے کی وجہ سے امراء اور خوانین کے لوکر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں ۔ اس علاقہ میں زیادہ فوج نہیں رہی اور سنا گیا ہے کہ سلطان احمد بہمنی ولایت بکلانہ میں آ گیا ہے اور ادھر کا ارادہ رکھتا ہے ۔ جب یہ عریضہ سلطان احمد کے پاس پہنچا ، تو اس نے چاپانیر کے محاصرہ کو دوسرے وقت کے لیے ملتوی کرکے نادوت کا رخ کیا اور اس علاقہ کو تباہ و برباد کرکے متواتر کوچ کرتا ہوا قصبہ ندربار کے قریب ٹھہرا ۔ شہزادہ محمد خاں اور دوسرے امراء جو اس کے ساتھ تھے ، ملاقات سے مشرف ہوئے اور حسب مراتب ہر ایک پر خاص لوازش کی گئی ۔

اسی مقام پر ۸۳۵ھ/۳۳ - ۱۴۳۲ء میں مخبر یہ خبر لائے کہ جب سلطان احمد بہمنی نے سلطان کے آنے کی خبر سنی ، تو کچھ فوج ولایت کی سرحد پر چھوڑ کر خود دارالملک گلبرگہ کو واپس چلا گیا ۔ سلطان یہ خبر سن کر خوش ہوا اور احمد آباد کی طرف لوٹ آیا اور متواتر کوچ کرکے وہ دریائے تپتی[1] کو عبور کر چکا تھا کہ پھر یہ خبر ملی کہ سلطان احمد بہمنی نے قلعہ تنبول کا محاصرہ کر لیا اور ملک سعادت سلطانی وفاداری میں کوئی کمی نہیں کر رہا ہے ۔ اس خبر کے ملتے ہی وہ وہاں سے نہایت عجلت سے واپس ہوا اور قلعہ تنبول کی طرف توجہ کی ۔

[۱۲۱] جب سلطان احمد بہمنی کو اس بات کی اطلاع ہوئی ، تو اس نے پیادوں کے گروہ کو خلعت اور انعام کثیر دے کر آمادہ کر لیا اور کہا کہ قلعہ کی مدد آ رہی ہے ، اگر آج کی رات میں قلعہ فتح ہو گیا ، تو تم کو اس قدر انعام دوں گا کہ بے نیاز ہو جاؤ گے ، جب رات کا کچھ حصہ گزرا ، تو پیادے قلعہ کے قریب پہنچ گئے اور آہستہ آہستہ پتھروں کی آڑ لے کر قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور قلعہ کے اندر پہنچ گئے ۔ چاہتے تھے کہ دروازہ کھول دیں کہ ملک سعادت سلطانی آگاہ ہو گیا ۔ خود وہاں پہنچا اور اس جماعت کے اکثر آدمیوں کو قتل کر دیا ۔ جو تلواروں کی ضربوں سے بچے وہ خود قلعہ کی دیوار سے گر کر ختم ہو گئے ۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا ، بلکہ دروازہ کھول کر اس مورچہ پر جو (قلعہ کے) دروازہ کے سامنے تھا ، شبخون مارا ۔ چونکہ مورچہ کے لوگ سو رہے تھے ، لہذا اکثر زخمی اور پریشان ہوئے ۔

اسی موقع پر سلطان احمد گجراتی قریب پہنچ گیا ۔ سلطان احمد بہمنی قلعہ کے نیچے سے آکر مقابل ہوا اور اپنے لشکر کے امیروں اور سرداروں کو بلا کر کہا کہ گجرات کا لشکر چند مرتبہ دکن کے لشکر پر غالب آ چکا ہے اور مہانم پر قبضہ کر چکا ہے ۔ اگر اس مرتبہ میری طرف سے کمزوری اور سستی ظاہر ہوئی ، تو دکن کا ملک ہاتھ سے نکل جائے گا ۔ صفیں آراستہ کرکے جنگ شروع کر دی ۔ سلطان احمد گجراتی فوجیں آراستہ کرکے مقابلہ پر آ گیا ۔ سخت جنگ ہوئی ۔ داؤد خاں نے جو دکن

۱- متن میں ہتنی لکھا ہے ۔ یہ دریائے تپتی (تاپتی) ہے ۔

کے بڑے سرداروں میں سے تھا ، اپنا مقابل طلب کیا ۔ عضد الملک نے اس کو گرفتار کر لیا ، دونوں فوجوں نے برہم ہو کر جنگ میں شجاعت و مردانگی دکھائی ۔ جب دن ختم ہونے کے قریب ہوا ، تو واپسی کا نقارہ بجا ۔ ہر ایک اپنے اپنے لشکر گاہ کو چلا گیا ۔ چونکہ دکن کی فوج کے بہت آدمی مارے گئے تھے ، اس لیے سلطان احمد بہمنی حالتِ بیچارگی میں بھاگ کھڑا ہوا ۔

[۱۲۲] دوسرے روز سلطان احمد نے قلعہ تنبول پہنچ کر ملک سعادت سلطانی پر نوازش کی ۔ کچھ فوج اس کی مدد کے لیے چھوڑ کر تھانیر[۱] کی طرف روانہ ہوا ۔ وہاں قلعہ کی تعمیر شروع کرا کر دہات[۲] کے شہروں کو تاخت و تاراج کیا اور ملک تاج الدین کو معین الملک کا خطاب دے کر متعین کیا اور وہاں چھوڑا ۔ سلطان پور اور ندربار کے راستہ سے احمد آباد کو واپس ہوا ۔ چند روز کے بعد مہائم کے راجا کی لڑکی سے شہزادہ فتح خاں کا بیاہ کیا ۔ تاریخ بہمنی میں قلعہ تنبول کے محاصرہ کا ذکر دوسرے طریقہ سے بتایا گیا ہے جو طبقہ دکن میں بیان ہو چکا ہے ۔

مختصر یہ کہ جب محاصرہ کو دو سال کا عرصہ ہو گیا ، تو سلطان احمد شاہ گجراتی نے نرمی و رعایت کو اختیار کر کے سلطان احمد بہمنی کے پاس ایک ایلچی بھیجا اور یہ درخواست کی کہ اس قلعہ کو اس کے لیے چھوڑ دیا جائے ۔ سلطان احمد بہمنی نے قبول نہیں کیا ۔ آخر کار سلطان احمد از راہ دشمنی اپنی ولایت کی سرحد سے نکل کر ولایت دکن میں داخل ہوا اور لوٹ مار شروع کر دی ۔ سلطان احمد بہمنی کو پھر محاصرہ کا موقع نہیں ملا ۔

میرا خیال یہ ہے کہ تاریخ بہمنی کے مؤلف نے اس واقعہ کو مفصل نہیں لکھا ہے ۔ جو کچھ ہماری نظر سے گجرات کی تاریخوں میں گزرا ہے وہ صحت کے زیادہ قریب ہے ۔

۱۔ تھالنیر (لولکشور اڈیشن) ۔

۲۔ ایک خطی نسخہ میں ''ولایات'' اور فرشتہ میں نادوت ہے ۔

[۱۲۳] رجب ۸۳۶ھ/۴۳ - ۱۴۴۲ء میں سلطان احمد ولایت میوات[1] اور ناگور کے ارادہ سے روانہ ہوا - جب قصبہ[2] ہر ہور پہنچا ، تو اس نے دیہات و قصبات کو تباہ کرنے کے لیے فوجیں بھیجیں - انھوں نے جہاں بت کدہ دیکھا ، اس کو ڈھا کر برابر کر دیا - وہاں سے قصبہ ڈونگرپور میں قیام کیا - وہاں کا راجا کنیا فرار ہونے کے بعد شرمندہ و پشیمان ہو کر خدمت میں میں حاضر ہوا اور تابعداروں میں شامل ہو کر نذرانہ پیش کیا سلطان احمد شاہ نے ولایت گیلوارہ کو برباد و تاراج کر دیا - پھر ولایت دیلوارہ میں آیا - اور دیلوارہ کے راجا کے موکل رانا کی عمارتوں اور مکانات کو جو آسمان سے باتیں کر رہے تھے ، خاک میں ملا دیا - بت کدوں اور بتوں کو اکھاڑ پھینکا - بعض مفسدوں کو جو ہاتھ آ گئے تھے ، موت کی سزا دی اور ہاتھیوں کے پیروں تلے کچلوا دیا - ملک میر سلطانی کو خراج وصول کرنے کے لیے چھوڑا اور خود ولایت راٹھور کی طرف متوجہ ہوا - راٹھور کے سربر آوردہ لوگوں نے اطاعت قبول کرکے نذرانے پیش کیے اور خیر خواہی کا طریقہ اختیار کیا -

فیروز خاں بن شمس خاں دندانی نے کہ جو سلطان مظفر کا بھتیجا اور حکومت ناگور پر قابض تھا ، حاضر ہو کر کئی لاکھ تنکے پیش کیے- سلطان احمد نے اس پیشکش کی بخشش کر دی اور وہاں کے سپاہیوں کی ایک جماعت کو ندی کنارے کے جنگلات کے بعض محالوں میں تھانیداری پر چھوڑا اور دارالملک احمد آباد کو واپس آ گیا -

سلطان جب کسی سفر سے آتا یا کسی لشکر کو واپس لاتا تھا ، تو ایک عظیم جشن منعقد کرتا تھا اور امیروں اور سپاہیوں میں سے ہر ایک کو جو پسندیدہ خدمات انجام دیتے تھے ، انعام و التفات (سے نوازتا) اور تنخواہ و مرتبہ میں اضافہ کرتا تھا - ملک گجرات کے باشندوں کو چاہے وہ عوام ہوں [۱۲۴] یا مشائخ ، ہر ایک کو شاہانہ عنایات سے نوازتا تھا - اس مرتبہ بھی جشن منعقد کیا گیا اور ہر ایک پر خاص عنایت کی گئی -

---

۱- ایک خطی نسخہ میں ''میوار'' ہے اور لولکشور اڈیشن میں میوات ہے -

۲- ایک خطی نسخہ میں برہور ہے -

۸۳۹ھ/۳۶ - ۱۴۳۵ء میں ملک مالوہ سے خبر آئی کہ محمود خاں بن ملک مغیث نے کہ جو سلطان ہوشنگ کا وزیر تھا ، شہزادہ غزنی خاں کو سلطان ہوشنگ کے مرنے کے بعد کہ جو اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا ، زہر دے کر مار ڈالا اور خود حکومت پر قبضہ کرکے اپنا نام سلطان محمود رکھا ہے - اسی زمانہ میں شہزادہ مسعود خاں مالوہ سے فرار ہو کر پناہ کے لیے آیا - سلطان احمد ایک لشکر آراستہ کرکے مالوہ کی طرف متوجہ ہوا اور مالوہ کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا - وہ چاہتا تھا کہ شہزادہ مسعود خاں کو اس کے بزرگوں کی جگہ تخت نشین کرے کہ عجیب اتفاق یہ ہوا کہ سلطان احمد کے لشکر میں عظیم وبا پھیل گئی - مخلوق کو تجہیز و تکفین کی فرصت نہیں ہوتی تھی - دو روز میں کئی ہزار آدمی مر گئے - سلطان احمد بھی بیمار ہو گیا اور مجبوراً واپس ہو کر گجرات چلا گیا - مسعود خاں کو آئندہ سال کے لیے امیدوار بنا دیا - اس اجمال کی تفصیل طبقہ مالوہ میں مندرج ہے -

جب (سلطان احمد) گجرات پہنچا ، تو ۴ ربیع الآخر ۸۴۶ھ/۱۴۴۲ء کو اس کا انتقال ہو گیا - اس کی پیدائش شب جمعہ ۱۹ ذی الحجہ ۷۹۳ھ ۱۳۹۱ء کو دارالسلطنت دہلی میں ہوئی تھی ، چنانچہ اس کا اشارہ پہلے ہو چکا ہے - کہتے ہیں کہ زمانہ بلوغ سے انتقال ہونے کے وقت تک کبھی اس کی فرض نماز قضا نہیں ہوئی - بادشاہ پسندیدہ اطوار اور اطاعت کی طرف مائل تھا - بائیس سال کی عمر میں تخت سلطنت پر بیٹھا - بتیس سال چھ ماہ اور بیس دن حکومت کی - احمد آباد میں دفن ہوا - مرنے کے بعد خطوط اور فرامین میں اس کو ''خدائگان مغفور'' لکھا جاتا تھا -

[۵ ، ۱ ذکر سلطان محمد شاہ بن احمد شاہ

جب تعزیت کے تین دن ختم ہو گئے تو امیروں ، وزیروں ، ملک کے اکابر اور اہل فضل و کمال نے سوم[۱] ربیع الآخر ۸۴۶ھ/۱۴۴۲ء کو

۱- احمد شاہ کا انتقال ۲ ربیع الآخر ۸۴۶ھ کو ہوا - جیسا کہ پچھلے صفحہ پر ذکر ہوا ہے اور تین دن کے بعد محمد شاہ تخت نشین ہوا - لولکشور اڈیشن میں ۷ ربیع الآخر ہے جو صحیح ہے -

شہزادہ محمد خاں کو تخت نشین کیا اور غیاث الدین والدین محمد شاہ کا خطاب دیا ۔ نثار و ایثار کی روایات پوری کی گئیں اور جو رقم چتر (تاج) پر نچھاور کی گئی تھی ، وہ مستحقین میں تقسیم کر دی گئی ۔ ملک کے امراء و اراکین کو خطاب اور منصب دیے گئے ۔ اس کے تخت نشین ہونے کے بعد سلطنت میں از سر نو رونق اور عمل آ گیا ۔ وہ بخشش و بخشائش میں اتنا سخی تھا کہ لوگ اس کو محمد شاہ زربخش کہا کرتے تھے ۔ بیسویں رمضان المبارک ۸۴۹ھ/۱۴۴۵ء کو محمد شاہ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود خاں رکھا گیا ۔ محمد شاہ نے جشن منعقد کیے اور ملک کے امراء و اراکین کو انعام و نوازش سے سرفراز کیا ۔

جشن کے دن ختم ہونے کے بعد اسی سال میں وہ ایدر کی ولایت کی تخریب کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے اس کی بربادی و غارت گری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ۔ ایدر کے راجا ہر رائے ولد پوبجا نے بیچارگی میں اپنی لڑکی نذرانہ کے طور پر پیش کر دی ۔ اس لڑکی نے اپنے کمال حسن کی وجہ سے سلطان محمد شاہ کو پوری طرح اپنا گرویدہ کر لیا ۔ چند روز کے بعد اس نے عرض کیا کہ ایدر کا قلعہ اس کے باپ کو عنایت کر دیا جائے ۔ سلطان محمد شاہ نے ایدر کا قلعہ ہر رائے کو بخش دیا [۱۲۶] اور باگر کی ولایت کی جانب توجہ کی ۔ ڈونگر پور کا راجا گنیا فرار ہو کر پہاڑوں کے غاروں میں جا چھپا ۔ جب اس نے دیکھا کہ تمام ملک برباد ہو گیا ، تو وہ ملک منیر سلطانی کے وسیلہ سے کہ جس کا خطاب خان جہاں تھا ، بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور پیش کش کے ذریعہ اپنی ولایت کو بچایا ۔

وہاں سے سلطان محمد شاہ نے احمد آباد کی طرف مراجعت کی اور ۸۳۵ھ/۱۴۴۹ء میں قلعہ جاپانیر کو فتح کرنے کے لیے چلا ۔ جب متواتر کوچ کرتا ہوا جاپانیر کے قریب پہنچا ، تو جاپانیر کے راجا رائے کنک داس نے اپنی فوج کے ساتھ قلعہ سے نکل کر بہادرانہ مقابلہ کیا ، مگر آخر کار بھاگ کر قلعہ میں داخل ہو گیا ۔ سلطان محمد نے قلعہ کے اطراف کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ فتح کرنے کی پوری کوشش کی رائے کنک داس نے سلطان محمود خلجی کا وسیلہ تلاش کیا اور اس کو اپنی مدد کے لیے بلایا اور طے پایا کہ وہ ہر منزل پر خرچ کے لیے بطور مدد

ایک لاکھ تنکہ دے گا ۔ سلطان محمود خلجی مال کے لالچ میں اس کی امداد و اعانت کے لیے تیار ہو گیا ۔ جب وہ قصبہ دھود پہنچا ، تو سلطان محمد قلعہ چھوڑ کر احمد آباد چلا گیا اور موضع کوتھرہ میں ٹھہرا ۔ سامان جنگ ، نیزہ بازی اور ضرب کے اسباب مہیا کرنے میں مشغول ہوا ۔ سلطان محمود خلجی جو اس جگہ پہنچا ہوا تھا ، وہیں قیام کیے رہا اور آگے نہ بڑھا ۔

ماہ محرم ۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء[1] میں سلطان محمد شاہ کا انتقال ہو گیا ۔ اس کے مرنے کے بعد اس کو "خدایگان کریم" لکھا جاتا تھا ۔ اس کی سلطنت کی مدت سات سال نو ماہ اور چار دن ہوئی ۔

[۱۲۷] ذکر سلطان قطب الدین احمد شاہ بن محمد شاہ بن احمد شاہ بن محمد شاہ بن مظفر شاہ

جب امراء اور اراکین سلطنت تین روز تک تعزیت ادا کر چکے ، تو انھوں نے چوتھے روز محرم الحرام (۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء) کی گیارہ تاریخ کو سلطان محمد شاہ کے بڑے لڑکے کو جس کی عمر ۲۱ سال تھی ، تخت نشین کیا اور سلطان قطب الدین احمد شاہ خطاب مقرر ہوا ۔ اس کا نام احمد ہے ، لیکن وہ لقب سے مشہور ہے ۔ تخت نشینی کے وقت صدقہ و خیرات کی رسم ادا ہوئی ۔ اس رقم (صدقات) نے ملک گجرات کے مستحقین کو آسودہ اور خوش حال کر دیا ۔ امراء اور اراکین سلطنت کو خطابات ، انعامات اور مناسب سے خوش کر دیا ۔

اتفاق سے جب محمد شاہ کا انتقال ہوا اور سلطان قطب الدین باپ کا قائم مقام ہوا ، تو سلطان محمود خلجی جو مدد کے لیے جاپانیر آیا ہوا تھا اور ابھی تک سرحد گجرات میں تھا ، موقع مناسب سمجھ کر نہایت تیزی کے ساتھ ولایت گجرات میں داخل ہو گیا ۔ جب بڑودہ کے نواح میں پہنچا ، تو سلطان محمود کا ایک مست ہاتھی فوج سے علیحدہ ہو کر موضع برنامہ میں آ گیا ۔ برنامہ کے کافروں نے ہاتھی اور فیلبان دونوں کو مار ڈالا ۔

۱- فرشتہ (۱۹۱/۲) میں ۷ محرم تاریخ دی ہے ۔

سلطان محمود رعایا کی اس دلیری پر متعجب ہوا اور انتقام لینے کے لیے اس نے حکم دیا اور موضع برنامہ کو برباد کر دیا ۔

چونکہ ابھی قطب الدین کی سلطنت کا ابتدائی زمانہ تھا اور سلطان محمود کو غلبہ و اقتدار حاصل تھا ، لہذا سلطان قطب الدین نے اس بقال سے کہ جس کو اس کی خدمت میں تقرب حاصل تھا ، مشورہ کیا ۔ اس نے کہا کہ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ولایت سورٹھ چلے جائیں ۔ جب سلطان محمود گجرات کے ملک میں لشکر چھوڑ کر [۱۰۸] واپس ہو ، تو آپ اس کی فوج کو آسانی کے ساتھ اپنے ملک سے نکال سکتے ہیں ۔ سلطان قطب الدین نے اس قول کی تصدیق کی اور وہ چاہتا تھا کہ اس پر عمل کرے مگر امیروں نے اس بات سے اتفاق نہیں کیا ، بلکہ اس کو جنگ پر لے گئے ۔ جب فتح ہوئی ، تو امیروں نے اس بقال کو معتوب ٹھہرایا ۔ اس (بقال) نے کہا کہ اگر سلطان کو جنگ کا خیال ہوتا ، تو تم سے مشورہ کرتا ۔ چونکہ اس کا بھاگنے کا ارادہ تھا ، اس لیے مجھ سے پوچھا ۔

مختصر یہ کہ جب سلطان قطب الدین نے قصبہ کپڑنج میں جو احمد آباد سے بیس کوس پر ہے ، سلطان محمود سے مقابلہ کیا ، تو اس منزل پر ملک علاءالدین سہراب جو سلطان پور کا تھالیدار تھا اور ضرورتاً سلطان محمود سے مل گیا تھا ، فرار ہو کر سلطان قطب الدین کی خدمت میں آ گیا ۔ ایک ہی جلسہ میں اس کو سات مرتبہ خلعت عنایت ہوئے اور علاء الملکی کے خطاب سے اسے ممتاز کیا ۔ جب تین کوس کا فاصلہ رہ گیا، تو سلطان محمود نے یہ شعر لکھ کر سلطان قطب الدین کو بھیجا :

بیت

شنیدم گوئی می بازی درون خانہ بے چوگاں
اگر داری سر دعوئ بیا ایں گوئی و ایں چوگاں

سلطان قطب الدین نے صدر جہاں سے فرمایا کہ اس شعر کا جواب لکھے ۔ صدر جہاں نے اس کے جواب میں یہ شعر لکھا :

بیت

اگر چوگاں بدست آرم سرت چو گوئی بردارم
ولی ننگ است ازیں کارم اسیر خود در آزازم[1]

اس شعر میں اس طرف اشارہ ہے کہ سلطان ہوشنگ کو جو سلطان محمود کا مخدوم و محسن تھا سلطان مظفر اللہ نے ایک مدت تک قید میں رکھا اور پھر رہا کرکے اسے مالوہ کا ملک دیا ۔ چنانچہ سلطان مظفر شاہ کے حالات میں [۱۲۹] اس بات کا ذکر آیا ہے ۔ چند روز کے بعد ماہ صفر کی تیسری شب میں سلطان محمود شب خون کے ارادہ سے سوار ہوا اور شکست کھا کر مالوہ چلا گیا جس کا ذکر مالوہ کے حالات میں مفصل کیا گیا ہے ۔ اس نے راستہ میں کولوں اور بھیلوں سے بہت تکلیف اٹھائی ۔ سلطان قطب الدین مظفر و منصور احمد آباد واپس چلا گیا ۔

ایک مدت کے بعد وزیروں نے کہا کہ ناگور کا حاکم فیروز خاں بن شمس خاں دندانی انتقال کر چکا ہے ۔ اس کا بھائی مجاہد خاں ناگور پر قابض ہو گیا ۔ شمس خاں بن فیروز خاں مذکور بھائی کے خوف سے بھاگ کر رانا کونبھا اور رانا موکل کے پاس مدد کا طالب ہوا ۔ رانا کونبھا نے یہ طے کیا کہ ناگور کو مجاہد خاں کے قبضہ سے نکال کر اس کے سپرد کر دے گا ، لیکن یہ شرط لگائی کہ ناگور کے قلعہ کے کنگرے اس کو منہدم کرانے ہوں گے ۔ اس سے اس کی غرض یہ تھی کہ اس سے پہلے رانا موکل ، فیروز خاں کے مقابلہ سے ذلیل و خوار ہو کر بھاگا تھا اور اس معرکہ میں تین ہزار راجپوت قتل ہوئے تھے ۔ جب اس کا لڑکا قلعہ کے تین کنگروں کو منہدم کرا دے گا ، تو دنیا والے یہ کہیں گے کہ اگرچہ رانا موکل مقابلہ سے بھاگا تھا ، مگر اس کے لڑکے نے اس قلعہ پر قابو پا کر انتقام لے لیا ۔ شمس خاں بیچارے نے مجبوراً اس شرط کو قبول کر لیا ۔ چند روز کے بعد رانا کونبھا لشکر جمع کرکے ناگور پر حملہ آور ہوا۔ مجاہد خاں نے مقابلہ کی تاب نہ لا کر سلطان محمود خلجی سے التجا کی ۔ شمس خاں نے جا کر ناگور کے قلعہ پر قبضہ کر لیا ۔ رانا کونبھا نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ وعدہ پورا کرے ۔ شمس خاں نے امیروں اور

۱- فرشتہ (۱۹۱/۲) ''در آزارم'' کی بجائے برنجانم ۔

سرداروں کو [۱۳۰] بلا کر اس معاملہ میں مشورہ کیا ۔ بعضوں نے کہا کاش فیروز خاں کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ، تو وہ اس کے ناموس کی حفاظت میں کوشش کرتی ۔ شمس خاں نے غیرت و حمیت کی رو سے جواب دیا کہ جب تک بہت سے سر نہ کٹیں گے ، کنگروں کا گرانا ممکن نہیں ۔ رانا کونبھا اس جواب کو سن کر اپنی ولایت کو واپس چلا گیا اور ایک بڑا لشکر جمع کر کے پھر ناگور کی طرف آیا ۔ شمس خاں کو شکست ہوئی ۔ پھر اس (شمس خاں) نے ٹوٹے ہوئے قلعہ کو درست کیا ۔ اپنے لشکر اور سرداروں کو وہیں چھوڑا اور خود نہایت تیزی کے ساتھ مدد لینے کے لیے احمد آباد آیا ۔ سلطان قطب الدین احمد شاہ نے اس پر نظر عنایت کی اور اس کی لڑکی سے اپنا نکاح کر لیا ۔ جشن عروسی ختم ہونے پر رائے امین چند پاٹک[1] ، ملک گدائی اور بعض دوسرے امیروں کو ناگور کے لوگوں کی مدد کے لیے بھیج دیا ، مگر شمس خاں کو اپنے پاس روک لیا ۔ یہاں تک کہ ایک روز یہ خبر آئی کہ رانا کونبھا نے ناگور کی فوج سے جنگ کی ، بہت آدمی شہید ہوئے اور قلعہ کے باہر جتنی آبادی تھی سب نیست و نابود ہو گئی ۔

اس خبر کے سننے سے سلطان قطب الدین کی رگ حمیت و غیرت جوش میں آئی ۔ ۸۶۰ھ/۱۴۵۶ء میں وہ قلعہ کونبلمیر کے ارادہ سے روانہ ہوا ۔ جب قلعہ آبو کے نواح میں پہنچا ، تو قلعہ مذکورہ (آبو) کے راجا گیتا دیورہ نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ رانا کونبھا نے قلعہ آبو مجھ سے زبردستی لیا ہے اور وہاں اپنا تھانیدار رکھ دیا ہے ۔ قطب الدین نے ملک شعبان سلطانی کو جس کا خطاب عماد الملک تھا ، قلعہ آبو پر متعین کیا اور خود اپنے اصل مقصد کی طرف توجہ کی ۔ ناتجربہ کار ملک عماد الملک نے فوراً جنگ شروع کر دی اور بہت سے آدمیوں کو قتل کرا دیا ۔ جب یہ خبر سلطان کو ملی ، تو حکم دیا [۱۳۱] کہ واپسی پر قلعہ آبو کو لیا جائے گا اور گیتادیورہ کے سپرد کر دیا جائے گا ۔ اس نے آدمی بھیج کر عماد الملک کو بلا لیا اور خود قلعہ سروہی کو فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا ۔ جب سروہی کے قریب پہنچا ، تو وہاں کے راجا نے جنگ کر کے شکست کھائی ۔ سلطان وہاں سے رانا کونبھا کی ولایت

۱۔ نولکشور اڈیشن میں رام چند تاک ہے ۔

میں داخل ہوا - ہر طرف فوجیں روانہ کر دیں کہ اس کے ملک کو برباد کر دیں اور بت کدوں کو خراب کریں - جب وہ قلعہ کونبلمیر پہنچا ، تو رانا کونبھا نے قلعہ سے نکل کر جنگ شروع کر دی - بہت سے آدمی قتل ہوئے ، وہ پھر قلعہ میں چلا گیا - روزانہ کچھ آدمی قلعہ سے باہر بھیجا کرتا اور جنگ کیا کرتا - ہر مرتبہ شکست اسی کو ہوتی تھی - آخرکار کونبھا نے عاجزی اختیار کی اور لائق پیشکش دی - سلطان واپس ہو کر احمد آباد چلا گیا -

اس سال کے آخر میں سلطان محمود خلجی نے تاج خاں کو جو اس کے بڑے امراء میں سے تھا ، گجرات کی سرحد پر بھیجا اور صلح کا طالب ہوا - گجرات کے امراء و اراکین نے مخلوق کی بہتری کی وجہ سے سلطان قطب الدین کو صلح پر آمادہ کر لیا - سلطان محمود کی طرف سے شیخ نظام الدین اور ملک العلماء صدر جہاں جاپانیر آئے اور احمد آباد سے قاضی حسام الدین ایک جماعت کے ساتھ چلے اور اس طرح صلح ہوئی کہ رانا کونبھا کی جس قدر ولایت گجرات سے متصل ہے ، اس پر قطبی لشکر کو اختیار حاصل ہے اور علاقہ میوار میں سلطان محمود کا قبضہ رہے گا - ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی معاونت کریں گے - اس مضمون کے مطابق صلح کے خطوط لکھ کر بادشاہوں کے دستخطوں کے لیے بھیج دیے گئے -

[۱۳۲] ۸۶۰ھ/۱۴۵۶ء[1] میں سلطان قطب الدین نے کونبلمیر پر چڑھائی کی - راستہ میں آبو کو فتح کر کے وعدہ کے مطابق گیتا دیورہ کے سپرد کر دیا - وہاں سے کونبلمیر روانہ ہوا - رانا کونبھا وہاں سے نکل کر کر قلعہ چتور پہنچا ، راستہ میں ناہموار و خراب زمین دیکھ کر ٹھہر گیا ، فریقین کے ملنے کے بعد جنگ شروع ہو گئی - جب رات ہوئی ، تو دونوں طرف کی فوجیں اپنی اپنی قیام پر واپس چلی گئیں - دوسرے روز پھر جنگ ہوئی - سلطان قطب الدین نے بذات خود بہادرانہ کام کیے - رانا کونبھا پہاڑ میں جا چھپا اور ایلچی بھیج کر معافی چاہی - چار من سونا ، چند

۱- نولکشور ایڈیشن میں ۸۶۱ھ ہے - انگریزی ترجمہ (ص ۲۲۳) میں بھی ۸۶۱ھ ہے -

ہاتھی اور کچھ تحفے پیشکش میں بھیجے اور یہ عہد کیا کہ اس کے بعد ولایت ناگور کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا ۔ سلطان قطب الدین فتح یاب ہو کر واپس ہوا اور احمد آباد کو چلا گیا ۔

ابھی تین مہینے نہیں گزرے تھے کہ پھر خبر آئی کہ رانا کونبھا نے پچاس ہزار سواروں کے ساتھ ناگور پر حملہ کر دیا ۔ سلطان کو جس دن یہ خبر ملی ، اسی دن وہ احمد آباد سے نکل کر شہر کے باہر آیا اور ایک مہینہ تک لشکر کے جمع کرنے میں مشغول رہا ۔ رانا کونبھا سلطان قطب الدین کے آنے کی خبر سن کر واپس ہو گیا اور اپنی جگہ پر پہنچ گیا ۔ سلطان قطب الدین بھی اس خبر کے سننے کے بعد شہر میں واپس چلا آیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہوگیا ۔

۸۶۲ھ/۱۴۵۷ء کے شروع میں زمینداروں کو سزا دینے کا مصمم ارادہ کیا اور سروہی کی طرف روانہ ہوا ۔ سروہی کا راجا جو رانا کونبھا سے نہایت قریبی [۱۳۳] عزیز داری رکھتا تھا ، بھاگ کر کوہستان میں پناہ گزین ہوا ۔ تیسری مرتبہ سروہی کو آگ لگوائی ۔ دیہات کو برباد کیا ، رانا کونبھا کی ولایت کے لیے فوجیں تعینات کر دیں اور خود قلعہ کونبلمیر کی طرف روانہ ہوا ۔ اس اثنا میں یہ خبر آئی کہ سلطان محمود خلجی مندسور کے راستہ سے قلعہ چتور کے ارادہ سے چلا ہے اور مندسور کے نواح میں جو پرگنات ہیں ، ان سب پر قابض ہوگیا ہے ۔ سلطان قطب الدین نے مستحکم ارادہ کے ساتھ قلعہ کونبلمیر میں رانا کا محاصرہ کر لیا ۔ جب زیادہ عرصہ گزرا ، تو وہ یہ سمجھا کہ قلعہ کونبلمیر کو فتح کرنا مشکل ہے اور محاصرہ ترک کر کے قلعہ چتور کی طرف چلا ، اس کے نواح کو برباد و تاراج کرتا ہوا احمد آباد چلا گیا ۔ راستہ میں سپاہیوں میں سے جس کسی کا گھوڑا مر جاتا ، سلطان شاہی خزانہ سے اس کو (رقم) دے دیتا ۔ وہ سپاہیوں پر مہربانی کرنا لازم سمجھتا تھا ۔ رانا کونبھا نے سلطان کے پیچھے ایلچی بھیجے اور نہایت عاجزی و انکسار سے خطاؤں کی معافی چاہی ۔ سلطان نے پھر اس کی خطائیں معاف کر دیں اور ایلچیوں کو خوش خوش واپس بھیج دیا ۔

۸۶۳ھ/۵۹ ۔ ۱۴۵۸ء میں پھر سفر کا ارادہ کیا ، اتفاق سے بیمار

ہوگیا ۔ ایک دن سید محمود کی ملاقات کے لیے گیا جو قطب عالم مشہور ہیں اور قصبہ بتوہ میں مدفون ہیں ۔ دل میں یہ تمنا کی کہ گیا اچھا ہو کہ اگر حق سبحانہ' تعالیٰ مجھے ایک لائق بیٹا عطا کرے ۔ سید قدس سرہ نے نور باطنی سے اس بات کو معلوم کر لیا ۔ انھوں نے فرمایا کہ تمھارا چھوٹا بھائی بیٹے کی طرح ہے ، اس سے مظفر شاہی خاندان کا سلسلہ چلے گا ۔

سلطان وہاں سے مایوس اٹھا ۔ روز بروز اس کے مرض نے ترقی کی ۔ ۲۳ رجب [۱۳۴] سال مذکور (۸۶۳ھ/۱۴۵۹ء) کو اس کا انتقال ہوگیا[1]۔ سلطان محمد شاہ کے خطیرہ میں دفن ہوا ۔ شاہی تحریرات اور فرامین میں اسے "سلطان غازی" لکھتے ہیں ۔ اس کی سلطنت کی مدت سات سال چھ ماہ اور تیرہ دن ہوئی ۔ وہ بادشاہ بہادری و شجاعت میں مشہور تھا ، لیکن غصہ کی حالت میں خاص طور سے جبکہ وہ شراب کے نشہ میں ہوتا تھا ، تو اعمالِ قبیحہ کا مرتکب ہوتا تھا ، لوگوں کو قتل کرانے میں بہت حریص تھا ۔

جب سلطان قطب الدین کا انتقال ہو گیا ، تو قطبی امیروں نے شمس خاں بن فیروز خاں کو اس گمان میں قتل کرا دیا کہ اس (شمس خاں) کی لڑکی نے جو سلطان کے نکاح میں تھی ، سلطان کو زہر دے دیا ہوگا ۔ سلطان کی ماں نے اس (شمس خاں) کی لڑکی کو کنیزوں کے سپرد کر دیا انھوں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مار ڈالا ۔

ذکر سلطان داؤد شاہ بن احمد شاہ بن محمد شاہ بن مظفر شاہ

جب امراء و ارکانِ دولت اور سردارانِ مملکت سلطان قطب الدین کی رسم تعزیت ادا کر چکے ، تو انھوں نے شہزادہ داؤد خاں بن احمد شاہ کو کہ جو سلطان قطب الدین کا چچا تھا ، تخت نشیں کیا ۔ چونکہ قضا و قدر کے منشی نے سلطنت کا فرمان اس کے نام جاری نہیں کیا تھا ، لہذا اس نے بداعمالی و افعالی شروع کر دی اور ایسی حرکتیں کرتا تھا جس

۱- فرشتہ (۱۹۳/۲) نے ۲۳ رجب ۸۷۳ھ لکھا ہے جو غلط معلوم ہوتا ہے ۔

سے اس کا کمینہ پن ظاہر ہوتا ، مخلوق اس سے نفرت کرنے لگی ۔ ان میں سے ایک حرکت یہ تھی کہ ایک فراش کو کہ جو اس کی شہزادگی کے زمانہ میں اس کے پڑوس میں [۳۵] رہتا تھا ، عماد الملک کا خطاب دے دیا[1] ۔

امراء و اراکین اس کی نامناسب حرکتیں دیکھ کر اس سے بیزار ہوگئے اور یہ طے کیا کہ اس کو حکومت سے ہٹا دیا جائے ۔ انھوں نے ملک عماد الملک بن سہراب کو مخدومہ جہاں کے یہاں بھیجا کہ جو سلطان محمد شاہ کی زوجہ اور ہندوستان کے ایک بادشاہ کی بیٹی تھیں اور شہزادہ فتح خاں بن محمد شاہ کو بلایا اور بالاتفاق یہ طے کر لیا کہ اس کو تخت سلطنت پر بٹھائیں گے ۔ مخدومہ جہاں نے جواب دیا کہ میرے لڑکے کو اس سے معاف رکھو کہ وہ اس بارگراں کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے ۔ اتفاق سے ملک عماد الملک شہزادہ فتح خاں کے پاس خلوت میں پہنچ گیا اور اس کو سوار کر کے شاہی محل میں لے آیا ۔ امراء اس کی خدمت میں حاضر ہوئے ، مبارک باد پیش کی ، اسی روز کہ اتوار کا دن اور شعبان (۸۶۳ھ/۱۴۵۹ء) کی پہلی تاریخ تھی ، اس کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا ۔ سلطان محمود شاہ اس کا خطاب ہوا ۔ داؤد شاہ کی سلطنت کی مدت صرف سات دن ہوئی ۔

ذکر سلطان محمود شاہ بن محمد شاہ

جب اتوار کے دن پہلی شعبان ۸۶۳ھ/۱۴۵۹ء کو محمود شاہ بن محمد شاہ ، امراء کے صلاح و مشورہ سے گجرات کے تخت سلطنت پر بیٹھا اور اپنے بزرگوں کا جانشین ہوا ، تو ہر طبقہ کے لوگوں پر ان کے مراتب کے لحاظ سے نوازشیں کیں ۔ کہا جاتا ہے کہ اس دن عربی اور ترکی گھوڑوں ، خلعتوں ، پٹکوں ، جڑاؤ تلواروں ، نور نشاں خنجروں کے علاوہ ایک کروڑ تنکے (سکے) انعام میں تقسیم ہوئے ۔

[۱۳۶] جب چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا ، تو ملک کبیر سلطانی کہ جس کا خطاب عضدالملک تھا ، مولانا خضر کہ جس کا خطاب صفی الملک

۱- ملاحظہ ہو فرشتہ ۱۹۳/۲ ۔

تھا ، پیارہ اسماعیل کہ جس کا خطاب برہان الملک تھا اور جھجو محمد کہ جس کا خطاب حسام الملک تھا ، اپنی طبیعت کے خبث اور طینت کے فساد کی وجہ سے ہنگامہ پر آمادہ ہو گئے ۔ آپس میں یہ طے کیا کہ پہلے ملک شعبان عماد الملک وزیر سلطنت کو درمیان سے ہٹا دیا جائے ، تب ان کا فاسد خیال و ارادہ پورا ہو سکتا ہے ۔ اس ارادہ کو پورا کرنے کی غرض سے انھوں نے تنہائی میں بادشاہ سے عرض کیا کہ عماد الملک اپنے لڑکے شہاب الدین کو بادشاہ بنانا چاہتا ہے اور ملک مغیث خلجی کی طرح یہ ارادہ رکھتا ہے کہ سلطنت کو اپنے خاندان میں منتقل کر دے ۔ محمود شاہ نے کہا کہ چند روز ہوئے کہ میں نے اس کے طرز عمل سے اس بات کا اندازہ لگا لیا ہے ، لہذا اس کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا اور قید کرکے اس کو احمد آباد کے بالا خانہ پر نظر بند کر دیا اور اپنے پانچ سو معتبر آدمی اس کی نگرانی پر مقرر کر دیے ۔ عضدالملک اور دوسرے فتنہ انگیز کامیاب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ۔

اتفاق سے ملک عبداللہ شحنہ فیل نے جو معتمد لوگوں میں سے تھا ، تنہائی میں اس حیلہ ساز گروہ کی مکاری و غداری سے اس کو باخبر کیا اور کہا کہ اس گروہ نے شاہزادہ حسن خاں کو اپنے گھر لے جا کر عہد و قول کیا ہے اور عماد الملک کی گرفتاری کو اپنی کاربرآری کا ذریعہ سمجھتے ہیں ۔ سلطان محمود کو اس خبر سے تشویش ہو گئی ۔ اس نے خود حقیقت حال کو سمجھنا چاہا ۔ پرانے لوگوں کی ایک جماعت اور اپنے دولت خواہوں ، مثلاً حاجی ، [۱۳۷] ملک بہاء الدین ، ملک کالو ، ملک عین الدین کو اسی وقت بلا لیا اور ملک عبداللہ سے کہا کہ ہاتھیوں کو تیار کرے اور دربار میں لائے اور ملک شرف الملک کو حکم دیا کہ ملک غدار کو دربار میں حاضر کرے تا کہ شحنہ اس کو ہاتھی کے پیروں تلے ڈال دے ۔ جب ملک شرف الملک ، عماد الملک کو لینے کے لیے گیا ، تو نگہبانوں نے کہا کہ ہم عضدالملک کی اجازت کے بغیر نہیں دے سکتے ہیں ۔ اس نے واپس آ کر بادشاہ سے یہی عرض کر دیا ۔ سلطان محمود نے برج کی چھت پر چڑھ کر کہا کہ شعبان کو جلد حاضر کرو اور ہاتھی کے پیروں تلے ڈال دو ۔ جب لوگوں نے سلطان محمود کی زبان سے یہ الفاظ سنے ، تو لوگ کثیر تعداد میں جا کر اس کو لے آئے ۔

جب سلطان کی نظر اس پر پڑی ، تو فرمایا کہ حرام خور کو اوپر لاؤ ۔ تا کہ کچھ باتیں اس سے دریافت کی جائیں - جب اوپر لے گئے ، تو حکم دیا کہ اس نمک حلال کی گردن اور ہاتھوں پر سے زنجیریں ہٹا دی جائیں تا کہ حرام خوروں (غداروں) کا تدارک کرے ۔ امراء کے متعلقین نے کہ جو اس کی حفاظت پر متعین تھے ، جب یہ حال دیکھا ، تو بعض خود بالا خانہ سے گر پڑے اور بعض ''الاماں'' کی آواز بلند کرنے لگے ۔

جب یہ خبر عضدالملک اور دوسرے فتنہ انگیزوں نے سنی ، تو اپنے انجام کی فکر میں حیران رہ گئے اور اپنے آدمیوں کو جمع کرنے میں مشغول ہوئے ۔ صبح ہوتے ہی محمود محل کے بالا خانہ پر آیا ، لوگوں کو بلایا اور عماد الملک کے ہاتھ میں رومال دیا ۔ تا کہ مگس رانی کرے ۔ ملک عبداللہ شحنہ نے تمام ہاتھیوں کو حاضر کیا ۔ تقریباً تین سو آدمی آزاد اور غلام سلام کے لیے حاضر ہو گئے ۔ اسی اثنا میں باغی امراء ، شہر کے بدمعاشوں اور اپنے آدمیوں کے ساتھ مسلح ہو کر دربار میں آئے جب قریب پہنچے ، تو عماد الملک ملک حاجی اور دوسرے سرداروں نے ہاتھیوں کو اپنے خاص آدمیوں کے سپرد کرکے دشمنوں پر حملہ کیا ۔ عضدالملک [۱۳۸] اور دوسرے غداروں نے راہ فرار اختیار کی ۔

سپاہی اپنے ہتھیاروں کو کوچہ و بازار میں پھینک کر چھپ گئے ۔ ان میں سے حسام الملک اپنے بھائی اور پٹن کے کوتوال رکن الدین کے پاس چلا گیا ۔ اس نواح کے کراسیوں[۱] کو اس کے آدمیوں نے قتل کیا تھا ۔ انھوں نے اس کو پہچان لیا اور مار ڈالا اور اس کے فسادی سر کو احمد آباد بھیج دیا ۔ برہان الملک چونکہ موٹا تازہ تھا ، لہذا بھاگ نہ سکا ۔ وہ سر کنج کے قریب دریائے سابرمتی کے کھروں میں جا چھپا ۔ اتفاق سے ایک خواجہ سرا شیخ احمد کھتو کے مزار کی زیارت کے لیے جا رہا تھا ۔ اس نے برہان الملک کو کھرے میں بیٹھا دیکھا اور وہ فوراً اس کو گرفتار کرکے دربار میں لے آیا ۔ سلطان کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا ۔ مولانا خضر صفی الملک کو قید کرکے دیب بھیج دیا[۲] ۔

۱- انگریزی مترجم ، (ص ۲۶۱) نے گرامی لکھا ہے ۔

۲- ملاحظہ ہو ، فرشتہ ۲/۱۹۴ - ۱۹۵ -

جب یہ فتنہ فرو ہو گیا اور دوست دشمن کا فرق ظاہر ہو گیا تو عماد الملک نے اپنی عالی ہمتی سے وزارت کے عہدہ کو ترک کر دیا ، آزاد لوگوں کی طرح دنیا کو چھوڑ دیا اور گوشہ تنہائی و قناعت اختیار کر لیا ۔ جاگیر چھوڑ کر وظیفہ دار بن گیا ۔ سلطان محمود نے سپاہیوں پر نوازشیں کیں قدیم ملازمین میں سے باون آدمیوں پر رعایتیں کیں ۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں اس کا لشکر سلطان قطب الدین اور گزشتہ سلاطین سے دس بیس گنا ہو گیا ۔ پرانے ملازمین میں سے ہر ایک کو خطاب دیا ۔ ملک حاجی کو عماد الملک کا خطاب دیا اور عارض لشکر بنایا ۔ ملک بہاء الدین کو اختیار الملک ، ملک طوغان کو فرحت الملک ، ملک عین الدین کو نظام الملک اور ملک سعد بخت کو برہان الملک کا خطاب دیا[1] ۔

[۱۳۹] ۸۶۴ھ/۶۰-۱۴۵۹ء میں پھر شکار کے ارادہ سے کرینج کی طرف گیا ۔ اس مرتبہ مندو کی سرحد تک شکار کھیل کر واپس چلا آیا ۔ اسی ضمن میں تھانوں کا انتظام اور پرگنوں کا نظم و نسق درست کیا اور مظلوموں کی فریادیں بھی سنیں ۔

۸۶۶ھ/۶۲-۱۴۶۱ء میں پھر سیر و شکار کے ارادہ سے دارالملک احمد آباد سے روانہ ہوا ۔ دریائے کھاری کے کنارے پر جو احمد آباد سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر ہے ، قیام کیا ۔ اس منزل پر نظام شاہ بن ہمایوں شاہ والیٔ دکن کا خط ملا جس میں سلطان محمود خلجی کا گلہ و شکوہ تھا اور مدد طلب کی تھی ۔ محمود شاہ بے شمار لشکر اور پانچ سو ہاتھی لے کر نظام شاہ کی مدد کے لیے روانہ ہوا ۔ جب ندر بار اور سلطان پور میں پہنچا تو اس کو پھر (اور) خط ملا کہ سلطان محمود خلجی اپنی کثرت فوج پر مغرور ہو کر متواتر کوچ کرتا ہوا میرے سر پر آ گیا ۔ فوجوں کا مقابلہ ہونے کے بعد پہلی مرتبہ اس کی فوج کو شکست ہوئی اور میری طرف کی فوج نے اس کے لشکر کو لوٹ لیا ۔ پچاس ہاتھی مالِ غنیمت میں ہاتھ آئے ، لیکن سلطان محمود نے اس وقت جبکہ فوج غارت گری میں مشغول تھی ، کمین گاہ سے نکل کر بارہ ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کر دیا سکندر خاں

۱- فرشتہ ۲/۱۹۵ ۔

بخاری اور خواجہ جہاں ترک نے وفاداری کے حقوق ادا کر دیے۔ سلطان محمود نے خود کمان ہاتھ میں لے کر فوج کو تباہ کیا۔ سکندر خاں اور خواجہ جہاں ترک مجمع لے کر بیدر کی طرف متوجہ ہوئے۔ میں اس وقت [۱۴۰] فیروز آباد میں ہوں۔ سلطان محمود نے بیدر کا محاصرہ کر لیا ہے۔ چونکہ آپ نے اس علاقہ کی امداد کا قصد کیا ہے، لہذا عجلت سے کام لیں۔

سلطان محمود دکن کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے راستے میں سنا کہ سلطان محمود خلجی واپس ہو کر مالوہ چلا گیا ہے۔ محمود شاہ اسیر و برہان پور کی ولایت میں پہنچا۔ تا کہ اس کے فرار ہونے کا راستہ روک لے۔ قصبہ تھانیسر کے قریب جو ولایت اسیر میں ہے، قیام کیا۔ سلطان محمود خلجی معروف راستہ کو چھوڑ کر گوندوانہ کے راستہ سے داخل ہو گیا، راستہ اور پانی کی خرابی کی وجہ سے اس کی فوج کو بہت پریشانی اٹھانی پڑی۔ کہتے ہیں کہ راستہ کی خرابی اور پانی کی کمی کی وجہ سے ایک ہزار سے زیادہ آدمی مر گئے۔ محمود نے نظام شاہ کو خط لکھ کر بھیجا کہ جس وقت تمہیں مدد کی ضرورت ہو، مطلع کرنا، اعانت میں سستی نہیں ہوگی اور احمد آباد واپس چلا آیا۔

ثقہ حضرات سے سنا ہے کہ اس لشکر میں محمود شاہ کے ہمراہ ستر ہزار مسلح منتخب سپاہی تھے۔ گجرات کا سارا ملک سپاہیوں کی جاگیر میں دے دیا۔ اپنے خالصہ میں ایک گاؤں بھی نہیں رکھا۔ چار سال کے عرصہ میں اپنے آباء و اجداد کے خزانوں سے دو حصہ دولت صرف کر دی۔

۸۶۷ھ/۶۳-۱۴۶۲ء میں نظام شاہ کا خط پھر ملا جس کا مضمون یہ تھا کہ سلطان محمود خلجی نے نوے ہزار فوج کے ساتھ دکن پر حملہ کر دیا۔ چونکہ آپ نے امداد و اعانت کا وعدہ تحریر فرمایا تھا، لہذا میں اس کی امید رکھتا ہوں کہ آپ کی ہمت عالی اس وعدہ کو پورا کرے گی۔ محمود شاہ آراستہ لشکر [۱۴۱] لے کر دکن کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ سلطان پور اور ندر بار پہنچا، تو سلطان محمود خلجی دولت آباد کے اطراف کو برباد کرکے اپنے ملک کو واپس ہو چکا تھا۔ نظام شاہ کی جانب سے معذرت نامہ، ہدیوں اور نذرانوں کے ساتھ سلطان کی خدمت

میں آیا - وہ بھی احمد آباد کو واپس چلا گیا اور سلطان محمود خلجی کو لکھ بھیجا کہ بلا وجہ مسلمانوں کے ملک پر حملہ کرنا آئین اسلام کے خلاف اور مروت سے بعید معلوم ہوتا ہے اور واقعات کے سامنے آ جانے پر بغیر جنگ کے واپس ہو جانا برا ہے - اگر پھر ساکنانِ دکن کو تکلیف پہنچانے کا قصد کیا ، تو یقین رکھنا کہ ادھر سے مالوہ کو تاخت و تاراج کرنے کی طرف توجہ کی جائے گی - سلطان محمود خلجی نے جواب بھیجا کہ چونکہ آپ دکن کی امداد کے لیے متوجہ ہو چکے ہیں ، لہذا آئندہ سے اُس ملک کے باشندوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی[۱] -

۸۶۹ھ/۶۵-۱۴۶۴ء میں سلطان کے حضور میں یہ ذکر ہوا کہ[۲] باورد بندردون کے زمیندار دو سال سے جہازوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں - چونکہ گجرات کے سلاطین کی طرف سے ان کو کوئی تنبیہہ نہیں ہوئی ہے ، لہذا سرکشی و بغاوت ان کی عادت ہو گئی ہے - باوجودیکہ سلطان محمود کے وفاداروں نے راستہ کی تکلیفوں اور قلعہ کے استحکام کی وجہ سے اس تجویز کو پسند نہیں کیا تھا ، مگر سلطان محمود اس علاقہ کو فتح کرنے اور سرکشوں کو سزا دینے کے لیے روانہ ہوا - جب بڑی تکالیف کے بعد اس قلعہ کے قریب پہنچا ، تو قلعہ کا سردار جنگ کے لیے مقابلہ پر آیا - بڑی بہادری دکھائی - جب رات ہوئی ، تو قلعہ میں چلا گیا - چند روز تک روزانہ اسی طرح جنگ ہوتی رہی اور حق مردانگی ادا ہوتا رہا - اتفاق سے ایک دن محمود شاہ اپنے لشکر اور ملازمین کے ہمراہ باورد کے پہاڑ پر چڑھا - جب قلعہ والوں کی نظر تاج شاہی پر پڑی [۱۳۲] اور انھوں نے لشکر کی کثرت ملاحظہ کی ، تو عاجز ہو کر صلح کے طالب ہوئے - سردار ، سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور امان طلب کی - سلطان محمود نے نہایت مہربانی سے ان کی خطاؤں کو معاف کرکے سب کو امان دے دی - چونکہ قلعہ کا سردار اور اس نواح کے معززین آئے تھے ، لہذا ہر ایک کو خلعت دے کر سرفراز کیا اور سوار ہو کر قلعہ کی سیر کے لیے روانہ ہوا - جب قلعہ کی سیر سے فارغ ہوا ، تو قلعہ کے سردار نے بہت سے تحفے نذر کیے - اس مجلس میں تمام پیشکش اس (سردار

۱- فرشتہ ۲/۱۹۵ - ۱۹۶ -

۲- فرشتہ (۲/۱۹۶) ماورد بندردون -

قلعہ) کو بخش دی اور خاص خلعت اور زریں پٹکہ اس کو مرحمت کیا اور سالانہ نذرانہ اس سے مقرر کرکے اس نواح کی حکومت اس کے سپرد کر دی ۔ خود مظفر و منصور احمد آباد واپس چلا آیا[1] ۔

۸۷۰ھ/۶۶ - ۱۴۶۵ء میں وہ شکار کے ارادہ سے احمد نگر کی جانب روانہ ہوا ۔ راستہ میں ایک دن بغیر کسی ظاہری سبب کے بہاء الملک بن الغ خان[2] نے آدم سلامدار کو مار ڈالا اور فرار ہو کر ایدر کی ولایت میں چلا آیا ۔ سلطان محمود نے بہاء الملک کی گرفتاری کے لیے عماد الملک اور عضدالملک کو ایک جماعت کے ساتھ متعین کیا ۔ وہ دو بے گناہ آدمیوں کو لائے اور ان کو آمادہ کر لیا کہ وہ اقرار کریں کہ آدم سلامدار کے قاتل ہم ہیں ۔ انھوں نے راستہ سے واپس آ کر عرض کیا کہ آدم سلامدار کے قاتلوں کو گرفتار کر لائے ہیں اور وہ اعتراف بھی کرتے ہیں ۔ بہاء الملک فرار ہو کر ولایت ایدر چلا گیا ۔ محمود شاہ نے حکم دیا اور ان دونوں بے گناہوں کو قتل کر دیا گیا ۔

چند روز کے بعد جب واقعات سے پردہ اٹھا ، تو یقینی [۱۴۳] طور سے معلوم ہوا کہ وہ دونوں بیچارے آدم سلامدار کے قاتل نہ تھے ، عماد الملک نے فریب سے ان مظلوموں کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ اقرار کر لیں ۔ سلطان نے حکم دیا کہ عماد الملک اور عضدالملک کو بھی قتل کیا جائے ۔ ان کی جاگیریں اور مال و اسباب خالصہ شاہی میں ضبط کر لیا ۔ ملک اختیار الملک کو اعتماد الملک کا خطاب دیا اور نیابت کا منصب سپرد کیا اور عماد الملک کے تمام سپاہی اس کے حوالے کیے[3] ۔

۸۷۱ھ/۶۷ - ۱۴۶۶ء میں وہ گرنال کو فتح کرنے کے لیے جو اس زمانہ میں جونا گڑھ مشہور ہے ، روانہ ہوا ۔ کہا جاتا ہے کہ تقریباً دو ہزار سال سے یہ ملک رائے مند لیک کے بزرگوں کے قبضہ میں ہے ۔ سلطان محمد تغلق اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے بعد کسی شخص کا اس

۱- فرشتہ ۱۹۶/۲ -

۲- فرشتہ (۱۹۶/۲) میں الف خان ہے -

۳- ملاحظہ ہو فرشتہ ۱۹۶/۲ -

علاقہ پر قبضہ نہ ہوا ۔ سلطان محمود شاہ خدا کی مدد پر بھروسہ کرکے ان حدود کی جانب روانہ ہوا ، راستہ میں سورت کی ولایت کو تباہ کرتا ہوا جب وہ کرنال کے قریب پہنچا ، تو وہاں کے باشندوں نے اپنا مال و متاع اور اپنے متعلقین کو دور مقامات پر جنگلوں سے بھرے ہوئے پہاڑوں میں بھیج دیا اور خود قلعہ بند ہو گئے ۔ تغلق خاں نے جو سلاطین کی اولاد میں سے تھا اور سلطان کا ماموں تھا ، ان حالات کی اطلاع دی ۔ سلطان محمود دوسرے دن شکار کے لیے اس جانب روانہ ہوا اور راستوں کی مشکلات کے باوجود اس جگہ پہنچ گیا ۔ راجپوت نہایت کوشش و محنت کے بعد بھاگ کر پہاڑ اور جنگل کے راستہ سے قلعہ کرنال میں پہنچے ۔ لشکریوں کے ہاتھ بہت سے غلام اور مالِ غنیمت ہاتھ آیا ۔ سلطان وہاں سے اس گروہ کے مندر پر پہنچا ۔ راجپوتوں کی ایک جماعت نے کہ جن کو پروہان[۱] کہتے ہیں ، جان کی بازی لگا دی اور اس مندر میں ہاتھوں میں تلوار اور برچھا لے کر مقابلہ کے لیے آمادہ ہو گئے ، مگر چشم زدن میں قتل کر دیے گئے ۔

دوسرے دن اس منزل سے کوچ کرکے قلعہ کے نیچے [۱۴۴] قیام کیا ۔ فوجیں اس ولایت کو برباد کرنے کے لیے روانہ کر دیں ۔ رائے منڈلیک نے عاجز و مجبور ہو کر اپنی خطاؤں کی معافی چاہی اور بہت سے تحفے بھیجے ۔ سلطان محمود نے مصلحت وقت کی بنا پر قلعہ کی فتح کو آئندہ سال کے لیے ملتوی کرکے مدارات کا اظہار کیا اور احمد آباد چلا آیا[۲] ۔

۸۷۲/٦۸ - ۱۴٦۷ء میں سلطان کو یہ خبر ملی کہ رائے منڈلیک غرور و تکبر سے تاج شاہی سر پر رکھ کر اور قیمتی جواہرات ہاتھ اور گردن میں پہن کر دربار کرتا ہے ۔ اس خبر کے سنتے ہی اس نے چالیس ہزار سوار مع مشہور ہاتھیوں کے اس کو سزا دینے کے لیے مقرر کیے اور رخصت کے وقت امیروں اور سرداروں کو یہ ہدایت کی کہ اگر منڈلیک ہدایت کر لے اور چتر اور قیمتی جواہرات جو بت پرستی کے دنوں میں

۱۔ فرشتہ (۲/۱۹۷) براوان ۔
۲۔ ملاحظہ ہو فرشتہ ۲/۱۹٦ - ۱۹۷ ۔

پہنتا ہے ، پیش کر دے اور اپنا مقررہ نذرانہ بھی دے ، تو اس کے ملک پر ہاتھ نہ ڈالنا ۔ گجرات کے امراء مندلیک کی ولایت کے نزدیک پہنچے ، تو انھوں نے ایک جماعت کو بھیج کر جو کچھ سلطان نے فرمایا تھا ، کہلوا دیا ۔ رائے مندلیک نے نہایت تعظیم سے ایلچیوں کا استقبال کیا ۔ چتر ، جواہر اور قیمتی زیور کہ جو بت پرستی کے دن اور (دوسرے) متبرک دنوں میں پہنتا تھا ، بہت سے تحفوں کے ساتھ امراء کی خدمت میں بھیج دیا اور دل جوئی کرکے ان کو واپس کر دیا ۔ جب امراء سلطان کی خدمت میں آئے ، تو جو کچھ لائے تھے وہ پیش کر دیا ۔ سلطان نے عیش و عشرت کی مجلس و جشن میں بیان کرنے والوں کو انعامات دیے[1] ۔

۸۷۳ھ/۶۹ - ۱۴۶۸ء میں مالوہ کے حاکم سلطان محمود خلجی کے انتقال کی خبر آئی ۔ امیروں نے عرض کیا کہ جس وقت سلطان محمد شاہ بن احمد شاہ کا انتقال ہوا تھا ، تو سلطان محمود خلجی [۱۰۵] ولایت گجرات پر قبضہ کرنے کے ارادہ سے قصبہ کرنج آ گیا تھا ۔ اگر جہان پناہ اس وقت کہ ملک فتح کرنے کا سامان مہیا اور تیار ہے ، توجہ کریں ، تو تھوڑی سی کوشش سے مالوہ کی ولایت قبضہ میں آ جائے ۔ سلطان نے فرمایا کہ اسلام اور (آئین) مسلمانی میں یہ جائز نہیں ہے ۔ کہ مسلمان آپس میں لڑیں اور خدا کی مخلوق کو برباد کریں ، اس لیے اس زمانہ کہ سلطان محمود کا انتقال ہو چکا ہے اور امور مملکت درست نہیں ہیں ، اس کی ولایت پر حملہ کرنا بہادری اور مروت کے خلاف ہے ۔ وہ شکار کے ارادہ سے احمد آباد سے نکلا ۔ چند روز جنگل میں گزار کر پھر احمد آباد چلا آیا ۔

۸۷۴ھ/۷۰ - ۱۴۶۹ء میں پھر فوجیں ولایت سورت پر حملہ کرنے کے لیے مقرر کیں ۔ تھوڑی سی مدت میں ولایت سورت کو برباد کرکے اور بہت سا مال غنیمت حاصل کرکے فوجیں واپس آ گئیں ۔

اس سال کے مخصوص واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک دن سلطان محمود ہاتھی پر سوار ہو کر باغ ارم کی جانب جا رہا تھا کہ راستہ میں دوسرا مست ہاتھی اپنی زنجیر توڑ کر فوج پر حملہ آور ہوا ۔ دوسرے

۱- فرشتہ ۲/۱۹۷ ۔

ہاتھی اس کو دیکھ کر بھاگے اور وہ مست ہاتھی اس ہاتھی کی طرف متوجہ ہوا جس پر سلطان سوار تھا ۔ سلطان کا ہاتھی بھی اس کی دو تین ضربوں کو برداشت کرکے بھاگا ۔ بھاگتے میں اس کو آگے کر لیا اور اس مست ہاتھی نے دوسری ضرب سلطان کے ہاتھی کے بالائی شالہ پر لگائی ۔ اس کے دانتوں سے سلطان کا پیر زخمی ہو گیا اور خون بہنے لگا ۔ اس وقت سلطان نے نہایت بہادری سے اس کی پیشانی پر وار کیا ۔ خون جاری ہو گیا۔ (مست) ہاتھی نے دوسری ضرب لگائی اور دوسری ضرب کھائی ۔ ہاتھی کی پیشانی سے خون فوارہ کی طرح نکل رہا تھا ۔ ہاتھی نے پھر چنگھاڑ ماری اور سلطان کے ہاتھی پر پھر ضرب لگائی ۔ اس (مست ہاتھی) پر اتنے وار ہوئے کہ بے اختیار بھاگا ۔ سلطان بخیریت اپنی منزل پر پہنچا اور تمام مستحقین کو صدقات و خیرات دے کر بہرہ مند کیا[1] ۔

[۱۰۳۶] چند روز کے بعد سرحد کے سرداروں کو بلایا اور لشکر آراستہ کرکے قلعہ جونا گڑھ اور کوہ کرنال کو فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا اور ایک رات اور دن میں پانچ کروڑ روپیہ لشکر میں تقسیم کر دیا ۔ منجملہ ان کے دو ہزار اور پانچ سو ترکی ، عراق اور عربی گھوڑے کہ جن میں سے بعض کی قیمت بارہ ہزار تنکہ (سکہ) تک تھی ، لوگوں کو دیے ۔ پانچ ہزار تلواریں ، سات سو مرصع پٹکے اور طلائی غلافوں کے ساتھ ایک ہزار سات خنجر انعام میں دیے ۔ جب متواتر کوچ کرتا ہوا ولایت سورت میں پہنچا ، تو تاخت و تاراج کرنے کے لیے فوجیں ہر طرف بھیج دیں ۔ رائے منڈلیک نہایت عاجزی و بیچارگی سے خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک زمانہ گزر گیا کہ غلام حضور کی اطاعت و فرمانبرداری میں زندگی بسر کر رہا ہے اور میری طرف سے کوئی فعل عہد و پیمان کے خلاف صادر نہیں ہوا ۔ اس وقت بھی جتنے نذرانہ کا حکم ہو میں حاضر ہوں ۔ سلطان نے کہا کہ میرا مصمم ارادہ یہ ہے کہ اس ملک پر قبضہ کرکے اسلام کا جھنڈا بلند کروں اور اسلام کے طریقوں کو رواج دوں ۔ اسلام لانے اور قلعہ سپرد کرنے کے علاوہ کوئی دوسری بات مطلوب نہیں ہے ۔

۱- فرشتہ ۲/ ۱۹۷ ۔

رائے منڈلیک نے سیاق گفتگو سے سمجھ لیا کہ یہ لشکر دوسرے لشکروں کی طرح نہیں ہے[1]۔ وہ موقع پا کر رات کو فرار ہو گیا اور جا کر قلعہ جونا گڑھ میں داخل ہو گیا۔ دوسرے دن سلطان اس منزل سے روانہ ہو کر قلعہ جونا گڑھ کے قریب پہنچا۔ لشکر سے کچھ فوج علیحدہ ہو کر قلعہ کے نزدیک پہنچ گئی۔ راجپوتوں کا ایک گروہ باہر آیا، جنگ ہوئی اور بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسرے روز پھر جنگ ہوئی۔ تیسرے دن سلطان نے خود قلعہ پر حملہ کیا۔ صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی۔ چوتھے دن بارگاہ سلطانی کو دروازے کے قریب قائم کرکے قلعہ کے محاصرہ کو شدید کر دیا۔ ہر طرف ساباط [۱۸۷] بنا دیے۔ راجپوت اکثر اوقات قلعہ سے نکل کر لوٹ مار کرتے تھے اور کارآمد آدمیوں کو ضائع کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز عالم خاں فاروقی کے مورچہ پر ٹوٹ پڑے اور اس کو شہید کر دیا۔ سلطان محمود نے محاصرہ کو اتنا سخت کیا کہ اکثر اوقات گوپھن کے پتھر تخت محمودی کے سامنے آ کر گرتے تھے۔ رائے منڈلیک ہر چند صلح کا طالب اور نذرانے پیش کرنے پر رضا مند ہوا، مگر سلطان کا ارادہ قلعہ کو فتح کرنے کے علاوہ کچھ اور نہ تھا، لہذا اس کی خوشامد کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔

آخرکار رائے منڈلیک نے مجبور ہوکر اماں طلب کی اور قلعہ سپرد کر دیا اور خود تمام راجپوتوں کے ساتھ کوہ کرنال پر پناہ لی۔ سلطان محمود نے اللہ کا شکر ادا کیا اور ملک کے انتظام میں مشغول ہوا۔ چند روز کے بعد کوہ کرنال کا محاصرہ کیا۔ آخر میں رائے منڈلیک مجبور ہو کر حاضر ہوا اور اپنے آدمیوں کی وجہ سے پناہ طلب کر کے کوہ کرنال بھی سپرد کر دیا۔ چند روز تک متواتر سلطان کی خدمت میں آتا رہا اور سلطان کے پسندیدہ اطوار اور حمیدہ اخلاق دیکھے، تو ایک دن عرض کرنے لگا کہ شاہ شمس الدین درویش کی صحبت کی برکت سے اسلام اور مسلمانوں کی محبت میرے دل میں راسخ ہو گئی ہے۔ اب میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہونے کے سبب سے دین اسلام کی حقیقت سے آگاہ ہو چکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ فرقہ اسلام میں داخل ہو جاؤں۔ سلطان محمود نے

۱۔ فرشتہ ۲/۱۹۷۔

کمال شوق کے ساتھ اس کو کلمہ توحید پڑھایا ، اس کو خان جہاں کا خطاب دیا اور اس علاقہ میں اسلام کے قانون کو رواج دینے کی غرض سے شہر مصطفیٰ آباد کی بنیاد رکھی ۔ تمام سرداروں کو حکم دیا اور انھوں نے اپنی سکونت کے لیے اس شہر میں مکانات بنوائے ۔ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ شہر مصطفیٰ آباد مثل احمد آباد کے آباد ہوگیا[۱] ۔

[۱۶۸] جب امراء اور لشکریوں نے مصطفیٰ آباد میں سکونت اختیار کر لی ، تو احمد آباد کے اطراف میں چوری اور فساد شروع ہوگئے ۔ رہزنی اور ڈکیتی ہونے لگی ۔ مخلوق کی آمدورفت کے راستے بند ہوگئے ۔ جب یہ خبر سلطان محمود کو ملی ، تو اس نے ملک جمال الدین بن شیخ ملک کو جو لشکر کا کوتوال اور سلاح خانہ کا منتظم تھا ، محافظ خاں کا خطاب دیا ۔ اسے "علم اور طاس[۲] مرحمت فرمایا اور احمد آباد کی حفاظت اور کوتوالی کا منصب دے کر اس کو رخصت کیا ۔

ملک جمال الدین محافظ خاں نے تھوڑے ہی عرصہ میں حسب منشا شہر احمد آباد کا انتظام کر لیا ۔ پانچ سو چوروں کو سولی پر چڑھا دیا ۔ چونکہ اس کی یہ خدمت (بادشاہ کو) پسند آئی ، لہذا دوسری خدمات بھی اس کے سپرد کی گئیں ۔ مستوفی الممالک کا منصب بھی (ان خدمات کے ساتھ) اس کو ملا ۔ رفتہ رفتہ اس کا مرتبہ اتنا بلند ہوا کہ ایک ہزار سات سو گھوڑے اس کے اصطبل میں جمع ہوگئے ۔ جہاں کہیں اچھا سپاہی ہوتا ، اس کے یہاں آ کر ملازم ہو جاتا ۔ اس کی قوت و شوکت اس درجہ کو پہنچ گئی کہ اس کے لڑکے ملک خضر نے راجا باکر ، ایدر اور سروہی سے پیش کش وصول کی ۔

۸۷۵ھ/۷۱ - ۱۴۷۰ء کے شروع میں سلطان محمود کو یہ خبر ملی کہ چنپانیر کا راجا جے سنگہ بن گنگداس سلطان غیاث الدین مالوی کی حمایت پر مغرور ہوکر برودرہ و بودھی کے مفسدوں [۱۶۹] کو اپنی ولایت میں راہ دے کر خود سرکشی پر آمادہ ہے ۔ سلطان شہر مصطفیٰ آباد سے

۱- فرشتہ ۱۹۷/۲ - ۱۹۸ ۔
۲- علم اور طاس کے الفاظ ہیں ۔ طاس کے معنی سونا اور زرتار کپڑے کے بھی ہیں ۔ فرشتہ (۱۹۸/۲) میں "علم و کرنا" کے الفاظ ہیں ۔

کوچ کر کے جے سنگھ کی گوشمالی کی جانب متوجہ ہوا ۔ جب راستہ میں محافظ خاں ، سلطان کی ملاقات سے مشرف ہوا ، تو کوتوالی کی ذمہ داری کے ساتھ اس کو وزارت کا منصب دیا ۔ اس نے کوتوالی کی خدمات انجام دینے کے لیے اپنے گماشتے مقرر کیے اور وزارت کے کام میں مشغول ہوا ۔

جب سلطان نے کچھ کے زمینداروں کی بغاوت کے متعلق سنا اور مسلمانوں پر ان کے غلبہ کی خبر اس کو معلوم ہوئی ، تو اس نے جاپانیر کو فتح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور ایک عظیم لشکر کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوا ۔ وہ شور زمین کے کنارے کہ جو ران[1] کے نام سے موسوم ہے ، پہنچا ۔ وہاں سے اس نے یلغار کی اور ایک دن میں اکسٹھ کوس کا راستہ طے کیا ۔ تمام افواج میں سے چھ سو سوار سے زیادہ اس کے ہمراہ نہ پہنچ سکے ۔ جب وہ اس مہلک زمین سے نکل آیا ، تو سامنے سے غنیم ظاہر ہوا ۔ کہتے ہیں چوبیس ہزار کماں دار جوان تھے ۔ سلطان اپنے لشکر کی کمی اور غنیم کی فوج کی کثرت کے باوجود آمادہ ہو گیا اور جسم پر ہتھیار لگائے ۔ چونکہ غنیم سلطان کی بہادری اور شجاعت سے واقف تھا ، لہذا اس نے خلوص کے ساتھ حاضر ہو کر خطا کی معافی چاہی ۔ سلطان نے اس کی خطائیں معاف کر دیں اور بہت سی پیش کش لے کر صلح کر لی ۔ اس کے سرداروں کو اپنے ہمراہ مصطفیٰ آباد لا کر اسلام اور مسلمانوں کے احکام تعلیم کیے ، ہر ایک کو انعام دے کر خوش کر دیا اور جانے کی اجازت دی ۔ ان میں سے جنھوں نے اپنے ارادہ سے ساتھ رہنا پسند کیا ، ہر ایک کو مناسب جاگیر دے کر اپنی خدمت میں رکھا ۔

۸۷۷ھ/۷۳ - ۱۴۷۲ء[2] میں سلطان کو یہ خبر ملی کہ ولایت سندھ کے نواح میں چالیس ہزار کمان دار سرکش اور مفسد جمع ہیں [۱۵۰] جو سرحد کے دیہات اور بستیوں کو ستاتے ہیں ۔ سلطان محمود لشکر کا انتظام کر کے پھر اس طرف متوجہ ہوا جب زمین شور پر پہنچا ، تو حکم دیا کہ ہر سوار اپنے ساتھ دو گھوڑے رکھے اور سات روز کا کھانا اور پانی بھی اپنے ساتھ رکھے ۔ تائید الٰہی پر بھروسہ کر کے اس مہلک زمین میں

۱- ایک خطی نسخہ میں ''رن'' ہے ۔ یہ رن کچھ کے علاقہ کا ذکر ہے ۔

۲- فرشتہ (۲/۱۹۹) نے اس واقعہ ۸۸۰ھ کے ذیل میں لکھا ہے ۔

قدم رکھا ۔ روزانہ ساٹھ کوس کا راستہ طے کرتا تھا ۔ جب ولایت سندھ میں پہنچا ، تو سرکش لوگ متفرق و منتشر ہوگئے اور اس گروہ کا نشان بھی نہ رہا اور سندھ پر بغیر کسی رکاوٹ کے قبضہ ہو گیا ۔ بعض سرداروں نے عرض کیا کہ بڑی محنت و مشقت سے اس راستہ کو طے کر کے یہاں آئے ہیں ۔ مناسب یہ ہے کہ اس ملک میں حاکم و داروغہ مقرر کر دیے جائیں ۔ سلطان نے فرمایا کہ چونکہ مخدومہ جہاں کہ جو سلطنت کی رکن رکین تھیں ، سلاطین سندھ کی نسل سے تھیں اور حقوق صلہ رحم کا لحاظ رکھنا ہم پر واجب ہے ، لہذا ان کے ملک پر قبضہ کرنا مروت و شجاعت کے خلاف ہے ۔ وہ دریائے سندھ کے کنارے تک شکار کرتا ہوا مصطفیٰ آباد کو واپس ہوگیا[1] ۔

کچھ عرصہ کے بعد سلطان کو بندرجگت کے فتح کرنے کا خیال پیدا ہوا کہ جو برہمنوں کا عبادت خانہ ہے ۔ راستہ کے تنگ اور خراب ہونے کی وجہ سے توقف کر رہا تھا کہ اتفاق سے ایک دن مولانا محمد سمرقندی نامی ایک فاضل جو مع دو لڑکوں کے کہ جن کے سر اور پیر ننگے تھے ، جہاز پر سوار ہوکر ہرمز جا رہے تھے ، جب جگت کے قریب پہنچے ، تو ایک گروہ نے جو کشتیوں میں مع آلات جنگ کے سوار تھا ، لوٹ لیا ۔ مسلمانوں کی عورتیں اور بچے سب گرفتار کر لیے ۔ منجملہ ان کے ان لڑکوں کی ماں بھی ان کی قید میں تھی ۔

سلطان محمود نے مولانا مذکور پر نوازش فرمائی اور ان کا وظیفہ مقرر کر کے احمد آباد بھیج دیا ۔ رخصت کے وقت [١٥١] ان سے فرمایا کہ آپ اطمینان رکھیں آپ کا جو کچھ لوٹ لیا گیا ہے ، وہ سب بجنسہ آپ کو مل جائے گا اور اس گروہ کو مناسب سزا دی جائے گی ۔ حمیت و غیرت کی بنا پر امراء اور سرداروں کو خدمت کے لیے طلب کیا اور فرمایا کہ اگر قیامت کے روز مجھ سے سوال کیا گیا کہ کفار تمھارے قرب میں ایسے مظالم کرتے رہے ، مگر تم نے باوجود قوت و شوکت کے (تدارک) میں سستی برتی ، تو میں کیا جواب دوں گا ۔ سرداروں نے دعا و مدح کے بعد کہا کہ ہم آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں ، اس گروہ کا دفع کرنا آپ پر واجب ہے ۔

١- فرشتہ ٢/١٩٩ ۔

سلطان نے اپنا ارادہ مصمم کر لیا اور سولہ ذی الحجہ سال مذکور (۸۷۷ھ/۲۔۳۔۱۴۷۳ء) کو روانہ ہوا ۔ جب راستہ کی خرابی اور جنگل کی کثرت کی وجہ سے نہایت پریشانی کے ساتھ جگت پہنچا ، تو کفار روانہ ہو کر جزیرہ بیت میں چلے گئے ۔ وہاں پر سانپ کثرت سے تھے ، جس مقام پر شاہی قیام گاہ آراستہ کی گئی تھی ، وہاں ایک پہر میں سات سو سانپ مارے گئے ۔ اس جزیرہ میں شیر ، ببر شیر اور چیتے لوگوں کو بہت نقصان پہنچاتے تھے ۔ بہت سے درندے بھی ہلاک کیے گئے ۔ جگت کا بت خانہ خراب کر دیا ۔ سلطان محمود نے وہاں چار مہینے تک قیام کیا ۔ اس دوران میں بہت سی جنگی کشتیاں اور توپ خانے تیار کرائے اور جزیرہ بیت کا ارادہ کیا ۔ وہاں کے لوگ بھی کشتیوں میں بیٹھ کر مقابلہ پر آئے ۔ آخر کار فرار ہو کر جزیرہ بیت[1] میں چلے گئے ۔ جنگجو دلاور جہازوں پر سوار ہو کر چلے اور جزیرہ میں داخل ہو گئے ۔ بیت کے قلعہ کو فتح کر لیا ۔ بہت سے راجپوت قتل ہوئے ۔ وہاں کا راجا کہ جس کا نام رائے بھیم تھا ، کشتی پر سوار ہو کر کسی طرف کو چلا گیا ۔ سلطان محمود نے کچھ آدمیوں کو کشتیوں [۱۵۲] پر سوار کر کے اس کے تعاقب میں روانہ کیا ۔ خود شہر بیت میں داخل ہوا اور جو مسلمان قید میں تھے ، ان کو آزاد کیا ۔ بہت سا مال غنیمت اور بے شمار غلام ہاتھ آئے ۔ ملک طوغان کو کہ جس کا خطاب فرحت الملک تھا ، وہاں کی تھانے داری پر مقرر کیا اور مظفر و منصور مصطفیٰ آباد کو واپس آیا[2] ۔

جمعہ کے دن تیرہ جمادی الاولیٰ سنہ مذکور[3] کو وہ گروہ جو تعاقب میں گیا تھا ، رائے بھیم کو گرفتار کر کے بارگاہ سلطانی میں لایا ۔ سلطان محمود نے مولانا محمد سمرقندی کو احمد آباد سے بلایا اور رائے بھیم کو ذلت و خواری کے ساتھ انھیں دکھایا ۔ محافظ خاں کے پاس بھیج کر حکم دیا کہ اس کے چار ٹکڑے کر کے احمدآباد کے چاروں طرف لٹکا دیے

۱۔ فرشتہ (۲/۲۰۰) جزیرہ تبت ۔

۲۔ فرشتہ ۲/۲۰۰ ۔

۳۔ سطور گزشتہ میں ۱۶ ذی الحجہ سال مذکور (۸۷۷ھ) کا ذکر ہے لہذا اب یہاں ۸۷۸ھ ہوگا ۔

جائیں تاکہ دوسرے سرکشوں کو عبرت حاصل ہو[1] ۔

ماہ رجب سال مذکور (۸۷۸ھ) میں کچھ فوج مصطفیٰ آباد میں چھوڑ کر قلعہ چنپانیر کو فتح کرنے کا ارادہ کیا ، راستے میں خبر ملی کہ ملباریوں[2] نے بہت کشتیاں جمع کر لی ہیں اور بحری مسافروں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں ۔ اس خبر کو سنتے ہی چند جہازوں کو تیار کیا اور خود جنگجو بہادروں کے ساتھ سوار ہوا اور تائیدِ الٰہی پر بھروسہ کر کے لنگر اٹھایا (چل پڑا) ۔ جب ملباریوں[3] کے جہازوں کے قریب پہنچا ، تو وہ لوگ فرار ہو گئے ۔ چند کشتیاں ہاتھ آئیں ۔ وہاں سے روانہ ہو کر بندر کنبایت پہنچا ۔ ماہ شعبان میں دارالملک احمد آباد کو مراجعت کی ۔

[۱۵۳] ۸۷۵ھ[4] میں ملک بہاء الدین عماد الملک کو قصبہ سونگر کے تھانہ پر قوام الملک کو قصبہ گودہرہ کے تھانہ پر فرحت الملک کو قلعہ بیٹ و جگت کے تھانہ پر اور ملک نظام الملک کو تھانیسر بھیجا اور خداوند خاں کو وزیر ممالک بنایا اور شاہزادہ احمد خاں کی خدمت میں احمد آباد چھوڑا اور خود ولایت جوناگڑھ اور اس کے نواح کے انتظام میں مشغول ہوا ۔

ایک دن خداوند خاں نے رائے رایاں سے خلوت میں نہایت خلوص و خصوصیت کے ساتھ کہا کہ ہم سلطان محمود کی معرکہ آرائیوں سے پریشان ہو گئے ہیں ۔ کوئی سال اور مہینہ ایسا نہیں گزرتا ہے کہ جس میں کوئی مہم پیش نہ آتی ہو اور لشکر کو پریشان نہ کرتا ہو ۔ اگر ہم اپنے آدمیوں اور پانچ سو سوار سپاہیوں کو ساتھ لے جا کر عماد الملک کے یہاں جاؤ اور

۱۔ فرشتہ ۲/۲۰۰ ۔

۲۔ ۳۔ متن میں ''بیباریاں'' اور اختلاف نسخ میں ''ملباریاں'' ہے آخرالذکر صحیح معلوم ہوتا ہے اسی کو اختیار کیا ہے ۔ فرشتہ (۲/۲۰۱) میں بھی ملیباریاں ہے ۔

۴۔ صفحات گزشتہ میں ۸۷۸ھ تک واقعات بیان ہو چکے ہیں ۔ اب پھر ۸۷۵ھ کا ذکر کیا جا رہا ہے ۔

اس کو ختم کر دو ، تو کہ ہم شہزادہ احمد خاں کو تخت نشین کر دیں ۔ عماد الملک کو قتل کرنے کے لیے اس سے بہتر اور کوئی موقع نہ ہوگا ، کیونکہ اس کے تمام آدمی جاگیر پر گئے ہیں ۔ میں نے اس مصلحت کو شہزادہ احمد خاں سے کہہ دیا ہے ، وہ بھی اس بات پر رضامند اور متفق ہے ۔ رائے رایاں نے کہا کہ اعماد الملک ہمیشہ میرے ساتھ خلوص سے پیش آتا ہے اور اپنی مخفی باتیں مجھے بتا دیتا ہے ۔ وہ بھی سلطان محمود سے ناراض اور شاکی ہے ۔ گمان غالب یہ ہے کہ اس معاملہ میں وہ بھی موافق ہو جائے گا اور اس کے متفق ہونے کی وجہ سے ہماری قوت اور بڑھ جائے گی ۔ خداوند خاں نے بہت منع کیا ، لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ رائے رایاں نے عماد الملک کی دوستی اور محبت [۲۵۸] پر بھروسہ کر کے پہلے خلوت میں اس کو قرآن کی قسم دی کہ افشائے راز نہ کرنا ، اس کے بعد یہ بات کہی ۔

عمادالملک نے دیکھا کہ اس کے آدمی جاگیر پر گئے ہوئے ہیں ، لہذا فوراً قبول کر لیا اور کہا کہ میں اس معاملہ میں خداوند خاں کے موافق ہوں ، لیکن میری رائے یہ ہے کہ ماہ رمضان گزر جائے ، اس کے بعد اس ارادہ میں کوشش کی جائے ۔ رائے رایاں کو یہ بات پسند نہ آئی اور یہ پیغام خداوند خاں کو پہنچا دیا ۔

رائے رایاں سے رخصت ہو جانے کے بعد عمادالملک نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور کہا کہ قطب الدین کے دوران حکومت میں ہماری یہ آرزو تھی کہ ایک گھوڑا مل جائے ، مگر نہیں ملا ۔ اب سلطان محمود کی بدولت یہ حال ہے کہ اس خانوادہ میں ہم سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں ہے ۔ اسی وقت ایک رقعہ ملک فرحت الملک کو جو قصبہ سرکیچ میں تھا ، بھیج کر اپنے پاس بلایا اور موضع رکھیال میں ملک قیام الملک کو بھی رقعہ بھیجا کہ چند روز تک وہاں سے کوچ کرے ۔ علی الصبح ملک فرحت الملک مع پانچ سو سواروں کے عماد الملک کے یہاں پہنچا ۔ کچھ دیر گفتگو رہی اور ملک فرحت الملک کو اس کے گھر بھیج دیا ۔ کچھ عرصہ کے بعد حافظ خاں کوتوال شہر کو بلا کر کہا کہ چونکہ آپس میں ایک دوسرے سے قرابت ہے ، لہذا ضروری ہے کہ ایک دوسرے کی خیرخواہی میں کوشش کرنی چاہیے ۔ تمھاری خیرخواہی یہ ہے کہ شہر کے انتظام سے

آگاہ رہو ۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی فتنہ پیدا ہو جائے ۔ عید کے دن مع ملازمین اور سپاہیوں کے مستعد ہو کر شہزادہ احمد خاں کی خدمت میں نماز گاہ میں پہنچ جانا اور دوپہر تک شہر کی حفاظت میں انتہائی ہوشیار رہنا ۔

[۱۵۵] جب خداوند خاں کو یہ خبریں ملیں ، تو وہ پریشان ہوا اور رائے رایاں کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ عماد الملک اس بات پر رضامند نہ ہوگا ۔ اب وہ وقت آ گیا کہ گھر برباد ہو جائیں ۔ جب عید گزر گئی اور عمادالملک کے آدمی آ گئے ، تو خداوند خاں نے خوف کی وجہ سے کچھ ظاہر نہیں کیا اور وہ ارادہ اسی طرح پوشیدہ رہا ۔ اتفاق سے چند روز کے بعد شہر مصطفیٰ آباد میں جھوٹی خبر اڑی کہ عید کے دن خداوند خاں نے عمادالملک کو قتل کر دیا ، تمام سردار اس سے متفق ہو گئے اور شہزادہ احمد خاں کو تخت نشین کر دیا ۔ ایک گستاخ ہم نشین نے فوراً یہ خبر سلطان محمود کو پہنچا دی ۔

سلطان نے اس خبر کے سنتے ہی قیصر خاں اور فیروز خاں کو خلوت میں بلا کر کہا کہ اس سے پہلے شہزادے کی بیماری کی اطلاع آئی تھی ۔ آج شہزادے کی وجہ سے طبیعت بہت رنجیدہ ہے ۔ دو کوس تک جاؤ ، جو کوئی احمد آباد سے آتا ہو اس سے اس خبر کی تحقیق کر کے لاؤ ۔ جب ملک سعیدالملک نے کچھ راستہ طے کیا ، تو اپنے رشتہ داروں میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ احمد آباد سے آ رہا ہے ، اس سے حالات دریافت کیے ۔ اس نے کہا کہ میں عیدالفطر کے دن احمد آباد میں تھا ۔ شہزادہ نماز کے لیے آیا ۔ خداوند خاں اور محافظ خاں ہمراہ تھے ۔ جب شہزادہ واپس ہو کر محل میں گیا ، تو دوپہر تک محافظ خاں دربار میں حاضر رہا ، لیکن شہر کے لوگ کہہ رہے تھے کہ عماد الملک اجازت نہیں دیتا کہ سردار اپنے اپنے تھانوں پر جائیں اور سب اپنے اپنے ٹھکانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں ۔ ملک سعید نے آ کر تمام حال بیان کیا ۔ سلطان نے فرمایا کہ اس شخص نے مجھ سے جھوٹ کہا تھا کہ شہزادہ بیمار ہے ۔ دو تین دن کے بعد قیصر خاں اور فیروز خاں کو خلوت میں بلا کر تمام حکایت سنائی اور کہا کہ میں لوگوں سے یہ کہوں گا کہ میرا حج کا ارادہ ہے ۔ جو میرے اس ارادہ کی تصدیق کرے گا ، [۱۵۶] سمجھ لوں گا کہ وہ مجھے نہیں چاہتا ہے ۔ چند روز کے بعد حکم دیا کہ جہاز تیار کیے

جائیں اور چند لاکھ تنکے (سکے) جہازوں کے منتظمین کو دیے تاکہ مکہ معظمہ کے صدقات کے لیے سامان خرید کریں اور مصطفیٰ آباد سے بندرگاہ آ کر کشتی میں بیٹھ گیا تاکہ بندر کنبایت پر نزول کرے۔

جب یہ خبر احمد آباد پہنچی، تو تمام امیر خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلطان نے کہا کہ شہزادہ جوان ہو چکا اور امراء سب تربیت یافتہ ہیں۔ ممالک کی جانب سے مجھے اطمینان ہے۔ اب میرا یہ ارادہ ہے کہ حج کی سعادت حاصل کروں۔ عماد الملک نے کہا کہ حضور ایک مرتبہ احمد آباد تشریف لے چلیں، پھر جو مناسب ہو، اس پر عمل کریں۔ سلطان سمجھ گیا کہ داؤ مار لیا ہے چنانچہ احمد آباد کو روانہ ہوا۔ جب شہر میں پہنچ گیا، تو ایک دن تمام امیروں کو بلا کر کہا کہ مجھ کو اجازت دو تاکہ حج کر آؤں اور جب تک جواب نہیں دو گے، میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ امراء سمجھ گئے کہ اس سے ہم لوگوں کا امتحان مقصود ہے، سب خاموش رہے۔ جب دوپہر ہو گئی، تو عماد الملک نے امراء سے کہا کہ سلطان بھوکا ہے، جواب عرض کر دینا چاہیے۔ نظام الملک نے سلطان کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ شہزادہ مرتبۂ کمال کو پہنچ چکا ہے اور میرا لڑکا ملک بدہ بھی تجربہ کار ہو کر زمانہ کے نشیب و فراز سے واقف ہو چکا ہے۔ میری یہ درخواست ہے کہ میرا تھانہ (میرے لڑکے) کے حوالے کر دیا جائے اور اس سفر سعادت اثر میں غلام کو ساتھ لے لیا جائے۔ سلطان نے فرمایا کہ یہ ایک سعادت ہے اگر حاصل ہو جائے، لیکن ملکی معاملات تمہارے بغیر درست نہیں رہیں گے، جاؤ اور سرداروں سے اس کا جواب [۱۵۷] لاؤ۔ نظام الملک نے امیروں کے پاس آ کر تمام ماجرا بیان کیا۔ کسی شخص نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عماد الملک نے جب یہ دیکھا کہ کوئی شخص جواب نہیں دیتا اور سلطان بھوکا ہے، تو اس نے ملک نظام الملک سے کہا کہ چونکہ تم تمام امیروں میں بزرگ ہو، لہذا مناسب یہ ہے کہ سب کی طرف سے جا کر یہ عرض کر دو کہ جہاں پناہ پہلے قلعہ چاپانیر کو خزانہ اور اہل حرم کی حفاظت کے لیے فتح کر لیں۔ اس کے بعد اس سعادت (حج) کے حاصل کرنے کا قصد کریں۔ سلطان نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ اگر ممکن ہوا اور اس وقت کھانا منگا کر کھایا، لیکن قیصر خاں کو خلوت میں بلا کر

کہا کہ عماد الملک حقیقت بیان نہیں کرتا ہے ۔ میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ جب تک وہ حقیقت بیان نہیں کرے گا میں اس سے بات نہیں کروں گا ۔

چند دن اس طرح گزر گئے ۔ ایک روز عمادالملک نے خلوت میں کہا کہ مجھے میرا قصور معلوم نہیں ہے ۔ سلطان نے فرمایا کہ جب تک تو حقیقت نہیں بتائے گا ، میں تجھ سے بات نہیں کروں گا ۔ اس نے کہا کہ مجھے قرآن کی قسم دی گئی ہے ۔ سلطان نے فرمایا کہ اگر ہماری خیرخواہی میں جان بھی چلی جائے ، تو بھی (وہ بات) کہنی چاہیے ۔ عماد الملک مجبور ہو گیا اور حقیقت حال بیان کر دی ۔ سلطان محمود نے عمل کیا ۔

اس نے خداوند خاں کو جو آزار پہنچایا ، وہ یہ تھا کہ اپنے کبوتروں میں سے ایک کا نام خداوند خاں رکھ لیا تھا ، وہ کچھ مدت کے بعد نہروالہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ وہاں سے ملک عمادالملک کو جالور و سانچور کو فتح کرنے کے لیے نامزد کیا ۔ قیصر خاں کو ہمراہ کر دیا ۔ عمادالملک رخصت ہوا اور شیخ حاجی قدس سرہ کے مزار کے قریب پہنچ کر مقیم ہو گیا ۔ (اسی) رات کو مجاہد خاں ولد خداوند خاں اپنے خالہ زاد بھائی صاحب خاں کے ساتھ اپنے گھر سے آیا اور قیصر خاں کی قیام گاہ میں داخل ہو کر اسے قتل کر دیا ۔ علی الصبح عمادالملک نے خدمت میں [۱۵۸] حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا ۔ ایک شخص نے یہ عرض کیا کہ اژدر خاں بن الغ خاں اس برے کام (قتل) کا مرتکب ہوا ۔ سلطان نے اس کی بات سنتے ہی فیروز خاں کو بھیجا کہ وہ اژدر خاں کو گرفتار کر کے لائے ۔ جب رات ہوئی ، تو مجاہد خاں اور صاحب خاں اپنے اہل و عیال کو لے کر بھاگ گئے ۔ جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ اژدر خاں بے گناہ تھا ، مجاہد خاں اور صاحب خاں نے قتل کیا ہے ۔ (سلطان نے) حکم دیا تھا کہ خداوند خاں کو زنجیروں میں جکڑ کر محافظ خاں کے سپرد کر دیا جائے اور اژدر خاں کو آزاد کر دیا جائے ۔

چند روز کے بعد سلطان احمد آباد کو واپس ہوا ، اسی دوران میں عمادالملک کا انتقال ہو گیا ۔ سلطان نے اس کے حالات پر عنایت فرما کر اس کے بڑے لڑکے کہ اس کا نام ملک بدہ تھا ، اختیارالملک کا خطاب دیا

اور وزارت کا عہدہ محافظ خاں کے سپرد کیا[1] -

۸۸۰ھ/۷۶ - ۱۴۷۵ء[2] میں گجرات کے لوگ قحط اور خشک سالی کی مصیبت میں گرفتار ہو گئے - اتفاق سے ملک سدہا[3] جاپانیر کے بعض مواضعات کو لوٹنے کے لیے گیا تھا - جاپانیر کا راجا رائے نباتی بن رائے اودے سنگھ فوج جمع کر کے اس کے سر پر پہنچ گیا اور لڑائی میں ملک سدہا مارا گیا ، رائے نباتی دو ہاتھیوں ، گھوڑوں ملک سدہا کے سامان اور آدمیوں کو لوٹ کر لے گیا - جب یہ خبر سلطان کو ملی ، تو وہ سنہ مذکور (۸۸۰ھ/۱۴۷۶ء) کے ماہ ذی قعدہ کی پہلی تاریخ کو جاپانیر کی طرف متوجہ ہوا - جب متواتر کوچ کر کے قصبہ بڑودہ پہنچا ، تو رائے نباتی اپنی اس ناشائستہ حرکت اور برے کام پر شرمندہ ہوا اور اپنے ایلچیوں کو سلطان کی خدمت میں بھیج کر خطاؤں کی معافی چاہی اور عرض کیا کہ دونوں ہاتھی چونکہ زخمی ہو گئے تھے ، لہذا وہ مر گئے ، لیکن بندہ دوسرے دو ہاتھی مال و زر کے ساتھ سلطان کی خدمت میں بھیجتا ہے - سلطان [۱۵۹] نے فرمایا کہ اس کا جواب کل فولادی تلوار سے (بصورت) عمل دیا جائے گا اور ایلچیوں کو واپس کر دیا - اپنے پاس سے تاج خاں ، عضدالملک ، بہرام خاں اور اختیار خاں کو بھیج دیا - وہ سترہ[4] صفر کو پہاڑ کے نیچے پہنچ گئے - روزانہ راجپوت جنگ کے لیے باہر آتے تھے اور صبح سے شام تک جنگ ہوتی تھی -

سلطان خود بھی قصبہ بڑودہ سے کوچ کر کے کوہ جاپانیر ہوتا ہوا موضع کرناری[5] پہنچا - راستہ کی حفاظت اور رسد کی فراہمی کے لیے بدی النگ دار[6] کو مقرر کیا - اتفاق سے ایک روز سید مذکور رسد لا

۱- فرشتہ ۲/۲۰۱ -

۲- فرشتہ (۲/۲۰۱) میں ۸۸۷ھ ہے -

۳- خطی نسخہ میں ملک بدی اور نولکشور ایڈیشن میں ''ملک عون'' ہے -

۴- نولکشور ایڈیشن ''ہفتم صفر'' -

۵- نولکشور ایڈیشن ''کرنال'' -

۶- نولکشور ایڈیشن'' ''سید لنگ دراز'' -

رہا تھا کہ راجپوتوں نے گھات سے نکل کر حملہ کر دیا ، بہت آدمی مارے گئے اور وہ رسد لے گئے ۔ سلطان اس خبر کو سن کر رنجیدہ ہوا ۔ سال مذکور کے ماہ صفر کی آخری تاریخ تک وہ چاپانیر میں پہنچا اور (چاپانیر) کا محاصرہ کرنے میں بڑی کوشش کی ۔ محافظ خاں روزانہ صبح کو سوار ہو کر پہنچتا ، دوپہر تک مورچوں کا معائنہ کرتا اور پھر سلطان کے حضور میں پہنچ کر سرگزشت پیش کرتا ۔ جب محاصرہ نہایت مکمل اور مستحکم ہو گیا ، تو حکم ہوا کہ چاروں طرف ساباط بنوائے جائیں ۔ کہتے ہیں کہ وہ لکڑی جو پہاڑ کے اوپر لے جاتے تھے ، اس کی اجرت ایک لاکھ سونے کا تنکہ ہوتی تھی ۔ رائے نبائی نے ان حالات کو دیکھ کر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ پھر اپنے ایلچی بھیج کر عرض کیا کہ نو من سونا اور اتنا ہی غلہ کہ جو لشکر کے دو سال کے خرچ کے لیے کافی ہو ، نذر کروں گا ۔ سلطان نے فرمایا کہ جب تک قلعہ فتح نہیں ہو جائے گا ، میں اس سرزمین سے نہیں ہٹوں گا ۔

جب ایلچی مایوس ہو گئے ، تو واپس آ گئے ۔ رائے نبائی نے ۸۸۸ھ میں اپنے کارگزار وکیل کو جس کا نام سورا[1] تھا ، سلطان غیاث الدین [۱۶۰] خلجی کے پاس مدد طلب کرنے کے لیے بھیجا اور ہر کوچ کے خرچ کے لیے ایک لاکھ تنکہ[2] دینے کا وعدہ کیا ۔ سلطان غیاث الدین لشکر جمع کر کے قصبہ نعلچہ پہنچا ۔ جب یہ خبر سلطان کو ملی ، تو اس نے جا بجا امراء کو مقرر کیا اور خود مقابلہ کے لیے قصبہ دہور[3] گیا ۔ وہاں پھر خبر پہنچی کہ سلطان غیاث الدین نے ایک دن علماء کو جمع کر کے دریافت کیا کہ مسلمانوں کے بادشاہ نے کافروں کے پہاڑ کا محاصرہ کر لیا ہے ۔ کیا شرعاً یہ جائز ہے کہ میں اس کافر کی مدد اور حمایت کے لیے جاؤں ۔ علماء نے کہا کہ یہ جائز نہیں ہے ۔ وہ اسی وقت واپس ہو کر مندو کو چلا گیا ۔ سلطان اس خبر کو سن کر مسرور ہوا ۔ پھر چاپانیر آ کر جامع مسجد کی بنیاد رکھی ۔

۱۔ فرشتہ (۲/۲۰۱) سور ۔
۲۔ فرشتہ (۲/۲۰۱) تنکہ سفید ۔
۳۔ نولکشور ایڈیشن ''دہود'' ۔

اس مرتبہ امیروں اور سرداروں کو یقین ہو گیا کہ جب تک قلعہ فتح نہیں ہو جائے گا ، سلطان نہیں جائے گا ، لہذا انھوں نے قلعہ فتح کرنے میں بڑی کوشش کی ۔ جب ساباط کی عمارت مکمل ہو گئی تو ایک روز خاصہ کے مورچہ کے سپاہیوں نے خاصہ کے ساباط سے یہ معلوم کر لیا کہ راجپوت صبح کے وقت اکثر مسواک اور طہارت کے لیے چلے جاتے ہیں اور مورچوں پر تھوڑے سے (سپاہی) رہ جاتے ہیں ۔ جب یہ بات سلطان کے حضور میں عرض کی گئی ، تو اس نے حکم دیا کہ کل ۸۸۹ھ/۱۴۸۴ء کو صبح کے وقت قوام الملک خاصہ کے لشکر کو لے کر اپنے ساباط سے قلعہ کے اندر پہنچے ۔ امید ہے کہ (قلعہ) فتح ہو جائے ۔ دوسرے دن صبح کے وقت کہ ذی قعدہ کی پہلی تاریخ تھی (۸۸۹ھ/۱۴۸۴ء) ملک قوام الملک خاصہ کے لشکریوں کے ساتھ اپنے ساباط سے نکل کر قلعہ میں داخل ہو گیا ، بہت سوں کو قتل کیا اور زبردست جنگ ہوئی ۔ راجپوتوں کو قلعہ کے دروازہ تک لے آیا ۔ رائے نبائی اور دوسرے راجپوتوں نے [۱۶۱] جوہر (کی رسم) کی تیاری کی ۔ قوام الملک اور دوسرے سرداروں نے شہادت کے شوق میں اس جنگ میں بڑی کوشش کی ۔

اتفاق کی بات کہ اس واقعہ سے چند روز پہلے مغرب کی طرف سے قلعہ کی دیوار پر توپ چلائی گئی تھی اور بڑے قلعہ کی دیوار میں شگاف پڑ گئے تھے ۔ ملک ایاز سلطانی موقع پا کر کچھ لشکریوں کے ہمراہ اس شگاف تک کہ حقیقت میں ، اہل قلعہ کے لیے رخنہٴ اجل تھا ، پہنچ گیا اور بڑے قلعہ میں داخل ہو گیا اور قلعہ کی دیوار کے راستہ سے بڑے دروازہ کی چھت پر پہنچ گیا ۔ اس وقت سلطان محمود ساباط سے نکلا اور اس نے نہایت عاجزی سے خدا کے حضور میں مناجات اور فتح و ظفر کے لیے التجا کی ۔ وہ لوگوں کو اس (ایاز) کی مدد کے لیے مقرر کر رکھا تھا ۔ راجپوت حیران و پریشان ہو کر آگ کے گولے دروازے کی چھت پر پھینک رہے تھے ۔ تائید غیبی سے باد فتح چلی اور اس نے وہی گولہ اٹھا کر رائے نبائی کے محل میں ڈال دیا ۔ جب راجپوتوں نے یہ حالات دیکھے ، تو جہاں انھوں نے رسم (جوہر) ادا کرنے کا انتظام کیا تھا ، وہاں آگ لگا دی اور اپنے تمام اہل و عیال کو جلا دیا ۔ اس روز اور اس رات کو اور دوسرے روز تمام دن لشکر جنگ کرتا رہا ۔ ماہ ذی قعدہ ۸۸۹ھ/۱۴۸۴ء

کی دوسری تاریخ کو صبح کے وقت قلعہ کے دروازہ کو زبردستی توڑ کر [۱۶۲] اندر داخل ہوگئے ۔ ایک بڑی تعداد قتل ہوئی ۔ سلطان محمود بھی دروازہ تک پہنچ گیا ۔ راجپوت ہتھیار پھینک کر حوض کے چاروں طرف جمع ہو گئے ، سب پانی میں گھس پڑے ، بدن کو دھویا ، پانی سے نکل کر ہاتھ میں تلواریں لیں اور مقابلہ پر آ گئے ۔ جب لشکریوں کی ایک جماعت حوض کے قریب پہنچی ، تو سات سو راجپوتوں نے ایک بارگی حملہ کر دیا ۔ دونوں طرف کے بہت سے آدمی مارے گئے ۔ اس معرکہ میں رائے نبائی ، ڈونگرسی اور ایک جماعت کو گرفتار کر لائے ۔

سلطان نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور رائے نبائی اور ڈونگرسی کو محافظ خاں کے سپرد کر دیا تاکہ وہ ان کے زخموں کا علاج کرائے ۔ اسی روز (سلطان نے) جاپانیر کا نام محمد آباد رکھا اور شہر میں داخل ہوا ۔ راجپوتوں کی ایک جماعت بھاگ کر تیسرے قلعہ میں پہنچی ، اس جماعت کو بھی تیسرے دن ذلت و خواری کے ساتھ گرفتار کر لائے ۔ جب محافظ خاں یہ خبر لایا کہ رائے نبائی کے زخم مندمل ہو گئے ، تو سلطان نے اس کو اسلام کی دعوت دی ، اس نے قبول نہیں کی ۔ جب وہ پانچ مہینے قید میں رہا اور اسلام قبول نہیں کیا ، تو علماء کے فرمانے کے مطابق رائے نبائی اور ڈونگرسی کو سولی دے دی گئی[1] ۔ یہ واقعہ ۸۹۰ھ/۱۴۸۵ء میں ہوا ۔ اسی سال حصار خاص ، حصار جہاں پناہ ، محلات شاہی اور باغات کے لیے حکم صادر فرمایا اور ان کا انتظام محافظ خاں کے سپرد ہوا ۔ ۸۹۲ھ میں ولایت سورت ، قلعہ جونا گڑھ اور کوہ کرنال شہزادہ خلیل خاں کو عنایت ہوئے ۔

۸۹۲ھ/۱۴۸۷ء میں کچھ سوداگر شہر دہلی سے محمد آباد آ رہے تھے ۔ انھوں نے فریاد کی کہ ہم چار سو تین گھوڑے لا رہے تھے کہ کوہ آبو کے راجا نے ہم سے زبردستی چھین لیے اور ہمارے قافلہ کو لوٹ لیا ۔ اس خبر کے سنتے ہی [۱۶۳] حکم دیا کہ گھوڑوں کی قیمت شاہی خزانہ سے سوداگروں کو دے دی جائے اور سب کو خلعت عنایت کیے ۔ لشکر کی تیاری ہوئی ۔ چند روز کے بعد وہ اس علاقہ کو برباد کرنے کی طرف

۱- فرشتہ ۲/۲۰۳ ۔

متوجہ ہوا ۔ اپنے روانہ ہونے سے پہلے ایک فرمان آبو کے راجا کے نام سوداگروں کی معرفت روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ وہ (سوداگر) گھوڑے اور مال و اسباب سرکار خاصہ کے لیے لا رہے تھے ، اس کو زبردستی چھین لیا گیا ہے ۔ مناسب یہ ہے کہ جو کچھ لیا ہے سب بجنسہٖ واپس کر دو ، ورنہ سلطانی قہر و غضب کے لیے تیار ہو جاؤ ۔

سوداگروں نے جب یہ فرمان پہنچایا ، تو آبو کے راجا نے نہایت خوف زدہ ہو کر تین سو ستر گھوڑے جو موجود تھے ، سوداگروں کے حوالے کر دیے اور جو تینتیس گھوڑے مر گئے تھے ، ان کی قیمت ادا کر دی اور بہت سے نذرانے سوداگروں کی معرفت روانہ کیے ۔ جب سوداگر سلطان کی خدمت میں پہنچے ، تو انھوں نے اصل حال بیان کیا اور آبو کے راجا کا نذرانہ پیش کیا ۔ سلطان واپس ہو کر محمد آباد (چاپانیر) چلا گیا[۱] ۔

۸۹۶ھ/۹۱-۱۴۹۰ء[۲] میں یہ خبر پہنچی کہ محمود گیلانی کا گماشتہ بہادر گیلانی اپنے ولی نعمت سلطان محمد لشکری والیٔ دکن کی اطاعت سے منحرف ہو گیا ہے اور اس نے بندر وائل پر قبضہ کر لیا ہے اور دریا کے راستہ سے آنے جانے والے جہازوں کو نقصان پہنچاتا ہے ۔ گجرات کے آنے جانے کا راستہ بند ہو گیا ہے اور اس نے خاصہ کے جہازوں پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے ۔

اس خبر کے سنتے ہی لشکر کی تیاری شروع ہو گئی ۔ خشکی کے راستہ سے ملک قوام الملک کو نامزد کیا اور دریا کے راستہ کے لیے بہت سے جہاز مقرر کیے ۔ جب یہ خبر سلطان محمود بہمنی کو ملی ، تو اس نے سرداروں کو بلا کر کہا کہ چند مرتبہ ان کے بزرگوں نے ہماری مدد کی ہے اور سلطان محمود کی شان و شوکت [۱۶۸] ہم سب کو معلوم ہے ۔ اس طبقہ کے حقوق کا لحاظ رکھنا ہم پر لازم و واجب ہے ۔ اس بنا پر یہ لائق و مناسب ہے کہ ہم اس کے دفع کرنے کی جانب متوجہ ہوں ۔ سرداروں اور وزیروں نے اس کی رائے کی تعریف اور اس کے

۱- فرشتہ ۲/۲۰۲ - ۲۰۳ ۔
۲- فرشتہ (۲/۲۰۳) میں ۹۰۰ھ تحریر ہے ۔

قول کی تصدیق کی اور لشکر کی تیاری میں مشغول ہو گئے اور ایک اخلاص نامہ سلطان محمود کی خدمت میں ارسال کیا جس میں بہادر کو سزا دینے کا ارادہ ظاہر کیا گیا ۔ جو ساعت منجموں نے تجویز کی تھی ، اس وقت سلطان محمود شہر بندر سے بہادر کے دفع کرنے کے لیے نکلا ۔ جنگ کرنے کے بعد اس کو قتل کر دیا ۔ اس واقعہ کی تفصیل طبقہ دکن میں تحریر ہو چکی ہے ۔

۸۹۹ھ/۹۴ - ۱۴۹۳ء میں سلطان محمود نے قصبہ مہراسہ کی طرف کوچ کیا - راستہ میں خبرداروں نے اطلاع دی کہ الف خاں بن الغ خاں[1] نے ملازمین کی تنخواہوں کی رقم خود خرچ کر لی اور اس خوف سے کہ مبادا سپاہی داد خواہ ہوں اور اس کی بے عزتی ہو ، وہ فرار ہو گیا ۔ سلطان نے شرف جہاں کو اسے تسلی دینے کے لیے بھیجا ۔ شرف جہاں نے ہرچند اس کو بہت نصیحتیں کیں ، اس پر مطلق اثر نہ ہوا ۔

اس نے چند ہاتھی جو اس کے ہمراہ تھے ، شرف جہاں کی معرفت روانہ کر دیے اور خود ولایت مندو میں چلا گیا ۔ چونکہ اس کے والد نے سلطان محمود خلجی کے ساتھ بے وفائی کی تھی ، لہذا سلطان غیاث الدین نے اس کو اپنی سلطنت میں نہیں ٹھہرنے دیا اور اس پر مطلق مہربانی نہیں کی ۔ الف خاں نامراد ہو کر سلطان پور کی طرف متوجہ ہوا ۔ سلطان محمود نے قاضی میر اسحاق کو ملک شیخا کی مدد کے لیے روانہ کیا ۔ جب قاضی میر اسحاق سلطان پور کے نواح میں پہنچا ، [۱۶۵] تو الف خاں نے جنگ کی اور قاضی مذکور کا لڑکا ملک المشائخ مع چند آدمیوں کے اس جنگ میں مارا گیا ۔ آخرکار الف خاں بہت پریشان ہوا اور ایک نہایت عاجزانہ خط سلطان کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی ۔ چونکہ وہ سلطان کا خانہ زاد تھا ، لہذا اس کی خطائیں معاف کر دیں ۔ ۹۰۱ھ/۹۶ - ۱۴۹۵ء میں خدمت میں حاضر ہو کر نوازشِ شاہانہ سے سرفراز ہوا ، لیکن اس کا ستارہ گردش میں تھا ۔ تین مہینے کے بعد اس نے اپنے نائب عرض کو قتل کر دیا ، لہذا قید ہوا اور اُسی قید میں مر گیا ۔

۱- الف خاں بن الغ خاں ۔ فرشتہ ۲/۲۰۳ ۔

چونکہ اسیر کے حاکم عادل خان فاروقی نے ایک مدت سے مقررہ پیشکش نہیں بھیجی تھی اور وہ مغرور و متکبر ہو گیا تھا ، لہذا سلطان نے لشکر کا اہتمام کیا اور ۹۰۶ھ/۱۵۰۰ء میں اس کی تادیب و گوشمالی کا ارادہ کیا ۔ جب وہ دریائے تپتی کے کنارے پہنچا ، تو عادل خان نے بہت نذرانہ بھیجا اور معذرت چاہی ۔ سلطان نے مہربانی کرتے ہوئے اس کا عذر قبول کر لیا اور وہ محمد آباد (جاپانیر) کو واپس ہو گیا[۱] ۔

اسی سال ۹۰۶ھ/۱۵۰۰ء میں خبر پہنچی کہ سلطان ناصر الدین عبد القادر نے نمک حرامی کی اور سلطان غیاث الدین کے قبضہ سے سلطنت نکال کر خود بادشاہ بن گیا ۔ سلطان محمود نے ارادہ کیا کہ اس کی تادیب کے لیے مالوہ کی طرف روانہ ہو ۔ اسی دوران میں ناصر الدین کی پیشکش مع نیاز نامہ کے پہنچی جس میں عاجزی و انکسار کا اظہار کیا گیا تھا ۔ اس خط میں تحریر تھا کہ میں نے جو کچھ کیا ، اپنے مخدوم و ولی نعمت اور باپ [۱۶۶] کی رضا مندی سے کیا ہے ۔ شجاع خان اور رانی خورشید ، سلطان غیاث الدین پر غالب آ گئے تھے جس کو خفیہ رکھنے کی کوشش کی گئی ۔ سلطان نے اس کی عاجزی و انکسار پر رحم کیا اور اس طرف جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا ۔ چونکہ اسی سال فرنگیوں (یورپ والوں) نے مسلمانوں کی بندرگاہوں پر ہنگامے بپا رکھے تھے ، لہذا سلطان مہائم کے بندرگاہ کی طرف روانہ ہوا ۔ جب وہ علاقہ دون میں پہنچا ، تو خبر ملی کہ (اس کے) خاص غلام ایاز نے بندرگاہ دیب سے خاصہ کے چند جہاز اور دس رومی جہاز تیار کر لیے اور بندر چیول[۲] کے فرنگیوں سے جنگ کی ۔ بہت سے فرنگی قتل ہوئے ۔ اس جنگ میں چار سو آدمی مارے گئے ۔ فرنگی فرار ہو گئے اور ان کا ایک بڑا جہاز کہ جس میں ایک کروڑ کی مالیت تھی ، اس وجہ سے کہ توپ سے اس کا لنگر ٹوٹ گیا تھا ، سمندر میں غرق ہو گیا ۔ سلطان نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور محمد آباد جاپانیر واپس آ گیا[۳] ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۰۳ -

۲- چیول ، فرشتہ ۲/۲۰۴ -

۳- فرشتہ ۲/۲۰۴ -

۹۱۴ھ/۹-۱۵۰۸ء[۱] میں عادل خان بن حسن خان نے اپنی والدہ کے توسل سے کہ جو سلطان کی لڑکی تھی، عرض کیا کہ اسیر و برہان پور کے حاکم عادل خان بن مبارک خان کا سات سال اور چند ماہ ہوئے، انتقال ہو گیا۔ اس کے کوئی لڑکا نہیں ہے۔ امید یہ ہے کہ اس کے بزرگوں کی جگہ مجھے عنایت کر دی جائے۔ سلطان نے اپنی لڑکی کی التماس و استدعا قبول کر لی۔ سال مذکور (۹۱۴ھ/۱۵۰۸ء) کے ماہ رجب میں لشکر فراہم کیا اور ماہ شعبان میں اسیر و برہان پور کی طرف متوجہ ہوا۔ رمضان کے مہینے میں دریائے نربدا کے کنارے موضع سیلی سے گزر کر ماہ شوال میں اندر بار کی طرف روانگی ہوئی۔ جب قصبہ نذر بار میں پہنچا، تو معلوم ہوا کہ ملک حسام الدین مغول نے کہ جس کے [۱۶۷] قبضہ میں اسیر و برہان پور کی نصف ولایت تھی، خان زادہ عالم خان کو کہ جو اسیر و برہان پور کے حاکم کی اولاد میں تھا، کاویل کے حاکم نظام الملک بحری کے مشورہ سے اسیر و برہان پور کے تخت پر بٹھا دیا، ملک لاڈن خلجی نے کہ جس کے قبضہ میں آسیر کی نصف ولایت تھی، ملک حسام الدین مغول کی مخالفت کی اور کوہ اسیر پر قلعہ بند ہو گیا۔ اس واقعہ کو سننے کے بعد سلطان محمود، تھانیسر کی طرف متوجہ ہوا۔ تھانیسر کا تھانیدار ملک عالم شہ، سلطان پور کے تھانیدار عزیز الملک سلطانی کے ذریعہ سے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور تھانہ کو خالی کر کے (حضور میں) پیش کر دیا۔

نظام الملک بحری نے اس خبر کو سنتے ہی چار ہزار سوار عالم خان اور ملک حسام الملک کے ہمراہ چھوڑے اور کاویل چلا گیا۔ جب تھانیسر میں سلطان محمود پر کچھ ضعف طاری ہوا، تو وہ چند روز کے لیے وہاں ٹھہر گیا۔ آصف خان اور عزیز الملک کو آراستہ لشکر کے ساتھ ملک حسام الدین اور عالم خان کو سزا دینے کے لیے بھیجا۔ جب آصف اور عزیز الملک برہان پور کی طرف متوجہ ہوئے، تو نظام الملک بحری کی فوج ملک حسام الدین کی اجازت کے بغیر اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گئی۔ ملک لاڈن خلجی نے آصف خان کا استقبال کر کے اس سے ملاقات کی۔

۱- ۹۱۳ھ، فرشتہ ۲/۲۰۳۔

آصف خاں اس کو اپنے ہمراہ سلطان کی خدمت میں لایا ۔ ملک حسام الملک نادم اور شرمندہ ہوکر سلطان کے لشکر سے آ ملا ۔ دونوں پر شاہانہ نوازشیں ہوئیں ۔ عید الاضحیٰ کے بعد [۱۶۸] نیک ساعت میں عادل خاں کو اعظم ہمایوں کا خطاب دیا اور چار ہاتھی اور تین لاکھ تنکہ (سکہ) سے اس کی مدد کی ۔ اسیر و برہان پور کی حکومت اس کے سپرد کر دی ۔ ملک لاڈن خلجی کو خان جہاں کا خطاب دے کر ، اعظم ہمایوں عادل خاں کے ساتھ جانے کی اجازت دی ۔ جب ملک لاڈن موضع نباس میں پہنچا ، تو وہ گاؤں اُسے انعام میں دے دیا اور ملک محمد باکہا ولد عماد الملک آسیری کو غازی خاں ، تھانیسر کے تھانیدار ملک عالم شہ کو قطب خاں ، ملک حافظ کو محافظ خاں اور اس کے بھائی ملک یوسف کو سیف خاں کے خطاب دیے اور انہیں اعظم ہمایوں کی خدمت میں بھیج دیا ۔ ملک نصرت الملک گجراتی اور مجاہد الملک گجراتی کو خرچ دے کر اعظم ہمایوں کی خدمت میں چھوڑا ۔ (سلطان) سترہ ذی الحجہ کو اس منزل سے کوچ کرکے سلطان پور و نذربار کی طرف متوجہ ہوا ۔ پہلی منزل پر ملک حسام الدین مغول کو شہریار کا خطاب دیا ۔ موضع دہورہ ، جو سلطان پور کے مضافات میں ہے ، مع دو ہاتھیوں کے اُسے عنایت کیا اور حاکم بنا دیا ۔ خود متواتر سفر کرتا ہوا دسویں محرم الحرام ۹۱۶ھ/ ۱۵۱۰ء کو محمد آباد جاپانیر پہنچا ۔

جب عادل خاں برہان پور پہنچا ، تو ملک حسام الدین شہریار ، ملک محمد باکہا اور غازی خاں اُس تعلق کی وجہ سے کہ جو وہ ملک لاڈن [۱۶۹] خلجی سے رکھتے تھے ، برہان پور سے تھانیسر میں آنے اور وہیں رہنے لگے ۔ چند روز کے بعد اعظم ہمایوں کے پاس خبر لے گئے کہ ملک حسام الدین شہریار ، نظام الملک بحری سے مل کر فتنہ برپا کرنا چاہتا ہے ۔ جب اعظم ہمایوں اس مکاری سے آگاہ ہوا ، تو اس نے کسی کو حسام الدین کے بلانے کے لیے بھیجا ۔ ملک حسام الدین اس راز سے واقف ہو گیا اور چار ہزار سوار لے کر برہان پور کو روانہ ہوا ۔ جب وہ برہان پور کے نواح میں پہنچا ، تو اعظم ہمایوں نے تین ہزار گجراتی سواروں کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور اس کو اپنی منزل پر لایا ۔ خلعت دیا اور ڈیرہ پر جانے کی اجازت دے دی ۔ دوسرے روز اپنے رازداروں سے یہ

مشورہ کیا کہ جب ملک حسام الدین دیوان خانہ میں آئے ، تو اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت خانہ میں لے آنا اور رخصت (دربار میں جانے) کے وقت دریا شاہ گجراتی جو اعظم ہمایوں کا شمشیر بردار ہے ، ملک حسام الدین کے کاری ضرب لگائے ۔ اس کے مارے جانے کے بعد اس کے آدمی جا بجا قتل ہو جائیں گے ۔ اس قرارداد کے تھوڑی دیر بعد حسام الدین کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا ۔ ملک حسام الدین نہایت غرور و تکبر کے ساتھ مع اپنے آدمیوں کے آیا ۔ ملاقات کے بعد بطریق مشورہ ملک حسام الدین کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خلوت خانہ میں داخل ہوا ۔ کچھ باتیں ہوئیں اور پان دے کر اس کو رخصت کیا ۔ اس اثناء میں ملک حسام الدین سیدھا کھڑا ہوا ۔ دریا خاں نے اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ دو ٹکڑے ہو گیا ۔

جب اعظم ہمایوں کے وزیر ملک برہان عطاء اللہ کو اس بات (حسام الدین کے قتل) کی اطلاع ہوئی ، تو ان گجراتیوں سے کہ جو اس کے ہمراہ تھے ، فرمایا کہ حرام خوروں [۱۷۰] کو مارو ۔ جب انھوں نے تلواریں کھینچ لیں ، تو ملک محمد باکھا اور دوسرے سردار کہ جو ملک حسام الدین کے ہمراہ تھے ، بھاگ کھڑے ہوئے ۔ چار سو حبشیوں نے کہ جو دربار میں حاضر تھے ، سب کو تلواروں کے نیچے لے لیا ۔ (تلواریں کھینچ لیں) ملک محمد باکھا اور دوسرے سردار خاک و خون میں لوٹنے لگے ۔ نصف ملک جو اس کے قبضہ میں تھا ، بغیر نزاع کے اعظم ہمایوں کو مل گیا ۔ جب اس ماجرا کی تفصیل سال مذکور کے ماہ ربیع الاول میں سلطان محمود کے سامنے پہنچی ، تو اس نے کہا کہ جو کوئی حق نمک ادا نہیں کرتا ، آخرکار غارت ہو جاتا ہے ۔

۹۱۶ھ/۱۱ - ۱۵۱۰ء میں اعظم ہمایوں کا عریضہ اس مضمون کا آیا کہ میں ایک مرتبہ قلعہ آسیر پر گیا تھا ۔ شیر خاں اور سیف خاں کو جن کے قبضہ میں قلعہ ہے ، شیطنت و نفاق سے خالی نہ پایا ۔ حالانکہ ملک حسام الدین مارا جا چکا ہے ۔ یہ دونوں بدبخت آپس میں متفق ہو کر خلاف ہو گئے ہیں اور انھوں نے ملک نظام الملک بحری کو خط لکھ کر عالم خاں خانزادہ کو بلایا ہے ۔ میں نے ملک لاڈن خاں جہاں ، مجاہد الملک اور دوسرے امراء کے ساتھ جا کر قلعہ کا محاصرہ کیا ۔ نظام الملک بحری مع اپنے لشکر کے عالم خاں کو ساتھ لے کر اپنی سرحد پر آ گیا ۔ اگر وہ

میری ولایت میں داخل ہوتا ہے ، تو قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر میں اس سے جنگ کروں گا ۔ سلطان نے پانچ لاکھ تنکہ (سکہ) نقد اعظم ہمایوں کے اخراجات کے لیے منظور فرما کر دلاور خاں ، قدر خاں ، صفدر خاں اور دوسرے امیروں کو اعظم ہمایوں کی مدد کے لیے روانہ کیا اور جواب میں تحریر کیا کہ اے فرزند ! تم مطمئن رہو ، جس وقت ضرورت ہوگی میں خود آ جاؤں گا ۔ نظام الملک بحری جو سلاطین دکن کا غلام ہے ، اس میں یہ طاقت کہاں ہے کہ تمہاری ولایت [۱۷۱] کو نقصان پہنچا سکے ۔

ابھی امرائے مذکور نے بیرون شہر سے کوچ نہیں کیا تھا کہ شہزادہ مظفر خاں کہ جس کا ذکر عنقریب کیا جائے گا ، قصبہ بروده سے آیا اور باپ کی خدمت میں حاضر ہوکر قدم بوسی سے مشرف ہوا اور سات لاکھ تنکہ (سکہ) بطور مزید مدد اعظم ہمایوں کے اخراجات کے لیے درخواست کی ، یہ رقم بھی بھیج دی گئی ۔

چند روز کے بعد نظام الملک بحری کا ایلچی سلطان کی خدمت میں آیا اور اس مضمون کا عریضہ پیش کیا کہ عالم خاں خان زادہ نے مجھ سے یہ التجا کی ہے کہ آنحضرت ولایت اسیر و برہان پور کا کچھ حصہ اس کو عنایت کر دیں ۔ سلطان نے نظام الملک کے پیغامبر کو بلا کر فرمایا کہ چونکہ اس (عالم خاں) نے اپنی چادر سے باہر پیر نکالے ہیں ، لہذا عنقریب اس کو سزا دی جائے گی ۔ مختصر یہ کہ جب امرائے مذکور قصبہ لدربار میں پہنچے ، تو شیر خاں و سیف خاں اپنے 'برے انجام کی اطلاع پا کر ملک مجاہد الملک کے ذریعہ سے امان کے طالب ہوئے ۔ اعظم ہمایوں سے اس بات کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر ان سے عہد و اقرار کر لیا ۔ شیر خاں و سیف خاں اس کے قول پر بھروسہ کرکے قلعہ سے نکل آئے اور ولایت کاویل کو چلے گئے ۔ دلاور خاں اور دوسرے سرداروں کے پہنچنے کے بعد عادل خاں ولایت کالنہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔ کالنہ کے کچھ دیہات و قریات برباد ہوئے تھے کہ کالنہ کے راجا نے نذرانہ پیش کرکے خطا کی معافی چاہی ۔ عالم خاں اس مقام سے روانہ ہو گیا ۔ عادل خاں نے یہاں سے گجرات کے امراء کو گجرات روانہ کر دیا اور خود برہان پور چلا آیا ۔

اسی سال دہلی کے بادشاہ سلطان سکندر لودی نے خصوصیت و خلوص کی بنا پر سلطان کی خدمت میں کچھ تحائف اور سوغات بھیجے - اس سے قبل کبھی [۱۷۲] دہلی کے کسی بادشاہ نے گجرات کے بادشاہ کو تحفہ نہیں بھیجا تھا - ماہ ذی الحجہ ۹۱۶ھ میں[1] سلطان محمود نہر والہ کی طرف روانہ ہوا - اس مقام کے علماء ، صلحاء اور فقراء کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا اور کہا کہ میرے آنے کا صرف یہ منشا تھا کہ بزرگوں سے رخصت ہو لوں ، شاید موت پھر اس کا موقع نہ دے - عالموں اور بزرگوں میں سے ہر ایک نے باانداز خاص اس کی بقا کے لیے دعا مانگی -

وہ اس مجلس سے سوار ہوکر پٹن کے مشائخ کے مزارات کی زیارت کے لیے گیا - چہار شنبہ (بدھ) کے روز احمد آباد روانہ ہوا اور شیخ احمد کھتو کے مزار مقدس کا طواف کرکے وہ محمد آباد چلا گیا - چونکہ وہ خود ضعف اور بیماری کا احساس کرنے لگا تھا ، لہذا شہزادہ مظفر خاں کو قصبہ بروده سے بلا کر دل پذیر نصیحتیں کیں - چار روز کے بعد جب اپنے میں کچھ صحت کی علامتیں دیکھیں ، تو شہزادہ کو بروده جانے کی اجازت دے دی - چند روز کے بعد بیماری پھر عود کر آئی اور وہ نہایت کمزور و لاغر ہو گیا -

اسی دوران میں ایک دن فرحت الملک نے عرض کیا کہ ایران کے بادشاہ شاہ اسماعیل نے یادگار بیگ قزلباش کو قزلباشوں کی ایک جماعت کے ہمراہ بطور سفارت بھیجا ہے اور نفیس تحفے بھی ارسال کیے ہیں - سلطان نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ ، قزلباش کا چہرہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے صحابہ کے دشمن ہیں اور ظلم کے بانی ہیں ، مجھے نہ دکھائے اور اتفاق سے ایسا ہی ہوا - سلطان نے حکم دیا کہ شہزادہ مظفر خاں کو جلد بلاؤ - ابھی یادگار بیگ قزلباش نہیں پہنچا تھا کہ عصر کے وقت پیر کے دن دوسری رمضان المبارک ۹۱۷ھ کو سلطان کا انتقال ہو گیا[2] -

[۱۷۳] انہتر سال اور گیارہ ماہ کی عمر ہوئی ، پچپن سال ایک مہینے

۱- فرشتہ ۲/۲۰۵ -
۲- فرشتہ ۲/۲۰۵ -

اور دو دن بادشاہی کی ۔ اس کو (شاہی) فرمانوں میں ''خدائگان حلیم'' لکھتے تھے اور محمود بیگڑہ بھی کہتے ۔ بیگڑہ اُس گائے کو کہتے ہیں کہ جس کے سینگ اوپر کی طرف نکل کر گھوم گئے ہوں ۔ اس کی مونچھیں اسی شکل کی تھیں ، اس سبب سے اس کو بیگڑہ کہتے تھے ۔ وہ بردبار ، کریم بہادر ، سخی اور خدا ترس بادشاہ تھا ۔

ذکر سلطنت سلطان مظفر شاہ بن محمود شاہ

جب پیر کے دن دوسرے رمضان المبارک ۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء کو سلطان محمود بن محمد شاہ نے اس دارفانی سے ملک روحانی کی راہ کی ، تو دو گھنٹے کے بعد منگل کی رات کو ماہ رمضان میں شہزادہ مظفر خاں پہنچ گیا[1] اور امراء اور اراکین سلطنت کی کوشش سے اپنے باپ دادا کے تخت پر متمکن ہوا ۔ رسوم صدقات ادا کی گئیں ۔ اس نے اسی رات کو اپنے باپ کا جنازہ قدوۃ السالکین شیخ احمد کھتو قدس سرہ کے مزار پر انوار کو بھیج دیا اور دو لاکھ تنکے عزیز الملک کے حوالہ کرکے فرمایا کہ قصبہ سر کھیج کے مستحقین میں تقسیم کر دے ۔ امراء اور تمام اراکین سلطنت کو خلعت عنایت کیے اور ان میں سے بعض کو مناسب خطابات سے ممتاز کیا ۔ اسی روز اسلامی منبروں (مساجد کے منبروں) پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ، اپنے خاصہ خیلوں میں سے ملک خوش قدم کو عماد الملک اور ملک رشید الملک کو خداوند خاں کا خطاب دے کر وزارت کی

۱- شہزادہ مظفر شاہ ۲۰ شوال ۸۷۵ھ کو پیدا ہوا ۔ کسی نے قطعہ نظم کہا ہے :

خسرو عادل مظفر شاہ بن محمود شاہ
آنکہ دارد ملک و دیں از داد و عدش زیب و فر
بیستم بود از مہ شوال کامد در وجود
از پے احیائے علم و شرع و دیں آں داد گر
سال میلادش کہ باد اتا ابد در ملک جود
ہشت صد ہفتاد و پنج از ہجرت خیر البشر

(فرشتہ - ۲/۲۰۶)

باگ ڈور ان کے سپرد کی[1] ۔

اسی سال (۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء) ماہ شوال میں اسماعیل کا ایلچی یادگار بیگ قزلباش عراق سے محمد آباد کے نواح میں پہنچا ۔ اس نے امیروں اور وزیروں کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور اس کی آمد کو اچھا سمجھا ۔ یادگار بیگ نے وہ تحفے جو محمود شاہ کے لیے لایا تھا ، سلطان مظفر شاہ کی خدمت میں پیش کیے ۔ سلطان نے یادگار بیگ [۱۲۷] اور تمام قزلباشوں کو شاہانہ خلعتیں مرحمت فرمائیں اور اس جماعت کے رہنے کے لیے ایک خاص محل متعین کیا[2] ۔

چند روز کے بعد محمد آباد سے قصبہ بڑودہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس شہر کا نام دولت آباد رکھا ۔ اس دوران میں خبر پہنچی کہ صاحب خاں ولد سلطان ناصر الدین خلجی ، خواجہ جہاں خواجہ سرا کی مدد سے سلطان محمود باغی ہو کر مندو پر قابض ہو گیا تھا ۔ اپنا خطاب سلطان محمود مقرر کر لیا تھا اور اس نے اکثر امیروں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا جیسا کہ طبقہ مالوہ میں ذکر کیا گیا ہے وہ مندو سے بھاگ کر التجا کرنے آیا ہے ۔ سلطان مظفر نے محافظ خاں کو صاحب خاں کے استقبال کے لیے بھیجا کہ وہ مہمانداری اور دل جوئی کے لوازم ادا کرے ۔ ملاقات کے چند روز بعد مہمانداری کے لوازم ادا کرنے کی غرض سے بڑودہ میں قیام کیا اور پھر محمود آباد کی طرف متوجہ ہوا ۔ قیصر خاں قصبہ دھور[3] بھیجا ۔ تا کہ سلطان محمود خلجی کی صحیح خبر ، مملکت مالوہ کے حالات اور امیروں کے طور طریقے معلوم کرکے آئے ۔ چونکہ برسات کا موسم آ گیا تھا ، لہذا لوگ جا بجا ٹھہر گئے ، صاحب خاں نے ایک دن پیغام بھیجا کہ آتے ہوئے کافی دن گزر چکے ہیں ، مگر اب تک کوئی کارہر آری نہ ہو سکی ۔ سلطان نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ برسات کے بعد لطف ولایت مالوہ زبردستی سلطان محمود کے قبضہ سے نکال کر اس کو دے دی جائے گی صاحب خاں کا ستارہ اقبال گردش میں آ گیا تھا ۔ اتفاق سے یادگار بیگ

۱- فرشتہ ۲/۲۰۶ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۰۶ ۔

۳- [illegible] (فرشتہ ۲/۲۰۶) ۔

قزلباش جو گجرات کے باشندوں میں ''سرخ کلاہ'' مشہور تھا ، اس کے قرب و جوار میں پہنچا ۔ ایک روز نوکروں میں جھگڑا ہوگیا ۔ نوبت جنگ [۱۷۵] تک پہنچی ۔ یادگار بیگ کا ٹھکانا لوٹ لیا گیا ۔

گجرات کے لشکر میں یہ شہرت ہو گئی کہ ترکمانوں نے صاحب خاں کو گرفتار کر لیا ہے ۔ مالوہ کا شہزادہ اس شہر کی شرمندگی سے سلطان مظفر کی اجازت کے بغیر چلا گیا ۔ اس اختصار کی تفصیل طبقہ مالوہ میں بیان کی گئی ہے[۱] ۔

صاحب خاں کے جانے کے بعد جب راجپوتوں کے غالب آنے اور سلطان محمود خلجی کی ذلت کی اطلاع سلطان مظفر کو ملی ، تو شرم و غیرت کی وجہ سے اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ اس گروہ کو سزا دی جائے ۔ اس نے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے احمد آباد جانے کا ارادہ کیا کہ ملک کے تھانوں کی طرف سے اطمینان ہو جائے اور مردہ و زندہ بزرگوں سے مدد طلب کر کے مالوہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ ایک ہفتہ احمدآباد میں قیام کیا ان ہی حالات کے ضمن میں یہ خبر پہنچی کہ پٹن کا حاکم ملک عین الملک اپنی فوج کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں آ رہا تھا کہ راستہ میں اسے معلوم ہوا کہ راجا ایدر[۲] نے موقع غنیمت سمجھ کر اس نواح میں فتنہ و فساد برپا کر دیا اور سابرمتی کی سرحد تک لوٹ مار کی ہے ۔ ملک عین الملک نے وفاداری کی نیت سے یہ ارادہ کیا کہ اس کو سزا دے کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہو ۔ اس نے قصبہ مہراسہ پہنچ کر اسے لوٹ لیا ۔ اس اثناء میں راجا ایدر فوج جمع کرکے مقابلہ کے لیے آ گیا ۔ دونوں لشکروں میں جنگ عظیم واقع ہوئی ۔ عبدالملک مع دو سو آدمیوں کے شہید ہوگیا اور جو ہاتھی اس کے ساتھ تھا وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ۔ عین الملک کے استقلال میں فرق آ گیا اور اسے بھاگنا پڑا ۔

اس خبر کو سن کر سلطان مظفر ، ایدر کی طرف متوجہ ہوا ۔ وہ قصبہ مہراسہ پہنچا ، تو اس نے ولایت ایدر کو تاخت و تاراج کرنے کے

۱- فرشتہ ۲/۲۰۶ ۔

۲- فرشتہ (۲/۲۰۶) نے راجا ایدر کا نام ''رائے بھیم'' لکھا ہے ۔

لیے فوج روانہ کی ۔ ایدر کا راجا [۷۰۱] قلعہ کو خالی کرکے خود بیجا نگر کے پہاڑ میں جا چھپا ۔ سلطان جب ایدر پہنچا ، تو دس راجپوت جو مرنے کا ارادہ کرکے کھڑے ہوئے تھے ، ذلت و خواری سے مارے گئے ۔ عمارت بت خانہ ، باغ ، درخت کسی چیز کا نشان تک باقی نہ رہا ۔ ایدر کے راجا نے عاجزی اختیار کی ۔ ملک کوپا[1] زنار دار (برہمن) کو (سلطان کی) خدمت میں بھیج کر معافی چاہی اور پیغام بھیجا کہ ملک عین الملک کو مجھ سے نہایت بغض تھا ۔ اس نے آ کر تمام ولایت کو برباد کر دیا ۔ مجبوراً مجھ سے یہ حرکت سرزد ہوئی ۔ اگر میری طرف سے ابتدا ہوئی ہو ، تو میں سلطانی قہر و غضب کا سزاوار ہوں ۔ مبلغ بیس لاکھ تنکے اور سو گھوڑے بطور پیشکش حضور کے وکلا کو دیتا ہوں ۔ چونکہ سلطان مظفر کا ارادہ مالوہ فتح کرنا تھا ، لہذا اس کے عذر کو قبول کرکے وہ گودھرہ چلا گیا اور بیس لاکھ تنکہ (سکہ) اور سو گھوڑے ملک عین الملک کو عنایت کیے ۔ تا کہ فوج کا انتظام کرے ۔ (سلطان نے) گودھرہ سے شہزادہ سکندر خاں کو محمد آباد کی حکومت پر روانہ کیا ۔ جب وہ قصبہ دہور پہنچا ، تو اس نے قیصر خاں کو حکم دیا کہ وہ موضع دیولہ پر کہ جو سلطان محمود خلجی کے آدمیوں کے قبضہ میں ہے ، قابض ہو جائے ۔ اس کے بعد وہ دھارا گڑھ کی طرف متوجہ ہو ، برکھوکھا کا بیٹا جو دھارا گڑھ کا ساکن تھا ، حاضر خدمت ہوا اور دھار کے رہنے والوں کے لیے امان طلب کی ۔ سلطان نے امان دے کر قوام الملک اور اختیار الملک بن عماد الملک کو باشندگانِ دھار کی تسکین کے لیے اپنے سے پہلے بھیج دیا ۔

اسی دوران خبر پہنچی کہ سلطان محمود خلجی خود جھگڑے میں پڑ گیا ہے چندیری کے امراء [۷۰۲] نے اس پر خروج کر دیا ہے اور وہ حدود چندیری تک گیا ۔ سلطان مظفر نے اپنے سرداروں کو واپس بلا کر کہا کہ اس حملہ کا اصل منشا یہ تھا کہ پورب کے کافروں کو علیحدہ کرکے اس ولایت کو میاں سلطان محمود اور صاحب خاں ولد سلطان ناصر الدین میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائے ۔ اب چونکہ سلطان محمود چندیری کے امیروں کے دفعیہ کے لیے گیا ہے اور ظالم راجپوتوں کو اپنے

۱- ملک گوپال (فرشتہ ۲/۲۰۶) ۔

ہمراہ لے گیا ہے ، لہذا ایسے موقع پر اس کے ملک میں داخل ہونا مروت و مردانگی کے خلاف ہے ۔

قوام الملک جب حاضر خدمت ہوا ، تو اس نے دھار کے آہو خانہ کی کچھ خوبیاں بیان کیں اور سلطان کو وہاں کے سیر و شکار پر راغب کر لیا ۔ سلطان مظفر ، قوام الملک کو لشکر کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر دو ہزار سوار اور ایک سو پچاس ہاتھی لے کر دھار کو روانہ ہو گیا ۔ جب وہ دھار پہنچا ، تو اسی دن عصر کے وقت سوار ہوا اور شیخ عبداللہ جنگال اور شیخ کمال الدین مالوی کے مزارات کی زیارت کے لیے روانہ ہوا ۔

منقول ہے کہ راجا بھوج کے زمانہ میں شیخ عبداللہ کا نام پالڈے برج تھا اور وہ راجا کے وزیر تھے ۔ کسی تقریب سے وہ داخل اسلام ہوئے اور ریاضت و مجاہدہ کی بدولت وہ اعلیٰ کمالات[1] پر پہنچے ۔

القصہ دھار کے نواح میں نظام الملک کو رخصت کیا کہ نواح دلاورہ میں جا کر شکار کرے ۔ نظام الملک دلاورہ سے گزر کر لغلچہ گیا ۔ واپسی کے وقت پوربیوں (راجپوتوں) کی ایک جماعت نے نظام الملک کے بنگاہ (سامان و اسباب فوج) کے لیے کچھ مشکلات پیدا کیں اور اپنی جزا کو پہنچے ۔ چنانچہ مالوہ کے طبقہ میں اس کا ذکر ہوا ہے ۔ [۸۰ ۔]

سلطان مظفر اس واقعہ کی اطلاع پانے کے بعد نظام الملک سے ناراض ہوگیا ۔ اس وجہ سے کہ اس کا اصل منشاء یہ تھا کہ وہ امسال سیر کرکے واپس آ جائے اور نظام الملک سے جب اس قسم کی حرکتیں ظاہر ہوئیں ، تو سلطان کی طبیعت میں ناگواری پیدا ہو گئی ۔ سلطان مظفر واپس آ کر گجرات کی طرف متوجہ ہوا اور محمد آباد جاپانیر میں ٹھہر گیا[2] ۔

ماہ شوال ۹۲۱/۱۵۱۵ء میں ایدر کے راجا رائے بھیم کے مرنے کے بعد رانا سانگا ، رائے مل بن سورج مل کی حمایت کے لیے ایدر میں آیا کہ

۱۔ ''متن'' اور فرشتہ (۲/۲۰۷) میں ''کمالات نفسانی'' ہے انگریزی ترجمہ ، (ص ۲۹۹) میں کمالات روحانی لکھا ہے ۔

۲۔ فرشتہ ۲/۲۰۷ ۔

وہ (رائے مل) اس (رائے بھیم) کا داماد ہوتا ہے اور اس (رانا سانگا) نے ایدر کی ولایت اور قلعہ کو رائے بھیم کے لڑکے بہار مل کے قبضہ سے نکال کر رائے مل مذکور کے سپرد کر دیا تھا۔ سلطان مظفر نے نظام الملک کو نامزد کیا کہ ایدر کی ولایت کو رائے مل کے قبضہ سے نکال کر بہار مل کے سپرد کر دے اور خود بھی احمد نگر روانہ ہوا۔ راستہ میں جب بہار مل، نظام الملک سے ملا، تو اس کو لا کر سلطان کی خدمت میں حاضر کیا۔ سلطان مظفر نے اس منزل پر خداوند خاں اور نظام الملک کو لشکر کے انتظام کے لیے چھوڑا اور خود پٹن کی سیر کے لیے چلا گیا۔ اس شہر کے رہنے والوں پر عموماً اور علماء و فضلا پر خصوصاً عنایات فرمائیں اور (سلطان) لشکر سے جا ملا۔ بہار مل کو نظام الملک کے ہمراہ رخصت کر دیا۔ تا کہ وہ جا کر ایدر کو رائے مل کے قبضہ سے نکال کر بہار مل کے سپرد کر دے۔ نظام الملک نے جا کر ایدر کو بہار مل کے سپرد کر دیا۔

چونکہ رائے مل بیجا نگر کے پہاڑ میں پناہ گزیں تھا، لہذا نظام الملک کوہ بیجا نگر پہنچا۔ اس سے جنگ ہوئی۔ دونوں طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ جب [۱۷۹] یہ خبر سلطان مظفر کو ملی، تو اس نے فرمان جاری کیا کہ جب ایدر کی ولایت پر قبضہ ہو گیا تھا، تو بیجا نگر جانے اور جنگ کرنے کا یہ مطلب ہوا کہ بلاوجہ لشکریوں کو ضائع کیا جائے۔ مناسب ہے کہ آج ہی واپس چلے آؤ۔

نظام الملک کے واپس آنے کے بعد (سلطان) احمد نگر سے احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک جشن عظیم منعقد کیا۔ شاہزادہ سکندر خاں، بہادر خاں، اور لطیف خاں کی شادیاں کیں۔ شہر کے امراء و فضلاء کو انعام میں گھوڑے دیے اور خلعتوں سے نوازا۔ برسات کے بعد سیر و شکار کے لیے ایدر کی طرف متوجہ ہوا۔ چونکہ نظام الملک بیمار ہوگیا تھا، لہذا طبیبوں کو اس کے علاج کے لیے چھوڑا[۱]۔

۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء کے شروع میں محمد آباد جاپانیر گیا اور وہاں سے ملک نصرت الملک کو ایدر بھیجا اور نظام الملک کو اپنے پاس بلایا اور

۱- ملاحظہ ہو فرشتہ ۲/۲۰۷ -

نصرت الملک کے پہنچنے سے پہلے نظام الملک اور ظہیر الملک کو مع سو سواروں کے ایدر میں چھوڑا اور نہایت عجلت کے ساتھ محمد آباد روانہ ہوا۔ ابھی نصرت الملک احمد نگر کے نواح میں تھا کہ رائے مل موقع پا کر ایدر کی طرف متوجہ ہوا۔

ظہیر الملک نے دوستوں کی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے باوجود رائے مل کا مقابلہ کیا۔ ستائیس آدمی مارے گئے - جب یہ خبر سلطان مظفر کو ملی ، تو اس نے ملک نصرت الملک کو فرمان بھیجا کہ جب تک بیجا نگر میں مفسدوں کو پناہ اور فتنہ انگیزوں کو ٹھکانا ملے ، اس وقت تک اس کو برباد کرو[1] ۔

اسی دوران میں حضرت شیخ جایلدہ[2] ، جو اپنے زمانے کے مقتدیٰ تھے اور داشتہ نگر کا مقطع (حاکم) حبیب خاں پوربی راجپوتوں کے غلبہ کی وجہ سے مندو سے [۱۸۰] بھاگ کر حاضر خدمت ہوئے اور پوربیوں (راجپوتوں) کے غلبہ کی شکایت کی۔ مزید چند روز کے بعد دھور کے داروغہ کا خط پہنچا کہ سلطان محمود خلجی راجپوتوں کے غلبہ کی وجہ سے پریشان حال اور طالب امداد ہوا۔ جب وہ موضع بھکور[3] پر آیا کہ جو گجرات سرحد پر واقع ہے ، تو بندہ اس کی خدمت میں پہنچا اور حسبِ مقدور اس کی خدمت گاری میں کوئی کوتاہی نہیں کی - سلطان مظفر اس واقعہ کو سن کر خوش ہوا۔ قیصر خاں کے ذریعہ سرا پردہ اور سرخ بارگاہ کہ جو بادشاہوں کے لیے مخصوص ہے ، تمام کارخانے اور بہت سے تحفے اور ہدیے (محمود خلجی کے لیے) بھیجے اور خود بھی استقبال کے لیے آمادہ ہوا اور موضع دیولہ کے نواح میں ملاقات ہوئی۔ سلطان مظفر نے بہت دل جوئی کرکے کہا کہ اولاد و مملکت کے چھوٹ جانے سے آزردہ خاطر نہ ہو۔ عنقریب تائید الٰہی سے پوربیوں (راجپوتوں) کے بھیجے نکال دیے

۱- فرشتہ ۲/۲۰۷ -

۲- ایک خطی نسخہ میں شیخ چایلدہ اور فرشتہ (۲/۲۰۷) میں شیخ حامد اور تاریخ ہندوستان (جلد چہارم) - حصہ اول از مولوی ذکا اللہ (گجرات ، ص ۹۸) میں شیخ چاند ہے -

۳- ''بہلور'' فرشتہ ۲/۲۰۷ -

جائیں گے (سخت سزا دی جائے گی) اور مالوہ کی حکومت فتنہ و فساد سے پاک کرکے آپ کے ملازمین کے حوالہ کر دی جائے گی ۔ اسی منزل پر قیام کرکے لشکر کی درستی کا حکم دیا اور تھوڑے ہی دنوں میں بے شمار لشکر کے ساتھ مالوہ کی طرف متوجہ ہوا ۔

جب میدنی رائے نے سلطان مظفر کے آنے کی خبر سنی ، تو اس نے رائے پتھورا کو راجپوتوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ مندو میں چھوڑا اور خود دو ہزار راجپوت سواروں اور محمودی ہاتھیوں کے ساتھ دھار کی طرف متوجہ ہوا ۔ وہاں سے رانا سانگا کے پاس گیا کہ اس کو مدد کے لیے لائے ۔ سلطان مظفر محاصرہ کے ارادہ سے مندو روانہ ہوا ۔ جب مظفری فوجیں مندو کے قریب پہنچیں ، تو راجپوت قلعہ سے نکلے اور مردانگی کے جوہر دکھائے ۔ آخرکار فرار ہو کر قلعہ میں چلے گئے ۔ دوسرے روز پھر راجپوت باہر آئے اور سخت جنگ کی ۔ قوام الملک سلطانی نے بڑی بہادری دکھائی اور بہت سے راجپوتوں کو قتل کیا ۔ سلطان مظفر نے اس روز قلعہ کے اطراف کو تقسیم کرکے امراء کے سپرد کیا اور محاصرے کو تنگ کر دیا ۔ ان ہی [۱۸۱] حالات میں میدنی رائے نے رائے پتھورا کو ایک خط لکھا کہ میں رانا (سانگا) کے پاس جا کر اس کو ولایت مارواڑ اور اس کے نواح کے تمام راجپوتوں کے ہمراہ مدد کے لیے لا رہا ہوں ۔ تم کو چاہیے کہ ایک ماہ تک سلطان مظفر کو باتوں اور کہانیوں میں لگائے رکھو ۔ رائے پتھورا نے نہایت مکاری اور فریب کے ساتھ اپنے ایلچی بھیجے اور پیغام دیا کہ زمانہ دراز سے قلعہ مندو راجپوتوں کے قبضہ میں ہے اور ان کے اہل و عیال قلعہ میں ہیں ۔ سلطان ایک منزل پیچھے ہٹ جائیں تاکہ ہم اپنے اہل و عیال کو نکال کر ایک مہینہ کے عرصہ میں قلعہ کو خالی کرکے آپ کے حوالے کر دیں اور خود بھی حاضر خدمت ہو کر بہی خواہوں میں شامل ہو جائیں ۔ سلطان مظفر اگرچہ یہ جانتا تھا کہ یہ لوگ وقت کو ٹالنے کے لیے یہ باتیں کر رہے ہیں اور اصل میں کمک کے انتظار میں ہیں ، لیکن سلطان محمود (خلجی) کے متعلقین اور اہل و عیال قلعہ میں تھے ، لہذا مجبوراً اس نے اس جماعت کے التماس کو قبول کر لیا اور اُس منزل سے تین کوس پیچھے ہٹ گیا ۔

اس منزل پر آسیر و برہان پور کا حاکم عادل خاں تازہ دم لشکر

کے ساتھ جلدی سے آ کر حاضر ہوا ۔ اس وقت یہ خبر پہنچی کہ میدنی رائے نے چند ہاتھی اور بہت سا سونا رانا سانگا کو دے کر کمک کے لیے بلایا ہے اور وہ اجین کے نواح میں پہنچ گیا ہے ۔ سلطان مظفر کو جوش آ گیا ۔ اسیر و برہان پور کے حاکم عادل خاں فاروقی اور قوام الملک سلطانی کو رانا سانگا کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور خود قلعہ مندو کے محاصرہ کے لیے متوجہ ہوا ۔ اپنی پوری کوششیں اس میں صرف کر دیں کہ رانا سانگا کی جنگ سے پہلے قلعہ پر قبضہ ہو جائے ۔ امیروں اور سرداروں کو جا بجا تعینات کیا ۔ چودھویں صفر کی رات کی صبح کو ۹۲۴ھ/۱۵۱۸ء میں قلعہ کے چاروں طرف محاصرہ کر کے جنگ شروع کی ۔ سیڑھیاں لگا کر (بہادر سپاہی) قلعہ پر [۱۸۲] چڑھ گئے ۔ راجپوتوں نے جوہر کیا اور اپنے گھروں میں خود آگ لگا دی ۔ بعض نے اپنے اہل و عیال کو قتل کر دیا اور بعض نے جلا دیا اور خود جنگ کرنے لگے ۔ یہ طے کر لیا کہ جب تک جان میں جان ہے ، جنگ کریں گے ۔ سلطان مظفر بھی قلعہ میں داخل ہو گیا ۔ قتلِ عام شروع کر دیا اور یہ بات صحیح ہے کہ اس دن انیس ہزار راجپوت قتل ہوئے ۔ اس اجمال کی تفصیل طبقہ مالوہ میں مذکور ہوئی ہے ۔

القصہ جب وہ پوربیہ راجپوتوں کے قتل سے فارغ ہوا ، تو سلطان محمود نے حاضر خدمت ہو کر مبارک باد دی اور بے قراری سے پوچھا کہ بندہ کو کیا حکم ہے ۔ سلطان مظفر نے کہا کہ قلعہ مندو اور مالوہ کی مملکت خدا آپ کو مبارک کرے اور وہاں سے واپس ہو کر اپنے لشکر میں چلا آیا[1] ۔

دوسرے روز رانا سانگا کی طرف متوجہ ہوا ۔ ایک مشہور راجپوت زخمی ہو کر قلعہ سے بھاگا اور رانا کے پاس پہنچا اور سلطان مظفر کے قتلِ عام اور اس کے غیظ و غضب کا حال اس طرح بیان کیا کہ رانا کا پتا پانی ہو گیا اور وہ بے اختیار بھاگ کھڑا ہوا اور چتور کی طرف چلا گیا ۔ وہ راجپوت اسی مجلس میں مر گیا ۔

جب سلطان محمود نے مندو سے دھار آ کر (سلطان مظفر) سے

۱- فرشتہ ۲/۲۰۸ ۔

درخواست کی کہ سلطان مثل میرے باپ اور چچا کے ہیں ۔ میں امیدوار ہوں کہ قدیم الطاف کے ساتھ جدید عنایات کو شامل کر دیں اور میرے غریب خانہ پر قدم رنجا فرمائیں ، تو میری مسرت کا باعث ہو ۔ سلطان مظفر نے اس کا یہ التماس قبول کیا اور شہزادہ بہادر خان ، لطیف خان اور آسیر و برہان پور کے حاکم عادل خان کو ہمراہ لے کر (سلطان) مندو کی طرف متوجہ ہوا ۔ رات کو لغلیہ میں ٹھہرا اور صبح ہاتھی پر سوار ہو کر قلعہ میں سلطان محمود کے یہاں پہنچا ۔ سلطان محمود نے جہاں تک ممکن ہو سکا ، مہمانداری کے لوازم ادا کرنے میں پوری کوشش کی اور وہ خود کھڑے ہو کر خدمت کرتا تھا ۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہر طرح کی جنس کے مناسب نذرانے سلطان اور شہزادوں کے سامنے پیش کیے اور ساتھ معذرت بھی کی ۔ سلطان مظفر سلاطین گزشتہ کی عمارتوں اور مکانات کی سیر کرکے دھار کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں سے سلطان [۱۸۳] محمود کو رخصت کر دیا ۔ آصف خان گجراتی کو مع دس ہزار سواروں کے اس کی مدد کے لیے چھوڑ کر خود گجرات کی طرف متوجہ ہوا ۔ سلطان محمود کو اگرچہ رخصت کر دیا تھا ، لیکن انتہائی محبت کی بنا پر وہ موضع دیولہ تک ساتھ آیا ۔ وہاں از سر لو اجازت لے کر مندو واپس چلا گیا[1]۔

سلطان مظفر محمد آباد (چاپانیر) گیا اور چند روز تک وہاں مقیم رہا ۔ علاقہ گجرات کے اکابر و اشراف تہنیت و مبارک باد دینے کی غرض سے خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اس نے انھیں انعام و الطاف سے نوازا ۔

اس دوران میں ایک روز مصاحبوں میں سے کسی نے عرض کیا کہ حضور جس زمانہ میں ممالک مالوہ کی فتح میں مشغول تھے ، اس وقت ایدر کا راجا سرائے مل کوہ بیجا نگر سے نکلا اور اس نے ولایت پٹن کا کچھ حصہ اور قصبہ کھرالہ کو لوٹا اور غارت کیا ۔ جب ملک نصرت الملک ، ایدر سے جنگ کے ارادہ سے اس کی طرف متوجہ ہوا ، تو وہ بھاگ کر بیجا نگر کے غاروں میں جا چھپا ۔ سلطان نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ برسات کے بعد اس بارے میں غور کیا جائے گا[2] ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۰۸ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۰۸ ۔

برسات کے بعد ۹۲۵ھ/۱۵۱۹ء میں وہ رائے مل اور دوسرے مفسدوں کو سزا دینے کے ارادہ سے ایدر کی طرف متوجہ ہوا ۔ چونکہ رائے مل کی جائے پناہ (مددگار و معاون) راجا مال[1] تھا ، لہذا پہلے اس کو سزا دینی ضروری سمجھی اور اس کی ولایت کو خاک میں ملا دیا ۔ چند روز ایدر میں ٹھہرا اور وہاں سے محمد آباد (جاپانیر) جا کر مقیم ہو گیا[2] ۔

چند روز کے بعد یہ خبر ملی کہ سلطان محمود خلجی نے آصف خان کے اتفاق رائے سے قصبہ کاگرون کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور بیم گرن پوربیہ پر حملہ کر دیا ۔ میدنی رائے رانا سانگا کو اپنی مدد کے لیے لے آیا ۔ زبردست جنگ ہوئی ۔ مالوہ کے اکثر امیر مارے گئے ۔ آصف خاں کا لڑکا بھی بہادروں کی ایک جماعت کے ساتھ [۱۸۴] قتل ہو گیا ۔ سلطان محمود (خلجی) بھی بری طرح زخمی ہوا اور قید ہو گیا ۔ رانا سانگا نے اس پر مہربانی کی اور اپنی فوج ساتھ کرکے مندو بھیج دیا ۔ سلطان مظفر اس خبر کو سن کر ملول اور رنجیدہ ہوا اور چند دوسرے سردار اس کی کمک کے لیے بھیجے ۔ ایک محبت آمیز خط میں احوال پوچھا ۔ اس زمانے میں سلطان مظفر نے سیر و شکار کے لیے ایدر پہنچ کر وہاں عمارت بنوائی اور نصرت الملک کو ہمراہ لے کر احمدآباد آیا اور ایدر کی حکومت ملک مبارز الملک کے سپرد کی ۔

اتفاق[3] سے ایک دن مبارز الملک کی خدمت میں ایک یاد فروش (بھاٹ) نے رانا سانگا کی بہادری کا کچھ ذکر کیا ، مبارز الملک نے غرور و تکبر سے بیہودہ الفاظ کہے اور ایک کتے کا نام رانا سانگا رکھ کر ایدر کے دروازہ پر بندھوا دیا ۔ بھاٹ نے رانا سانگا کے پاس جا کر یہ قصہ بیان کیا ۔ رانا سانگا جاہلیت کے جوش میں ایدر پر چڑھائی کرنے چلا ۔ سروہی کی سرحد تک لوٹ مار کی ۔ ان حالات کے دوران سلطان مظفر ، قوام الملک ابن قوام الملک کو گراس (مخصوص جاگیرداروں) کے انتظام کی غرض سے احمد آباد میں چھوڑ کر جاپانیر چلا گیا تھا ۔ رانا سانگا جب ولایت باگر

۱- رائے مل (فرشتہ ۲/۲۰۸) ۔
۲- فرشتہ ۲/۲۰۸ ۔
۳- فرشتہ ۲/۲۰۹ ۔

پہنچا ، تو باگر کا راجا اگرچہ سلطان مظفر کا مطیع اور فرمانبردار تھا ، لیکن بیچارگی میں وہ اس سے مل گیا اور وہاں سے ڈونگر پور آیا ۔ مبارز الملک نے سلطان کو یہ سب حال لکھا ۔ چونکہ سلطان کے وزیر مبارز الملک سے گرفتہ خاطر تھے ، لہذا انھوں نے سلطان سے کہا کہ گیا مبارز الملک کو یہ زیبا تھا کہ کتے کا نام رانا سانگا رکھ کر اس کو غیرت دلائی اور اب ڈر کر مدد مانگتا ہے ، ورنہ رانا [۱۸۵] کی کیا طاقت تھی کہ سلطان کے ملک میں قدم رکھتا ۔ اتفاق کی بات کہ اس زمانہ میں وہ لشکر جو ایدر کی کمک کے لیے چھوڑا تھا ، برسات کی کثرت کی وجہ سے احمد آباد اور اپنے اپنے گھروں کو چلا گیا اور تھوڑے سے (آدمی) مبارز الملک کے پاس رہ گئے تھے ۔

رانا سانگا ان تمام واقعات سے واقف ہوکر ایدر کو روانہ ہوا ۔ جب نزدیک پہنچا ، تو مبارز الملک دوسرے سرداروں کے مشورہ سے جنگ کے لیے تیار ہوا اور رانا سانگا کے مقابلہ کے لیے نکلا ۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ بھی نہیں ہوا کہ وہ ایدر واپس چلا آیا ۔ سرداروں نے کہا کہ دوستوں کی کمی اور دشمنوں کی کثرت ہم سب پر ظاہر ہے ۔ مناسب یہ ہے کہ جب تک کمک آئے ، ہم احمد نگر میں جا کر قلعہ بند ہو جائیں ۔ اس قرارداد کے مطابق مبارز الملک کو خواہ مخواہ ہمراہ لے کر قلعہ احمد نگر چلے گئے[1] ۔ دوسرے روز صبح کے وقت رانا سانگا نے ایدر پہنچ کر مبارز الملک کے حالات معلوم کیے ۔ گجرات کے اس (مخصوص جاگیردار) جو قوام الملک کے پاس سے بھاگ کر رانا کے پاس چلے آئے تھے ، انھوں نے کہا کہ مبارز الملک ایسا آدمی نہیں ہے کہ بھاگ جائے ۔ امراء اس کو احمد نگر کے قلعہ میں لے گئے ہیں اور کمک کے منتظر ہیں ۔ رانا سانگا نہایت عجلت کے ساتھ احمد نگر روانہ ہوا ۔ وہ بھاٹ کہ جس نے مبارز الملک سے رانا سانگا کی تعریف کی تھی ، پھر آیا اور کہا کہ رانا سانگا ایک بڑے لشکر کے ساتھ آیا ہے ۔ افسوس کہ تم جیسا آدمی بلا وجہ مارا جائے ۔ مناسب یہ ہے کہ تم احمد نگر کے قلعہ میں قلعہ بند رہو ۔ رانا اپنے گھوڑے کو قلعہ کے نیچے پانی پلا کر واپس

۱- فرشتہ ۲/۲۰۹ ۔

لوٹ جائے گا اور اسی کو کافی سمجھے گا ۔ مبارز الملک نے جواب دیا کہ یہ ناممکن ہے کہ میں اس کے گھوڑے کو اس دریا سے پانی پینے دوں ۔

(مبارز الملک نے) ہمت کر کے دریا کو عبور کیا اور اس تھوڑے سے لشکر سے کہ جو رانا سانگا کے لشکر کا سواں حصہ بھی نہ تھا ، مقابلہ کے لیے آیا ۔ جب رانا وہاں پہنچا ، تو سخت جنگ ہوئی ۔ [۱۸۶] اسد خاں جو ایک سردار تھا ، دوسرے سرداروں کے ہمراہ مارا گیا ، صفدر خاں زخمی ہوا ۔ مبارز الملک نے رانا کے لشکر پر چند حملے کیے اور زخمی ہوا ، اکثر گجراتی مارے گئے ۔

مبارز الملک ، صفدر خاں کے ساتھ احمد آباد گیا ۔ رانا نے احمد نگر کو لوٹا اور ایک روز وہاں قیام کیا ۔ دوسرے دن صبح کو احمد نگر سے کوچ کر کے بدنگر کی طرف گیا ۔ جب بدنگر کے قریب پہنچا ، تو وہاں کے عام باشندوں نے آ کر کہا کہ ہم لوگ زناردار (برہمن) ہیں اور تمھارے بزرگوں نے ہمیشہ اس جماعت کا اعزاز و احترام کیا ہے ۔ رانا سانگا نے بد نگر کو برباد نہیں کیا اور وہ بیل نگر کی طرف متوجہ ہوا ۔ وہاں کا تھانیدار ملک حاتم شہید ہونے کے ارادہ سے نکلا اور اس نے جنگ کر کے اپنا مقصد حاصل کر لیا ۔ رانا سانگا بیل نگر کو برباد کرکے اپنی ولایت کو واپس ہو گیا[1] ۔

ملک قوام الملک نے مبارز الملک اور صفدر خاں کو فوج دے کر احمد نگر بھیجا کہ مقتولین کو جا کر دفن کریں ۔ مبارز الملک نے احمد نگر پہنچ کر شہیدوں کو دفن کیا ۔ ان حالات کے دوران میں ایدر کے نواح کے کولی اور کراس مبارز الملک کے پاس کم فوج دیکھ کر احمد نگر پر چڑھ آئے ۔ مبارز الملک نے قلعہ سے نکل کر جنگ کی ۔ اگستھ کراس (جاگیردار) قتل کیے اور وہ مظفر و منصور احمد نگر واپس آیا ۔ چونکہ احمد نگر ویران ہو گیا تھا اور لوگ غلہ اور دوسری ضروری چیزوں کے لیے بہت تکلیف اٹھا رہے تھے ، لہذا وہ احمد نگر سے کوچ کر کے قصبہ دھیج آ گئے[2] ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۰۹ ۔

۲- ربیچ (فرشتہ ۲/۲۰۹) ۔

جب یہ خبر سلطان مظفر کو ملی ، تو اس نے عماد الملک اور قیصر خاں کو ایک بڑی فوج اور سو ہاتھی دے کر رانا سانگا کے دفع کرنے کے لیے تعینات کیا - [۱۸۷] عماد الملک اور قیصر خاں احمد آباد پہنچے اور قوام الملک کے ساتھ قصبہ دھیج گئے - رانا کے واپس ہو جانے کی اطلاع سلطان کو بھیجی اور خود چتور جانے کی اجازت چاہی - سلطان نے جواب میں لکھا کہ چونکہ برسات کا موسم آ گیا ہے ، لہذا احمد نگر میں توقف کریں -

چند روز کے بعد سلطان مظفر لشکر کو شاہی خزانہ سے ایک سال کی نقد تنخواہ دے کر احمد آباد گیا اور چتور جانے اور رانا سانگا کو سزا دینے کا ارادہ کیا[1] -

اسی دوران میں ملک ایاز سلطانی مع فوج کے آ کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ حضور کا جاہ و جلال اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے کہ خود رانا سانگا کے مقابلہ کے لیے جائیں - ہم غلاموں کی تربیت اسی لیے ہوئی ہے کہ اگر اس قسم کا کوئی واقعہ پیش آئے ، تو سلطان کو تکلیف نہ کرنے دیں - ماہ محرم الحرام ۹۲۷ھ/۱۵۲۰ء میں سلطان مظفر ، احمد نگر پہنچا جب لشکر جمع ہو گیا ، تو ملک ایاز نے پھر رانا سانگا کو سزا دینے کی درخواست کی - سلطان نے ایک لاکھ سوار اور سو ہاتھی اس کے ہمراہ کر کے رانا سانگا کی تادیب کے لیے روانہ کیا - اس کے پیچھے پیچھے ملک قوام الملک کو بھی بیس ہزار سوار دے کر رخصت کیا - جب ملک ایاز اور قوام الملک مہراسہ کی منزل پر پہنچے ، تو سلطان نے کمال احتیاط کی وجہ سے تاج خاں اور نظام الملک سلطانی کو بھی ان حدود میں بھیج دیا - ملک ایاز نے عریضہ بھیجا کہ [۱۸۸] رانا کو سزا دینے کے لیے اتنے معتبر امیروں کو بھیجنا میرے لیے باعث افتخار و اعتبار ہے - اتنے ہاتھیوں کی ضرورت نہیں تھی - یہ غلام حضور کے اقبال سے اس خدمت کو انجام دینے کے لیے کافی ہے - اور بہت سے ہاتھیوں کو واپس کر دیا - وہ مہراسہ سے کوچ کر کے موضع دھول پور پہنچا - وہاں سے آدمیوں کی فوج کی فوج (اس کی) ولایت کو تاراج کرنے

۱- فرشتہ ۲/۲۰۹ -

کے لیے بھیجی اور راجپوتوں کو سزا دینے کے لیے صفدر خاں کو لکیا کوٹ[1] پر تعینات کیا ۔ صفدر خاں نے موضع مذکور میں پہنچ کر جو خاص مقام تھا ، اس کو برباد کر دیا ۔ بہت سے راجپوت مارے گئے ، جو باقی رہ گئے ان کو غلام بنا لیا اور وہ ملک ایاز کے پاس آ گیا ۔ اس سرزمین سے کوچ کر کے ، ڈونگر پور اور بانس والا میں آگ دے کر ان کو خاک میں ملا دیا اور اور چتور کی طرف متوجہ ہوا[2] ۔

اتفاق سے اس منزل پر ایک شخص نے آ کر ملک اشجع الملک اور صفدر خاں کو اطلاع دی کہ رانا سانگا کے راجپوتوں کی ایک جماعت کے ساتھ مال کا راجا اودے سنگھ اور اگرسین پوربیہ آ کر پہاڑ کے دامن میں چھپ گئے ہیں اور شبخون مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ اشجع الملک اور صفدر خاں نے ملک ایاز سلطانی کو خبر کیے بغیر صرف دو سو سوار ہمراہ لے کر اس طرف کا رخ کیا ، بڑی سخت لڑائی ہوئی ۔ اگرسین زخمی ہوا ۔ اسّی راجپوت قتل ہوئے اور باقی راجپوت بھاگ گئے[3] ۔

جب ملک ایاز سلطانی کو یہ حال معلوم ہوا ، تو وہ آراستہ لشکر کے ساتھ صفدر خاں کی مدد کے لیے چل دیا ۔ جب وہ میدانِ جنگ میں پہنچا ، تو وہ صفدر خاں کی بہادری سے حیران رہ گیا ۔ غازیوں کے زخموں کا علاج کرایا ۔ دوسرے دن صبح کو قوام الملک سلطانی اس گروہ کی تلاش میں بانس والہ پہنچا ، آبادی کا نام و نشان بھی باقی نہ رکھا ۔ زخمی اگرسین نے رانا کے پاس پہنچ کر سارا حال بیان کیا ۔ جب ملک ایاز نے مندسور [۱۸۹] پہنچ کر محاصرہ کیا ، تو رانا سانگا اپنے تھالیدار کی کمک کے لیے مندسور سے بارہ کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا اور ملک ایاز کے پاس پیغام بھیجا کہ میں سلطان کی خدمت میں ایلچیوں کو بھیج رہا ہوں اور بہی خواہوں میں شامل ہونا چاہتا ہوں ، تم محاصرہ اٹھا لو ۔ ملک ایاز نے ایلچیوں سے یہ کہا کہ یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا اور قلعہ کے فتح

۱۔ لکھا کرت (فرشتہ ۲/۲۱۰) ۔
۲۔ فرشتہ ۲/۲۱۰ ۔
۳۔ فرشتہ ۲/۲۱۰ ۔

کرنے کا انتظام کیا ۔ اس مقام تک نقب پہنچا دیا کہ (جہاں سے) آج کل میں کامیابی یقینی تھی ۔

اس دوران میں شرزہ خاں شروانی نے سلطان محمود خلجی کے پاس سے آ کر ملک ایاز کو یہ پیغام پہنچایا کہ اگر مدد کی ضرورت ہو تو میں وہاں آ جاؤں ۔ ملک ایاز خوش ہوا اور ان کے آنے کی رضامندی ظاہر کی ۔ سلطان محمود چونکہ مظفر شاہ کا احسان مند تھا ، لہذا سلاہدی پوربیہ کو اپنے ساتھ لے کر مندسور روانہ ہوا ۔ سلطان محمود کے آنے سے رانا سانگا پریشان ہو گیا ۔ اس نے میدنی رائے کو سلاہدی کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ ہم قومی کی رعایت کرنی ضروری ہے اور اپنی قوم کے حقوق کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے ، اس وقت صلح کی تحریک کرو[۱] ۔

چند روز کے بعد یہ نوبت پہنچ گئی کہ قلعہ کے لوگ اپنی جانوں سے تنگ آ گئے ۔ قوام الملک چاہتا تھا کہ اپنے مورچہ کو آگے بڑھا کر قلعہ میں داخل ہو جائے ۔ ملک ایاز نے یہ دیکھ کر کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قوام الملک کے نام سے قلعہ فتح ہو ، اس نے اس دن اسے جنگ سے روک دیا ۔ گجراتی سردار اس بات سے واقف ہو کر ملک ایاز سے ناراض ہوگئے ۔ دوسرے دن صبح کو مبارزالملک اور چند دوسرے سردار ملک ایاز کی اجازت کے بغیر جنگ کے ارادہ سے رانا سانگا کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئے ۔ ملک تغلق شہ فولادی گیا اور وہ ملک مبارز الملک کو راستہ سے واپس لوٹا لایا ۔ امیروں کے درمیان نا اتفاق [۱۹۰] ہو گئی ، لیکن شاہی خوف کی وجہ سے ملک ایاز کی اجازت کے بغیر نہیں جا سکتے تھے ۔ ملک ایاز نے امیروں میں نا اتفاق ہو جانے کے باوجود لشکر کو تیار کیا اور نقب میں آگ لگوا دی ۔ جب برج ٹوٹا ، تو راجپوت حالات سے واقف ہوگئے تھے اور انھوں نے برج کے سامنے دوسری دیوار تعمیر کر لی تھی[۲] ۔

دوسرے روز رانا سانگا کے ایلچیوں نے آ کر کہا کہ رانا کہتا ہے کہ بندہ چاہتا ہے کہ میں (سلطان کے) بہی خواہوں میں شامل ہو جائے

۱۔ فرشتہ ۲/۲۱۰ ۔

۲۔ تاریخ فرشتہ ۲/۲۱۰ ۔

کے بعد وہ ہاتھی جو احمد اگر کی جنگ میں ہاتھ آئے ہیں ، اپنے لڑکے کی معرفت سلطان کی خدمت میں بھیج دوں گا ، اس کو بدمزگی اور سخت‌گیری کا سبب نہیں معلوم ہوا کہ کیا ہے ۔ ملک ایاز ، ملک قوام الملک کی مخالفت کی وجہ سے صلح پر رضامند ہو گیا اور صلح کی گفتگو شروع ہوئی ۔ دوسرے سرداروں نے اس سے اتفاق نہیں کیا ۔ وہ سلطان محمود خلجی کی خدمت میں پہنچے اور اس کو جنگ کے لیے آمادہ کر کے یہ طے کر لیا کہ بدھ کے روز جنگ ہوگی ۔ اس مجلس سے ایک شخص نے آ کر تمام ماجرا ملک ایاز سے بیان کر دیا ۔ ایاز نے اسی وقت ایک شخص کی معرفت سلطان محمود (خلجی) کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ حضرت سلطان (مظفر) نے اس لشکر کے اختیارات میرے سپرد کیے ہیں کہ جس صورت میں سلطان کی خیرخواہی دیکھوں ، اس پر عمل کروں ۔ گجرات کے امیر جس تحریک و انداز سے جنگ کرنی چاہتے ہیں ، میں اس بات سے راضی نہیں ہوں ، کیونکہ گمان غالب یہ ہے کہ آپس کے نفاق اور اختلاف کی بنا پر مطلب برآری نہ ہو سکے گی[1] ۔

ملک ایاز بدھ کے دن صبح کے وقت کہ جو وقت امیروں نے جنگ کے لیے مقرر کیا تھا ، وہاں سے کوچ کر کے موضع خلجی پور میں آ گیا اور رانا کے ایلچیوں کو خلعت دے کر رخصت کر دیا ۔ سلطان محمود خلجی بھی کوچ کر کے مندو کی طرف روانہ [۱۹۱] ہوا ۔ جب جاپانیر میں ملک ایاز سلطان کی ملاقات سے مشرف ہوا ، تو اس نے اس پر غصہ اور عتاب کیا اور اسے بندر دیپ[2] بھیج دیا تا کہ اپنے آدمیوں کا انتظام کر کے برسات کے بعد حاضر خدمت ہو اور یہ طے ہوا کہ برسات گزرنے کے بعد سلطان بہ نفس نفیس رانا کو سزا دینے کے لیے جائے گا ۔

ملک ایاز نے اپنے ایک معتمد آدمی کو رانا سانگا کے پاس بھیج کر پیغام دیا کہ چونکہ دونوں طرف سے محبت کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے ، لہذا نیک اندیشی اور خیرخواہی کے بارے میں ایک دوسرے کو کوشش کرنی چاہیے ۔ اس ولایت سے سرداروں کے واپس آنے کے بعد سلطان کو

۱- فرشتہ ۲/۲۱۰ ۔

۲- "دیو" فرشتہ ۲/۲۱۱ ۔

ناگواری ہوگئی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس علاقہ پر قبضہ کر کے سرکشوں کو سزائیں دے ۔ اس ارادہ کے مطابق عمل کرنے سے اس ولایت کو بہت نقصان پہنچے گا ۔ مناسب یہ ہے کہ اپنے لڑکے کو بہت سے تحفوں اور نذرانوں کے ساتھ جلد بھیج دو تاکہ اس ملک کے باشندے سلطانی غیظ و غضب سے محفوظ رہیں[1] ۔

سلطان مظفر ماہ محرم الحرام ۹۲۸ھ/۱۵۲۱ء میں چاپانیر سے احمد آباد گیا تاکہ وہاں لشکر فراہم کر کے ولایت چتور کا قصد کرے ۔ چند روز احمد آباد کے قیام میں لشکر کا انتظام کیا اور پھر حوض کانکریہ[2] پر پہنچا اور تین دن تک لشکر جمع ہونے کے انتظار میں اس جگہ پر مقیم رہا ۔ اسی اثنا میں یہ خبر پہنچی کہ رانا سانگا نے اپنے لڑکے کو بہت سی پیشکش کے ساتھ سلطان کی خدمت میں بھیجا ہے اور وہ قصبہ مہراسہ پہنچ چکا ہے ۔ چند روز کے بعد جب (رانا کا) لڑکا حاضر خدمت ہوا اور اس نے تحفے اور ہدیے پیش کیے ، تو سلطان نے اس کے باپ (رانا) کی خطاؤں کو معاف کر دیا ، اس کو شاہی خلعت عطا کی اور اس لشکر (کی عملی کارروائی) کو فسخ کر دیا ۔ چند روز جھالاوار کے نواح میں سیر و شکار میں مصروف رہا اور پھر احمد آباد آ گیا ۔ وہاں رانا کے لڑکے کو دوسرا خلعت [۱۹۲] دے کر رخصت کیا اور خود سرکیچ کی طرف چلا گیا ۔

اسی سال ملک ایاز سلطانی کہ جو رکن سلطنت تھا ، اس دنیا سے رخصت ہوگیا ۔ سلطان مظفر اس خبر کو سن کر رنجیدہ اور غم زدہ ہوا اور اس کی جاگیر پر اس کے بڑے لڑکے کو مقرر کر دیا[3] ۔

۹۳۰ھ/۲۴-۱۵۲۳ء میں (سلطان) مفسدوں اور سرکشوں کو سزا دینے کے ارادہ سے چاپانیر سے روانہ ہوا اور قصبہ موراسا اور ہرسول کے درمیان چند روز قیام کیا ۔ قلعہ مہراسہ کو از سر نو تعمیر کرا کر احمد آباد گیا ۔ اس دوران میں سلطان کی وہ بیگم جو تمام بیگمات میں اس

۱- فرشتہ ۲/۲۱۱ ۔

۲- ''کانکڑہ'' فرشتہ ۲/۲۱۱ ۔

۳- فرشتہ ۲/ ۲۱ ۔

کو بہت عزیز تھی ، فوت ہوگئی ۔ سلطان اور شہزادہ اس کے انتقال سے بہت غمگین ہوئے اس کی قبر پر گئے اور رسم تعزیت بجا لائے ۔ تعزیت کا زمانہ ختم ہونے کے بعد نہایت رنجیدہ اور غمگیں احمد آباد آئے ۔کچھ عرصہ صبر سے گزارا ۔ خداوند خان نے جو امیروں اور وزیروں میں عقل و دانش کے لحاظ سے ممتاز تھا ، ایک روز سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر صبر کے فوائد اور منافع اچھی طرح بیان کیے اور سلطان کا رنج و غم دور کیا ، چونکہ برسات کا موسم شروع ہو گیا تھا ، لہذا سلطان کو جاپانیر کی سیر کا خیال آیا اور وہ جاپانیر کی آب و ہوا کو یاد کر کے (وہاں) چلا گیا[1] ۔

ایک دن دہلی کے بادشاہ سکندر لودی کے لڑکے عالم خان نے عرض کیا کہ سلطان ابراہیم ابن سلطان سکندر نے اپنی لاتجربہ کاری کی بنا پر اپنی خون آشام تلوار سے بڑے بڑے امیروں کو قتل کر دیا ہے ۔ جو اس کی تلوار سے بچے انھوں نے بار بار خطوط اور عرضیاں میرے پاس روانہ کیں اور مجھے بلایا ہے ۔ یہ فقیر مدت سے اس امید [۱۹۳] میں ہے کہ حضور کے حسن توجہ سے میں سلطنت حاصل کر لوں ۔ اب وقت آ گیا ہے کہ میرے اقبال کا ستارہ عروج حاصل کرے اور میری مراد پوری ہو ۔ میں امیدوار ہوں کہ میرے اوپر شفقت و محبت فرما کر میری مدد کی جائے تا کہ موروثی مملکت میرے ہاتھ آئے ۔ سلطان مظفر نے ایک فوج اس کے ہمراہ کر دی ، بہت سا روپیہ بھی دیا اور رخصت کر دیا ۔ وہ سلطان ابراہیم سے جنگ کرنے کے لیے دہلی کی طرف چلا ۔ عالم خان کا بقیہ حال دہلی کے سلسلہ میں بیان ہوا ہے[2] ۔

۹۳۱ھ/۲۵-۱۵۲۴ء میں (سلطان) جاپانیر سے ایدر کی طرف متوجہ ہوا ۔ اس دوران میں شہزادہ بہادر خان نے آمدنی کی کمی اور خرچ کی زیادتی کی شکایت کر کے یہ درخواست کی کہ اس کی تنخواہ اور وظائف شہزادہ سکندر خان کے برابر کر دیے جائیں ۔ سلطان نے اس کی اس مراد کے پورا کرنے میں بعض موانع اور عوارض کی بنا پر تاخیر ضروری سمجھی

۱- فرشتہ ۲/۲۱۱ ۔
۲- فرشتہ ۲/۲۱۱ ۔

اور وعدہ کر لیا ۔ شہزادہ بہادر خاں رنجیدہ ہو کر بغیر اجازت احمد آباد چلا گیا اور وہاں سے مالوہ کی ولایت میں پہنچا ۔ مال کے راجا اودے سنگھ نے شہزادہ بہادر خاں کے آنے کو بڑی نعمت سمجھا اور اس کی خوب خدمت گاری کی ۔ جب وہ (بہادر خاں) ولایت چتور میں پہنچا ، تو رانا سانگا نے بھی استقبال کیا ، ہر قسم کا لذرالہ پیش کیا اور کہا کہ یہ دربار آپ کے خدمت گاروں کا ہے ، جو آپ حکم دیں بجا لاؤں ۔ شہزادہ بہادر خاں نے اس کی عالی ہمتی کی داد دی اور اس سے کوئی مدد نہ لی ۔ شہزادہ (بہادر خاں) وہاں سے حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری کے مزار کی زیارت کے لیے روانہ ہوا ۔ اس نے زیارت سے مشرف ہونے کے بعد ولایت میوات کا قصد کیا ۔ حسن خاں میواتی نے چند منزل آ کر (استقبال کیا) اور ضیافت و مہمان داری کے مراسم بجا لایا پھر وہ وہاں سے دہلی روانہ ہوا[1] ۔

[۱۹۴] اتفاق سے اسی زمانہ میں حضرت فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ ملک ہندوستان کے فتح کرنے کے ارادہ سے ، دہلی کے نواح میں مقیم تھا ۔ سلطان ابراہیم نے شہزادہ کی آمد کو اپنی قوت و طاقت سمجھ کر اس کا نہایت عزت و احترام کیا ۔ ایک دن شہزادہ بہادر خاں گجرات کے جوانوں کے ساتھ سوار ہو کر میدان کی طرف چلا ۔ بہادر مغلوں سے جنگ ہوئی ۔ دونوں جانب سے بہت کوشش ہوئی ۔ چونکہ افغانی امراء سلطان ابراہیم سے نفرت کرتے تھے ، لہذا انھوں نے چاہا کہ اس (ابراہیم) کو درمیان سے ہٹا دیں اور سلطان (بہادر خاں) کو سلطنت سپرد کر دیں ۔ سلطان ابراہیم اس بات کو سمجھ گیا اور اس نے غداری کا ارادہ کیا ۔ شہزادہ بہادر خاں (بھی) اپنی فراست سے یہ بات سمجھ گیا اور اس نے ولایت جونپور کا رخ کیا[2] ۔

جب یہ خبر سلطان مظفر کو ملی کہ بہادر خاں دہلی گیا ہے اور بابر بادشاہ مغلوں کی فوجوں کو لے کر وہاں آیا ہوا ہے ، تو وہ اپنے لڑکے (بہادر خاں) کی جدائی سے ملول و رنجیدہ ہوا اور اس نے خداوند

۱۔ فرشتہ ۲/۲۱۱ ۔

۲۔ فرشتہ ۲/۲۱۰ - ۲۱۱ ۔

خاں سے کہا کہ شہزادہ کو خط بھیج کر بلا لو ۔ اس دوران میں گجرات میں عظیم قحط پڑ گیا اور مخلوق پریشان و بدحال ہو گئی ۔ سلطان مظفر نے کہ جو عام رعایا پر شفقت رکھتا تھا ، قرآن مجید اور صحاح ستہ کا ختم کرانا شروع کیا ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نیت صادق کی وجہ سے لوگوں سے اس بلا (قحط) کو دور کر دیا ۔ اسی زمانہ میں سلطان بیمار ہو گیا ۔ مرض روز بروز بڑھنے لگا ۔ ایک دن سلطان مظفر رونے لگا اور شہزادہ بہادر خاں کو یاد کیا ۔ ایک شخص نے موقع پا کر یہ عرض کیا کہ لشکر کے دو حصے ہو گئے ہیں ۔ ایک گروہ شہزادہ سکندر کو چاہتا ہے اور ایک جماعت لطیف خاں کی طرف مائل ہے ۔ سلطان نے کہا [۱۹۵] کہ کیا شہزادہ بہادر کے آنے کی بھی کوئی خبر ملی ہے ۔ عقل مندوں اور دانش مندوں نے اس سے یہ اندازہ لگا لیا کہ وہ اس کو ولی عہد بنانا چاہتا ہے ۔ (سلطان نے) سکندر خاں کو اپنے حضور میں بلایا ، بھائیوں کے حق میں وصیت کی اور اس کو رخصت کر کے خود محل میں چلا گیا ۔ پھر باہر آ کر کچھ دیر بیٹھا ۔ تھوڑی دیر کے بعد جمعہ کی اذان کی آواز اس نے سنی ، تو کہا کہ مجھ میں مسجد میں جانے کی طاقت نہیں ہے ۔ دوسرے لوگوں کو مسجد میں بھیج دیا اور خود ظہر کی نماز ادا کرنے میں مشغول ہوا ۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر آرام کیا تھا کہ انتقال ہو گیا[1] ۔ اس کی سلطنت کی مدت چودہ سال نو ماہ ہوئی ۔

ذکر سلطان سکندر بن سلطان مظفر شاہ

جب سلطان (مظفر) کا انتقال ہو گیا ، تو عماد الملک سلطانی ، خداوند خاں اور فتح خاں ابن فتح خاں کی کوشش سے شہزادہ سکندر خان تخت نشین ہوا ۔ اس نے باپ کا جنازہ قصبہ سرکیچ بھیج دیا اور تعزیت کے مراسم پورے کیے ۔

وہ تعزیت کے تیسرے دن چاپانیر روانہ ہوا ۔ جب قصبہ بتوہ پہنچا اور وہاں کے بزرگوں کی زیارت کر چکا ، تو اس نے سنا کہ شیخ جیو[2] نے

۱- ۲ جمادی الاولیٰ ۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء روز جمعہ (فرشتہ ۲/۲۱۲) ۔

۲- شیخ چنو (فرشتہ ۲/۲۱۲) ۔

کہ جو قطب عالم سید برہان الدین کے لڑکے تھے ، کہتا ہے کہ سلطنت شہزادہ بہادر خاں کو منتقل ہوگی ۔ سلطان سکندر خاں نے ملک شیخ جیو کی طرف جھوٹ [۱۹۶] کی نسبت کی اور نامناسب الفاظ بھی کہے ۔ جب وہ چاپانیر پہنچا ، تو اپنے خدمت گاروں کی رعایت کر کے اس نے ان کو جاگیریں دیں ، لیکن اپنے باپ اور دادا کے امیروں کے ساتھ مطلق رعایت نہیں کی ۔ اس برتاؤ سے تمام امیر دل برداشتہ اور شکستہ خاطر ہو گئے اور اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ دیکھیے غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے ۔ خاص طور سے عمادالملک سلطانی جو مظفر شاہی ملازم اور سلطان سکندر کی ماں کا غلام تھا بہت آزردہ خاطر ہوا[۱] ۔

سلطان سکندر کے تربیت کردہ بعض لوگوں سے بھی ایسی نامناسب حرکات سرزد ہوئیں کہ سپاہی اور رعایا کے قلوب دفعۃً اس (سکندر خاں) سے متنفر ہو گئے اور خدا سے اس کا دفعیہ چاہنے لگے ۔ سلطان سکندر نے ایک دن پھر ہنگامہ برپا کیا ۔ امراء اور اراکین سلطنت کو خلعت دیے اور ایک ہزار سات سو گھوڑے انعام میں تقسیم کیے ۔ ان میں سے اکثر (انعامات) بے موقع تھے ۔ مخلوق شہزادہ بہادر خاں کے آنے کی منتظر تھی اور اس کو بلانا چاہتی تھی ۔ سلطان سکندر اُن کی روش سے آگاہ ہوا اور اپنے انجام سے ہراساں اور ترساں[۲] تھا ۔ اس دوران میں معلوم ہوا کہ شہزادہ لطیف خاں ندربار اور سلطان پور کے نواح میں بادشاہی کا خیال رکھتا ہے اور وقت کا منتظر ہے ۔ (سکندر خاں نے) اس خبر کے سنتے ہی ملک لطیف خاں باری وال[۳] کو شرزہ خاں کا خطاب دے کر (شہزادہ) لطیف خاں کے دفعیہ کے لیے نامزد کیا ۔ ملک لطیف خاں ندربار کی سرحد پر پہنچا ، تو اسے معلوم ہوا کہ لطیف خاں (شہزادہ) مونگا بہم[۴] کے پہاڑوں اور چتور کے جنگل میں چلا گیا ہے ۔ ملک لطیف فوراً چتور کے جنگل کی طرف روانہ ہوا ۔ چتور کے راجا نے اپنے جنگل اور اپنے ٹھکانے پر

۱- فرشتہ ۲/۲۱۲ ۔
۲- فرشتہ ۲/۲۱۲ ۔
۳- باری دار (فرشتہ ۲/۲۱۲) ۔
۴- مونگاہم (فرشتہ ۲/۲۱۲) نولکشور ایڈیشن مونگاتم ۔

بھروسہ کیا اور جنگ کی ۔ ملک لطیف خاں مع مشہور سرداروں کے وہاں مارا گیا ، چونکہ فرار ہونے کا راستہ بند ہو گیا تھا ، لہذا راجپوت اور کولی پیچھے سے آ گئے ۔ ایک ہزار سات سو آدمی [۱۹۷] مارے گئے ۔ گجرات کے لوگوں نے اس شکست کو سلطان سکندر کے زوال کا پیش خیمہ سمجھا اور نتیجہ کا انتظار کرنے لگے ۔ سلطان سکندر نے قیصر خاں کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ اس ذلیل گروہ کو سزا دینے کے لیے تعینات کیا[1] ۔

اسی دوران میں مظفری امیروں کی ایک جماعت نے کہ جو ذاتی شرارت سے متصف تھے ، عماد الملک سے کہا کہ سلطان سکندر چاہتا ہے کہ تجھے قتل کر دے ، چونکہ ہم لوگوں کو تجھ سے خلوص ہے ، اس لیے آگاہ کر دیا ۔ عماد الملک نے اس بدانجام گروہ کے کہنے سے یہ بات دل میں بٹھا لی کہ جس طرح بھی ہو سکے ، سلطان سکندر کو سلطنت سے ہٹا کر مظفر شاہ کے کسی لڑکے کو تخت نشین کر دیا جائے اور خود ملکی و مالی معاملات کا انتظام کرے ۔

ایک روز سلطان سکندر سیر کے لیے گیا ہوا تھا ۔ عماد الملک نے اپنی فوج کو آراستہ اور مسلح کیا اور اس کے قتل کے ارادہ سے اس کے پیچھے گیا ، مگر موقع نہ ملا ۔ اثنائے راہ میں ایک شخص نے یہ صورت حال سلطان سکندر کو بتا دی ۔ سادہ لوح سلطان سکندر نے اس کے جواب میں کہا کہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں مظفر شاہی خاص غلاموں اور امیروں کو تکلیف پہنچاؤں ۔ عماد الملک ہمارا موروثی غلام ہے ، وہ کس طرح اس فعل بد کا ارادہ کر سکتا ہے ، لیکن اس خبر کے سننے سے متاثر اور رنجیدہ ہوا اور اپنے خاص خدمت گاروں اور راز داروں میں سے ایک سے کہا کہ کبھی کبھی عوام میں یہ بات ذکر ہوتی ہے کہ بہادر شاہ گجرات کی تسخیر کے لیے دہلی سے آ رہا ہے ۔ یہ بات (ہماری) پریشانی خاطر کا سبب ہے[2] ۔

اتفاق سے اسی رات کو حضرت قدوۃ السالکین سید جلال بخاری ،

۱- فرشتہ ۲/۲۱۲ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۱۳ ۔

شاہ عالم اور دوسرے مشائخ کو خواب میں دیکھا کہ سلطان مظفر بھی (ان مشائخ) کی خدمت میں موجود تھا ۔ سلطان مظفر نے کہا کہ فرزند سکندر تخت سے اترتا ہے ۔ شیخ جیو نے بھی کہا کہ (وہ) اترتا ہے (یہ) تمھاری جگہ نہیں ہے ۔ مظفر شاہی تخت [۱۹۸] کا وارث بہادر شاہ ہے ۔ جب خواب سے بیدار ہوا ، تو اسی وقت ایک شخص کو بلا کر بتایا ۔ وہ اس خواب سے پریشان حال ہوا اور مشغولی خاطر کی غرض سے چوگان بازی کے لیے چلا گیا ۔ یہ خواب بعض لوگوں میں مشہور ہو گیا ۔ ایک پہر کے بعد محل میں جا کر کھانا کھایا اور آرام کیا ۔ جب امراء اور مخصوص لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے ، تو انیس شعبان ۹۳۲ھ/۱۵۲۷ء کو عماد الملک ایک گروہ ، دو مظفر شاہی ترک غلاموں اور ایک حبشی کے ساتھ محل میں گھس آیا ۔ وہ جماعت جو اس کے ساتھ تھی ، اس سے اس نے کہا کہ اس محل کی عمارت کو دیکھو کہ عجائب روزگار سے ہے ۔ جب وہ حوض کے کنارے پہنچے ، تو نصرت الملک اور ابراہیم بن جوہر وہاں موجود تھے ۔ وہ فوراً نیام سے تلواریں نکال کر ان پر دوڑے ۔ نصرت الملک اور ابراہیم نے بھی تلواریں نکال لیں ، لیکن ان کے وار کارگر نہ ہوئے اور وہ مارے گئے ۔ وہاں سے سلطان سکندر کی خواب گاہ پر آئے ۔ سید علم الدین پلنگ کے پاس بیٹھا ہوا پہرہ دے رہا تھا کہ اچانک وہ جماعت داخل ہو گئی ۔ سید علم الدین یہ صورت حال دیکھ کر پریشان ہو گیا ، اس نے تلوار پر ہاتھ ڈالا ، دو آدمیوں کو زخمی کیا اور وہیں شہید ہوگیا ۔ سلطان سکندر کو پلنگ ہی پر دو تین زخم لگائے ۔ سلطان مظلوم خوف اور دہشت سے پلنگ سے کودا اور زمین پر کھڑا ہوگیا ۔ ان میں سے ایک نے سلطان سکندر پر سخت تلوار چلائی اور شہید کر دیا ۔ اس کی حکومت دو ماہ اور سولہ روز رہی[۱] ۔

[۱۹۹] ذکر نصیر خاں المخاطب بہ سلطان محمود بن سلطان مظفر

جب سلطان سکندر شہید ہوگیا ، تو عماد الملک نے فوراً بہاء الملک کے مشورہ سے نصیر خاں کو محل سرا سے لا کر تخت نشین کیا اور سلطان محمود اس کا خطاب مقرر کیا ۔ سلطان سکندر کے امیر خوف زدہ ہو کر

۱- فرشتہ ۲/۲۱۳ ۔

(مختلف) اطراف میں چلے گئے ۔ ان کے گھروں کو لوٹ لیا اور سلطان سکندر شہید کے جنازہ کو موضع ہالول جو جاپانیر کے مضافات میں ہے ، بھیج کر دفن کرا دیا ۔ گجرات کے امراء اور اراکین ضرورتاً آئے اور مبارک باد پیش کی ۔ عماد الملک نے قدیم قانون کے مطابق امراء اور اراکین سلطنت کو شاہانہ خلعتیں دیں ، تسلی دی اور خطابات سے نوازا ۔ اس روز ایک سو اکیاسی آدمیوں کو خطاب دیے ، لیکن امیروں کے وظیفوں اور تنخواہوں میں اضافہ نہیں کیا ۔ اکثر (امراء) سلطان بہادر کے آنے کا انتظار کر رہے تھے اور اس کے بلانے کے سلسلہ میں پوری طرح خط و کتابت کر رہے تھے ۔ خاص طور سے خداولد خاں اور تاج خاں اس معاملہ میں دوسروں سے زیادہ کوشش کر رہے تھے[1] ۔ عماد الملک ، نئی اور پرانی عداوت کی وجہ سے خداوند خاں اور تاج خاں کو خاص طور سے (مار ڈالنے کا) ارادہ رکھتا تھا ۔ تاج خاں نے کمر ہمت باندھی ، فوجوں کو آراستہ کیا اور اپنی قوم اور قبیلہ کو لے کر [۲۰۰] سلطان بہادر کو بلانے چلا ۔

عماد الملک نے بدحواسی میں نظام الملک دکنی کو خط لکھا اور بہت رقم بھیجی اور اس کو سلطان پور اور ندربار کی سرحد پر بلایا ۔ مال کے راجا[2] کو بھی خط لکھا اور اس کو جاپانیر کی سرحد پر طلب کیا ۔ ایدر کے راجا نے پڑوسی ہونے کی وجہ سے فوج جمع کی اور جاپانیر کے نواح میں پہنچ گیا ۔ نہایت احتیاط اور دوراندیشی کی بنا پر بابر بادشاہ کی خدمت میں بھی عرض داشت بھیجی کہ اگر آپ کی فوجوں میں سے ایک فوج اس فقیر کی مدد کے لیے آ جائے ، تو بندر دیپ مع ایک کروڑ تنکہ (سکہ) نقد حضرت کے خدمت گاروں کے مدد خرچ کے لیے پیش کروں گا ۔ ڈونگر پور کے تھانیدار کو عماد الملک کے خط کی اطلاع ہوئی ، اس نے تاج خاں اور خداوند خاں کو لکھا کہ عماد الملک نے بابر بادشاہ کو عریضہ بھیج کر مدد طلب کی ہے ۔ گجرات کے امیروں نے ایک شخص کو بہادر شاہ کے پاس بھیج کر (اسے) بلایا ۔ گجرات کے امیروں کے ایلچی نے دہلی کے نواح میں سلطان بہادر کی خدمت میں پہنچ کر گجرات کے امیروں کی عرضیاں پیش کیں ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۱۳ -

۲- راجہ مال پور (فرشتہ ۲/۲۱۳) -

سلطان بہادر اپنے باپ کے انتقال سے رنجیدہ و ملول ہو کر مراسم تعزیت میں مشغول ہو گیا ۔ پایندہ خاں افغان نے کہ جو جونپور سے بہادر شاہ کو بلانے آیا تھا ، ہرچند کہا اور بلاد شرقیہ کی سلطنت کی رغبت دلائی ، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا ۔ بہادر شاہ نے اس کو رخصت کر دیا اور خود احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا ۔ کہتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں سلطان بہادر کو جونپور اور گجرات بلایا گیا ۔ اس نے کہا کہ میں گھوڑے کی لگام چھوڑے دیتا ہوں ، جس طرف چاہے چلا جائے ۔ گھوڑا گجرات کی طرف چل پڑا ۔

جب چتور کے نواح میں پہنچا ، تو گجرات سے مسلسل سپاہی آنے لگے ۔ انھوں نے سلطان سکندر کے مارے جانے کی [۲۰۱] اور نصیر خاں کے تخت نشین ہونے کی اطلاع دی ۔ سلطان بہادر رنجیدہ ہوا اور وہاں سے کوچ کر کے چتور میں آ کر مقیم ہوا ۔ وہاں چاند خاں اور ابراہیم خاں بن سلطان مظفر آئے ۔ وہ بھائیوں کی ملاقات سے خوش اور مسرور ہوا ۔ چاند خاں اجازت لے کر وہیں رہ گیا ۔ ابراہیم خاں نے خدمت اختیار کی اور ہمراہ رہا ۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب چتور سے چلے ، تو مال کا راجا اودے سنگھ اور سلطان سکندر کے بعض متعلقین مثلاً ملک سرور ، ملک یوسف ، لطیف خاں اور دوسرے (سردار) حاضر خدمت ہوئے ۔

سلطان بہادر نے ملک تاج جمال کو تسلی کا فرمان دے کر تاج خاں اور دوسرے امیروں کے پاس بھیجا اور اپنے پہنچنے کی اطلاع دی ۔ تاج خاں دندوقہ سے فوج کے ساتھ سلطان بہادر کی خدمت میں روانہ ہوا ۔ لطیف خاں بن سلطان مظفر کو مدد خرچ دے کر اپنے پاس سے رخصت کیا کہ اب مظفری و محمودی ملک کا وارث آ پہنچا ہے ، تمھارا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے ۔ لطیف خاں نہایت رنجیدہ اور پریشان خاطر ہو کر فتح خاں کے پاس پہنچا کہ جو سلطان بہادر کا چچا زاد بھائی تھا اور اس سے ملتجی ہوا ۔ جب سلطان بہادر ڈونگر پہنچا ، تو خرم خاں اور دوسرے خوانین استقبال کے لیے آئے ۔ ہر طرف سے امیروں اور لشکر کے سرداروں نے اس (سلطان بہادر) کی طرف کا رخ کیا[۱] ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۱۳ ۔

عماد الملک یہ خبر سن کر ڈھیر ہو گیا اور لشکر جمع کرنے لگا۔ خزانے خالی کرنے شروع کر دیے۔ اس نے ایک بڑا لشکر مع پچاس ہاتھیوں کے عضد الملک کے ہمراہ کیا اور قصبہ مہراسہ بھیجا تاکہ وہ جا کر لوگوں کی آمد و رفت کا راستہ بند کر دے اور کسی کو بہادر کے پاس نہ جانے دے۔ سلطان بہادر جب قصبہ [۲۰۲] محمود آباد میں پہنچا، تو بعض سکندری امراء کہ جو جان کے خوف سے فرار ہو گئے تھے، آ کر اس کے حضور میں حاضر خدمت ہوئے اور عضد الملک کے آدمی قصبہ مہراسہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جب سلطان (بہادر) قصبہ مہراسہ پہنچا، تو تاج خاں شاہی چتر اور ساز و سامان لے کر حاضر ہوا اور سلطان بہادر سے ملاقات کی۔ سلطان بہادر نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ چھبیس ماہ رمضان المبارک ۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء کو شہر نہروالہ پٹن میں نزول فرمایا۔ وہاں سے بادشاہی نشانات کا اعلان کیا اور احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ ماہ مذکور (رمضان ۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء) کی ستائیس تاریخ کو سرکیج میں مشائخ کرام اور اپنے بزرگوں کی زیارت کر کے احمد آباد میں داخل ہوا۔

عماد الملک بدحواسی میں سپاہیوں کو ایک سال کی پیشگی تنخواہیں دے کر جنگ پر آمادہ کر رہا تھا۔ سلطان بہادر چار دن کے بعد احمدآباد سے نہایت شان و شوکت کے ساتھ نکلا۔ اسی دوران میں اکثر امراء، عماد الملک سے رقمیں لے کر سلطان (بہادر) کی خدمت میں آ گئے۔ بہاء الملک اور داورالملک بھی کہ جو سلطان سکندر کے قاتل تھے، عماد الملک سے منحرف ہو کر سلطان (بہادر) کے پاس آ گئے۔ سلطان بہادر نے مصلحت وقت کی وجہ سے ان کی دلجوئی کر کے تالیف قلوب کی کوشش کی۔ سلطان محمود نصیر خاں کی مدت[1] حکومت چار ماہ سے زیادہ نہ ہوئی[2]۔

۱- فرشتہ ۲/۲۱۴۔

۲- ۹۳۳ھ/۱۵۲۶ء میں سلطان محمود نصیر خاں فوت ہوا۔ (فرشتہ ۲/۲۱۶)۔

ذکر جلوس سلطان بہادر شاہ

چونکہ نجومیوں کے اعتبار سے ۹۳۲ھ رمضان کی عید (عید الفطر) کا دن سلطان (بہادر شاہ) کی تخت نشینی کی ساعت تھی ، لہذا وہ امراء اور اراکین سلطنت کی کوشش سے اپنے بزرگوں کے شاہی تخت پر [۲۰۳] جلوہ گر ہوا[۱] ۔ صدقات و خیرات کی رسوم ادا کی گئیں ۔ امیروں اور لشکر کے سرداروں کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا ۔ ان کو خطاب اور انعام میں زرہ ، گھوڑا اور خلعت ملے اور وہ خوش ہوئے ۔

شوال کے شروع میں اس کی وہاں سے روانگی عمل میں آئی اور اس نے جاپانیر کا ارادہ کیا ۔ پہلی منزل پر معظم خاں معتبر سرداروں کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوا اور شاہانہ التفات و عنایات سے سرفراز ہوا ۔ جب اس منزل سے کوچ کیا ، تو راستہ میں نوح بن یوسف الملک کو شمس الملک کا خطاب دیا ۔ (پھر) خبر ملی کہ دریائے ماترک[۲] میں اس قدر طغیانی ہے کہ لشکر کا عبور کرنا مشکل ہے ۔ سلطان بہادر نے قصبہ سیھوبخ[۳] میں منزل کی اور تاج خاں کو دریا کے کنارے چھوڑا ۔ تا کہ لشکر کو آہستہ آہستہ عبور کرائے ۔ دوسرے روز جاپانیر کے امراء کی ایک جماعت جو ماہیالہ[۴] کا خزانہ لائی تھی ، آ کر مل گئی ۔ سلطان بہادر نے اپنی عالی ہمتی سے وہ مال اسی جماعت کو بخش دیا ۔ جب سلطان بہادر دریائے مہندری کے کنارے خان پور کے گھاٹ پر پہنچا ، تو فوج نے عبور کرنا شروع کیا[۵] ۔

عماد الملک نے ایک جماعت کو بڑودہ اور دوسرے اطراف میں منتشر کر دیا تا کہ وہ فتنے برپا کر کے سلطان کو اپنی طرف مشغول رکھے ۔

۱- یکم شوال ۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء کو شہر احمد آباد میں تخت نشین ہوا ۔ (فرشتہ ۲/۲۱۴) ۔
۲- باترک (فرشتہ ۲/۲۱۴) ۔
۳- سولج (فرشتہ ۲/۲۱۴) ۔
۴- مالبھا (فرشتہ ۲/۲۱۴) ۔
۵- فرشتہ ۲/۲۱۴ ۔

سلطان دریا کو عبور کرکے نہایت تیزی سے جاپانیر کی طرف متوجہ ہوا اور جب شہر کے نزدیک پہنچا ، [۲۰۴] تو ضیاء الملک ابن نصیر خاں حاضر ہوا ۔ سلطان نے اس سے کہا کہ آگے جا کر اپنے باپ کو حکم پہنچاؤ کہ عماد الملک کے گھر کا محاصرہ کرکے اس کو قید کر لے ۔ تاج خاں کو بھی چند خوانین کے ہمراہ عماد الملک کے اوپر متعین کر دیا اور خود بھی اس کے بعد سوار ہو گیا ۔ تاج خاں نہایت تیزی کے ساتھ پہنچا اور عماد الملک کے گھر کو گھیر لیا ۔ عماد الملک ، اپنے گھر کی چار دیواری کے اوپر سے کود کر شاہ جیو صدیقی[1] کے گھر میں پناہ گزیں ہو گیا ۔ اس کا گھر برباد کر دیا گیا ۔ اس کے لڑکے قید ہو گئے ۔ اتفاق سے سلطان بہادر کا گزر خداوند خاں کے مکان کے سامنے سے ہوا ۔ خداوند خاں اپنے گھر سے نکل کر حاضر خدمت ہوا ۔ کچھ دیر کے بعد ہی خداوند خاں غلام ، عماد الملک کو گرفتار کرکے لے آئے ۔ (سلطان نے) حکم دیا کہ عماد الملک ، سیف الدین اور سلطان سکندر کے دوسرے قاتلوں کو سولی پر لٹکا دیا جائے ۔ رفیع الملک ابن ملک توکل کو جو مظفر شاہی ملازم تھا ، عماد الملک کا خطاب دے کر عارض ممالک بنا دیا ہے[2] ۔

عضدالملک بڑودہ سے بھاگا ۔ راستہ میں کولیوں نے اس کا مال و اسباب لوٹ لیا ۔ سلطان بہادر نے شمشیر الملک کو عضدالملک کو گرفتار کرنے کے لیے تعینات کیا ۔ نظام الملک کو محافظ خاں کے سر پر مقرر کیا بھاگنے والے رائے سنگھ کے پاس التجا لے کر پہنچے ۔ ان کا سامان و اسباب بہادر شاہی لشکر نے تاراج کر دیا اور لشکر واپس آ گیا ۔ دو تین روز کے بعد خبر پہنچی کہ عرض الملک کا لڑکا شاہ جیو صدیقی اور سکندر شاہ کے قاتلوں کی ایک جماعت قدر خاں کے گھر میں ماری گئی اور بہاء الملک جاپانیر سے موقع پا کر فرار ہو گیا ۔ راستہ میں سے ایک گاؤں کا کوتوال ان کو گرفتار کرکے لے آیا ۔ اس نے سلطان سکندر کو زخمی کیا تھا اور جو زخم کہ اسے سید علم الدین سے پہنچا تھا ، ابھی تک وہ زخم تازہ [۲۰۵] تھا سلطان بہادر نے حکم دیا کہ اس کی کھال کھینچ کر سولی پر چڑھا دیا

۱- چنو صدیقی (فرشتہ ۲/۲۱۵) ۔

۲- ملاحظہ ہو فرشتہ ۲/۲۱۵ ۔

جائے - سلطان سکندر کے تین قاتل اور تھے جو دکن کی طرف جا رہے تھے وہ بھی راستہ میں پکڑے گئے - سلطان بہادر کے حکم سے ان میں سے ہر ایک کو توپ کے منہ میں رکھ کر اڑا دیا گیا - مختصر یہ کہ تھوڑی ہی مدت میں سلطان سکندر کے قاتل نہایت عذاب سے مارے گئے[1] -

ایک دن سلطان بہادر اتفاقاً جاپانیر پہنچا ، تو اسی روز لطیف خاں بن مظفر شاہ امراء کے بہکانے سے شہر میں آیا - وہ چند روز تک چھپا رہا قیصر خاں ، الغ خاں اور بعض دوسرے امیروں نے لطیف خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ اس سے زیادہ قیام کرنا مناسب نہیں ہے ، جس طرح ممکن ہو کسی گوشہ میں چلے جاؤ - لطیف خاں مایوس ہو کر پریشان حال پال کی ولایت[2] میں پہنچا - پال کے راجا نے لطیف خاں کے حال پر کوئی مہربانی نہیں کی - عضدالملک اور محافظ خاں بھی اس سے مل گئے اور وہاں سے وہ مونگا کی ولایت میں چلے گئے - اس کوہستان میں وہ نہایت پریشانی سے زندگی گزارتے تھے[3] - مختصر یہ کہ سلطان بہادر نے رعایا پروری اور لشکر کے انتظام کی طرف توجہ دی - عام لوگوں کو بے پایاں انعام سے مالا مال کر دیا - فوج کی تنخواہیں دوگنی اور چوگنی کر دیں اور خزانہ سے ایک سال کی پیشگی تنخواہیں دے کر سب کو رضا مند کر لیا - سر کیج ، بٹوہ اور رسول آباد کے فقرا کو وظیفے دے کر خوش کر دیا[4]-

[۲۰۶] چونکہ اس زمانہ میں گجرات کا دارالحکومت قلعہ جاپانیر تھا ، لہذا سلاطین وہاں تخت نشین ہوا کرتے تھے - پندرہ[5] ذی قعدہ (۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء) کو منجموں کی رائے کے مطابق دربار شرق کے نزدیک تخت مرصع کہ جو جواہرات سے جڑا ہوا تھا ، رکھا گیا اس کو سلاطین گزشتہ کے طریقہ کے مطابق مزین و آراستہ کیا گیا - ۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء میں تاریخ مذکور (۱۵ ذی قعدہ) کو سلطان بہادر نے شاہی تاج سر پر رکھا

۱- فرشتہ ۳۱۵/۲ -

۲- ولایت پالن پور (فرشتہ ۲۱۵/۲) -

۳- فرشتہ ۲۱۵/۲ -

۴- فرشتہ ۲۱۵/۲ -

۵- ۱۱ ذی قعدہ (فرشتہ ۲۱۵/۲) -

اور اپنے بزرگوں کے رسم و آئین کے مطابق جلوس کیا ۔ اکابر ، مشائخ ، امراء اور خوانین نے مبارک بادیاں دیں ۔ صدقات کے مراسم ادا کیے گئے ۔ اس روز ایک ہزار آدمیوں کو خلعت عنایت ہوئے اور ایک جماعت کو خطابات سے نوازا گیا ۔ غازی خاں کی تنخواہ میں اگرچہ احمد آباد میں شاہی جلوس کے دن دو چند اضافہ کر دیا گیا تھا ، اب پھر اس کو مزید دو چند کر کے ندربار اور سلطان پور کی حکومت پر فائز کیا[1] ۔

اسی دوران میں خبر پہنچی کہ عضدالملک اور محافظ خاں کے بہکانے سے لطیف خاں سلطان پور اور ندربار کے نواح میں کوہ اداس میں آ گیا ہے اور فتنہ و فساد کا ارادہ رکھتا ہے ۔ سلطان بہادر نے ایک فوج کو متعین کیا تا کہ وہ (فوج) غازی خاں کی رائے کے مطابق اس کے دفع کرنے کی کوشش کرے ۔

جلوس شاہی کے دنوں ہی میں عیدالاضحیٰ آ گئی ۔ اس روز عالی شان جشن منعقد ہوا ۔ اکثر امیروں کو پھر خلعت ، کمر خنجر اور مرصع شمشیر دے کر خوش کیا گیا ۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں قحط پڑ گیا ۔ ہشیار الملک کو کہ جو خازن رکاب تھا ، حکم دیا کہ (بہاری) سواری کے وقت جو شخص بھی سوال کرے اس کو ایک مظفری (سکہ) دی جائے ۔ وہ روزانہ دو مرتبہ چوگان بازی کے لیے جایا کرتا ۔ ہر [۲۰۷] شہر میں فقیروں اور مسکینوں کے لیے متعدد لنگر جاری کرا دیے ۔ وہ رعایا کی ترقی میں پوری کوشش کرتا تھا ۔ تھوڑی ہی مدت میں گجرات کے شہروں میں نئی رونق اور بہار آ گئی[2] ۔

ابھی کچھ مدت نہیں گزری تھی کہ فتنہ انگیزوں نے شرارتیں شروع کر دیں ۔ شجاع الملک فرار ہوکر لطیف خاں سے جا ملا اور قیصر خاں نے جو مظفری امیروں میں ممتاز تھا ، اپنے ملازمین کی ایک جماعت اس کے ہمراہ کر دی ۔ چونکہ سلطان سکندر کے قتل میں قیصر خاں اور الغ خاں

۱۔ فرشتہ ۲/۲۱۵ ۔

۲۔ فرشتہ ۲/۲۱۵ ۔

عماد الملک کے ہم رائے تھے اور ان کو اپنی اس حرکت کے بدلہ کا خیال رہتا تھا ، لہذا مخالفت سے باز نہ آتے تھے ۔ بہی خواہ امیروں نے اس بات سے واقف ہو کو یہ خبر سلطان کو پہنچائی اور سلطان بہادر نے الغ خاں کو آراستہ فوج کے ساتھ لطیف خاں کے سر پر بھیج دیا ۔ بعض دولت خواہوں نے عرض کیا کہ چونکہ قیصر خاں اور الغ خاں سلطان سکندر کے قتل میں عماد الملک سے ملے ہوئے تھے اور اب (یہ لوگ) لطیف خاں کو خطوط بھیج کر سوئے ہوئے فتنہ کو جگانا چاہتے ہیں ، لہذا ان کا اس نواح میں رہنا مناسب نہیں ہے ۔ سلطان اس کام کی تدبیر میں تھا کہ تاج خاں کو خبر ملی کہ الغ خاں اور قیصر خاں نے لطیف خاں کو غیر معروف راستہ سے نادوت بلایا ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ اس سے مل جائیں تاج خاں نے اس معاملہ کو خلوت میں سلطان سے بیان کیا اور قرآن شریف کی قسم کھا کر کہا کہ یہ بات بالکل صحیح ہے ۔ دوسرے دن امراء سلام کے لیے حاضر ہوئے ، تو قیصر خاں اور الغ خاں کو قید کر دیا گیا اور داورالملک جو کسی بہانہ سے باہر چلا گیا تھا ، گرفتار ہوا اور ضیاء الملک اور خواجہ بابو[1] کو جو اس جماعت کی دوستی میں متہم تھے، قید کر لیا گیا ۔ [۲۰۸] ان کے سروں کو برہنہ کرکے اور ہاتھوں کو باندھ کر دربار عام میں حاضر کیا ۔ اہل شہر نے ہجوم کرکے ان کے گھروں کو لوٹ لیا ۔ ضیاء الملک نے اپنے گلے میں رسی ڈال کر عجزو زاری کا اظہار کیا ۔ بابو[2] نے پانچ لاکھ تنکہ (سکہ) کی رقم خوں بہا میں دستی قبول کی ۔ سلطان بہادر نے اس (سلطان سکندر) کا خون معاف کر دیا اور ان لوگوں کو آزاد کر دیا ۔ اس کی سلطنت فتنہ و فساد سے پاک و صاف ہو گئی[3] ۔

۹۳۳ھ/۱۵۲۶ء کے شروع میں سلاح داروں کی ایک جماعت کہ جس میں ہزار آدمی تھے ، جمعہ کے دن داد خواہی کے لیے حاضر ہوئی کہ ہماری تنخواہیں نہیں ملی ہیں اور انھوں نے خطیب کو خطبہ پڑھنے سے روک دیا ۔ سلطان بہادر نے اپنی طبعی بردباری کی وجہ سے اس بات کو نظر انداز کر

---

۱ ، ۲۔ نولکشور ایڈیشن "خواجہ بانو" ۔

۳۔ فرشتہ ۲/۲۱۶ ۔

دیا اور ان کی تنخواہوں کے دینے کا حکم فرمایا ۔ اس جماعت نے لطیف خاں کے پاس جانے کا ارادہ کیا اور دوسروں کو بھی ورغلایا[1] ۔

اس موقع پر غازی خاں کی عرضی پہنچی کہ لطیف خاں مع فوج کے سلطان پور آ گیا ہے اور مخالفت کر رہا ہے ۔ میں اس کے مقابلہ کے لیے گیا ۔ لڑائی کے بعد عضدالملک اور محافظ خاں فرار ہو گئے ۔ رائے بھیم اپنے بھائیوں کے ہمراہ میدان جنگ میں مارا گیا ۔ لطیف خاں زخمی ہو کر گرفتار ہوا ۔ سلطان بہادر نے اس خبر کو سنتے ہی محب الملک اور امراء کی ایک جماعت کو بھیجا تا کہ وہ جہاں تک ہو سکے ، لطیف خاں کی تسلی و تشفی کرے اور اس کے زخموں کا علاج کرا کے حضور میں لائے چونکہ لطیف خاں بہت زیادہ زخمی ہو گیا تھا ، لہذا راستہ میں فوت ہو گیا اسے جاپانیر کے مضافات موضع ہالول میں سلطان سکندر کے پہلو میں دفن کر دیا گیا ۔ اسی سال نصیر خاں نے جس کا خطاب سلطان محمود [۲۰۹] تھا ، وفات پائی ۔ سلطان نے بھائیوں کے مزاروں پر وظیفہ داروں کی ایک جماعت مقرر کر دی ۔ ان کو روزانہ کچا اور پکا ہوا کھانا ملتا تھا[2] ۔

اسی سال یہ خبر پہنچی کہ مال کے راجا رائے سنگھ کو جب قیصر خاں کے قتل کی اطلاع ملی ، تو اس نے موقع پا کر قصبہ دھور کو غارت کر دیا ۔ قیصر خاں کے لڑکے ضیاء الملک کا بہت سا مال اس کے ہاتھ لگا ۔ اس خبر کے سننے میں بادشاہ مضطرب ہوگیا اور خود جانے کا ارادہ کیا ۔ تاج خاں نے کہا کہ سلطنت کے ابتدائی زمانہ میں اس قسم کے بہت سے حادثات ہوا کرتے ہیں ۔ ان باتوں سے حضور مطلق رنجیدہ نہ ہوں اگر بندہ کو یہ خدمت سپرد کر دی جائے ، تو اللہ کی عنایت اور حضور کے اقبال سے ان مفسدوں کو خوب سزا دوں ۔ سلطان نے فوراً اس کو خلعت دے کر ایک لاکھ سواروں کے ساتھ مال کے راجا رائے سنگھ کی تادیب کے لیے رخصت کیا ۔ تاج خاں مال کی ولایت میں داخل ہوا اور خرابی کا آغاز کیا ۔ رائے سنگھ نے از راہ عجز و انکسار شرف الملک کو کہ جو مظفری امیروں میں سے تھا ، عریضہ لکھا اور اپنی خطاؤں کی

۱- فرشتہ ۲/۲۱٦ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۱٦ ۔

معافی کا خواستگار ہوا ۔ چونکہ اس کی خطا معاف نہیں ہوئی ، اس لیے تاج خاں نے مال کی ولایت میں داخل ہو کر غارت گری شروع کر دی اور بربادی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ۔ رائے سنگھ نے ایک اچھا ٹھکانا سنبھالا اور جنگ کو تیار ہو گیا ۔ تاج خاں نے بھی تیاری کی اور جنگ شروع کر دی (رائے کے) بہت سے آزمودہ کار آدمی مارے گئے ۔ مسلمانوں کا صرف ایک آدمی قتل ہوا ۔ تاج خاں نے مال کی ولایت میں ایک ماہ قیام کیا اور اس کے بعد سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا[1] [۲۱۰]

ماہ ربیع سنہ مذکور (۹۳۳ھ/۱۵۲۶ء) میں سلطان بہادر شکار کے لیے روانہ ہوا ۔ اس وقت کنبایت کی رعایا کی ایک جماعت نے وہاں کے عامل کے مظالم کی داد خواہی چاہی ۔ سلطان نے تاج خاں کو ان حدود کے انتظام کے لیے تعینات کیا اور کنبایت کے داروغہ کی معزولی کا حکم دیا اور خود (سلطان) چاپانیر کے نواح میں پہنچا ۔ رانا سانگا کا لڑکا رائے سنگھ حاضر ہوا ۔ وہ چند روز خدمت میں رہا ، شاہی التفات و عنایات سے خوش ہوا اور اسے جانے کی اجازت ملی[2] ۔

۹۳۴ھ/۲۸-۱۵۲۷ء میں ولایت ایدر و باکر کی فتح کا ارادہ کیا اور تھوڑی سی مدت میں فتح کر کے چاپانیر کو واپس ہوا ۔ قلعہ بھروچ کی تعمیر کے لیے تنہا روانہ ہوا اور وہاں سے فارغ ہو کر کنبایت چلا گیا اتفاق سے ایک روز دریا کے کنارے سیر کر رہا تھا کہ اچانک بندر دیپ سے ایک جہاز آیا ۔ جہاز کے لوگوں نے خبر دی کہ فرنگیوں کے ایک جہاز کو ہوا نے دیپ پہنچا دیا ۔ قوام الملک نے جہاز کے سامان پر قبضہ کر کے فرنگیوں کو غلام بنا لیا ہے ۔ اس خبر کو سن کر افطار کے بعد خشکی کے راستہ سے وہ دیپ روانہ ہوا ۔ قوام الملک استقبال کے لیے آیا اور فرنگیوں کو پیش کیا ۔ سلطان بہادر نے فرنگیوں کو اسلام کی دعوت دی ۔ بہت سے لوگوں کو مسلمان کیا اور واپس چلا آیا[3] ۔

اسی سال آسیر کے حاکم عادل خاں کا خط پہنچا ۔ وہ سلطان بہادر کا

۱۔ فرشتہ ۲/۲۱۶ ۔
۲۔ فرشتہ ۲/۲۱۶ ۔
۳۔ فرشتہ ۲/۲۱۶ ۔

بھیجا تھا ۔ مضمون یہ تھا کہ چونکہ عماد الملک کاویلی نے مجھ سے عاجزانہ التجا کی ہے کہ نظام الملک بحری اور مدبر مدری[1] نے زبردستی علاقہ کاویل میں اپنا دخل کر لیا ہے ۔ میں عماد الملک کی مدد و کمک کے لیے گیا ۔ [۲۱۱] سخت جنگ ہوئی ۔ میں نے ایک جماعت کو سامنے سے ہٹا دیا ۔ نظام الملک بحری نے کمین گاہ سے نکل کر عماد الملک پر حملہ کیا اور اس کو شکست دی اور میرے تین سو ہاتھی غنیمت کے طور پر لے گیا ۔ اب میں حضور کے کرم پر بھروسہ کرکے حاضر ہوا ہوں ۔ جو حکم عالی ہوگا اس میں میری عین بہبودی ہوگی ۔ قلعہ ماہور پر جو کاویل کا سب میں بڑا قلعہ ہے ، ظلم سے قبضہ کر لیا ۔ شاہی حکم ہوا کہ گزشتہ سال عماد الملک کا عریضہ آیا تھا اور نہروالہ کے حاکم ملک عین الملک نے حسب الحکم جا کر فریقین میں صلح کرا دی تھی ۔ چونکہ اس مرتبہ ابتدا نظام الملک کی جانب سے ہوئی ، اس لیے اس اصول پر کہ ابتدا کرنے والا ظالم ہوتا ہے ، وہ ظالم ہے اور عماد الملک مظلوم اور مظلوم کی مدد کرنا ہمت کریمانہ پر فرض ہے[2] ۔

ماہ محرم ۹۳۵ھ/۱۵۲۸ء میں دکن کی تسخیر کے قصد سے بے شمار لشکر کے ساتھ روانہ ہوا ۔ قصبہ بڑودہ میں قیام کیا اور مدت تک اس نواح میں فراہمی لشکر کی غرض سے ٹھہرا رہا ۔ سال مذکور کے درمیان میں ٹھٹہ کے حاکم جام فیروز نے ارغونوں کے غلبہ کی وجہ سے ترک وطن کرکے سلطان بہادر کی خدمت میں پناہ لی ۔ سلطان (بہادر) نے جام فیروز کے حال پر مہربانی فرما کر بارہ لاکھ تنکہ (سکہ) اس کی ذات کے خرچ کے لیے مقرر فرمایا اور وعدہ کیا کہ انشاء اللہ تمہارا موروثی ملک مغلوں (ارغونوں) سے آزاد کرا کر تم کو دے دیا جائے گا ۔

جب بہادر شاہی شوکت و اقبال اور شہنشاہی العام کی خبر تمام دنیا میں پھیلی ، تو قریب و بعید کے راجاؤں نے اس کے مقربین سے [۲۱۲] رجوع کیا ۔ گوالیر کے راجا کا بھتیجا ، پوربیہ (راجپوتوں) کی ایک جماعت

۱۔ قاسم برید ترک بیدری (فرشتہ ۲/۲۱۶) ۔
۲۔ فرشتہ ۲/۲۱۶ - ۲۱۷ ۔

کے ساتھ آیا اور خاص ملازمین میں شامل ہوگیا ۔ رانا سانگا کا بھتیجا بنسرین[1] پرتھی راج چند معتبر راجپوتوں کے ہمراہ آ کر بہادر شاہ ملازمین میں داخل ہوگیا ۔ دکن کے بعض سرداروں نے بھی آ کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کی اور اور وہ سب اپنے حوصلہ کے مطابق شاہانہ انعامات سے سرفراز ہوئے[2] ۔

جب جاپانیر کے نواح میں زیادہ مدت گزر گئی ، تو عماد الملک نے اپنے لڑکے جعفر خان[3] کو بادشاہ کے حضور میں بھیجا اور عرض گزار ہوا کہ نظام الملک بھری غرور و تکبر کی وجہ سے صلح کے لیے تیار نہیں ہے ۔ اگر (سلطان) ایک مرتبہ دکن کی سیر کے لیے تشریف لے آئیں ، تو بندہ کا مقصد پورا ہو جائے ۔ سلطان نے اس کی درخواست منظور فرما کر دکن کی روانگی کا ارادہ کر دیا ۔ اسی دوران میں جعفر خان کی عرضی آئی کہ اگر حکم عالی ہو ، تو شہر احمد آباد و خطہ کنبایت کی سیر کرکے بہت جلد حاضر خدمت ہو جاؤں ۔ اس کی درخواست منظور کی گئی ۔ جعفر خان کنبایت پہنچا ہی تھا کہ اس کو خبر ملی کہ سلطان نے دکن کے ارادے سے احمد آباد سے کوچ کرکے قصبہ درلوہی میں نزول فرمایا ہے ۔ جعفر خان قصبہ مذکور میں پہنچ کر حاضر خدمت ہوا ۔ سلطان کچھ عرصہ وہاں قیام کرکے احمد آباد واپس آ گیا ۔ برسات وہاں گزاری[4] ۔

(سلطان) ۹۳۷ھ/۳۱-۱۵۳۰ء میں باکر و ایدر کی طرف متوجہ ہوا۔ موضع خانپور سے خداولد خان اور عماد الملک کو آراستہ لشکر اور بہت سے ہاتھیوں کے ساتھ باکر بھیجا [۲۱۳] اور خود کنبایت کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک دن کنبایت میں گزارا ، پھر جہاز میں بیٹھ کر دیپ کا قصد کیا اور چند جہاز جو اطراف کے بندر گاہوں سے وہاں پہنچے تھے ، ان کا قیمتی سامان (از قسم پارچہ) اور جو کچھ ان جہازوں میں تھا ، خرید لیا اور کار خانوں میں داخل کر دیا ۔ اس میں ایک ہزار اور چھ سو من تو دمشقی

۱- بھرون ابن پرتھی راج (فرشتہ ۲/۲۱۷) ۔
۲- فرشتہ ۲/۲۱۷ ۔
۳- خضر خاں (فرشتہ ۲/۲۱۷) ۔
۴- فرشتہ ۲/۲۱۷ ۔

گلاب تھا اور اس رومی جماعت پر جو مصطفیٰ رومی کے ساتھ آئی تھی ، جتنی مہربانی ہو سکتی تھی ، فرمائی ۔ ان لوگوں کے (ٹھہرنے کے لیے) مکانات مقرر فرمائے ۔ ملک ایاز سے غریبوں کی سفارش کر کے (سلطان) واپس آ گیا[1] ۔

جب (سلطان) منزلیں طے کرتا ہوا جاپانیر پہنچا ، تو عمر خاں ، قطب خاں ، قاضی خاں اور سلطان ابراہیم کے امراء کی ایک جماعت کہ جو حضرت فردوس مکانی (بابر بادشاہ) کے خوف سے گجرات میں پڑی ہوئی تھی، (سلطان کی) خدمت میں حاضر ہوئی اور ان لوگوں نے اعلیٰ مراتب پائے ۔ پہلے روز تین سو زربفت کی قبائیں ، پچپن گھوڑے اور کئی لاکھ نقد تنکہ (سکہ) اس جماعت کو عنایت فرمائے ، ان کی دل جوئی کی اور خود مہراسہ کی طرف روانہ ہوا ۔ جب مہراسہ پہنچا ، تو خداوند خاں اور دوسرے سردار حاضر خدمت ہوئے ۔ وہ متواتر کوچ کرتا ہوا باکر آیا ۔ جس قدر ہو سکا اس ولایت کا انتظام کیا ۔ ہر جگہ اپنے تھانیدار مقرر کیے ۔ باکر کا راجا پرس رام مجبور ہو کر حاضر خدمت ہوا ۔ اس کا لڑکا اسلام کی عظمت کا قائل ہو گیا اور وہ سلطان بہادر کے حضور میں مسلمان ہوا ۔ جگا[2] نے جو پرس رام کا بھائی تھا اور مفسدوں کی جماعت کے ساتھ جنگلوں اور پہاڑوں میں گھوم رہا تھا ، اپنی جان کے خوف سے رتن سین بن رانا سانگا کے پاس جا کر پناہ لی ۔ اس کو اپنی ملازمت کا وسیلہ بنایا ۔ اتفاق سے سلطان بہادر شکار کے لیے بالسوالہ میں آیا ہوا تھا ۔ رتن سین بن رانا سانگا نے [۲۱۴] عجزو انکسار کے ساتھ ایلچی بھیجا اور جگا کی خطاؤں کی معافی چاہی ۔ سلطان بہادر نے اس کی درخواست کو قبول فرما کر جگا کو طلب کیا ۔ موضع دکھہات کرجی میں (سلطان نے) ایک عالی شان مسجد بنوائی ۔ اس قصبہ کو پرتھی راج کے سپرد کیا اور باکر کی باقی ولایت کو پرتھی راج اور جگا میں برابر تقسیم کر دیا[3] ۔

(سلطان نے) چند روز وہاں شکار کی غرض سے قیام کیا کہ جاسوسوں

۱- فرشتہ ۲/۲۱۷ ۔

۲- چکا (فرشتہ ۲/۲۱۷) ، جنکا ، نولکشور اڈیشن ۔

۳- فرشتہ ۲/۲۱۷ - ۲۱۸ ۔

نے یہ خبر پہنچائی کہ سلطان محمود خلجی نے کہ جو سلطان مرحوم مظفر شاہ کا احسان مند ہے ، مندو کے شقدار اور حاکم شرزہ خاں کو بھیج کر ولایت چتور کے بعض تصبات کو تاراج کرا دیا ہے ۔ رتن سین بن رانا سانگا فوج جمع کرکے لے گیا ۔ اس نے موضع سپلہ اور بلا بھیت[1] کو تاراج کر دیا اور اجین میں سلطان محمود خلجی کے مقابلہ پر آ گیا ہے۔ رتن سین کے ایلچی نے آ کر استدعا کی کہ حضرت سلطان (بہادر) سلطان محمود (خلجی) کو منع کریں کہ بلاوجہ سلسلہ عداوت کی تحریک نہ کریں ۔ اس دوران میں خبر آئی کہ سلطان محمود خلجی اجین سے سارنگ پور گیا اور سلہدی پوربیہ کو قتل کرنے کے ارادہ سے اپنے ساتھ لایا تھا اور سلہدی اس کے ارادہ سے واقف ہو کر سکندر خاں[2] میواتی کے ہمراہ ولایت چتور کو چلا گیا اور وہاں رتن سین بن رانا سانگا سے پناہ چاہی ۔ وہاں سے سکندر خاں اور بھوپت بن سلہدی شاہی خدمت میں آ رہے ہیں ۔ ستائیس جمادی الاولی سنہ مذکور (۲۱/۵۹۳۷ - ۱۵۳۰ء) کو سکندر خاں اور بھوپت خاں حاضر خدمت ہوئے ۔ سلطان بہادر نے زربفت اور ستر گھوڑے ان کو انعام میں دے کر ان کی دل جوئی کی[3] ۔ [۲۱۵]

جب سلطان محمود کو سکندر خاں اور بھوپت کے جانے کی اطلاع ہوئی ، تو اس نے دریا خاں کو بطور سفارت بھیج کر یہ پیغام ارسال کیا کہ میں حضور کی ملاقات کا ارادہ رکھتا ہوں ، لیکن بعض موانع کی وجہ سے اس سعادت سے محروم رہا ۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس مرتبہ آنحضرت کی ملاقات کا شرف حاصل کروں گا ۔ سلطان بہادر نے دریا خاں سے کہا کہ کئی مرتبہ سلطان محمود کی ملاقات کی خبر خوش خبری سننے میں آئی ہے۔ اگر سلطان محمود ملاقات کے لیے آئے ، تو اس کے پاس سے بھاگے ہوئے لوگوں کو میں ہرگز پناہ نہ دوں گا ۔ سلطان محمود کے ایلچی پر نوازش فرما کر اسے رخصت کر دیا اور پھر اس نے بانسوالہ کا ارادہ کیا ۔ جب

۱۔ بھلابھت ، نولکشور ایڈیشن ۔

۲۔ ولد سکندر خاں میواتی (فرشتہ ۲/۲۱۸) معین خاں ولد سکندر خاں میواتی (ذکاء اللہ ، گجرات ، ص ۱۱۵) ۔

۳۔ فرشتہ ۲/۲۱۸ ۔

وہ کنبایت کرجی پہنچا تو رتن سین اور سلہدی حاضر خدمت ہوئے۔ سلطان نے پہلے دن تیس ہاتھی[1] اور ایک ہزار پانچ سو زربفت کے خلعت ان کو عنایت فرمائے۔ چند روز کے بعد رتن سین نے چتور جانے کی اجازت حاصل کی۔ سلہدی سلطان کی خدمت میں رہ گیا[2]۔

سلطان بہادر، سلطان محمود خلجی کے وعدہ کے مطابق اس کی ملاقات کے لیے سنبلہ کی جانب متوجہ ہوا اور یہ طے کیا گیا کہ اگر سلطان محمود آتا ہے، تو اس کی ضیافت و مہمان نوازی کے لوازم بجا لانے کے بعد کنبایت اور دلولہ تک جاؤں گا اور پھر سلطان محمود کو رخصت کرکے (اپنے) دارالحکومت کو واپس چلا جاؤں گا۔ اس منزل پر محمد خاں آسیری حاضر خدمت ہوا۔ جب وہ موضع سنبلہ پہنچا، تو دس روز تک سلطان محمود کا انتظار کیا۔ اس کے بعد دریا خاں نے پھر سلطان محمود کے پاس سے آ کر کہا کہ سلطان شکار میں گھوڑے سے گر گئے ہیں اور ان کا داہنا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے۔ اب اس حالت میں آنا مناسب نہیں ہے۔ سلطان بہادر نے کہا کہ وہ چند مرتبہ وعدہ [۲۱۶] خلاف کر چکے ہیں۔ اگر وہ نہ آئیں، تو ہم چلیں۔ دریا خاں نے عرض کیا کہ چاند خاں بن سلطان مظفر، سلطان محمود کے پاس ہے۔ اگر سلطان آئیں اور آپ چاند خاں کو طلب کریں، تو اس (چاند خاں) کا دینا بہت مشکل ہے اور اس کے رکھنے سے بھی معذوری ہے۔ دراصل سلطان کے نہ آنے میں یہی رکاوٹ ہے۔ سلطان محمود نے کہا کہ ہم چاند خاں کے طلب کرنے سے خود کو باز رکھتے ہیں۔ سلطان محمود سے کہیے کہ جلد آئیں۔ جب سلطان محمود کا ایلچی رخصت ہوا، تو سلطان بہادر بہادر شاہ آہستہ آہستہ منزلیں طے کرتا تھا اور سلطان محمود کا راستہ دیکھتا تھا۔ جب وہ دیبال پور پہنچا، تو معلوم ہوا کہ سلطان محمود کا یہ ارادہ ہے کہ اپنے بڑے لڑکے کو سلطان غیاث الدین کا خطاب دے کر قلعہ منڈو بھیج دے اور خود قلعہ سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو جائے اور وہ ملاقات کا ارادہ نہیں رکھتا ہے سلطان محمود کے بعض امراء جو اس کے نامناسب برتاؤ کی وجہ سے اس

۱۔ فرشتہ (۲/۲۱۸) میں ''اسپ بسیار'' بھی ہے۔

۲۔ فرشتہ ۲/۲۱۸۔

سے رنجیدہ تھے ، حاضر خدمت ہوئے ۔ ان میں سے بعض نے یہ عرض کیا کہ سلطان محمود خوش اسلوبی سے جانہ کر رہا ہے اور مطلق اپنے اختیار سے ملاقات نہیں کرے گا ۔ شاہی لشکر فوراً قلعہ کے محاصرہ میں مشغول ہو جائے[1] ۔

سلطان بہادر نے وہاں سے کوچ کرتے سود پور میں منزل کی ۔ اس منزل پر شرزۃ الملک قلعہ مندو سے بھاگ کر آیا اور حاضر ہوا ۔ دوسرے روز صبح کو (سلطان بہادر نے) وہاں سے کوچ کرکے موضع دلاورہ میں لشکر ٹھہرایا ۔ جب لعلچہ پہنچا ، تو شاہی محاصرہ کے لیے تعینات ہوا ۔ محمد خان اسیری بجانب مغرب شاہ پور کے مورچہ پر نامزد ہوا اور الغ خان کو بھیل پورہ بھیجا ۔ پوربیہ جماعت کو سہلوانیہ بھیجا اور خود موضع محمود پور میں محلوں میں قیام کیا ۔ بتاریخ ۹ شعبان[2] ۹۳۷ھ/۱۵۳۱ء [۲۱۷] صبح صادق کے وقت بہادر شاہی علم قلعہ مندو کے افق پر ظاہر ہوئے ۔ اسی وقت چاند خان بن سلطان مظفر نے قلعہ سے نکل کر راہ فرار اختیار کی ۔ سلطان محمود تھوڑی سی مسلح فوج کے ساتھ مقابلہ پر آیا ۔ اس نے جب اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی ، تو اپنے متعلقین کو قتل کرنے کے لیے محل میں گیا ۔ سلطان بہادر کے لشکر نے محل کے اطراف کا محاصرہ کر لیا اور وہ ڈٹ گیا اور پیغام بھیجا کہ اہل محل اور امراء کو امان ہے ۔ کوئی شخص کسی کے مال یا آبرو پر ہاتھ نہیں ڈالے گا ۔ بعض ہوا خواہوں نے سلطان محمود کو متعلقین کے قتل کرنے سے باز رکھا اور انھوں نے کہا کہ بادشاہ گجرات کتنی ہی بے مروتی کرے ، لیکن اس کی مروت دوسروں کے مقابلہ میں پھر بھی زیادہ ہوگی اور ظن غالب یہ ہے کہ اپنے والد کے طریقہ کا احیاء کرکے مالوہ کی ولایت سلطان (محمود خلجی) کے سپرد کر دے گا ۔ اسی دوران میں سلطان بہادر لعل محل کے بالا خانہ پر پہنچا اور ایک شخص کو سلطان محمود کے پاس بھیجا ۔ سلطان محمود اپنے سات امیروں کے ہمراہ آیا ۔ سلطان بہادر نے عزت و احترام کیا ، بغل گیر ہوا اور اس کی دلدہی کی ۔ جب گفتگو شروع ہوئی

۱- فرشتہ ۲/۲۱۸ ۔

۲- ۲۹ شعبان ۹۳۷ھ/۱۵۳۱ء (فرشتہ ۲/۲۱۸) ۔

تو سلطان محمود نے گفتگو میں کسی قدر سختی کا مظاہرہ کیا ۔ سلطان بہادر اس طرز عمل سے مکدر ہوا ۔ مجلس پر خاموشی چھا گئی ۔ سلطان محمود کو مع فرزندوں کے قید کرکے جاپانیر بھیج دیا اور خود مندو میں مقیم ہو گیا ۔ اکثر امراء کو جاگیروں پر گجرات بھیج دیا[1] ۔

(سلطان بہادر) برسات کے بعد برہان پور اور آسیر کی سیر کے لیے گیا ۔ وہاں نظام الملک دکنی حاضر ہوا ۔ اس کو محمد شاہ کا خطاب دیا اور پھر مندو واپس آ گیا ۔ اس دوران میں معلوم ہوا کہ سلہدی اس وجہ سے حاضر ہوتا نہیں چاہتا کہ سلطان محمود خلجی کے زمانے میں مسلمان عورتوں کو بلکہ سلطان ناصر الدین کی بعض بیگمات کو اس نے اپنے گھر میں بند کر لیا تھا ۔ سلطان بہادر نے کہا کہ چاہے وہ آئے یا نہ آئے ، اب ہم پر یہ عین فرض ہے [۲۱۸] کہ مسلمان عورتوں کو کفر کی ذلت اور غلامی کی خواری سے نجات دلائیں اور اس (کافر) کو پوری طرح سزا دیں ۔

مقبل خاں کو جاپانیر بھیجا کہ وہاں پہنچ کر قلعہ کی نگہبانی کرے اور اختیار خاں کو لشکر ، توپ خانہ اور خزانہ کے ساتھ ہمارے پاس بھیج دے ۔ اختیار خاں ایک بڑے لشکر کے ساتھ ۲۰ ربیع الآخر ۹۳۸ھ/۱۵۳۱ء کو قصبہ دھار میں حاضر ہوا ۔ سلطان بہادر گجرات جانے کی شہرت کو نظر انداز کرکے مندو گیا تا کہ وہاں سامان (مہیا) کرکے گجرات جائے ۔ اختیار خاں کو مندو کی حکومت پر چھوڑ کو پانچویں جمادی الاولیٰ (۹۳۸ھ/۱۵۳۱ء) کو نعلچہ میں جا کر قیام کیا اس دوران میں بھوپت ولد سلہدی نے عرض کیا کہ حضور دارالحکومت گجرات کا ارادہ رکھتے ہیں ، اگر مجھے اجین جانے کی اجازت دے دی جائے تو میں سلہدی کو اطمینان و تسکین دلا کر حاضر خدمت کروں ۔ سلطان نے نہایت احتیاط کے ساتھ (مصلحت کی بنا پر) اس کو رخصت دے دی اور خود بھی متواتر کوچ کرکے اجین کی طرف متوجہ ہوا پندرھویں ماہ مذکور (جمادی الاولیٰ ۹۳۸ھ/۱۵۳۱ء) کو قصبہ دھارا پہنچا ۔ لشکر کو وہاں چھوڑ کر خود شکار کے لیے دیبال پور بنہریہ اور سعدل پور گیا ۔ سلہدی نے یہ خبر

---

۱ - فرشتہ ۲/۲۱۸ - ۲۱۹ -

سن کر بھوپت کو اجین میں چھوڑا اور خود حاضر خدمت ہوا۔ اس نصیر نے کہ جو سلہدی کے بلانے کے لیے گیا تھا، تنہائی میں عرض کیا کہ میں سلہدی کو کفایت اور ایک کروڑ نقد کے وعدہ پر دھوکا دے کر لایا ہوں۔ وہ اطاعت کے لیے آمادہ نہیں ہے۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ قلعہ کو چھوڑ کر میوار کی طرف چلا جائے۔ اب اگر اس نے اجازت حاصل کر لی تو پھر اس کا دیکھنا محال ہے۔ سلطان بہادر رسول پور سے دھار کی طرف روانہ ہوا اور اپنے امیروں اور مقربین سے سلہدی کو گرفتار کرنے کی گفتگو کی۔ جب لشکر کے قریب پہنچا، [۹۳۲ھ] تو لشکر کو باہر چھوڑ کر قلعہ دھار میں داخل ہوا اور سلہدی کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا۔ جب سلطان قلعہ میں پہنچا، تو موکلوں نے آ کر اس (سلہدی) کو دو پوربیوں کے ساتھ گرفتار کر لیا۔ اسی اثناء میں سلہدی کے ایک خاص خادم نے فریاد کی اور (اپنے) خنجر پر ہاتھ ڈالا۔ سلہدی نے کہا کہ کیا مجھے قتل کرانا چاہتا ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ تمہارے لیے ہی یہ کر رہا ہوں۔ اگر میرے اس فعل سے تم کو نقصان پہنچتا ہے، تو میں یہ (خنجر) خود کو مارے لیتا ہوں تا کہ تم کو قید میں نہ دیکھوں اور جمدھر اپنے شکم کے نیچے کے حصہ میں مار کر واصل جہنم ہوا۔ جب سلہدی کے گرفتار ہونے کی خبر مشہور ہوئی، تو شہر کے لوگوں نے سلہدی کے ڈیرہ (کیمپ) کو لوٹ لیا۔ بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ ہاتھی گھوڑے اور اس کا سامان سلطان کی سرکار میں ضبط ہو گیا۔ جو تلواروں سے بچ گئے، وہ فرار ہو کر بھوپت کے پاس پہنچے۔

آخری دن سلطان بہادر نے عماد الملک کو بھوپت کے سر پر تعینات کیا اور خداوند خاں کو لشکر کے ہمراہ چھوڑ کر صبح کو خود بھی اجین کا ارادہ کر لیا۔ عماد الملک نے کہا کہ میرے آنے سے پہلے سلہدی کے گرفتار ہونے کی خبر بھوپت کو پہنچ گئی اور وہ بھاگ کر چتور کی طرف چلا گیا۔ سلطان بہادر نے اجین کی حکومت دریا خاں کو عنایت فرمائی۔ (دریا خاں) مالوہ کا پرانا امیر تھا اور پہلے سلطان کی خدمت میں سفارت پر آیا تھا۔ سلطان خود سارنگ پور کو چلا گیا اور سارنگ پور کو ملو خاں بن ملو[۱] خاں کے سپرد کر دیا کہ جو سلطان مظفر کے زمانہ میں

۱۔ ملو خاں بن للو خاں (ذکاء اللہ۔ گجرات، ص ۱۲۰)۔

مندو سے آ کر ملازم ہوا تھا ۔ شیر خاں کے دوران حکومت میں اس نے اپنا خطاب قادر شاہ کر لیا تھا اور اس ملک میں اپنے نام کا خطبہ پڑھواتا اور سکہ چلاتا تھا ۔ چنانچہ عنقریب اس کا کچھ حال لکھا جائے گا ۔ [۲۲۰]

اشتہ کے حاکم حبیب[1] خاں کو آشتہ کی طرف روانہ کیا اور خود بھیلسہ اور رائے سین کا ارادہ کیا ۔ حبیب خاں نے جا کر پوربیوں کی بڑی جماعت کو قتل کرا دیا اور آشتہ پر قبضہ کر لیا ۔ جب سلطان بھیلسہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ اٹھارہ سال ہوئے کہ اسلام کے آثار اس علاقہ سے ختم ہو چکے ہیں اور کفر چھا گیا ہے ۔ اس منزل پر جاسوسوں نے سلطان کو اطلاع دی کہ چونکہ بھوپت ولد سلہدی چتور چلا گیا ، اس لیے سلہدی کے بھائی لکھمن سین نے رائے سین کے قلعہ کو مستحکم کر لیا ہے اور جنگ کا انتظام کر رہا ہے اور چتور سے کمک آنے کا منتظر ہے[2] ۔

سلطان بہادر نے دو تین روز تک اس قصبہ میں مساجد اور عمارات خیر کی تعمیر کی غرض سے قیام کیا ۔ ساتویں جمادی الاخریٰ سنہ مذکور (۹۳۸ھ/۱۵۰۲ء) کو کوچ کر کے رائے سین سے دو کوس پر دریا کے کنارے پہنچا ۔ بدھ کے دن صبح کے وقت آٹھویں تاریخ ماہ مذکور (جمادی الاخریٰ ۹۳۸ھ/۱۵۰۲ء) فتح کا نقارہ بجا دیا اور رائے سین میں شاہی خیمہ لگ گیا ۔ ابھی لشکر نہیں آیا تھا کہ پوربیہ راجپوت دو فوجیں بنا کر قلعہ سے نکلے ۔ سلطان بہادر نے چند آدمیوں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور دو تین آدمیوں کے کمر سے دو دو ٹکڑے کر دیے ۔ گجرات کی فوج متواتر پیچھے سے پہنچنے لگی اور کافروں کے بھیجے نکال دیے ۔ پوربیوں نے سلطان بہادر کی شجاعت و بہادری سے اپنے کان پکڑ لیے اور قلعہ میں پناہ لی ۔ سلطان بہادر نے لشکر کو جنگ سے منع کر دیا ، دوسرے دن کے لیے جنگ ملتوی کر دی اور دوسرے روز وہاں سے کوچ کر دیا ۔ قلعہ کو مرکز بنا کر درمیان میں لے لیا ۔ مورچے تقسیم [۲۲۱] کرنے کے بعد ساباط کی بنیاد ڈالی ۔ کچھ ہی عرصہ میں ساباط اہل قلعہ کو نظر آنے لگے ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۲۰ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۲۰ ۔

سلطان نے خود اس جگہ پہنچ کر رومی خاں کو توپ خانہ والوں کے پاس چھوڑا اور اپنی منزل پر واپس آ گیا ۔ رومی خاں نے توپ کی ضربات سے قلعہ کے دو برج گرا دیے اور دوسری طرف بھی نقب لگا کر آگ لگا دی۔ اس طرف سے چند گز دیوار گر گئی ۔ سلہدی نے پوربیوں کی خرابی اور دشمن کی قوت دیکھ کر پیغام بھیجا کہ بندہ مسلمان ہونا چاہتا ہے ۔ اس کے بعد اگر اجازت ہوگی تو اوپر جا کر قلعہ کو خالی کر دیا جائے گا اور بادشاہ کے سپرد کر دیا جائے گا ۔ سلطان اس خبر سے مسرور ہوا ۔ سلہدی کو اپنے حضور میں طلب کیا ۔ اس کو کلمہ توحید پڑھایا ۔ جب سلہدی مسلمان ہو گیا ، تو اس کو خاص خلعت دیا ۔ مطبخ سے طرح طرح کے کھانے منگوا کر کھلائے اور سلہدی کو اپنے ہمراہ قلعہ کے نیچے لے گیا ۔ سلہدی نے اپنے بھائی لکھمن کو بلا کر کہا کہ چونکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور سلطان بہادر کچھ ہم جنس (ہم مذہب) ہونے کی وجہ سے اور کچھ اپنی عالی ہمتی کی بنا پر مجھ کو اعلیٰ مرتبہ پر فائز کرے گا، لہذا اب مناسب یہ ہے کہ قلعہ سلطان کے ملازمین کے سپرد کر دیا جائے اور ہم کمر ہمت مضبوط باندھ کر سلطان کے حضور میں رہیں ۔ اس کے بھائی نے اس سے خفیہ طور پر کہا کہ اب ان کے مذہب (اسلام) میں تیرا قتل کرنا جائز نہیں ہے ۔ بھوپت ، رانا کو چار ہزار آدمیوں کے ساتھ کمک پر لا رہا ہے ۔ ایک کام کرنا چاہیے کہ چند روز اور قلعہ کا سپرد کرنا ملتوی رکھو ۔ سلہدی نے اس رائے کی تعریف کی اور سلطان سے کہا کہ آج کی اجازت دی جائے، کل دوپہر کے بعد قلعہ کو خالی کر کے سلطان کے ملازمین کے حوالے کر دے گا[1] ۔

سلطان بہادر وہاں سے اپنی منزل پر چلا آیا ۔ دوپہر تک منتظر رہا ۔ جب مقررہ وقت گزر گیا ، تو سلہدی نے پھر عرض کیا اگر بندہ کو حکم ہو ، تو میں قلعہ کے نزدیک پہنچ کر حالات معلوم کروں اور صورت [۲۲۲] (حال) عرض کروں ۔ سلطان بہادر نے سلہدی کو اپنے معتبر آدمیوں کے سپرد کر کے قلعہ کے نزدیک بھیج دیا ۔ سلہدی گرے ہوئے برجوں کے قریب گیا اور اس قوم کو نصیحت کرنی شروع کی کہ اے

۱- فرشتہ ۲/۲۲۰ ۔

غافل راجپوتو! سلطان سے ہوشیار رہو کہ سلطان بہادر اس مورچہ سے داخل ہو کر تم کو قتل کر دے گا۔ اس کی غرض یہ تھی کہ وہ ان (ٹوٹے ہوئے) برجوں کو فوراً تیار کریں۔ لکھمن نے جواب نہیں دیا۔ سلہدی فرار ہو کر واپس چلا آیا۔ لکھمن نے رات دو ہزار پوربیوں کو سلہدی کے لڑکے کے ہمراہ کرکے تھالہ بھوپت پر بھیج دیا۔ سلہدی کے لڑکے نے جا کر جنگ کی۔ گجرات کی سپاہ نے انسانی طاقت سے کہیں زیادہ بہادری دکھائی۔ بہت سے راجپوت مارے گئے اور سلہدی کے لڑکے کا سر دوسرے راجپوتوں کے سروں کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں بھیج دیا گیا[۱]۔ جب سلہدی کو اپنے لڑکے کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی، تو اس کے ہوش جاتے رہے۔ سلطان بہادر سارے معاملہ سے آگاہ تھا۔ اس نے سلہدی کو برہان الملک کے سپرد کر دیا کہ وہ اس کو قلعہ مندو میں قید رکھے۔ اسی دوران میں خبر پہنچی کہ بھوپت ولد سلہدی، رانا کو چتور سے لے کر کمک لا رہا ہے۔ چونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ سلطان تنہا آیا ہے، لہذا رانا بہادرانہ انداز میں کوچ کرتا ہوا آ رہا ہے۔ سلطان نے کہا کہ اگرچہ تنہا آیا ہوں، لیکن قرآن کی رو سے ایک مسلمان دس کافروں کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اس خبر کو سن کر سلطان غضب ناک ہو گیا۔ اس نے فوراً برہان پور کے حاکم محمد خاں اور عماد الملک سلطانی کو ان کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ محمد خاں اور عماد الملک جب قصبہ سربر پہنچے، تو خبر آئی کہ رانا اور بھوپت قصبہ کھیرار[۲] پہنچ گئے ہیں۔ محمد خاں اور عماد الملک جنگ کے ارادہ سے فوج کو آراستہ کرکے روانہ ہوئے۔ جب کھیرار کے نزدیک [۲۲۳] پہنچے، تو پورن مل ولد سلہدی مع دو ہزار پوربیہ راجپوتوں کے وہاں ظاہر ہوا۔ محمد خاں جنگ کی طرف متوجہ ہوا۔ پورن مل بغیر لڑے ہوئے بھاگ گیا۔ چند پوربئے قید ہو گئے۔ محمد خاں اور عماد الملک نے عرضداشت بھیجی کہ پورن مل ولد سلہدی فرار ہو کر رانا کے پاس چلا گیا ہے۔ اور رانا قریب آ گیا ہے اگرچہ اس کی فوج بے اندازہ ہے، لیکن تائید الٰہی اور اقبال شاہی پر بھروسہ کرکے ہم اپنی کوششوں میں کمی نہیں کریں گے[۳]۔

۱۔ فرشتہ ۲/۲۲۰۔

۲۔ کھیرلہ (فرشتہ ۲/۲۲۱)۔

۳۔ فرشتہ ۲/۲۲۱۔

سلطان (بہادر) اس عرضی کے پہنچنے کے بعد اختیار خاں اور دوسرے امیروں کو محاصرہ پر چھوڑ کر خود دن رات یلغار کرتا ہوا مالوہ کے ستر کوس طے کرکے بجلی کی طرح کھیرار کے نواح میں پہنچ گیا ۔ محمد خاں کچھ فاصلہ پر استقبال کے لیے آیا اور سلطان کو اپنی منزل پر لے گیا ۔

رانا اور بھوپت کے جاسوس خبر لے گئے کہ رات سلطان بہادر لشکر میں آ گیا ہے اور اس کے پیچھے مور و ملخ کی طرح فوجیں مسلسل آ رہی ہیں ۔ رانا اس خبر کو سن کر ایک منزل پیچھے ہٹ گیا ۔ صبح کو سلطان بہادر کھیرار سے کوچ کرکے ایک منزل آگے بڑھا ۔ اس منزل پر دو راجپوت ایلچی کے طور پر معلومات کے لیے آئے اور رانا کا یہ پیغام لائے کہ رانا اس درگاہ کے ملازموں میں سے ہے ۔ ان حدود میں اس کے آنے کا یہ منشا تھا کہ سفارش کرکے سلہدی کی خطاؤں کی معافی چاہے ۔ سلطان نے کہا کہ اس وقت اس (رانا) کی فوج اور شوکت ہم سے زیادہ ہے ۔ اگر بغیر جنگ کیے ہوئے یہ عرضداشت کرتے ، تو ضرور تمھارا مطلوب حاصل ہو جاتا ۔ جب ان دونوں راجپوتوں نے جا کر یہ کہا کہ سلطان کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ، تو رانا اور بھوپت باوجود [۲۲۴] اس فوج اور شوکت کے تین چار منزلوں کو ایک منزل بنا کر فرار ہو گئے ۔ اس دوران میں خبر پہنچی کہ الغ خاں چھتیس ہزار سوار ، فیل خانہ اور توپ خانہ لے کر گجرات کے نزدیک پہنچ گیا ہے سلطان نے انتہائی شجاعت کی وجہ سے الغ خاں کے پہنچنے کی مطلق پروا نہ کی اور جو لشکر بھی اس کے پاس تھا ، اس سے ستر کوس تک تعاقب کیا ۔ رانا جب چتور میں داخل ہو گیا ، تو سلطان نے اس کو سزا دینے کا ارادہ آئندہ سال کے لیے ملتوی کر دیا ۔ (سلطان) رائے سین لوٹ آیا اور خود آ کر محاصرہ کو سخت کر دیا[۱] ۔

سنہ مذکور کے آخر ماہ رمضان (۹۳۸ھ/۱۵۳۲ء) میں جب لکھمن کمک سے مایوس ہو گیا اور اپنی موت کو آنکھوں سے دیکھنے لگا ، تو اس نے عجز و انکسار اختیار کیا اور عرضداشت بھیجی کہ اگر (سلطان)

۱- فرشتہ ۲/۲۱۱ ۔

سلہدی کو اپنے حضور میں طلب کر لیں اور اس کی خطا کو معاف کرکے اسے امان دے دی جائے ، تو بندہ قلعہ کو خالی کرکے حاضر ہوتا ہے ۔ سلطان نے بہت غور و خوض کے بعد طے کیا کہ اس حملہ سے یہ غرض ہے کہ مسلمان عورتیں کفر کی ذلت سے رہائی پائیں اور اگر التماس کنندہ (لکھمن) کی درخواست پوری نہیں ہوتی ہے ، تو یہ احتمال ہے کہ وہاں جوہر ہو اور وہ (مسلمان عورتیں) قتل کر دی جائیں ، لہذا لکھمن کی درخواست کو قبول کر لیا اور سلہدی کو مندو سے اپنے حضور میں طلب کر لیا ۔ برہان الملک سلہدی کو مندو سے لے کر حاضر خدمت ہوا ۔

سلہدی کے آنے کے بعد لکھمن خدمت میں حاضر ہوا اور امان کا فرمان لے کر قلعہ پر چلا گیا ۔ سلطان نے بھی قلعہ کی حفاظت کے لیے ایک فوج تعینات کر دی ۔ لکھمن نے راجپوتوں کے اہل و عیال کو قلعہ سے نکال لیا اور اپنے اور تاج خاں اور معتبر راجپوتوں کے متعلقین کو قلعہ میں چھوڑ کر یہ عرض کیا کہ تقریباً چار سو عورتیں ہیں کہ جو سلہدی سے تعلق رکھتی ہیں ۔ بھوپت کی ماں رانی [۲۲۵] درگاوتی یہ عرض کرتی ہے کہ سلہدی چونکہ (سلطان کے) بندگان خاص میں داخل ہو گیا ہے ، لہذا اگر وہ قلعہ میں آ کر اپنے اہل و عیال کو لے جائے ، تو ہم غیروں کے طعنوں سے محفوظ رہیں گے ۔ سلطان نے ملک علی شیر کو سلہدی کے ہمراہ قلعہ میں بھیجا ۔ جب سلہدی وہاں پہنچا ، تو لکھمن اور تاج خاں نے دریافت کیا کہ قلعہ رائسین اور علاقہ گونڈوانہ کے عوض میں سلطان کیا عنایت کریں گے ۔ سلہدی نے کہا کہ اس وقت قصبہ بڑودہ مع مضافات ہمارے متعلقین کے لیے مقرر ہوا ہے اور امید ہے کہ عنقریب سلطان اپنی عالی ہمتی سے ہم کو سرفراز کریں گے ۔

رانی درگاوتی ، لکھمن اور تاج خاں نے کہا کہ اگرچہ سلطان ہمارے حال پر مہربانی کرے گا ، لیکن عمریں گزر گئی ہیں کہ حقیقت میں اس ملک کی حکمرانی ہمیں حاصل رہی ہے اور اب آسمان نے پھر کھیل کھیلا ہے ۔ اس وقت ہم سب ایک جگہ ہیں ۔ مردانگی کا طریقہ تو یہ ہے کہ اپنے متعلقین کا جوہر کریں اور خود جنگ کرکے ختم ہو جائیں تا کہ دل میں کوئی آرزو باقی نہ رہے ۔ سلہدی ، رانی درگاوتی کی گفتگو سے بے اختیار ہو کر سرکشی و بغاوت پر آمادہ ہو گیا ۔ ملک علی شیر نے ہر چند

مشفقانہ نصیحتیں کیں ، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا ۔ اس نے ملک علی شیر کو جواب دیا کہ روزانہ ایک کروڑ پان اور کئی سیر کافور میری حرم سرا میں خرچ ہوتا ہے اور تین سو عورتیں روزانہ نئے کپڑے پہنتی ہیں ۔ اگر ہم اپنے اہل و عیال اور فرزندوں پر مر جائیں ، تو یہ بات ہمارے لیے باعث عزت و شرف ہے ۔ سلہدی نے جوہر کا آغاز کیا ۔ رانی درگاوتی ، اپنی دلہن (بیٹے کی بہو) کا ہاتھ پکڑ کر جو رانا سانگا کی لڑکی تھی ، مع دو بچوں کے جوہر (آگ) میں جا بیٹھی ۔ سات سو پری پیکر عورتیں جل گئیں ۔ سلہدی ، تاج خاں اور لکھمن کے ہمراہ ہتھیار [۲۰۶] لگا کر نکل آیا اور دکھنی پیادوں کے ساتھ کہ جو قلعہ پر آ گئے تھے ، لڑائی میں مشغول ہو گیا ۔ جب یہ خبر لشکر میں پہنچی ، تو گجرات کی سپاہ قلعہ پر آ کر حملہ آور ہوئی اور اس ناعاقبت اندیش گروہ کو واصل جہنم کیا ۔ سلطان بہادر کے لشکر کے صرف چار پیادے شہید ہوئے[۱] ۔

اسی زمانہ میں کالپی کا حاکم سلطان عالم ہمایوں بادشاہ کی فوجوں کے صدمات کی وجہ سے سلطان بہادر کی پناہ میں آیا ۔ سلطان بہادر نے قلعہ رائے سین ، چندیری اور بھیلسہ کی ولایت سلطان عالم کی جاگیر میں دے دی ۔ آسیر کے حاکم محمد خاں کو قلعہ کاکرون کو فتح کرنے کے لیے کہ جو سلطان محمود خلجی کے زمانہ میں رانا کے قبضہ میں آ گیا تھا ، تعینات کیا اور خود ہاتھیوں کے شکار میں مشغول ہوا ۔ بہت سے ہاتھی شکار کیے کوہ کالور کے سرکشوں کو سزا دے کر الغ خاں کے سپرد کر دیا ، اسلام آباد ، ہوشنگ آباد اور مالوہ کے تمام شہروں پر جو زمینداروں کے تصرف میں آ چکے تھے ، قابض ہو کر گجرات کے امیروں اور اپنے معتمد لوگوں کی جاگیر میں دے دیے ۔ اسیر کا حاکم محمد خاں کاکرون کی طرف متوجہ تھا ۔ سلطان بہادر بھی بذات خود نہایت تیزی کے ساتھ کاکرون کے نواح میں پہنچا ۔ رام نامی شخص جو رانا کی طرف سے کاکرون کا حاکم تھا ، قلعہ خالی کرکے بھاگ گیا ۔ سلطان بہادر چار روز تک اس قلعہ میں جشن و عیش میں مشغول رہا ۔ اپنے مقربین میں سے ہر ایک کو انعام و اکرام سے نوازا ۔ عماد الملک اور اختیار خاں کو جو بڑے امیروں میں سے

۱- فرشتہ ۲/۲۲۱ - ۲۲۲ ۔

تھے ، قلعہ مندسور کو فتح کرنے کے لیے بھیجا اور خود مندو چلا گیا ۔ مندسور کا حاکم جو رانا کا گماشتہ تھا ، قلعہ کو خالی کرکے بھاگ گیا ۔ ایک مہینہ میں قلعہ کاکرون اور قلعہ مندسور دونوں سلطان بہادر کے قبضہ میں آ گئے[1] ۔

[۲۲۰] وہ مندو سے جاپانیر کی طرف متوجہ ہوا ۔ وہاں خبر ملی کہ فرنگیوں نے بندر دیپ آ کر غلبہ حاصل کر لیا ہے ۔ سلطان دیپ کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب قریب پہنچا ، تو فرنگی فرار ہو گئے ۔ ایک ایسی بڑی توپ کہ ہندوستان میں اس کے برابر کی دوسری توپ نہ تھی ، ہاتھ آئی ۔ سلطان نے اس توپ کو جرثقیل کے ذریعہ سے جاپانیر پہنچوا دیا اور چتور کو فتح کرنے کے لیے دیپ سے کنبایت اور وہاں سے احمد آباد آیا ۔ مشائخ کرام اور اپنے بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوا ۔ لشکر جمع کیا اور دیپ اور گجرات کے توپ خانہ کے ساتھ چتور کی طرف چلا ۔ اس موقع پر محمد زماں مرزا ، ہمایوں بادشاہ کے پاس سے بھاگ کر اس کی پناہ میں آیا ۔ جب وہ چتور پہنچا ۔ تو اس نے رانا کا محاصرہ کر لیا اور تین مہینے تک یہ محاصرہ جاری رہا ۔ اکثر اوقات طرفین سے بہادر اور جنگ آزمودہ میدان میں آتے رہے اور داد شجاعت دیتے رہے ۔ بیشتر گجراتیوں کی فتح ہوتی تھی ۔ آخرکار رانا عاجز و مجبور ہو گیا ۔ اس نے بہت نذرانے دے ۔ تاج ، مرصع پٹکہ کہ جو سلطان محمود خلجی حاکم مالوہ سے حاصل کیا تھا ، چند گھوڑے ، ہاتھی اپنی جان کا فدیہ سمجھ کر پیش کیے اور سلطان (بہادر) کو گجرات واپس بھیج دیا[2] ۔

سلطان (بہادر) اس فتح ، محمد زماں کے آ جانے اور سلطان بہلول لودی کی اولاد کے اس کی خدمت میں جمع ہو جانے کی وجہ سے مغرور ہو گیا اور ان اسباب نے اس کو حضرت محمد ہمایوں بادشاہ سے جنگ کرنے پر آمادہ کر دیا ۔ اس ارادہ کو پورا کرنے کے لیے اس نے تاتار خاں بن سلطان علاء الدین بن سلطان بہلول کی جو شجاعت میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا ، تربیت کی ۔ قلعہ رنتھنبور کے حاکم برہان الملک کو تیس

۱- فرشتہ ۲/۲۲۲ -

۲- فرشتہ ۲/۲۲۲ -

کروڑ روپیہ دیا تاکہ اس کے مشورہ اور مدد سے تاتار خاں [۲۲۸] لشکر کا انتظام کرے ۔ چند دنوں میں تاتار خاں کے پاس چالیس ہزار سوار ہو گئے اور ہمایوں بادشاہ کی مملکت کے اطراف میں چھیڑ خانی شروع کر دی ۔ ۱۹۴۱ھ/۳۵-۱۵۳۴ء میں ہمایوں بادشاہ نے کئی خط سلطان بہادر کو بھیجے کہ اگر محمد زماں مرزا کو ہمارے حضور میں نہیں بھیجتے ہو، تو اپنی ولایت سے نکال دو ۔ اس نے نہایت غرور و تکبر کی وجہ سے جواب نہیں دیا ۔ اس کے علاوہ تاتار خاں مذکور نے آکر بیانہ پر قبضہ کر لیا ۔ ہمایوں بادشاہ نے ہندال مرزا کو اس کو دفع کرنے کے لیے روانہ کیا ۔ مرزا جب بیانہ کے قریب پہنچا، تو جو فوج اس (تاتار خاں) نے جمع کی تھی، منتشر ہو گئی اور دو ہزار سواروں سے زیادہ اس کے پاس نہ رہے ۔ شرمندگی و خجالت کی وجہ سے کہ وہ کثیر رقم بے وفا لشکر پر صرف کر چکا تھا، سلطان بہادر کی خدمت میں نہ جا سکا اور مدد کا خواہاں ہوا ۔ مجبوراً جنگ کے لیے آمادہ ہوا ۔ فریقین کا مقابلہ ہوا ۔ مرزا ہندال نے قلب لشکر پر حملہ کیا ۔ تین سو آدمی قتل ہوئے اور قلعہ بیانہ پر مرزا (ہندال) کا قبضہ ہو گیا[1] ۔

ہمایوں بادشاہ نے اس فتح کو نیک فال خیال کیا اور سلطان بہادر کے دفع کرنے کی طرف متوجہ ہوا ۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں سلطان بہادر پھر قلعہ چتور کی فتح کے لیے بہت سا لشکر اور قلعہ گیری کا اسباب لے کر روانہ ہوا ۔ جب اس کو قلعہ چتور کے قریب تاتار خاں کے قتل ہونے اور ہمایوں بادشاہ کے روانہ ہونے کی اطلاع ملی، تو وہ نہایت پریشان ہوا اور مشورہ کیا ۔ اکثر امیروں کی یہ رائے ہوئی کہ محاصرہ کو ترک کر کے جنگ کے لیے جانا چاہیے، لیکن صدر خاں[2] نے جو امراء میں سب سے زیادہ بزرگ تھا، عرض کی کہ ہم کافروں کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں ۔ [۲۲۹] اگر اس وقت مسلمانوں کا بادشاہ ہم سے جنگ کے لیے آتا ہے، تو گویا اس نے کافروں کی مدد و حمایت کی اور اس کا ذکر قیامت تک مسلمانوں میں ہوتا رہے گا ۔ قرین مصلحت یہ ہے کہ ہم محاصرہ کو نہ

۱- فرشتہ ۲/۲۲۲ ۔

۲- حیدر خاں (فرشتہ ۲/۲۲۲) ذکاء اللہ (گجرات)، ص ۱۲۶ ۔

چھوڑیں اور ظن غالب یہ ہے کہ وہ (ہمایوں) اس موقع پر ہمارے سروں پر نہیں آئیں گے - ہمایوں بادشاہ نے سارنگ پور میں نزول کیا - اس مشورہ کی (ہمایوں) کو خبر ہو گئی - اس نے چند روز تک وہاں قیام کیا - یہاں تک کہ سلطان بہادر نے ساباط تعمیر کرا کر قہر و غلبہ سے قلعہ چتور پر قبضہ کر لیا اور بہت سے راجپوت قتل ہوئے[۱] -

جب چتور کی فتح کی طرف سے اطمینان ہو گیا ، تو وہ ہمایوں بادشاہ سے جنگ کے لیے آمادہ ہوا - ہمایوں بادشاہ نے بھی کوچ کا طبل بجوا دیا اور مقابلہ کے لیے آگے بڑھا - قلعہ مندسور کے نواح میں دونوں فریقوں کا مقابلہ ہوا - ابھی خیمے نصیب نہیں ہوئے تھے کہ سید علی اور خراسان خاں جو سلطان بہادر کے ہراول تھے ، ہمایوں بادشاہ کی فوج (کی دہشت) سے بھاگ کر اپنی فوج میں آ ملے - گجراتی اس بات کو دیکھ کر دل شکستہ ہو گئے - سلطان بہادر نے امیروں اور فوج کے سرداروں سے طریقۂ جنگ کے متعلق مشورہ کیا - صدر خاں نے کہا کہ کل فوج کو یکبارگی حملہ کر دینا چاہیے - اس وجہ سے کہ ہمارے لشکریوں کی ہمتیں چتور کی فتح کی وجہ سے بڑھی ہوئی ہیں اور ابھی وہ مغلوں کی فوج کی شان و شوکت سے مرعوب نہیں ہوئے ہیں - رومی خاں نے جو سلطان بہادر کے توپ خانہ کا انچارج تھا ، عرض کیا کہ جو توپ خانہ اس سرکار میں ہے ، میں نہیں جانتا کہ قیصر روم کے سوا کسی اور کے پاس بھی ہو ، لہذا بہتر یہ ہے کہ لشکر کے چاروں طرف خندقیں کھدوائی جائیں اور روزانہ جنگ کی جائے - مغلوں کے لشکر سے شوخ جوان نکل کر ہمارے لشکر کے اطراف پر حملہ کریں گے اور (ہماری) توپ اور بندوق کی ضربوں سے مارے جائیں گے -

سلطان بہادر کو یہ رائے پسند آئی - لشکر کے چاروں طرف خندقیں کھدوائیں - اس دوران میں سلطان عالم کالپی وال جس کو (سلطان بہادر نے) رائے سین ، چندیری [۲۳۰] اور اس صوبہ کی جاگیریں دی تھیں ، مع فوج کے اس سے آ کر مل گیا - دو مہینے تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل رہے - مغلوں کی فوج نے (سلطان بہادر) کے لشکر پر چاروں طرف

۱- فرشتہ ۲/۲۲۲ - ۲۲۳ -

حملہ کیا اور غلہ کی آمدورفت کو بند کر دیا ۔ جب اس طرح چند روز گزر گئے ، تو گجراتیوں کے لشکر میں سخت قحط پڑ گیا[1] اور جو رسد موجود تھی وہ ختم ہو گئی ۔ مغلوں کے غلبہ کی وجہ سے کسی کی یہ ہمت نہ تھی کہ اپنے لشکر سے دور جا کر غلہ اور چارہ لا سکے ۔ سلطان بہادر نے جب یہ دیکھا کہ اب زیادہ ٹھہرنے سے گرفتار ہو جانے کا اندیشہ ہے ، تو رات کے وقت اپنے پانچ معتبر امیروں کے ساتھ جن میں سے ایک برہان پور کا حاکم اور دوسرا مالوہ کا حاکم ملو قادر خاں تھا ، اپنے خیمہ سے نکل کر مندو کی طرف چلا گیا ۔ جب لشکر کو سلطان بہادر کے فرار ہونے کی اطلاع ہوئی ، تو ہر ایک نے اپنا اپنا راستہ لیا ۔[2]

ہمایوں بادشاہ نے قلعہ مندو تک اس کا تعاقب کیا ۔ راستہ میں بہت سے آدمی مارے گئے ۔ سلطان بہادر مندو میں قلعہ بند ہوگیا ۔ کچھ عرصہ کے بعد ہارون بیگ قورچیں اور دوسرے مغل امراء مورچہ سے سات سو سیڑھیاں طے کر کے قلعہ میں داخل ہوگئے ۔ سلطان بہادر سو رہا تھا کہ شور و غل ہوا ۔ گجراتی مضطرب ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ سلطان بہادر پانچ چھ سواروں کے ہمراہ جاپانیر کی طرف چلا گیا ۔ صدر خاں اور رائے سین کے حاکم سلطان عالم نے قلعہ مونگر میں پناہ لی اور دو دن کے بعد امان طلب کر کے ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ صدر خاں شاہی ملازمین میں شامل ہوگیا ۔ چونکہ سلطان عالم سے ناشائستہ حرکت صادر ہوئی تھی ، لہذا ہمایوں بادشاہ کے حکم سے اس کی کونچیں کاٹ دی گئیں ۔

سلطان بہادر نے وہ خزانہ اور جواہرات جو جاپانیر میں تھے ، بندردیپ بھیج دیے اور وہ خود کنبایت [۲۳۱] چلا گیا ۔ جب ہمایوں بادشاہ اس کے تعاقب میں قلعہ جاپانیر پہنچا ، تو وہ وہاں سے نہایت تیزی کے ساتھ کنبایت چلا گیا اور کنبایت سے تازہ دم گھوڑے لے کر بندر دیپ کا رخ کیا[3] ۔ ہمایوں بادشاہ اسی روز کنبایت پہنچا جس دن (سلطان بہادر)

۱۔ فرشتہ ۲/۲۲۳ ۔
۲۔ فرشتہ ۲/۲۲۳ ۔
۳۔ فرشتہ ۲/۲۲۳ ۔

بندر دیپ گیا تھا ۔ ہمایوں نے کنبایت سے کوچ کر کے جاپانیر کا محاصرہ کر لیا ۔ قلعہ کا محافظ اختیار خاں گجراتی قلعہ داری میں مصروف ہوا ۔ ہمایوں بادشاہ نے تدابیر سے جن کا ذکر اس (ہمایوں) کے واقعات میں ہوا ہے ، قلعہ پر قبضہ کر لیا ۔ اختیار خاں نے فرار ہو کر قلعہ ارک میں کہ جس کو مولیا کہتے ہیں ، پناہ لی ۔ بالآخر امان طلب کر کے (ہمایوں) کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ چونکہ گجرات کے امراء کمالات و فضائل میں ممتاز تھے ، لہذا ہمایوں بادشاہ نے ان کو اپنی خاص مجلس کا ندیم بنا لیا اور سلاطین گجرات کے وہ خزانے جو زمانۂ دراز سے جمع ہوئے تھے ، (ہمایوں کے) قبضہ میں آئے اور لشکریوں میں روپیہ ڈھالوں سے تقسیم ہوا ۔ چونکہ ہمایوں کے لشکر کو بہت مال غنیمت ملا تھا ، لہذا اس سال ولایت (ملک) کے مال کے حصول کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوا[۱] ۔

۹۴۲ھ/۳۶-۱۵۳۵ء کے شروع میں باوجودیکہ ہمایوں بادشاہ جاپانیر میں قیام رکھتا تھا ، گجرات کے باشندوں کی عرضیاں متواتر سلطان بہادر کے پاس پہنچیں کہ اگر اپنے ملازمین میں سے کسی کو روپیہ وصول کرنے کے لیے مقرر کر دیں ، تو ہم لوگ شاہی مطالبات خزانہ میں داخل کر دیں ۔ سلطان بہادر نے اپنے غلام عماد الملک کو جو نہایت شجاع اور صاحب تدبیر تھا ، کثیر لشکر کے ساتھ مطالبات وصول کرنے کے لیے روانہ کیا ۔ عماد الملک نے فوج جمع کی ۔ جب وہ احمد آباد کے نواح میں پہنچا ، تو بقولے اس کے ساتھ پچاس ہزار آدمی تھے ۔ اس نے وہاں سے افسروں کو تحصیل وصول کرنے کے لیے اطراف و جوانب [۲۴۲] میں بھیج دیا[۲] ۔

جب یہ خبر ہمایوں بادشاہ کو ملی ، تو خزانہ کی حفاظت کے لیے تردی بیگ کو جو ایک بزرگ اور معتبر امیر تھا ، مقرر کیا اور خود احمد آباد روانہ ہو گیا ۔ مرزا عسکری کو یادگار ناصر مرزا اور ہندو بیگ

۱- فرشتہ ۲/۲۲۳ -

۲- فرشتہ ۲/۲۲۳ - ۲۲۴ -

کے ساتھ اپنے روانہ ہونے سے پہلے ایک منزل آگے بھیج دیا ۔ محمود آباد کے نواح میں جو احمد آباد سے بارہ کوس پر ہے مرزا عسکری کا عمادالملک سے سخت مقابلہ ہوا ۔ عماد الملک کو شکست ہوئی اور بہت گجراتی قتل ہوئے ۔

اس کے بعد ہمایوں بادشاہ نے احمد آباد کے نواح میں قیام کیا ۔ وہاں کی حکومت مرزا عسکری کے ، پٹن گجرات یادگار ناصر مرزا کو ، بھروچ قاسم حسین سلطان کو ، بڑودہ ہندو بیگ قوچین کو اور چاپانیر تردی بیگ خاں کے سپرد کیے ۔ بادشاہ خود برہان پور تشریف لے گیا ۔ وہاں سے مندو کا ارادہ کیا[1] ۔

اس دوران میں خان جہان شیرازی نے جو سلطان بہادر کا ایک امیر تھا ، فوج جمع کر کے نوساری پر قبضہ کر لیا ۔ رومی خان بندر سورت سے خان جہان کے پاس پہنچا اور بھروچ کی طرف متوجہ ہوا ۔ قاسم حسین سلطان مقابلہ کی تاب نہ لا کر تردی بیگ خاں کے پاس چاپانیر پہنچا ۔ تمام گجرات میں بدنظمی ہو گئی ۔ اس وقت غضنفر جو مرزا عسکری کا امیر تھا ، بھاگ کر سلطان بہادر کے پاس پہنچا اور اس کو احمد آباد آنے کی ترغیب دی ۔ اس اجمال کی تفصیل اپنے موقع پر بیان ہوئی ہے[2] ۔

تردی بیگ کے بعد تمام امراء احمد آباد میں جمع ہوئے ۔ سلطان بہادر نے گجرات کا قصد کیا ، عسکری مرزا ، یادگار ناصر مرزا اور تمام امراء نے آپس میں ایک دوسرے سے یہ مشورہ کیا [۲۳۳] کہ چونکہ سلطان بہادر سے مقابلہ کرنا مشکل ہے اور ہمایوں بادشاہ مندو میں مقیم ہے ، لہذا بہتر یہ ہے کہ چاپانیر کا خزانہ لے کر آگرہ روانہ ہو جائیں اور ان حدود پر قبضہ کر کے مرزا عسکری کے نام کا خطبہ پڑھوائیں ۔ وزارت ہندو بیگ کے سپرد کی جائے اور دوسرے مرزا (لوگ) جس جگہ کو پسند کریں ، اس پر قابض ہو جائیں ۔ اس مشورہ کے مطابق وہ گجرات کو کہ جسے اتنی محنت و مشقت سے حاصل کیا تھا ، یوں ہی

۱- فرشتہ ۲/۲۲۳ ۔
۲- فرشتہ ۲/۲۲۳ ۔

چھوڑ کر جاپانیر چل دیے ۔ تردی بیگ نے مرزاؤں اور امیروں کے اس فاسد ارادہ سے واقف ہو کر قلعہ بندی کی کوشش کی[1] ۔

(ان لوگوں نے) وہاں سے مالوہ کی طرف کوچ کیا اور بے عزتی سے سفر جاری رکھا ۔ سلطان بہادر نے جب گجرات کو خالی دیکھا ، تو اس نے تردی بیگ خان کے دفع کرنے کے ارادہ سے جاپانیر کا قصد کیا ۔ تردی بیگ جتنے بھی خزانے لے سکا اپنے ہمراہ لے کر آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا ۔ سلطان بہادر نے جاپانیر میں دس دن تک قیام کر کے ان اطراف کے انتظامات کیے ۔ چونکہ ہمایوں بادشاہ کے غلبہ کے زمانہ میں اپنی عاجزی و مجبوری کی وجہ سے وہ فرنگیوں سے مدد مانگ چکا تھا اور اس کو یقین تھا کہ وہ جماعت ضرور آئے گی اور چونکہ گجرات کے بندرگاہ خالی تھے ، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر فرنگیوں کا قبضہ ہو جائے ، لہذا وہ جاپانیر سے ولایت سورت اور جولا گڑھ کی طرف متوجہ ہوا تاکہ اگر وہ لوگ (فرنگی) آ جائیں ، تو جس طرح ممکن ہو سکے ، ان کو واپس کر دے ۔ چند روز تک ان حدود میں وہ سیر و شکار میں مشغول رہا کہ خبر پہنچی کہ پانچ چھ ہزار فرنگی کشتیوں میں آ گئے ۔ جب یہ لوگ بندر دیپ پہنچے اور سلطان بہادر کے غلبہ اور ہمایوں بادشاہ کے واپس ہو جانے کی خبریں سنیں ، تو اپنے آنے سے خود پشیمان و نادم ہوئے اور طے کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے بندر دیپ [۲۳۴] پر قبضہ کر لیں ۔ ان کے سردار نے برہنائے مصلحت مریض بن کر اپنی بیماری کی خبر اڑا دی جس کا مطلب یہ تھا کہ سلطان بہادر سے ملاقات نہ کرنی پڑے ۔ سلطان (بہادر) نے دوبارہ اس کے بلانے کے لیے آدمی بھیجا اور (نا اُمیدی) کا جواب سنا ۔ آخرکار اس خیال سے فرنگی اس کا لحاظ کرتے ہیں ، خود تھوڑے سے آدمیوں کے ہمراہ ان کی تسلی کے لیے کشتی میں سوار ہو کر روانہ ہوا ۔ فرنگیوں نے جب موقع پایا ، تو بغاوت کر دی ۔ سلطان نے اپنی فراست سے معاملہ کو سمجھ لیا اور چاہا کہ اپنی کشتی میں آ جائے ۔ اس اثناء میں جبکہ وہ فرنگیوں کی کشتی سے اپنی کشتی میں آ رہا تھا ، فرنگیوں نے اپنی کشتی ہٹا لی ، وہ اپنی کشتی میں نہ پہنچ سکا اور سمندر

۱- فرشتہ ۲/۲۲۴ ۔

میں گر گیا ۔ ایک غوطہ کھا کر اس نے سمندر سے سر نکالا تھا کہ فرنگیوں نے اسی دوران میں نیزہ مار کر اس کو غرق کر دیا ۔ گجرات کا لشکر فوراً احمد آباد کی طرف روانہ ہو گیا اور بندر (دیپ) فرنگیوں کے قبضہ میں آ گیا ۔ یہ واقعہ ماہ رمضان ۹۴۳ھ/۱۵۳۷ء میں[1] ہوا ۔ اس (سلطان بہادر) کی حکومت کی مدت گیارہ سال اور نو ماہ ہوئی[2] ۔

ذکر حکومت میراں محمد شاہ حاکم آسیر و برہان پور

جب سلطان بہادر کا انتقال ہو گیا ، تو اس کی والدہ مخدومۂ جہان اور وہ امراء کہ جو اس کے ہمراہ تھے ، دیپ (بندر) سے احمد آباد کی طرف متوجہ ہوئے ۔ اثنائے راہ میں خبر ملی کہ محمد زماں مرزا کہ جس کو سلطان بہادر نے ہنگامہ گردی کے زمانہ میں دہلی اور لاہور کی طرف روانہ کیا تھا تاکہ وہ ہندوستان میں بدنظمی پھیلائے اور مغل لشکر کی پریشانی کا سبب ہو ، لاہور کے اطراف سے واپس ہو کر احمد آباد آ گیا ۔ اس نے جیسے ہی سلطان بہادر کے شہید ہو جانے کی خبر سنی ، تو بہت گریہ زاری اور رنج و غم کیا ۔ (ماتمی) لباس تبدیل کیا اور اب ماتم پرسی کے [۲۳۵] لیے آ رہا ہے ۔ جب وہ لشکر میں آ گیا ، تو مخدومۂ جہان نے کہ جس قدر ان کا مقدور تھا ، سہانی کا اسباب مرزا کی خدمت میں بھیجا اور اس سے ماتم داری کا لباس تبدیل کرایا ، اس سعادت مند مرزا نے سلطان (بہادر) کی والدہ کی مزاج پرسی اور اس پر مہربانی اس طرح کی کہ کوچ کے وقت خزانہ پر ہاتھ صاف کیا اور سونے کے سات سو صندوق جیسا کہ مشہور ہے ، لے جا کر ایک گوشہ میں جا بیٹھا ۔ بارہ ہزار مغل اور ہندوستانی سوار اس کے پاس جمع ہو گئے ۔

گجرات کے امراء اس جدید فتنہ کو دیکھ کر مضطرب ہو گئے اور بادشاہ کے تقرر کے بارے میں مشورہ کرنے لگے ۔ چونکہ سلطان بہادر نے میراں محمد شاہ کے متعلق کہ جو اس کا بھانجا تھا ، ولی عہدی کا بارہا

۱- فرشتہ ۲/۲۲۴ ۔

۲- ذکاء اللہ (گجرات ، ص ۱۳۳) لکھتے ہیں کہ یہ ۳ رمضان ۹۴۳ھ کو ہوا مزید تفصیل کے لیے دیکھیے ذکاء اللہ ، ص ۱۳۳ تا ص ۱۳۸ ۔

اشارہ کیا تھا ، لہذا سب لوگ اس کی بادشاہی پر رضامند ہو گئے اور غائبانہ اس کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا ، امیروں نے عماد الملک کو کثیر لشکر کے ساتھ محمد زمان مرزا کے دفع کرنے کے لیے تعینات کیا ۔ محمد زمان نے جنگ کر کے شکست کھائی اور وہ ولایت سندھ میں چلا گیا ۔ میران محمد شاہ جس کو سلطان بہادر نے مغل لشکر کے تعاقب میں مالوہ تک بھیجا تھا ، خطبہ پڑھے جانے (بادشاہ ہونے) کے ڈیڑھ ماہ بعد اپنی طبعی موت سے مر گیا[1] ۔

ذکر سلطنت سلطان محمود شاہ بن لطیف خاں بن مظفر شاہ

جب میران محمد شاہ فاروق اس دار فانی سے ملک جاودانی کی طرف کوچ کر گیا ، تو سوائے محمود خان بن لطیف خان بن مظفر شاہ کے اس کا کوئی وارث نہیں رہا تھا ۔ وہ برہان پور میں سلطان بہادر کے حکم سے میران محمد شاہ کی قید میں تھا ۔ [۲۳۶] گجرات کے امراء نے اس کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا ۔ محمد شاہ کے لڑکے[2] نے اس کے بھیجنے میں حیلہ و حجت کی ۔ گجرات کے امیروں نے لشکر جمع کر کے برہان پور جانا طے کیا ۔ اس نے یہ بات معلوم کر کے محمود خاں کو گجرات بھیج دیا اور دسویں ذی الحجہ ۹۴۴ھ/۱۵۳۸ء کو محمود خاں کو گجرات کے تخت پر بٹھا دیا ۔ وہ سلطان محمود کے خطاب سے مشہور ہوا اور اختیار خاں گجراتی جو اس کے بلانے کے لیے برہان پور گیا تھا ، صاحب اختیار ہو گیا ۔ ملکی معاملات اس کے قبضے میں آ گئے[3] ۔

چند ماہ کے بعد ۹۴۵ھ/۳۹ - ۱۵۳۸ء میں امراء آپس میں ایک دوسرے سے اُلجھ گئے ۔ دریا خاں اور عمادالملک نے متفق ہو کر اختیار خاں کو قتل کر دیا اور عماد الملک کو امیرالامراء اور دریا خاں کو وزیر بنا دیا ۔ مذکورہ سال ۹۴۵ھ/۳۹ - ۱۵۳۸ء کے آخر میں عمادالملک اور دریا خاں میں بھی مخالفت ہو گئی ۔ دریا خاں ، سلطان محمود کو شکار

۱- ملاحظہ ہو فرشتہ ۲/۲۲۵ ، ذکاء اللہ ، ص ۱۳۹ ۔
۲- میران مبارک شاہ برادر میران محمد شاہ (فرشتہ ۲/۲۲۵) ذکاء اللہ ، ص ۱۳۵ ۔
۳- فرشتہ ۲/۲۲۵ ۔

کے بہانہ سے شہر سے باہر لے گیا اور جاپانیر کا رخ کیا ۔ عمادالملک کو یہ حال معلوم ہوا ، تو اس نے لشکر جمع کرنا شروع کر دیا ۔ اس نے عطا و بخشش کے ذریعہ بہت سا لشکر جمع کر لیا اور جاپانیر کی طرف روانہ ہوا ۔ دو تین منزلوں کے بعد اکثر گجراتی سپاہی جنھوں نے اس سے معقول رقمیں لی تھیں ، علیحدہ ہو کر سلطان (محمود) سے جا ملے ۔ عمادالملک مجبور ہو کر صلح پر رضامند ہوگیا اور یہ طے پایا کہ عمادالملک جھالاوار اور سورت کے بعض پرگنوں پر جو اس کی جاگیر میں ہیں ، چلا جائے اور سلطان دارالحکومت احمد آباد کو واپس ہو جائے[۱] ۔

۹۴۷ھ/۴۱ - ۱۵۴۰ء میں دریا خاں نے عمادالملک کی بیخ کنی کے ارادہ سے سلطان محمود کو آراستہ لشکر کے ساتھ ولایت سورت کی طرف متوجہ کر دیا ۔ [۲۳۷] عمادالملک بھی مقابلہ پر آگیا اور جنگ کے بعد فرار ہو کر آسیر و برہان پور کے حاکم میراں مبارک شاہ کے پاس جا کر پناہ لی ۔ سلطان محمود اس کے تعاقب میں آسیر و برہان پور گیا ۔ میراں مبارک شاہ عزت و حمیت کی وجہ سے اس کی مدد کے لیے آمادہ ہوا ۔ گجرات کے لشکر سے جنگ ہوئی اور اس (لشکرگجرات) نے شکست کھائی ۔ عمادالملک نے بھی وہاں سے فرار ہو کر مالوہ کے حاکم ملو قادر شاہ کے پاس پناہ لی ۔ میراں مبارک شاہ نے اکابر وقت کو درمیان میں ڈال کر صلح کی تحریک کی اور سلطان محمود سے ملاقات کی ۔ دریا خاں نے عمادالملک کے چلے جانے کے بعد قوت و اقتدار حاصل کر لیا ۔ تمام ملکی و مالی معاملات اپنے اختیار سے طے کرتا اور کسی دوسرے کو دخل نہیں دینے دیتا ۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ سلطان محمود صرف نمونہ بن کر رہ گیا ۔ وہ خود بادشاہی کرتا تھا ۔ یہاں تک کہ ایک رات کو سلطان ، چرجیو کبوتر باز کے ساتھ احمد آباد کے قلعہ ارک سے باہر نکلا اور عالم خاں لودی کے پاس کہ جو دولقہ و دلدوقہ کا جاگیردار تھا ، گیا[۲] ۔

عالم خاں نے سلطان کے آنے کو باعث اعزاز جانا ۔ اس نے اپنے

۱- فرشتہ ۲/۲۲۵ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۲۵ - ۲۲۶ ۔

لشکر کو جمع کیا ۔ چار ہزار سوار اس کے پاس جمع ہو گئے ۔ دریا خاں نے ایک مجہول النسب لڑکے کو حاصل کیا ، سلطان مظفر شاہ اس کا نام رکھا اور گجرات کے لشکر کو جمع کیا ۔ خطاب اور جاگیروں میں اضافہ کر کے امیروں کو اپنے موافق کر لیا اور دولقہ کی طرف گیا ۔ عالم خاں بھی مقابلہ پر آ گیا ، جنگ ہوئی ۔ پہلے ہی حملہ میں عالم خاں نے دریا خاں کے ہراول کو شکست دے کر اس کی اصل فوج پر حملہ کر دیا ۔ جرأت و مردانگی کی داد دی ۔ جب میدان جنگ سے نکلا ، تو پانچ سواروں سے زیادہ اس کے پاس نہ تھے اور سلطان محمود کو کہ جسے اپنی فوج کے ساتھ بنگاہ (سامان و اسباب فوج) میں مورچہ پر چھوڑا تھا ، جگہ پر نہ پایا ۔ وہ حیران و پریشان ہوا ۔ اس نے یہ سمجھا کہ چونکہ پہلے حملہ میں دریا خاں کے ہراول کے فوجی بھاگے اور احمد آباد گئے ہیں اور اس کی شکست کی خبر مشہور [۲۳۸] ہو گئی ہوگی ، لہذا اب شہر میں پہنچنا چاہیے ۔ وہ پانچ آدمیوں کے ہمراہ نہایت تیزی کے ساتھ شہر (احمد آباد) میں پہنچا اور شاہی محل میں جا کر فتح کا نعرہ لگایا ۔ باشندگانِ شہر نے جب عالم خاں کو دیکھا ، تو چونکہ بعض نے (دریا خاں کے) ہراول کے بھاگنے والوں کو تھوڑی دیر پہلے دیکھا تھا ، لہذا انھیں دریا خاں کی شکست کا یقین ہو گیا اور ایک جماعت اس (عالم خاں) کے پاس آئی ، اس نے حکم دیا اور ایک گھڑی میں دریا خاں کے گھر کو لوٹ لیا گیا ۔ شہر کے دروازوں کو بند کرا دیا اور تیز رفتار قاصد کو سلطان محمود کو بلانے کے لیے بھیجا ۔ دریا خاں جو فتح کر کے منزل پر قیام کیے ہوئے تھا ، (اس کے پاس) احمد آباد سے قاصد آئے اور اس کو حقیقت حال کی اطلاع دی ۔ دریا خاں احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا ۔ چونکہ امراء کے اہل و عیال شہر میں عالم خاں کے قبضہ میں تھے ، لہذا اکثر لوگ اس (دریا خاں) سے جدا ہو کر آ گئے ۔ اسی دوران میں سلطان محمود بھی آ گیا ۔ دریا خاں بھاگ کر برہان پور کی طرف گیا ۔ اب معاملہ اُلٹا ہو گیا ۔ دریا خاں برہان پور میں بھی نہ ٹھہر سکا ۔ وہ شیر خاں افغان کے پاس گیا اور اس سے مدد چاہی ۔ دریا خاں کے جانے کے بعد عالم خاں وزارت کے کام میں مشغول ہو گیا اور وہ بھی نہایت غرور کے ساتھ گرفت کو مضبوط کرنے لگا اور چاہتا تھا کہ دریا خاں کی طرح (سلطان محمود کے ساتھ) سلوک کرے ۔ سلطان محمود نے امراء کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اس

کی گرفتاری کا ارادہ کیا ۔ وہ بھی خبردار ہوگیا اور فرار ہوکر شیر خاں کے پاس چلا گیا ۔ جب سلطان محمود باغی امیروں کے فتنہ و فساد سے مطمئن ہوگیا ، تو اب اس نے ملک کے انتظام ، زراعت کی بڑھوتری اور سپاہ کی دلدہی کی کوشش کی اور تھوڑی سی مدت میں گجرات کی ولایت کو پھر اپنی اصلی حالت پر لے آیا ۔ [۲۳۹] اکابر ، اشراف اور نیک لوگوں کے ساتھ اس نے نہایت اچھا اور مستحسن سلوک کیا ۔ یہاں تک کہ ۹۶۱ھ/۱۵۵۴ء تک وہ بغیر کسی مخالفت و نزاع کے حکومت کرتا رہا[1] ۔

ماہ ربیع الاول سنہ مذکور (۹۶۱ھ/۱۵۵۴ء)[2] میں اس کے نوکروں میں سے ایک شخص برہان نے ، جسے لوگ نیک و صالح سمجھتے تھے اور اکثر اوقات اطاعت و عبادت میں مصروف رہتا تھا اور ہمیشہ شکار میں سلطان کا پیش نماز وہی ہوتا تھا ، سلطان کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ سلطان نے برہان مذکور کو کسی قصور کی وجہ سے دیوار میں چنوا کر ایک سوراخ سانس کے آنے جانے کے لیے باقی رکھا اور کچھ دیر کے بعد آزاد کر دیا ، کمبخت برہان یہ پرانا بغض اپنے دل میں رکھتا تھا ۔ اس نے صیادوں کی ایک جماعت کو کہ جو شیر کے شکار کرنے کا پیشہ رکھتے تھے ، اپنے ساتھ ملا لیا اور ایک کو امیر بنانے کا وعدہ کیا ۔ ایک رات کو جب سلطان شکارگاہ سے آ کر سویا ہوا تھا ، تو اس نے اپنے بھانجے دولت (نامی) کے ساتھ کہ جو سلطان کا قریبی خدمت گار تھا ، سلطان کے بالوں کو پلنگ کی پٹی سے مضبوط باندھ دیا اور اس کے گلے پر تلوار چلا دی ۔ وہ مظلوم (سلطان) اپنے دونوں ہاتھ تلوار کی دھار پر مارتا تھا ، چنانچہ ہاتھ بھی کٹ گئے اور قتل ہوگیا ۔ اس شیر کش جماعت کو اس نے ایک گوشہ میں چھپا دیا اور بڑے بڑے امیروں کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا اور گانے والوں کو حکم دیا کہ سلطان فرماتے ہیں کہ گھر کے باہر گانا شروع کر دو ، آدھی رات گزری تھی کہ خداوند خاں اور آصف خاں دونوں وزیروں کو بلایا اور خلوت میں لے جا کر قتل کر دیا ۔ اسی طرح بڑے بڑے بارہ امیر بلا کر قتل کر دیے ۔ جب اس کے آدمی اعتماد خاں کو

۱- فرشتہ ۲/۲۲۶ ۔

۲- فرشتہ (۲/۲۲۷) میں ۹۹۱ھ ہے جو غلط ہے ۔

بلانے کے لیے گئے تو اعتماد خاں نے کہا کہ سلطان مجھے اس وقت ہرگز نہیں بلائے گا ۔ میں اسی وقت سلطان کے پاس سے آیا ہوں اور اس نے آنے میں تاخیر کی ، برہان نے دوسرا آدمی اس کو بلانے کے لیے بھیجا ۔ اعتماد خاں کا وہم و شک اور بڑھ [۴۰۲] گیا اور وہ نہیں آیا[۱] ۔

جب افضل خاں کہ جو ایک معتبر امیر تھا اور برہان کی اس سے پہلے سے دوستی تھی ، آیا ، تو وہ اس کو خلوت میں لے گیا اور کہا کہ سلطان ، خداوند خاں اور آصف خاں سے رنجیدہ اور مجھے ان کا قائم مقام کرنا چاہتا ہے اور یہ خلعت وزارت تیرے لیے بھیجا ہے ۔ افضل خاں نے کہا کہ میں جب تک سلطان کو نہ دیکھ لوں اور اس سے ملاقات نہ کر لوں ، خلعت نہیں پہنوں گا ۔ برہان ، افضل خاں کو اس جگہ لے گیا جہاں شہید سلطان پڑا تھا ۔ اس نے کہا کہ میں نے سلطان ، وزیروں اور ہر بڑے امیر کا کام تمام کر دیا ہے ۔ اب تجھے اپنا وزیر بناتا ہوں اور تجھ کو اختیار دیتا ہوں ۔ افضل خاں نے گالیاں دینی شروع کیں اور شور مچایا اور اس ناپاک (برہان) کو بھی ختم کر دیا ۔ اس (افضل خاں) نے بجھول سپاہیوں اور بدمعاش آدمیوں کی اس جماعت کو جو اس رات موجود تھی ، ان میں سے ہر ایک کو خطاب دیا اور امارت کا امیدوار بنا دیا ۔ خزانہ پر قبضہ کر لیا ، لوگوں کو خوب دولت دی ، صبح تک دولت بانٹنے میں مشغول رہا ۔ صبح کو سر پر شاہی تاج رکھا اور دربار عام کیا ۔ جو شاہی ہاتھی موجود تھے ، ان کو اکٹھا کرایا ، سلطانی طویلہ کے گھوڑوں کو بدمعاش لوگوں میں تقسیم کیا اور اپنے غلبہ کا اظہار کیا ۔ جب صبح ہوئی ، تو سلطان کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی ۔ چنگیز خاں کا والد عمادالملک ، الغ خاں اور دوسرے امراء اکٹھے ہوئے اور اس بدبخت (افضل خاں) پر حملہ کیا اور وہ اس مصرع کے مطابق : ع

سلطنت گر ہمہ یک لحظہ بود مغتنم است

سر پر تاج رکھ کر اور بدمعاشوں کی ایک جماعت اور کچھ ہاتھیوں کو لے کر مقابلہ پر آ گیا ، مگر پہلے ہی حملہ میں گر پڑا اور شروان خاں کے ہاتھ سے قتل ہوا ۔ اسی (کی لاش) کے پیروں میں رسی باندھ کر تمام بازاروں

۱- فرشتہ ۲/۲۲۷ ۔

اور محلوں میں تشہیر کرایا ۔ [۱۴۲] سلطان محمود کی مدت حکومت اٹھار سال دو ماہ اور چند روز ہوئی[1] ۔

اتفاق سے دہلی کا حاکم (بادشاہ) اسلام خاں بن شیر خاں اور احمد نگر کا حاکم نظام الملک بحری بھی اسی سال اپنی طبعی موت سے مر گئے ۔ کسی شاعر نے ان کی تاریخِ وفات ان اشعار میں نظم کی ہے[2] :

ابیات

سہ خسرو را زوال آمد بیک سال
کہ ہند از عدل شاں دارالاماں بود
یکے محمود شاہ سلطانِ گجرات
کہ ہمچوں دولت خود نوجواں بود
دگر اسلام خاں سلطانِ دہلی
کہ اندر عہد خود صاحب قراں بود
سوم آمد نظام الملک بحری
کہ در ملک دکن خسرو نشاں بود
ز تاریخ وفات ایں سہ خسرو
چہ می پرسی "زوال خسرواں" بود
۹۶۱ھ

سلطان محمود نیک طینت اور پسندیدہ اطوار بادشاہ تھا ۔ وہ اکثر اوقات علماء و صلحا کی صحبت میں گزارتا تھا اور وہ اہم دلوں میں ، مثلاً حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن یا اپنے بزرگوں کی تاریخ وفات پر یا اور متبرک دلوں میں فقیروں اور مستحقین کو کھانا کھلایا کرتا تھا ۔ وہ اپنے ہاتھ میں طشت اور لوٹا لے کر لوگوں کے ہاتھ دھلواتا تھا ۔ سر صاف کپڑا یا جو کپڑا اس کے لباس کے لیے تجویز ہوتا ، پہلے اس (کپڑے) میں سے درویشوں اور فقیروں کے لباس اور پگڑیاں بنواتا اور اس کے بعد اس کے لیے لباس تیار ہوتا تھا ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۲۷ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۲۸ ۔

احمد آباد سے بارہ کوس پر اس نے ایک شہر آباد کیا اور اس کا نام محمود آباد رکھا ۔ احمد آباد سے وہاں تک دورویہ بازار بنوایا ۔ دریائے کھار کے کنارے پر آہو خانہ بنوایا ۔ سات کوس تک پختہ دیوار اور کنگرے بنوائے [۲۰۲] ۔ اس آہو خانہ میں کئی جگہ خوش نما عمارتیں بنوائیں اور آہو خانہ میں مختلف قسم کے جانور جمع کیے کہ توالد و تناسل کے ذریعہ ان کی بہت کثرت ہو گئی ۔ چونکہ وہ عورتوں کی صحبت کا بہت شوقین تھا ، لہذا اس نے بہت سی عورتیں جمع کر لی تھیں ۔ ہر وقت اپنی بیویوں کے ساتھ اس آہو خانہ میں شکار کرتا تھا اور چوگان کھیلتا تھا ۔ وہ درخت جو اس آہو خانہ میں تھے ، ان پر سبز و سرخ مخمل لپٹوا دی تھی ۔ چند عمدہ باغ لگوائے جن کی باغبانی پر حسین عورتیں مقرر تھیں ۔

جب اس کی کوئی بیوی حاملہ ہوتی تھی ، تو اس کے حمل کو ساقط کرا دیتا تھا اور کسی کے بچہ نہیں ہونے دیتا تھا ۔ اعتماد خاں کو اپنے جملہ کاموں میں ہم راز بنا لیا تھا ۔ وہ (اعتماد خاں) عورتوں کی آرائش اور سنگھار کرتا تھا ۔ اس نے بہ نظر احتیاط کافور کھا کر اپنی قوتِ مردمی کو ختم کر دیا تھا ۔ اس کتاب کے مؤلف (نظام الدین احمد) نے اس آہو خانہ اور عمارتوں کی بارہا سیر کی ہے ۔

گجرات کے شہروں میں عورتوں کا مزارات پر جانا اور اس بہانہ سے اس گروہ (عورتوں) کے جمع ہونے کا بڑا رواج ہو گیا تھا اور فسق و فجور ، رسم و عادت بن چکا تھا اور اس کو برا نہیں سمجھا جاتا تھا ۔ سلطان محمود نے عورتوں کو اس طرح جمع ہونے اور (ان کے) لوگوں کے گھروں میں دن رات آنے جانے کی ممانعت کی ۔ وہ لوگوں کو رقم دیتا تھا اور عورتوں کو بلانے کے لیے بھیجتا تھا ، جب وہ لاتے تھے ، تو ان کو سزا دیتا تھا ۔ اس طرح اس نے بہترین طریقہ سے اس بات (حرام کاری) کو بند کر دیا[1] ۔

۱۔ فرشتہ ۲/۲۲۸ ۔

ذکر سلطان احمد

جب سلطان محمود شہید ہو گیا اور اس کے کوئی لڑکا نہیں تھا، تو فتنہ و فساد کی آگ کو فرو کرنے کی وجہ سے اعتماد خاں ایک کم سن لڑکے رضی الملک کو لایا جو احمد آباد کے بانی سلطان احمد کی اولاد میں بتایا جاتا تھا۔ میراں سید مبارک بخاری اور دوسرے امیروں کے مشورہ سے کہ جو برہان نمک حرام کی تلوار سے [۲۴۲] بچ گئے تھے، اسے تخت سلطنت پر بٹھایا اور سلطان احمد شاہ کا خطاب دیا۔ امراء کو تسلی دی اور ان کو ان کی جاگیروں پر برقرار رکھا۔ اعتماد خاں نے سلطنت کے معاملات کلیتاً اپنے اختیار میں لے لیے اور اس کے لیے سوائے نام کے کچھ نہ چھوڑا۔ خود بااختیار ہو گیا۔ وہ اس کو گھر میں رکھتا تھا[1]۔

جب پانچ سال اسی طرح گزر گئے، تو سلطان احمد اس حالت کو برداشت نہ کر سکا۔ وہ احمد آباد سے نکل کر سید مبارک بخاری کے پاس محمود آباد چلا گیا کہ جو ایک بڑا امیر تھا۔ موسیٰ خاں فولادی، سادات خاں، عالم خاں لودی اور دوسرے لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے شیخ یوسف جو مالوہ کے امیروں میں سے تھا اور سلاطین گجرات کے امیروں میں بھی شمولیت رکھتا تھا، اس کے پاس پہنچ گیا۔ سلطان احمد نے اس کو اعظم ہمایوں کا خطاب دیا۔ اعتماد خاں، چنگیز خاں کے باپ عماد الملک، الغ خاں، جھجار خاں حبشی، اختیار الملک اور گجرات کے دوسرے امیر توپ خانہ لے کر سید مبارک کے سر پر پہنچ گئے۔ اعتماد کی بہ نسبت سید مبارک کے پاس فوج کم تھی، معرکہ کار زار گرم ہوا۔ جب جنگ شروع ہوئی، تو توپ کی ضرب سید مبارک تک پہنچی اور اس کا کام تمام ہو گیا۔ سلطان احمد کو شکست ہوئی۔ سلطان احمد چند روز تک صحرا اور جنگل میں مارا مارا پھرتا رہا اور پھر اعتماد خاں سے آ کر ملا۔ اعتماد خاں اس کو گھر میں رکھتا تھا اور کسی کو اس کے پاس جانے نہیں دیتا تھا۔ جب اعتماد خاں کا غلبہ اور بڑھ گیا، تو عماد الملک، تاتار خان غوری کے ہمراہ پوری قوت کے ساتھ اعتماد خاں کے گھر پر آیا، توپیں لگا دیں اور گھر کو ڈھانے کا ارادہ کیا۔ اعتماد خاں مقابلہ کی تاب

۱- فرشتہ ۲/۲۲۸ -

لہ لا کر بال کی طرف [۴۴۲] بھاگ گیا جو جاپانیر کے لواح میں ہے۔ ہر طرف فوج جمع کی ۔ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر عماد الملک اور اس کے درمیان صلح کرا دی ۔ اس طرح کہ ولایت بھروچ ، جاپانیر ، نادوت اور دریائے مہندری و نربدہ کے درمیانی پرگنے عماد الملک کی جاگیر قرار پائے[1] ۔

اعتماد خاں نے آ کر وکالت کے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور سلطان احمد کی حفاظت میں کوشش کرنے لگا ۔ ایک ہزار اور پانچ سو سوار سلطان احمد کی خاصہ کی جاگیر علیحدہ کر دیے ۔ ایک جماعت اس کے پاس آ گئی ۔ باوجودیکہ اعتماد خاں لوگوں کو اس سے ملنے نہیں دیتا تھا ، لیکن ایک گروہ اس کے پاس جمع ہو گیا اور اس کو کسی قدر شوکت حاصل ہو گئی ۔ اس نے اعتماد خاں کے دفع کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے راز داروں سے اعتماد خاں کے قتل کا مشورہ کیا ۔ وہ کبھی کبھی کم عمری کی بنا پر کیلے کے درخت پر تلوار مارتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے اعتماد خاں کے دو ٹکڑے کر دیے ۔ جب اعتماد خاں حقیقت حال سے آگاہ ہوا ، تو اس نے پیش دستی کی اور ایک رات کو اسے قتل کر دیا اور اس کی لاش قلعہ کی دیوار پر سے وجیہہ الملک کے مکان کے سامنے دریا کی طرف پھینک کر لوگوں میں مشہور کر دیا کہ سلطان احمد رات کسی عورت کی وجہ سے وجیہہ الملک کے گھر گیا تھا کہ نادانستہ (کسی نے) اس کو قتل کر دیا ۔ اس کا زمانۂ حکومت آٹھ سال رہا[2] ۔

ذکر سلطنت مظفر بن سلطان محمود بن لطیف خاں

۹۲۷ھ[3] کے آخر میں اعتماد خاں نے ایک بچہ کو جس کا نام نتو تھا ، گجرات کے امیروں کی مجلس میں لا کر قسم کھائی کہ یہ بچہ سلطان محمود

۱- فرشتہ ۲/۲۲۸ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۲۸ - ۲۲۹ ۔

۳- فرشتہ (۲/۲۲۹) میں ۹۶۹ھ/۱۵۶۱ء ہے اور وہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ سلطان احمد کی مدت حکومت آٹھ سال بتائی ہے اس طرح ۹۶۹ھ/۱۵۶۱ء ہوتے ہیں ۔

کا لڑکا [۲۴۵] ہے اور کہا کہ اس بچہ کی ماں حرم خاص کی لونڈی تھی جب وہ حاملہ ہوئی ، تو سلطان نے (اسے) میرے سپرد کر دیا کہ اس کا حمل ساقط کراؤں ، لیکن اس کے حمل کو پانچ مہینے گزر گئے تھے ، لہذا (اس کو اپنے) گھر میں چھپا لیا اور آج تک اس کی پرورش کی ہے ۔ چونکہ گجرات کا تخت خالی تھا ، اس لیے سید میراں ولد سید مبارک گجراتی نے اکابر و امراء کی مجلس میں سلطنت کا تاج لے کر اس لڑکے کے سر پر رکھ دیا اور مظفر شاہ کا لقب دے کر سلطنت کی تہنیت و مبارک باد دی ۔

وزارت کا عہدہ اعتماد خاں کے سپرد ہوا اور اس کو مسند عالی کا خطاب دیا ۔ بڑے بڑے امیروں نے جب اپنی جاگیروں میں استقلال پایا ، تو وہ دوسروں کو دخل نہیں دینے دیتے تھے ۔ ولایت پٹن گجرات پرگنہ کری تک موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی کے قبضہ میں آئی ۔ رادھن پور ، ترواڑہ ، تھراد ، موجپور اور چند دوسرے پرگنے فتح خاں بلوچ کے قبضہ میں آئے ۔ سابرمتی اور مہندری کے درمیانی پرگنوں پر اعتماد خاں قابض ہوا ۔ کچھ حصہ دوسرے گجراتیوں میں تقسیم کر دیا ۔ بندر سورت ، نادوت ، جاپانیر چنگیز خاں بن عماد الملک سلطانی کے قبضے میں رہے ۔ رستم خاں جو چنگیز خاں کا بہنوئی تھا ، بھروچ کا حاکم ہوا ۔ دولقہ و دلدوقہ سید میراں ولد سید مبارک بخاری کی جاگیر میں مقرر ہوئے ۔ قلعہ جوناگڑھ اور سورت پر امین خاں غوری نے قبضہ کر لیا اور گجرات کے امیروں کے نفاق کی وجہ سے علیحدہ ہو گیا[1] ۔

[۲۴۶] اعتماد خاں ، مظفر ننو کو شاہی محلوں میں محبوس رکھتا تھا دربار کے دن اس کے لیے مسند بچھائی جاتی تھی اور وہ (مظفر ننو) اس مسند پر اجلاس کرتا تھا ۔ (اعتماد خاں) خود اس کے پس پشت بیٹھتا تھا ۔ امراء اس کے سلام کے لیے حاضر ہوتے تھے ۔ چند روز اس طرح گزرے ۔ چنگیز خاں اور شیر خاں فولادی مبارک باد کے لیے احمد آباد میں آئے ۔ ایک سال اسی طرح گزر گیا ۔ فتح خاں بلوچ کہ پرگنہ تھراد ، ترواڑہ ، رادھن پور مور وار اور کاکریخ اس کی جاگیر میں تھے ، قرب کی وجہ سے فولادیوں سے عداوت رکھتا تھا ۔ فولادی موقع پا کر اس کے

۱- فرشتہ ۲/۲۲۹ ۔

سر پر پہنچ گئے ۔ اس نے جنگ کی اور شکست کھائی ۔ پھر اعتماد خاں کے پاس پہنچ کر فریاد کی ۔ اعتماد خاں کو اس بات سے غصہ آ گیا ۔ وہ لشکر جمع کر کے نہایت قوت و شوکت کے ساتھ فولادیوں پر حملہ آور ہوا ۔ فولادی قلعہ پتن میں قلعہ بند ہو گئے اور عجز و انکسار کا اظہار کرنے لگے ۔ اعتماد خاں نے قبول نہیں کیا اور محاصرہ میں کوشش کی ۔ جب فولادی افغانوں کی حالت نازک ہوئی ، تو ان کے جوان اور بچے موسیٰ خاں اور شیر خاں کے پاس آ کر کہنے لگے کہ جب ہمارے عجز و انکسار کو قبول نہیں کیا جاتا ، تو ہمارے لیے جنگ کرنے اور جان دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے ۔ تقریباً پانچ سو آدمی ایک بارگی قلعہ سے نکلے موسیٰ خاں اور شیر خاں بھی اپنے آدمیوں کو لے کر جن کی تعداد تین ہزار سوار سے زیادہ نہ تھی ، آئے ۔ اعتماد خاں [۲۴۷] نے گجرات کے لشکر کو کہ تیس ہزار سے زیادہ تھا ، صف آرا کیا ۔ فولادیوں نے اعتماد خاں کی فوج خاصہ پر حملہ کیا اور قدم اکھاڑ دے ۔ سلیم خاں بن شیر خاں کے غلام حاجی خاں نے جو اعتماد خاں کی فوج میں ممتاز تھا ، جنگ نہیں کی اور طرح دے گیا[1] ۔

اعتماد خاں شکست کھا کر احمد آباد گیا اور حاجی خاں کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا ۔ حاجی خاں کو اطلاع مل گئی اور وہ بھاگ کر فولادیوں کے پاس چلا گیا ۔ فولادیوں نے اعتماد خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ چونکہ پرگنہ کری کا آدھا حصہ حاجی خاں کی جاگیر میں تھا اور حاجی خاں ہمارے پاس آیا ہے ، لہذا اس کے حصہ کو بحال کر دیا جائے ۔ اعتماد خاں نے یہ بات قبول نہیں کی اور کہا کہ وہ ہمارا نوکر تھا ۔ جب وہ فرار ہو گیا ، تو اس کو جاگیر کس طرح دی جا سکتی ہے ۔ موسیٰ خاں اور شیر خاں فوج جمع کر کے حاجی خاں کی جاگیر پر گئے اور قصبہ جوتھانہ[2] میں مقیم ہو گئے ۔ اعتماد خاں بھی لشکر جمع کر کے مقابلہ پر آ گیا ۔ چار مہینے تک مقابلہ ہوتا رہا ۔ آخرکار جنگ کی نوبت پہنچی ۔ اعتماد خاں شکست کھا کر چنگیز خاں کے پاس بھروچ پہنچا اور اس کو

۱- فرشتہ ۲/۲۲۹ ۔

۲- چوتھانہ (فرشتہ ۲/۲۲۹) ۔

اپنی مدد و کمک کے لیے لایا۔ جوتھانہ کے نواح میں پھر مقابلہ ہوا۔ بہت گفتگو کے بعد صلح ہوئی۔ حاجی خاں کی جاگیر بحال ہوئی۔ پھر واپس آیا اور احمد آباد میں قیام کیا۔

جب چنگیز خاں اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا، تو اس نے غلبہ حاصل کر لیا۔ لوگوں میں شہرت ہو گئی کہ چنگیز خاں کا ارادہ اطاعت کرنے کا نہیں ہے۔ اسی دوران میں چنگیز خاں نے اعتماد خاں کو پیغام بھیجا کہ میں اس درگاہ کا خانہ زاد ہوں اور حرم کے تمام معاملات سے واقف ہوں۔ آج تک ہمیں یقین تھا کہ سلطان محمود شاہ شہید کے کوئی لڑکا نہیں ہے، مگر اب تم نے ایک لڑکے کو سلطان محمود کا بیٹا کہنا شروع کر دیا ہے اور اپنا کام پورا کر رہے ہو۔ اس کے کیا معنی ہیں کہ تم خود مجلس میں [۲۴۸] بیٹھے ہو اور تمھارے آدمی اس لڑکے کی نگرانی کرتے ہیں۔ جب تک کہ تم نہ آؤ، کوئی شخص سلام کے لیے نہیں جاتا ہے۔ اگر حقیقت میں یہ سلطان محمود کا لڑکا ہے، تو تم بھی تمام امیروں اور خاصہ خیلوں کی طرح خدمت کرو اور جس طرح دوسرے امراء دربار میں بیٹھتے ہیں، تم بھی اجازت لے کر بیٹھو۔ اعتماد خاں نے جواب دیا کہ میں نے تخت نشینی کے دن شہر کے بزرگوں اور امیروں کے سامنے قسم کھائی ہے کہ یہ بچہ سلطان محمود کا بیٹا ہے اور بزرگوں نے میری بات پر بھروسہ کرکے اس کے سر پر سلطنت کا تاج رکھا ہے اور بیعت کی ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ میں کیوں دربار میں اس طرح بیٹھا ہوں، تو سب کو معلوم ہے کہ سلطان محمود کے حضور میں بھی میرا کیا مرتبہ تھا۔ تو اس زمانہ میں بچہ تھا۔ اگر تیرا باپ عماد الملک سلطانی زندہ ہوتا تو میری اس بات کی تصدیق کرتا۔ یہ بادشاہ کہ جس سے سلطنت کے تخت کی زیب و زینت ہے، تیرا ولی نعمت (آقا) اور ولی نعمت زادہ (آقا زادہ) ہے۔ خیریت اسی میں ہے کہ اس کی اطاعت سے منحرف نہ ہونا اور جس طرح تیرا باپ اس کے باپ کی خدمت کرتا تھا، تو بھی اس کی خدمت کرتا کہ تجھے تیری مراد کا پھل ملے[1]۔

۱۔ فرشتہ ۲/۲۲۹۔

شیر خاں فولادی نے اس سوال و جواب کے بعد ایک خط چنگیز خاں کو لکھا جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے :

''چند روز تک صبر کے دامن کو پکڑے رہو ، دلدہی کے طریقہ کو مت چھوڑو اور بغیر کسی وجہ کے مسند عالی سے مخالفت کا اظہار مت کرو'' ۔

چند روز کے بعد چنگیز خاں کے دل میں قصبہ بروودرہ کا لالچ پیدا ہوا ۔ اس نے پیغام بھیجا کہ بہت آدمی (سپاہی) میرے گرد جمع ہو گئے ہیں اور مختصر سی ولایت کہ جو میرے قبضہ میں ہے ، اس جماعت کے لیے کفایت نہیں کرتی ہے ۔ چونکہ معاملات حل و عقد مسند عالی کے اختیار میں ہیں ، لہذا وہ اس معاملہ پر غور کریں ۔ اعتماد خاں نے چاہا کہ اس کو برہان پور کے حکام سے [۲۳۹] بھڑا دیں ۔ تا کہ برہان پور کے خیال سے اس طرف کا ارادہ نہ کرے ۔ اس نے جواب لکھ کر بھیجا کہ قصبہ ندربار ہمیشہ سے گجرات کے قبضہ میں رہا ہے ۔ جس کے زمانہ میں سلطان شہید محمود شاہ ، قصبہ ساول میں میران مبارک شاہ کے ساتھ تھا ، تو اس نے میرا مبارک شاہ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر حق تعالیٰ نے گجرات کی سلطنت مجھ کو دلوا دی ، تو میں ندربار تجھے العام میں دے دوں گا ۔ جب سلطان شہید تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوا ، تو اس وعدہ کو پورا کرنے کے لیے جو بزرگوں پر فرض عین ہے ، اس نے قصبہ ندربار کو میران مبارک شاہ کو دے دیا ۔ اب سلطان (محمود) شہید ہو چکا ہے اور میران مبارک شاہ کا بھی انتقال ہو گیا ہے ، لہذا مصلحت یہی ہے کہ تم اپنی فوج لے کر قصبہ ندربار پر اپنے اضافہ آمدنی کے لیے قبضہ کر لو اور ان کے معاملہ میں وقت گزرنے پر کوئی تدبیر کر دی جائے گی[1] ۔

چنگیز خاں دھوکا کھا کر لشکر کے انتظام میں مشغول ہوا ۔ چند روز کے بعد آراستہ و مستعد لشکر لے کر بھروچ سے ندربار کی طرف گیا ۔ متواتر کوچ کرکے اندربار پر قبضہ کر لیا[2] اور غرور و تکبر کی وجہ سے

۱- فرشتہ ۲/۲۳۰ ۔

۲- فرشتہ نے اس واقعہ کی سنہ ۹۷۴ھ/۶۷ - ۱۵۶۶ء لکھی ہے ۔

قدم آگے بڑھایا اور قلعہ تھانیسر[1] کے حدود میں جا پہنچا ۔ اتفاق سے اسی اثناء میں خبر آئی کہ محمد شاہ ولد میراں مبارک شاہ ، تفال خاں اور راجا ماہور کے ساتھ جنگ کے [۲۵۰] لیے آ رہا ہے ۔ چنگیز خاں نے ناہموار زمین پر اپنے لشکر کا قیام کرایا اور جس طرف زمین ہموار تھی وہاں اپنی بیل گاڑیوں کو زنجیروں سے مضبوطی کے ساتھ جکڑوا دیا ۔ محمد شاہ اور تفال خاں نے مقابلہ پر صف آرائی کی اور سورج کے غروب ہونے تک کھڑے رہے ۔ جب چنگیز خاں مقابلہ کے لیے نہ نکلا ، تو وہیں منزل کر دی ۔ چنگیز خاں یا تو اس درجہ متکبر و مغرور تھا یا اس قدر مرعوب ہوا کہ اپنے تمام لشکر کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا اور بھروچ پہنچا ۔ محمد شاہ کے ہاتھ کثرت سے مال غنیمت آیا ۔ اس نے ندربار تک تعاقب کیا اور ندربار پر پھر قبضہ کر لیا[2] ۔

چنگیز خاں شکست کھا کر قلعہ بھروچ میں آیا اور اپنے لشکر کی تنظیم و تنسیق میں مشغول ہوا ۔ ابراہیم حسین مرزا شاہ اور مرزا اولاد محمد سلطان مرزا کے آ جانے سے اس کی قوت بڑھ گئی اور اپنے پرانے ارادے یعنی اعتماد خاں کو سزا دینے کا خیال اس کے دل میں از سر نو پیدا ہوا اور اس ارادہ کی تکمیل کے لیے اس نے لشکر کی تیاری کی ۔ وہ احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا اور بغیر جنگ کیے قصبہ برودرہ پر قابض ہو گیا ۔ جب محمود آباد پہنچا ، تو اعتماد خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ تمام دنیا اور دنیا والوں پر یہ بات ظاہر ہے کہ تھانیسر کی شکست کا اصلی سبب تیرا نفاق ہے ، اس لیے کہ اگر تو مدد کے لیے خود آ جاتا یا فوج بھیج دیتا ، تو فرار ہونے کی مطلق ضرورت پیش نہ آتی ۔ اس وقت میں احمد آباد اس لیے جا رہا ہوں کہ (بادشاہ کے) حضور میں پہنچ کر سلطنت کی مبارک باد دوں ۔ اگر تو شہر میں ہوا ، تو مخالفت و نزاع ضرور ہوگی ۔ بہتر یہ ہے کہ تو شہر سے باہر چلا جا [۲۵۱] اور (دوسرے) تمام امیروں کی طرح اپنی جاگیر میں جا کر قیام کر تاکہ سلطان کا ہاتھ مضبوط ہو اور وہ اپنی موروثی سلطنت میں جس طرح چاہے عمل دخل کرے[3] ۔

۱- تھانیسر (فرشتہ ۲/۲۳۰) ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۳۰ ۔

۳- فرشتہ ۲/۲۳۰ ۔

اعتماد خاں نے پیغام کے پہنچنے سے پہلے ہی لشکر کا انتظام شروع کر دیا ۔ جب یہ پیغام پہنچا اور اسے معلوم ہوا کہ کیا غرض ہے ، تو وہ مظفر کے سر پر چتر سجا کر ، بخاری سادات ، اختیار الملک ، ملک‌شرق الغ خاں ، جھجار خاں اور سیف الملک کے ہمراہ شہر سے نکلا اور قصبہ بٹوہ کے نواح میں آیا ۔ دوسرے روز وہاں سے کوچ کیا اور کھارندی کے کنارے موضع کاوری میں جو احمد آباد سے چھ کوس پر ہے ، قیام کیا ۔ دوسرے روز صبح کے وقت چنگیز خاں نے محمود آباد سے صفیں آراستہ کرکے میدان جنگ کا رخ کیا ۔ جب دوپہر کے وقت موضع کاوری پہنچا ، تو اعتماد خاں نے مظفر کو سوار کیا اور اس کے سر پر چتر لگا کر میدان کا رخ کیا ۔ سادات ، گجراتی امراء اور حبشی جماعت کے سرداروں نے جا بجا قرار پکڑا ۔ جب صفیں مقابل ہوئیں اور اعتماد خاں کی خوف زدہ نظر چنگیز خاں کے لشکر پر پڑی ، تو چونکہ پہلے سے اس نے مرزاؤں کی شجاعت و مردانگی کی مسلسل داستانیں سنی تھیں ، لہذا اس نے چنگیزخاں کے لشکر کے ہر بہادر و دلاور کو اپنا ملک الموت سمجھا اور بغیر تلوار لگائے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا اور بغیر احمد آباد پہنچے ڈونگر پور کو چلا گیا ۔ دوسرے امیروں نے بھی اعتماد خاں کو صد آفریں کہہ کر راہ فرار اختیار کی ۔ سادات دولقہ اور اختیار الملک محمود آباد گئے اور الغ خاں ، جھجار خاں اور دوسرے لشکری مظفر کو ساتھ لے کر احمد آباد روانہ ہو گئے ۔

چنگیز خاں اس فتح کو دیکھ کر جو اسے اللہ کی مہربانی سے حاصل ہوئی تھی ، خوب خوش ہوا اور اس نے تبوہ میں قیام کیا ۔ دوسرے روز صبح کو الغ خاں ، جھجار خاں اور دوسرے حبشی سلطان مظفر اور اس کے خدمت گاروں کو لے کر [۲۵۲] کالو پور کے دروازہ سے نکلے اور بیر پور اور محمود آباد کی طرف روانہ ہوئے ۔ مظفر کے نکلنے کے ساتھ ہی چنگیز خاں احمد آباد آیا اور اس نے اعتماد خاں کے مکان میں قیام کیا ۔ شیر خاں فولادی نے جب قصبہ کری کے نواح میں یہ خبر سنی ، تو چنگیز خاں کو پیغام بھیجا کہ یہ ساری ولایت اعتماد خاں کو سلطان کے مصارف کے لیے چھوڑ دی گئی تھی ۔ اب وہ اس پر تنہا قابض ہو گیا ۔ یہ بات مردانگی اور مروت کے خلاف ہے ۔ وہ خود بھی ایک بڑی فوج

کے ساتھ احمد آباد روانہ ہوا - جب چنگیز خاں نے دیکھا کہ اس وقت شیر خاں سے جھگڑا کرنا مناسب نہیں ہے ، تو یہ طے کر دیا کہ دریائے سابرمتی کے اس جانب کا علاقہ تمھارا ہے - اسی سبب سے احمد آباد کے بعض دیہات ، مثلاً عثمان پور ، خان پور اور کالو پور بھی شیر خاں سے متعلق ہوگئے - چنگیز خاں مرزاؤں کی عزت و احترام ان کے حسن خدمات کی وجہ سے بہت کرتا تھا[1] -

میراں محمد شاہ ولد میراں مبارک شاہ پہلی فتح سے دلیر ہو گیا تھا - اس نے گجرات کی سلطنت کو سردار (حاکم) سے خالی پایا اور امیروں کی مخالفت کو اس نے بڑی نعمت سمجھا اور اس ملک کو فتح کرنے کی کوشش (شروع) کی - یہاں تک کہ وہ احمد آباد کے قریب آ گیا - چنگیز خاں مرزاؤں کے ساتھ جنگ کے ارادہ سے شہر سے باہر نکلا - جنگ کے بعد میراں (محمد شاہ) نے شکست کھائی اور وہ پریشان اور بے سامان بھاگ کر آسیر چلا گیا[2] -

چونکہ یہ فتح مرزاؤں کی کوششوں سے ہوئی تھی ، لہذا چنگیز خاں نے ان کی دلجوئی کر کے سرکار بھروچ کے چند معمور اور آباد پرگنے [۲۵۳] ان کی جاگیر میں مقرر کر دیے اور ان کو جاگیروں پر اس لیے روانہ کر دیا کہ وہ سامان اور لشکر کا انتظام کریں - مرزا (لوگ) جب ان جاگیروں پر پہنچے ، تو بدمعاش اور فتنہ انگیز لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے - جاگیر کی آمدنی ان کے اخراجات کے لیے پوری نہیں ہوتی تھی ، لہذا مجبوراً چنگیز خاں کی اجازت کے بغیر دوسرے محالوں پر (بھی) قابض ہو گئے - جب یہ خبر چنگیز خاں نے سنی ، تو اس نے ایک فوج ان کے سروں پر مقرر کر دی - مرزاؤں نے چنگیز خاں کی فوج کو شکست دے دی ، کچھ لوگوں کو قتل کیا اور ولایت برہان پور کا رخ کیا - وہاں بھی لوٹ مار کی اور ولایت مالوہ چلے گئے - مرزاؤں کے حالات کی تفصیل اکبر بادشاہ کے حالات کے ضمن میں بیان ہوئی ہے[3] -

---

۱- فرشتہ ۲/۲۳۰ - ۲۳۱ -

۲- فرشتہ ۲/۲۳۱ -

۳- فرشتہ ۲/۲۳۱ -

الغرض جب الغ خاں اور جھجار خاں ، مظفر کو ساتھ لے کر ولایت کانتھا کو کہ جس سے دریائے مہندری کے کنارے کے کھنڈرات مراد ہیں گئے اور برابر انتظار کرتے رہے کہ شاید اعتماد خاں خود آئے یا اپنے لڑکے شیر خاں کو بھیج کر مظفر کو لے جائے ۔ جب ادھر سے کوئی آواز سنائی نہ دی ، تو سلطان مظفر کو لے گئے اور ڈونگر پور لے جا کر اعتماد خاں کے سپرد کر دیا ۔ چند روز کے بعد اپنے سپاہیوں کے اخراجات کے لیے اعتماد خاں سے روپیہ مانگا ۔ اعتماد خاں نے جواب دیا کہ میری جاگیر کی آمدنی سب کو معلوم ہے کہ کتنی ہے اور سالانہ کتنا خرچ ہے ۔ علاوہ اس کے یہ شہر نہیں ہے کہ لوگوں سے قرض لے کر تم کو دے دوں ۔ اس سبب سے الغ خاں اور دوسرے امراء اعتماد خاں سے ناراض ہو گئے ۔

چنگیز خاں کو جب یہ بات معلوم ہوئی ، تو اس نے ہر ایک کو تسلی آمیز خط لکھ کر اپنے پاس بلا لیا ۔ الغ خاں ، جھجار خاں ، سیف الملک اور دوسرے حبشی اعتماد خاں کی اجازت کے بغیر معمور آباد چلے گئے ۔ وہاں اختیار الملک گجراتی سے ملاقات کی اور سب نے مل کر احمد آباد کا ارادہ کیا ۔ جب شہر کے قریب حوض کانکریہ پر پہنچے ، تو [۲۵۸] لباس تبدیل کرنے کے لیے سلطان محمود کے باغ میں ٹھہرے ۔ اسی موقع پر چنگیز خاں استقبال کے لیے آیا اور اس نے اختیار الملک ، الغ خاں ، جھجار خاں اور دوسرے حبشیوں سے باغ میں ملاقات کی ۔ جب مزاج پرسی سے فارغ ہوا ، تو الف خاں اور جھجار خاں نے کہا کہ تمام دنیا اور دنیا والوں پر یہ بات روشن ہے کہ ہم سب سلطان محمود کے غلام اور خانہ زاد ہیں ۔ اگر ہم میں سے کسی کو اقتدار حاصل ہو جائے ، تو اس سنت (خانہ زادگی) پر کوئی فرق نہیں آتا ۔ ملاقات میں ہمیں نسبت محمودی کا خیال رکھنا چاہیے ۔ اس تمہید کا یہ مطلب ہے کہ سلطان کے غلاموں میں صرف چند آدمی ہیں جو خدمات کے لحاظ سے ممتاز ہیں اور اس وقت وہ سب اس مجلس میں موجود ہیں ۔ اس کے بعد جس وقت بھی ہم ملاقات اور سلام کے لیے آئیں گے ، تو سب مل کر آئیں گے ۔ ہم کو یہ امید ہے کہ دربان ہم میں سے کسی کو منع نہیں کرے گا ۔ چنگیز خاں نے باانداز تواضع اس بات کو قبول کر لیا ، امیروں کو ہمراہ لے کر

شہر میں آیا اور مکانات خالی کرا کر ان کو دے دیے[1] -

کچھ مدت کے بعد ایک جاسوس آیا جس نے الغ خاں کو خبر دی کہ چنگیز خاں چاہتا ہے کہ تم کو اور جھجار خاں کو قتل کرا دے اور یہ طے ہوگیا ہے کہ صبح چوگان بازی کے میدان میں جس وقت کہ تم غافل ہو ، قتل کرا دیا جائے - اس بات کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ اگر کل کانکریہ تالاب کے میدان میں چوگان بازی کے لیے گئے تو کوئی بات نہیں ہے ، کیونکہ وسیع جنگل ہے ، ہر طرف بھاگ سکتے ہو اور اگر میدان بھدر میں گئے کہ جہاں قلعہ ہے ، تو یقین جانیے کہ وہاں وہ اپنا ارادہ پورا کرے گا - [۲۵۵] ابھی جاسوس کی گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ چنگیز خاں کا آدمی آیا اور اس نے سلام کے بعد کہا کہ (چنگیز خاں) نے فرمایا ہے کہ کل میں چوگان بازی کے میدان میں جاؤں گا - صبح کے وقت تم لوگ بھی آؤ - الغ خاں اس خبر کو سن کر پریشان ہوا اور وہ سوار ہو کر سیف الملک حبشی سلطانی کے مکان پر گیا - وہاں جھجار خاں ، سیدی بدر سلطانی ، محل دار خاں اور خورشید خاں کو بلا کر یہ بات بتائی - بہت بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ پیش دستی کر کے چنگیز خاں کو قتل کر دینا چاہیے -

دوسرے روز صبح کو الغ خاں اور جھجار خاں اپنے دوستوں کے ہمراہ سوار ہو کر چنگیز خاں کے دربار میں گئے - چنگیز خاں سوار ہوکر نکلا اور میدان بھدر کی طرف روانہ ہوا - جب کچھ راستہ طے ہو گیا ، تو الغ خاں کہ جو چنگیز خاں کی سیدھی طرف اور جھجار خاں کہ جو اس کے بائیں طرف چل رہا تھا (ایک نے دوسرے کو) اشارہ کیا کہ موقع غنیمت ہے - جھجار خاں نے فوراً چنگیز خاں پر حملہ کیا اور ایک ہی ہاتھ میں اس کا سر (تمام ہوا) گویا اس کے ساتھ ہی نہ تھا - وہ وہاں سے تیزی سے اپنے گھروں کو چلے گئے اور جنگ کی تیاری میں مشغول ہوگئے ، اختیار الملک بھی ان کی رفاقت کے لیے تیار ہوگیا - رستم خاں نے چنگیز خاں کی لاش کو ہاتھی پر ڈال کر بغیر گھر جائے ہوئے بھروچ روانہ کر دیا - شہر کے بدمعاشوں نے چنگیز خاں کے آدمیوں کو لوٹنا شروع

۱- فرشتہ ۲/۲۳۱ -

کر دیا[۱] ۔

جب اس بات کی تحقیق ہو گئی کہ رستم خاں بھروچ گیا ہے ، الغ خاں ، اختیار الملک ، جھجار خاں اور دوسرے سردار قلعہ ارک میں کہ جو بھدر کے نام سے مشہور [۲۵٦] ہے ، آ گئے اور اعتماد خاں کو خط لکھ کر حالات سے آگاہ کیا اس کو احمد آباد بلایا ۔ اسی روز بدر خاں اور محمد خاں پسران شیر خاں فولادی بھی مبارکباد کے لیے شہر میں آئے اور وہ پیش‌کش میں ہر ایک کے لیے گھوڑے لائے ۔ جس طرح چنگیز خاں نے جاگیریں تقسیم کی تھیں ، اسی طرح امرائے مذکور نے بھی جاگیریں تقسیم کر لیں اور اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے[۲] ۔

دوسرے روز شیر خاں فولادی نے اپنے جاسوسوں کو بھیج کر یہ خبر حاصل کی کہ امیروں میں سے کوئی شخص بھی قلعہ کی محافظت کے لیے بھدر میں نہیں ، اس لیے اس نے چنگیز خاں کے قتل کے بعد تیسری رات میں سادات خاں کو کہ جو شیر خاں کے امیروں میں سے تھا ، مع تین سو سواروں کے ہمراہ بھیجا ۔ چونکہ خان پور کی طرف سے قلعہ کی دیوار شکستہ تھی ، اس لیے وہ بھدر پر قابض ہو گیا ۔ چند روز کے بعد اعتماد خاں مظفر کو اپنے ہمراہ لے کر احمد آباد آیا ۔ چونکہ قلعہ بھدر سادات خاں کے قبضہ میں تھا ، لہذا مظفر کو بھی اپنے مکان میں فروکش کیا اور بھدر کو خالی کرانے کی بابت ایک خط شیر خاں کو بھیجا کہ بھدر بادشاہوں کا گھر ہے ۔ اگر بادشاہ نہ ہو تو اس کے آدمیوں اور خیرخواہوں پر لازم ہے کہ اپنے آقا کے گھر کی حفاظت کریں نہ کہ اس میں جا بیٹھیں اور اس پر قابض ہو جائیں ۔ اب سلطان شہر میں آ گیا ہے ۔ سادات خاں سے کہو کہ وہ بھدر کو خالی کر دے ۔ شیر خاں نے حقیقی رعایت کے تقاضہ کے مطابق یا ان حقوق کی رعایت سے کہ جو اعتماد خاں کے اس پر تھے ، اس کی بات کو منظور کر کے بھدر کو خالی کر دیا ۔ سلطان مظفر جا کر اپنے مکانات میں مقیم ہو گیا[۳] ۔

۱۔ فرشتہ ۲/۲۳۱ - ۲۳۲ ۔

۲۔ فرشتہ ۲/۲۳۲ ۔

۳۔ فرشتہ ۲/۲۳۲ ۔

[۲۵۷] اسی دوران میں مخبروں نے یہ خبر دی کہ مرزا (لوگ) ولایت مالوہ سے بھاگ کر آ رہے ہیں اور جب انھوں نے راستہ میں چنگیز خاں کے قتل کی خبر سنی تو خوش ہو کر ولایت بھروچ اور سورت کی طرف چل پڑے تاکہ اس صوبہ پر بھی قبضہ کر لیں ۔ اختیار الملک اور الغ خاں نے اعتماد خاں کے مکان پر پہنچ کر کہا کہ ولایت بھروچ پر کوئی حاکم نہیں ہے اور یہ خبر ملی ہے کہ مرزا اس علاقہ کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں ۔ بہتر یہ ہے کہ تمام امیر جمع ہو کر بھروچ روانہ ہو جائیں اور اس پر قبضہ کر لیں ۔ اس ارادہ کے پورا کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے ۔ اگر مرزاؤں کا قبضہ ہو گیا ، تو بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا ، تب ان کے قبضہ سے یہ علاقہ نکلے گا ۔

اعتماد خاں نے شیر خاں فولادی کے پاس آدمی بھیج کر مشورہ کیا ۔ شیر خاں بھی اس سفر کے لیے راضی ہوگیا اور یہ طے پایا کہ لشکروں کے تین حصے کر دیے جائیں ۔ پہلا حصہ الغ خاں اور دوسرے حبشیوں کے ساتھ ایک منزل آگے چلا جائے ۔ جب یہ لوگ اس منزل سے کوچ کریں ، تو اعتماد خاں ، اختیار الملک اور دوسرے سردار جو دوسرے دستہ میں ہوں ، اس منزل پر پہنچیں ۔ جب یہ دوسرا دستہ اس منزل سے آگے بڑھے تو تیسرا لشکر جس میں شیر خاں فولادی اور دوسرے امراء ہوں ، اس منزل پر پہنچ جائے ۔ سادات بخاری اپنے مقام پر رہیں ۔ اس قرار داد کے مطابق ، الغ خاں ، جھجار خاں ، سیف الملک اور دوسرے حبشی محمود آباد پہنچے ۔ اعتماد خاں شہر سے باہر چلا گیا اور اس ارادہ کو ملتوی کر دیا ۔ [۲۵۸] الغ خاں اور اس کے دوستوں نے اس کی اس حرکت کو مذاق سمجھا اور آپس میں کہا کہ ہم نے اس کے ایسے قوی دشمن چنگیز خاں کو قتل کر دیا اور وہ ہم سے نفاق رکھتا ہے ، لہذا مناسب یہ ہے کہ اس کی ولایت کو آپس میں تقسیم کر کے قابض ہو جائیں ۔ چنانچہ اس کا مصمم ارادہ کر کے پرگنہ کنبایت ، پرگنہ پتلاد اور بعض دوسرے پرگنوں پر قبضہ کر لیا اور وہ لوگ جن کے پاس جاگیریں نہ تھیں ، شہر سے نکل کر الغ خاں کے پاس آئے ۔ الغ خاں نے جھجار خاں سے کہا کہ چونکہ شہر سے سپاہی میرے پاس آئے ہیں ، لہذا مصلحت یہ ہے کہ اعتماد خاں کے پرگنوں میں سے ایک پرگنہ ان لوگوں کی تنخواہ میں بطور جاگیر دے

دیا جائے ۔ جھجار خاں نے کہا کہ جو پرگنہ تو اس جاعت کو دینا چاہتا ہے ، وہ مجھے دے دے اور جو کچھ اس گروہ سے توقع رکھتا ہے وہی میں پورا کروں گا ۔ آخرکار ولایت کی تقسیم کے سلسلہ میں الغ خاں اور جھجار خاں میں مخالفت و نزاع پیدا ہوگیا ۔

جب اعتماد خاں کو یہ بات معلوم ہوئی ، تو اس نے جھجار خاں کو مکر و فریب سے اپنے پاس بلا لیا ۔ جب جھجار خاں خود اعتماد خاں کے پاس پہنچا ، تو حبشیوں کی ایک جاعت کی شان و شوکت میں فتور پڑ گیا ۔ الغ خاں ، شیر خاں فولادی کے پاس گیا ۔ سادات بخاری بھی شیر خاں سے مل گئے ۔ جب شیر خاں کا پلہ بھاری ہوگیا ، تو (سلطان) مظفر بھی موقع پا کر ایک روز مغرب سے پہلے کھڑکی کے راستہ سے نکلا اور وہ غیاث پور کی منزل پر کہ جو قصبہ سرکیچ کے نزدیک ہے ، الغ خاں کے کیمپ میں پہنچا ۔ الغ خاں اس سے بغیر ملے ہوئے شیر خاں کے پاس چلا گیا اور [۲۵۹] کہا کہ سلطان مظفر مجھے پہلے سے اطلاع دیے بغیر میرے مکان پر آ گیا ۔ ابھی تک میں نے اس سے ملاقات نہیں کی ہے ۔ شیر خاں نے کہا کہ معزز مہمان آیا ہے ، تم جاؤ اور حقوق خدمات بجا لاؤ[1] ۔

علی الصبح اعتماد خاں کا خط شیر خاں کے پاس آیا کہ چونکہ لنو سلطان کا لڑکا نہیں ہے ، اس لیے میں نے اس کو نکال دیا اور میں نے مرزاؤں کو بلایا ہے تاکہ گجرات کے دارالملک کو ان کے سپرد کر دوں ۔ اس خط کو دیکھنے کے بعد شیر خاں نے سید حامد کے یہاں جا کر استفسار کیا کہ (مظفر کی) تاج پوشی کے وقت کیا طے ہوا تھا ۔ سید حامد اور دوسرے سادات نے کہا کہ اعتماد خاں نے قرآن شریف کی قسم کھائی تھی کہ یہ بچہ سلطان محمود کا بیٹا ہے ۔ اب یہ بات اس نے عداوت سے لکھی ہے ۔ شیر خاں سید حامد کے مکان سے سوار ہو کر الغ خاں کے گھر آیا اور کمان ہاتھ میں لے کر بالکل اسی طرح کہ جیسے خدمت گار اپنے آقا کی خدمت میں ہوتا ہے ، وہ سلطان مظفر کی خدمت میں رہا اور الغ خاں کے مکان سے اس کو سوار کر کے خدمات انجام دینے کے لیے اپنے مکان

۱۔ فرشتہ ۲/۲۴۲ - ۲۴۳ ۔

پر لایا[1]۔

اعتماد خاں نے مرزاؤں کو بھروچ کے علاقہ سے بلایا ۔ وہ روزانہ کچھ ان کے آدمیوں اور کچھ اختیار الملک کے آدمیوں کو جنگ کے لیے بھیجتا تھا ۔ رفتہ رفتہ (یہ) جھگڑا اور مخالفت بہت طویل ہو گئی ۔ جب اعتماد خاں نے دیکھا کہ کار برآری نہیں ہوتی ، تو اس نے اکبر بادشاہ کے حضور میں عرضی بھیج کر گجرات کی ولایت کو فتح کرنے کی ترغیب دی ۔ اتفاق سے اسی زمانہ ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء میں اکبر بادشاہ ناگور گیا تھا اور وہ میر محمد خاں اتکہ کو کہ جو خان کلاں کے نام سے مشہور ہے ، دوسرے مشہور امراء کی ایک جماعت کے ساتھ سروہی فتح کرنے کے لیے بھیج چکا تھا ۔ جب خان کلاں [۲۶۰] راجا سروہی کے ایلچی کے ہاتھ سے زخمی ہو گیا ، تو (اکبر بادشاہ) بہ نفس نفیس خان کلاں کے لشکر کی طرف بلا توقف متوجہ ہوا اور وہاں سے گجرات کا ارادہ کیا ۔ اس اجمال کی تفصیل اکبر بادشاہ کے واقعات میں بیان ہوئی ہے[2] ۔

القصہ جب اکبر بادشاہ کا فتح مند لشکر پٹن گجرات پہنچا ، تو شیر خاں فولادی کہ جو اس وقت احمد آباد کا محاصرہ کیے ہوئے تھا ، بدحواس ہو کر کسی طرف کو بھاگ گیا ۔ ابراہیم حسین مرزا اور (اس کے بھائی) بروده اور بھروچ کی طرف چلے گئے ۔ اعتماد خاں ، میر ابو تراب الغ خاں حبشی ، جھجار خاں اور اختیارالملک آ کر بادشاہ اکبر کے حضور میں حاضر ہوئے اور (اکبر) کے بہی خواہوں میں شامل ہو گئے ۔ (سلطان) مظفر شیر خاں سے علیحدہ ہوکر اکبر بادشاہ کے حضور میں آیا اور شاہانہ نوازشوں سے سرفراز ہوا ۔ گجرات کی سلطنت ختم ہوگئی اور گجرات اکبر بادشاہ کے ممالک محروسہ میں شامل ہو گیا[3] ۔ (سلطان) مظفر خاں اور گجراتیوں کے دوسرے واقعات اکبر بادشاہ کے حالات کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں ۔

سلطان مظفر کا زمانہ حکومت تیرہ سال اور چند ماہ رہا ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۳۲ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۳۳ ۔

۳- فرشتہ (۲/۲۳۳) لکھتا ہے کہ ۱۴ رجب ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء کو گجرات اکبر کے قبضہ میں آیا ۔

طبقہ سلاطین بنگالہ

(اہل نظر سے یہ بات) پوشیدہ نہ رہے کہ ممالک بنگالہ میں اسلام کے ظہور کی ابتدا ملک محمد بختیار سے ہوئی کہ جو سلطان قطب الدین ایبک کے بڑے امیروں میں سے تھا ۔ اس کے بعد (بنگالہ پر) دہلی کے سلاطین حکومت کرتے رہے کہ ان کے واقعات سلاطین دہلی کے ضمن میں [۲۶۱] بیان ہوئے ہیں ۔ جب ملک فخرالدین نے کہ جو بنگالہ کے حاکم قدر خاں کا سلاح دار تھا (اور قدر خاں) محمد بن تغلق شاہ کا گماشتہ تھا ، قدر خاں کو قتل کر دیا اور وہ خود سلطنت پر قابض ہو گیا ، تو اس کے بعد سلطنت بنگالہ علیحدہ (قائم) ہوگئی اور سلاطین دہلی کا (اس پر) کوئی اختیار نہیں رہا ۔ اس کے بعد انھوں نے خود سلطنت شروع کر دی ۔ طبقہ بنگالہ کی ابتدا ملک فخرالدین خاں سے ہوئی ۔

سلطان فخرالدین ۔ دس سال اور چند ماہ ۔

سلطان علاءالدین ۔ ایک سال اور چند ماہ ۔

سلطان شمس الدین ۔ سولہ سال اور چند ماہ ۔

سلطان سکندر بن شمس الدین ۔ ۹ سال اور چند ماہ ۔

سلطان غیاث الدین بن سکندر ۔ سات سال ۔

سلطان السلاطین ۔ دس سال ۔

سلطان شمس الدین بن سلطان السلاطین ۔ تین سال ۔

راجا کانس ۔ سات سال ۔

سلطان جلال الدین بن کانس ۔ سترہ سال ۔

سلطان احمد بن جلال الدین ۔ سولہ سال ۔

سلطان ناصر الدین بن احمد ۔ سات دن ۔

سلطان ناصر شاہ ۔ دو سال ۔

باربک شاہ ۔ سترہ سال ۔

یوسف شاہ ۔ سات سال چھ ماہ ۔

سکندر شاہ ۔ آدھا دن ۔

فتح شاہ ۔ سات سال اور چند ماہ ۔

باربک شاہ خواجہ سرا ۔ دو ماہ آدھا دن ۔

فیروز شاہ ۔ تین سال ۔

محمود شاہ بن فیروز ۔ ایک سال ۔

مظفر حبشی ۔ تین سال اور پانچ ماہ ۔

علاء الدین ۔ ستائیس سال ۔

نصیب شاہ بن علاء الدین ۔ گیارہ سال ۔

ذکر سلطان فخر الدین

ملک فخرالدین ، جو قدر خان کا سلاح دار تھا ، اپنے آقا کو غداری سے قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا[1] اور اپنے غلام کو جس کا نام مخلص تھا ، ایک آراستہ لشکر کے ساتھ حدود بنگالہ میں بھیجا ۔ قدر خان کے عارض لشکر (بخشی فوج) ملک علی مبارک نے مخلص سے جنگ کر کے اس کو قتل کر دیا اور جو گھوڑے اور فوج اس کے ساتھ تھی ' [۲٦۲] ان پر قبضہ کر لیا ۔ چونکہ سلطان فخرالدین کو نئی حکومت ملی تھی ، اس لیے وہ لوگوں پر اعتبار نہیں کرتا تھا ۔ وہ ملک علی مبارک کے مقابلہ کے لیے نہ جا سکا ۔ بالآخر ملک علی مبارک نے اپنا خطاب سلطان علاء الدین مقرر کر کے سلطان فخرالدین پر حملہ کر دیا ۔ ۷۴۱ھ/۴۱-۱۳۴۰ء میں اس (فخزالدین) کو جنگ کے دوران میں زندہ گرفتار کر کے قتل کر دیا اور لکھنوتی میں تھانہ قائم کر کے بنگالہ واپس چلا آیا ۔ سلطان فخرالدین

۱- فرشتہ (۲/۲۹۵) میں ہے کہ ۷۳۹ھ/۳۹-۱۳۳۸ء میں یہ واقعہ ہوا ۔

کی مدت حکومت دو سال[1] چند ماہ ہوئی[2] ۔

ذکر سلطان علاء الدین

سلطان فخرالدین کو قتل کر کے (علاء الدین نے) نہایت شان و شوکت کے ساتھ لکھنوتی میں تھالہ قائم کیا اور بنگالہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ چند روز کے بعد ملک حاجی الیاس علائی نے جو لکھنوتی کے لشکر میں نامزد تھا ، لشکر کو موافق کر کے سلطان علاء الدین کو قتل کر دیا اور خود لکھنوتی اور بنگالہ پر قابض ہو گیا ۔ سلطان علاء الدین کی حکومت ایک سال اور چند ماہ رہی[3] ۔

ذکر حاجی الیاس (سلطان شمس الدین بھنگرہ)

حاجی الیاس نے اپنا خطاب سلطان شمس الدین بھنگرہ[4] مقرر کیا اور لکھنوتی اور بنگالہ کی حکومت پر قابض ہوگیا ۔ وہ لوگوں کو راضی رکھنے اور لشکر کی دلجوئی میں نہایت کوشش کرتا تھا ۔ [۲۶۳] کچھ عرصہ کے بعد لشکر کا انتظام کر کے جاج نگر گیا اور وہاں سے بڑے بڑے ہاتھی لے کر اپنے دارالسلطنت کو واپس ہوا ۔ تیرہ سال اور چند ماہ تک دہلی کے بادشاہوں نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا ۔ وہ نہایت اطمینان و

۱۔ متن میں دس سال ہے اور اختلاف نسخ میں ''دو سال'' ہے اور دو سال ہی درست ہے کیونکہ وہ ۷۳۹ھ میں قابض ہوا اور ۷۴۱ھ میں مارا گیا ۔

۲۔ ملاحظہ ہو :
(۱) فرشتہ ۲/۲۹۵ ۔
(۲) ریاض السلاطین از غلام حسین سلیم (کلکتہ ۱۸۹۰ء) ص ۹۲ - ۹۳ ۔
(۳) تواریخ ڈھاکہ از منشی رحمان علی طیش (آرہ ۱۹۹۰ء) ص ۳۲ ۔

۳۔ ملاحظہ ہو فرشتہ ۲/۲۹۶ ، ریاض السلاطین ، ص ۹۳ تا ۹۵ ۔

۴۔ مولف ریاض السلاطین (ص ۹۵) لکھتے ہیں کہ چونکہ بھنگ بہت کھاتا تھا لہذا بھنگڑہ مشہور ہوا ۔

استقلال کے ساتھ حکومت کرتا رہا ، یہاں تک کہ دسویں شوال ۷۵۴ھ/ ۱۳۵۳ء کو سلطان فیروز بن رجب دہلی سے لکھنوتی روانہ ہوا ۔ سلطان شمس الدین قلعہ اکدالہ میں قلعہ بند ہو گیا اور تمام ولایت بنگالہ کو خالی چھوڑ دیا ۔ سلطان فیروز نے جب یہ سنا کہ وہ اکدالہ میں قلعہ بند ہے ، تو وہ اکدالہ کی طرف چلا گیا ۔ جب اکدالہ کے نواح میں پہنچا ، تو سلطان شمس الدین نے قلعہ سے نکل کر مقابلہ کیا ۔ طرفین سے بہت آدمی مارے گئے ۔ سلطان شمس الدین بھاگ کر اکدالہ میں قلعہ بند ہو گیا اور جو بڑے بڑے ہاتھی وہ جاج نگر سے لایا تھا ، سلطان فیروز شاہ کے آدمیوں کے ہاتھ آئے ۔

چونکہ برسات کا موسم آ گیا اور کثرت سے بارش ہوئی ، لہذا سلطان فیروز شاہ گیارہ ربیع الاول (۷۵۵ھ/۱۳۵۴ء) کو دہلی لوٹ گیا ۔ جب سلطان فیروز شاہ دہلی پہنچ گیا ، تو ۷۵۵ھ/۱۳۵۴ء میں سلطان شمس الدین نے بہت سے تحفے جو بادشاہوں کے شایانِ شان ہوتے ہیں ، اپنے ایلچیوں کی معرفت سلطان فیروز شاہ کے پاس بھیج کر معذرت چاہی ۔ سلطان فیروز شاہ بھی نرمی سے پیش آیا اور ایلچیوں کو خلعت دے کر رخصت کر دیا ۔

سلطان شمس الدین نے ۷۵۷ھ/۱۳۵۶ء[1] کے آخر میں ملک تاج الدین کو بہت سے نذرانوں کے ساتھ پھر دہلی پہنچا ۔ سلطان فیروز شاہ نے ایلچیوں پر پہلے سے زیادہ نوازشیں کیں ۔ چند روز کے بعد عربی اور ترکی گھوڑے دوسرے ہدیوں اور تحفوں کے ساتھ ملک سیف الدین شحنہ فیل کی معرفت سلطان شمس الدین کے لیے [۲۶۳] بھیجے ۔ ابھی ملک تاج الدین اور ملک سیف الدین بہار سے نہیں گزرے تھے کہ سلطان شمس الدین کا انتقال ہوگیا اور ملک سیف الدین نے (بادشاہ کے حسب الحکم) گھوڑے بہار کے امیروں کو دے دیے اور ملک تاج الدین خود دہلی چلا آیا ۔ سلطان شمس الدین کی مدت سلطنت سولہ سال اور چند ماہ ہوئی[2] ۔

۱- ۷۵۹ھ (فرشتہ ۲/۲۹٦) ۔

۲- ملاحظہ ہو فرشتہ ۲/۲۹٦ ، ریاض السلاطین ص ۹۵ - ۹۹ ، تواریخ ڈھاکہ ص ۳۲ - ۳۳ ۔

ذکر سلطان سکندر بن سلطان شمس الدین

جب سلطان شمس الدین کا انتقال ہوگیا ، تو امیروں اور سرداروں نے تیسرے دن اس کے بڑے لڑکے کو سکندر شاہ کا خطاب دے کر تخت سلطنت پر بٹھا دیا ۔ اس نے خوب داد و دہش کا مظاہرہ کیا اور سلطنت کے کاموں میں مشغول ہو گیا ۔ اس نے سلطان فیروز شاہ کی رضامندی کو نہایت اہم خیال کرکے پچاس ہاتھی اور مختلف قسم کے قیمتی کپڑے سلطان فیروز کی خدمت میں بھیجے ۔ اسی اثناء میں سلطان فیروز شاہ بنگالہ کی فتح کے لیے ۷٦۰ھ/۱۳۵۹ء میں لکھنوتی روانہ ہوا ۔ جب وہ پنڈوہ کے علاقہ میں پہنچا ، تو سلطان سکندر اپنے والد کے طریقہ سے قلعہ اکدالہ میں قلعہ بند ہو گیا ۔ چونکہ مقابلہ کی قوت نہ تھی ، لہذا ہر سال نذرانہ دینا قبول کیا اور سلطان کو واپس کر دیا ۔ ابھی سلطان پنڈوہ کے حدود ہی میں تھا کہ اس نے سینتیس ہاتھی ، بہت سا مال اور مختلف قسم کے قیمتی کپڑے اس (فیروز شاہ) کی خدمت میں بھیجے اور معذرت کا خواستگار ہوا ۔ اس نے اپنے والد کے طریقے اختیار کیے ۔ تمام عمر عیش و عشرت میں گزاری ۔ اس کی سلطنت کی مدت[1] نو سال اور چند ماہ ہوئی[2] ۔

ذکر سلطان غیاث الدین بن سلطان سکندر [۲٦۵]

جب سلطان سکندر کی وفات ہو گئی ، تو امیروں اور سرداروں نے اس کے لڑکے کو سلطان غیاث الدین کا لقب دیا اور باپ کی جگہ تخت نشین کیا ۔ اس نے بھی اپنے باپ دادا کے طریقہ پر چل کر تمام عمر عیش میں

۱۔ فرشتہ ۲۹٦/۲ ، تواریخ ڈھاکہ ص ۳۳ - ۳۴ ، ریاض السلاطین ص ۱۰۰ - ۱۰۵ ۔

۲۔ سلطان سکندر اپنے لڑکے غیاث الدین کے ہاتھ سے مارا گیا ۔ ملاحظہ ہو ریاض السلاطین ص ۱۰۲ - ۱۰۴ ۔

گزاری[1] اور ۷۷۵ھ/۷۴-۱۳۷۳ء میں اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کی سلطنت کی مدت سات سال اور چند ماہ ہوئی[2]۔

ذکر سلطنت سلطان السلاطین[3]

جب سلطان غیاث الدین کا انتقال ہو گیا، تو سرداروں نے اس کے لڑکے کو سلطان السلاطین کا خطاب دے کر تخت نشین کیا۔ وہ سخی، بردبار اور بہادر بادشاہ تھا۔ ۷۸۵ھ/۸۴-۱۳۸۳ء میں اس کا انتقال ہوا۔ حکومت کی مدت دس سال ہوئی۔

ذکر سلطان شمس الدین

جب سلطان السلاطین اس دار فانی سے سفر کر گیا، تو امیروں اور اراکینِ سلطنت نے اس کے لڑکے[4] کو سلطان شمس الدین کا خطاب دے کر تخت نشین کیا۔ اس نے بھی اپنے باپ دادا کے قدم بقدم چل کر عیش و عشرت میں عمر گزاری اور ۷۸۸ھ/۱۳۸٦ء[5] میں فوت ہوا۔ اس

۱- ریاض السلاطین (ص ۱۰٦) میں ہے کہ مندرجہ ذیل اشعار حافظ شیرازی نے لکھ کر سلطان غیاث الدین کو بھیجے تھے:

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود
ایں بحث با ثلاثہ غسالہ می رود
شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند
زیں قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث الدین
خامش مشو کہ کار تو از نالہ می رود

۲- ملاحظہ ہو فرشتہ ۲/۲۹۹-۲۹۷، ریاض السلاطین ص ۱۰۵-۱۰۹، تواریخ ڈھاکہ ص ۳۴-۳۵۔

۳- مؤلف ریاض السلاطین (ص ۱۰۹) نے اس کا نام سیف الدین لکھا ہے نیز دیکھیے فرشتہ ۲/۲۹۷۔

۴- ریاض السلاطین (ص ۱۱۰) میں لکھا ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ وہ سلطان السلاطین کا متبنیٰ تھا اور اس کا نام شہاب الدین تھا۔

۵- ۷۸۷ھ (فرشتہ ۲/۲۹۷) نیز ذکاء اللہ ص ۲۵۸، ریاض السلاطین میں ہے کہ اسے راجا کالنس نے مار ڈالا تھا۔

کی حکومت کی مدت تین سال اور چند ماہ ہوئی ۔

ذکر سلطنت راجا کالنس[1]

جب سلطان شمس الدین کی وفات ہوگئی ، تو کالنس نام ایک زمیندار نے بنگالہ پر اقتدار حاصل کر لیا ۔ جب خداوند کریم نے اس کی برائی کو دفع کیا ، تو اس کا لڑکا مسلمان ہو گیا اور تخت سلطنت کا مالک ہوا ۔ کالنس کے غلبہ کی مدت سات سال رہی[2] ۔

[۲۶۶] ذکر سلطان جلال الدین بن کالنس

جب کالنس مر گیا ، تو اس کا لڑکا حکومت کی وجہ سے مسلمان ہو گیا[3] اور اس نے اپنا نام سلطان جلال الدین رکھا ۔ اس کے زمانہ میں رعایا آسودہ اور خوش حال رہی - ۸۱۲ھ/۱۴۱۰ء کے آخر میں اس کا انتقال ہوا ۔ اس کی حکومت کی مدت سترہ سال ہوئی[4] ۔

ذکر سلطان احمد بن سلطان جلال الدین

جب سلطان جلال الدین کا انتقال ہو گیا ، تو امیروں نے اس کے لڑکے کو سلطان احمد کا خطاب دے کر باپ کا جانشین کیا ۔ ۸۳۰ھ/ ۲۷ - ۱۴۲۶ء کے آخر میں اس نے انتقال کیا ۔ اس کی حکومت کی مدت سولہ سال ہوئی[5] ۔

ذکر حکومت ناصر غلام

جب سلطنت کا تخت سلطان احمد بن سلطان جلال الدین سے خالی

۱- تواریخ ڈھاکہ (ص ۳۵) میں اس کا نام گنیش لکھا ہے ۔
۲- ملاحظہ ہو فرشتہ ۲/۲۹۷ ریاض السلاطین ص ۱۱۰ - ۱۱۶ ۔
۳- فرشتہ (۲/۲۹۷) نے اس کا ہندو نام ''جنمل'' ذکاء اللہ نے (ص ۲۵۸) جیت مل اور تواریخ ڈھاکہ (ص ۳۵) نے چیت مل لکھا ہے ۔
۴- ملاحظہ ہو فرشتہ ۲/۲۹۷ ریاض السلاطین ص ۱۱۶ - ۱۱۷ ۔
۵- ریاض السلاطین ص ۱۱۷ ۔

ہوگیا ، تو اس کے ایک غلام نے جس کا نام ناصر تھا ، اپنی ہمت و جرأت سے تخت سلطنت پر قدم رکھا اور احکام صادر کرنا شروع کر دیے ۔ سلطان احمد کے امیروں اور سرداروں نے ناصر کو قتل کر کے سلطان شمس الدین بھنگرہ کی اولاد میں سے ایک کو اپنا فرمانروا بنایا ۔ اس (ناصر) کی حکومت کی مدت سات دن اور ایک قول کے مطابق نصف دن ہوئی[1] ۔

ذکر سلطنت ناصر شاہ

جب ناصر غلام قتل کر دیا گیا ، تو سلطان شمس الدین بھنگرہ کی اولاد میں سے ایک شخص کو تلاش کر کے تخت نشین کیا اور اس کو ناصر شاہ کا [۲٦۷] خطاب دیا ۔ اس کے زمانہ میں وضع و شریف اور خورد و بزرگ سب خوش حال رہے ۔ ۸٦۲ھ/۱۴۵۸ء کے آخر میں اس کا انتقال ہوا ۔ اس کی حکومت کی مدت بتیس سال ہوئی[2] ۔

ذکر سلطنت باربک شاہ

جب ناصر شاہ کی وفات ہوگئی ، تو امیروں اور اس علاقہ کے بزرگوں نے باربک شاہ کو تخت نشین کیا ۔ اس کے زمانہ میں رعایا و سپاہ آسودہ حال رہی ۔ اس نے بھی عیش و عشرت میں وقت گزارا ۔ جب اس کا زمانہ زندگانی ختم ہوا ، تو ۸۷۹ھ/۷۵ - ۱۴۷۴ء میں وہ انتقال کر گیا ۔ اس کی حکومت کی مدت سترہ سال ہوئی[3] ۔

ذکر یوسف شاہ

باربک کے مرنے کے بعد امیروں اور اراکین سلطنت نے یوسف شاہ کو تخت سلطنت پر بٹھایا ۔ وہ بردبار ، خیرخواہ اور نیک بخت بادشاہ تھا ۔

۱- ملاحظہ ہو فرشتہ ۲۹۸/۲ ، ریاض السلاطین ص ۱۱۷ - ۱۱۸ ۔

۲- متن میں دو سال لکھے ہیں جو غلط ہیں ۔ ''سی و دو سال'' ہونے چاہییں جیسا کہ فرشتہ (۲۹۸/۲) اور ریاض السلاطین (ص ۱۱۸) میں ہیں ۔

۳- فرشتہ ۲۹۸/۲ ، ریاض السلاطین ص ۱۱۸ ۔

۸۸۷ھ/۸۲-۱۴۸۱ء میں اس نے اس دار فانی سے کوچ کیا ۔ اس کی حکومت کی مدت سات سال اور چھ ماہ ہوئی[1] ۔

ذکر سکندر شاہ

یوسف شاہ کے مرنے کے بعد امیروں اور وزیروں نے بغیر غور کیے سکندر شاہ کو تخت نشین کیا ۔ چونکہ وہ اہم کام (سلطنت) کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا ، [۲۶۸] لہذا اس کو معزول کر کے فتح شاہ کو بادشاہ بنا لیا ۔ اس کی حکومت کی مدت آدھے دن رہی[2] ۔

ذکر فتح شاہ

سکندر شاہ کے معزول ہونے کے بعد امیروں اور بزرگوں نے (فتح شاہ) کو سرداری کے لیے منتخب کیا اور اس کو تخت پر بٹھا دیا ۔ وہ عقل مند اور دانا آدمی تھا ۔ اس نے (گزشتہ) بادشاہوں اور سلاطین کی رسوم کو اختیار کیا اور ہمت سے کام لیا ۔ ہر شخص کے مرتبہ کے لحاظ سے اس پر نوازش کی ۔ اس کے زمانہ میں لوگوں نے عیش و عشرت سے زندگی بسر کی ۔

بنگالہ کے شہروں میں یہ قاعدہ تھا کہ ہر رات کو پانچ ہزار پیادے باری باری پہرہ چوکی پر حاضر رہتے تھے ۔ صبح کے وقت بادشاہ ایک گھڑی کے لیے تخت پر بیٹھتا اور اس جماعت کا سلام لیتا تھا اور پھر ان کو رخصت کر دیتا تھا ۔ (اس کے بعد) دوسری جماعت حاضر ہوتی تھی ۔ ایک دن فتح شاہ کے ایک خواجہ سرا نے پیادوں کو مال و دولت کا لالچ دے کر فتح شاہ کو قتل کرا دیا اور علی‌الصبح خود تخت پر بیٹھ کر پیادوں کا سلام لیا ۔ یہ واقعہ ۸۹۶ھ/۹۱ - ۱۴۹۰ء میں ہوا ۔ فتح شاہ کی حکومت کی مدت سات سال اور پانچ ماہ ہوئی ۔

کہتے ہیں کہ چند سال تک بنگالہ میں یہی رسم جاری رہی کہ جب کوئی شخص حاکم کو مار کر تخت پر بیٹھ جاتا تھا ، تو سب اُس کے

۱- فرشتہ ۲/۲۹۸ ، ریاض السلاطین ص ۱۱۹ ۔
۲- فرشتہ (۲/۲۹۹) نے دو ماہ لکھا ہے ۔

مطیع و فرمان بردار ہو جاتے تھے[1] ۔

ذکر باربک شاہ

جب بدنصیب خواجہ سرا نے اپنے آقا کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا ، تو جہاں کہیں بھی جو خواجہ سرا تھا ، اس کے پاس آ گیا ۔ اس نے ذلیل [۲۶۹] اور کم ہمت لوگوں کو دولت کا لالچ دے کر اور جھوٹے وعدے کر کے اپنے پاس جمع کر لیا ۔ روز بروز اس کی شان و شوکت بڑھتی گئی ۔ بالآخر بڑے صاحب جمعیت امیروں نے ایک دوسرے سے مشورہ کر کے اتحاد کیا اور پیادوں کو اپنے ساتھ ملا کر اس کو قتل کرا دیا ۔ اس کی سرکشی کا زمانہ ڈھائی ماہ رہا[2] ۔

ذکر سلطنت فیروز شاہ[3]

جب خواجہ سرا کہ اس کا لقب باربک شاہ تھا ، مارا گیا ، تو امیروں اور معززین نے فیروز شاہ کو بادشاہ بنایا ۔ وہ سخی اور شفیق بادشاہ تھا جب اس کا دور حیات ختم ہوا ، تو وہ ۸۹۹ھ/۹۴ - ۱۴۹۳ء میں اپنی طبعی موت سے مر گیا ۔ بعض کا یہ کہنا ہے کہ پہرہ کے پیادوں نے غداری سے اس کو قتل کر دیا ۔ اس کی حکومت کی مدت تین سال ہوئی ۔

ذکر محمود شاہ

جب فیروز شاہ کا انتقال ہو گیا ، تو امیروں اور (معزز) لوگوں نے اس کے بڑے لڑکے کو سلطان محمود کا لقب دے کر تخت نشین کیا ۔ وہ بزرگانہ اخلاق کا مالک تھا ۔

سیدی مظفر حبشی نام غلام نے پیادوں کے سرداروں کو موافق کر

۱- فرشتہ ۲/۲۹۹ ، ریاض السلاطین ص ۱۱۹ - ۱۲۰ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۹۹ - ۳۰۰ ، ریاض السلاطین ص ۲۰ - ۲۵ ۔

۳- اس کا نام ملک الدیل تھا اور وہ حبشیوں کا سردار تھا ۔ دیکھیے فرشتہ ۲/۳۰۰ ، ریاض السلاطین ص ۱۲۵ - ۱۲۶ ۔

کے رات کے وقت محمود شاہ کو شہید کر دیا اور علی الصبح تخت سلطنت پر بیٹھ کر اپنا خطاب مظفر شاہ مقرر کیا ۔ محمود شاہ کی حکومت کی مدت ایک سال رہی[۱] ۔

[۲۷۰] ذکر مظفر شاہ حبشی

جب مظفر شاہ حبشی غلبہ و تسلط حاصل کر کے بزرگوں کا جانشین ہوا ، تو ایک عالم پر تاریکی چھا گئی ۔ وہ بڑا قاتل اور بے باک آدمی تھا ۔ اس نے بہت سے عالموں اور صالح لوگوں کو قتل کرا دیا ۔ بالآخر اس کے سپاہیوں میں سے ایک سپاہی نے پیادوں کے سرداروں کو اپنا مددگار و موافق بنا لیا اور ایک رات کو تیرہ پیادوں کے ساتھ حرم سرا میں داخل ہو کر اس کو قتل کر دیا اور علی الصبح تخت سلطنت پر بیٹھ کر اپنا خطاب سلطان علاء الدین مقرر کیا ۔ مظفر شاہ حبشی کی حکومت کی مدت تین سال اور پانچ ماہ رہی[۲] ۔

ذکر سلطان علاء الدین

سلطان علاء الدین عقل مند اور دانا آدمی تھا ۔ اس نے خاندانی امراء کا لحاظ رکھا اور اپنے خاص (غلاموں) کو اعلیٰ مناصب اور مراتب پر فائز کیا اور پیادوں کو پہرہ دینے سے علیحدہ کر دیا تاکہ اس کو کوئی نقصان نہ پہنچے ۔ علماء ، صلحاء اور بزرگوں کو ہر طرف سے بلایا اور ان سب پر نوازشیں کیں ۔ بنگالہ کی آبادی و خوش حالی میں انتہائی سعی و کوشش کرتا تھا ۔ کئی دیہات قدوۃ السالکین شیخ نور قطب عالم قدس سرہ کے لنگر کے خرچ کے لیے مقرر کیے ۔ وہ ہر سال اپنے دارالحکومت اکدالہ سے شیخ نور (قطب عالم) کے مزار فائض الانوار کی زیارت کے لیے پنڈوہ آیا کرتا تھا ۔ [۲۷۱]

اس نے نیک اخلاق اور اچھی عادات کی بدولت مدتوں حکومت کی

۱- ملاحظہ ہو فرشتہ ۲/۳۰۰ - ۳۰۱ ، ریاض السلاطین ص ۱۲۶ - ۱۲۷ ۔

۲- ملاحظہ ہو فرشتہ ۲/۳۰۱ ، ریاض السلاطین ص ۱۲۷ - ۱۲۹ ۔

اور تمام عمر عیش و عشرت میں گزاری - ۹۲۹/۲۳ - ۱۵۲۲ء[1] کے آخر میں وہ اپنی طبعی موت سے فوت ہوا - اس کی حکومت کی مدت ستائیس سال اور چند ماہ ہوئی[2] -

ذکر نصیب شاہ

جب سلطان علاء الدین کا انتقال ہوگیا ، تو امیروں اور بزرگان وقت نے اس کے اٹھارہ بڑکوں میں سے نصیب شاہ کو سرداری کے لیے منتخب کیا - اس نے اپنے بھائیوں پر اعتبار کیا اور جو کچھ اس کے باپ نے ہر ایک کے لیے مقرر کیا تھا اس سے دوچند کر دیا -

جب ۹۳۲/۱۵۲٦ء میں حضرت فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ نے سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر لودی کو قتل کر کے مملکت دہلی پر قبضہ کیا ، تو افغان امیروں اور سرداروں نے بھاگ کر سلطان نصیب شاہ کے پاس پناہ لی - چند روز کے بعد سلطان ابراہیم کا بھائی سلطان محمود بھی اس کے پاس پناہ گزیں ہوا - اس نے سب کو حتی المقدور جاگیریں دیں - وہ سلطان ابراہیم کی لڑکی (سے شادی کرنے) کا خود خواہشمند ہوا -

۹۳۹/۳۳ - ۱۵۳۲ء میں اخلاص و محبت کے حصول کی غرض سے نفیس تحفے ملک مرجان خواجہ سرا کے ہمراہ سلطان بہادر گجراتی کی خدمت میں بھیجے - ملک مرجان قلعہ مندو میں سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوا - اس کو خلعت خاصہ عنایت ہوا - اس کے بعد بنگالیوں کے حالات نظر سے نہیں گزرے - نصیب شاہ نے گیارہ سال حکومت کی[3] -

اس کے بعد [۲۷۲] تھوڑے ہی دنوں میں بنگالہ پر شیر خاں کا قبضہ ہوگیا - جب حضرت جنت آشیانی (ہمایوں بادشاہ) شیر خاں کے تعاقب

۱- فرشتہ (ص ۲/۳۰۲) میں ۹۲۷ھ اور ذکاء اللہ (ص ۲٦٦) میں ۹۳۰ھ ہے -

۲- ملاحظہ ہو فرشتہ ۲/۳۰۱ - ۳۰۲ ، ریاض السلاطین ص ۱۲۹-۱۳٦ -

۳- فرشتہ ۲/۳۰۱ ، ریاض السلاطین (ص ۱۳۸) میں ہے کہ نصیب شاہ ۹۴۳/۳۷ - ۱۵۳٦ء میں قتل ہوا -

میں بنگالہ آیا ، تو ہمایوں بادشاہ کی طرف سے چند روز تک جہانگیر قلی بیگ نے حکومت کی ۔ پھر شیر خاں نے جہانگیر قلی بیگ کو قتل کر کے بنگالہ پر قبضہ کر لیا جس کا ذکر اپنے موقع پر کیا گیا ہے ۔

ایک مدت تک سلیم خاں بن شیر خاں کے امیر محمد خاں نے حکومت کی ۔ اس کے بعد اس کے لڑکے نے اپنا خطاب سلطان بہادر اختیار کر کے علم حکومت بلند کیا ۔ اس کے بعد بنگال و بہار کی حکومت پر سلیم خاں کے امیر سلیمان کرانی کا قبضہ ہوا ۔ اس نے نو سال تک استقلال کے ساتھ حکومت کی اور وہ ولایت اڑیسہ پر بھی قابض ہوگیا ۔ اگرچہ وہ اپنے نام کا خطبہ نہیں پڑھواتا تھا ، لیکن خود کو حضرت اعلیٰ کہلواتا تھا ۔

جب اس کا انتقال ہوگیا ، تو اس کا لڑکا بایزید اس کا قائم مقام ہوا ۔ اس کی حکومت تیرہ روز بھی نہ رہی کہ وہ اپنوں کی کوشش سے مارا گیا اور سلطنت کا مالک اس کا بھائی داؤد ہوا ۔ اس نے دو سال تک ہاتھ پاؤں مارے ۔ یہاں تک کہ ۹۸۲ھ/۷۵-۱۵۷۴ء میں داؤد خاں نے خانخاناں سے شکست کھائی کہ جو اکبر بادشاہ کے لشکر کا سپہ سالار تھا ۔ بنگالہ کی مملکت فتح ہوگئی ۔ ۹۸۴ھ/۷۷-۱۵۷۶ء میں داؤد ، خان جہاں کے ہاتھ سے کہ جو خانخاناں کے بعد بنگالہ کی حکومت پر فائز ہوا تھا ، مارا گیا ۔ اس کا ذکر اپنے موقع پر ہوا ہے اور اس وقت تک کہ ۱۰۰۲ھ/۹۴-۱۵۹۳ء ہے بنگالہ و اکدالہ کی مملکت اکبر بادشاہ کے قبضہ میں ہے ۔

• • •

طبقہ سلاطین شرقیہ (جونپور)

سلاطین شرقیہ کے ، جنھوں نے جولپور اور اس کے نواحی علاقہ پر حکومت [۲۷۳] کی ، ۷۸۴ھ/۸۳-۱۳۸۲ء کے شروع سے ۸۸۱ھ/۷۷-۱۴۷٦ء تک ستاسی سال اور چند ماہ ہوتے ہیں :

سلطان الشرق خواجہ جہان ، سولہ سال

مبارک شاہ شرق ، ایک سال اور چند ماہ

سلطان ابراہیم شرق - چالیس سال اور چند ماہ

سلطان محمود بن ابراہیم - اکیس سال اور چندہ ماہ

سلطان محمد بن سلطان محمود - پانچ سال

سلطان حسین بن محمود - انیس سال

ذکر سلطان الشرق

روایت ہے کہ جب سلطان محمود بن سلطان محمد بن فیروز شاہ کی حکومت کا زمانہ آیا ، تو اس نے ملک سرور خواجہ سرا کو جسے سلطان محمود شاہ نے خواجہ جہاں کا خطاب دیا تھا ، سلطان الشرق کا خطاب دے کر جونپور کی ولایت کو بھیج دیا اور وہاں کی حکومت اس کو بخش دی - جب سلطان محمود کا اقتدار نہ رہا ، تو سلطان الشرق نے غلبہ حاصل کر لیا اور پرگنہ کول ، اٹاوہ ، کنپلہ اور بھرائچ کے فتنہ انگیزوں کو سزا دی اور دہلی کی طرف سے پرگنہ کول و راپری تک اور وہاں سے بہار و ترہٹ تک قابض ہو گیا - سلطنت کو از سر نو رونق حاصل ہو گئی - ہاتھی اور پیشکش جو ہر سال لکھنوتی اور جاج نگر سے دہلی آتی تھی ، چند سال تک حکام کی کمزوری کی وجہ سے نہیں آئی ، اس کو پھر وصول کیا - زمینداروں کے دلوں میں اس کا رعب و دبدبہ اس درجہ قائم ہو گیا تھا کہ ہر سال کا خراج بغیر طلب کیے جونپور بھیجا کرتے تھے -

[۲۷۳] ۸۰۲ھ میں سلطان الشرق کا انتقال ہو گیا اس کی حکومت کی مدت سولہ سال رہی[1] ۔

ذکر سلطان مبارک شاہ شرقی

جب سلطان الشرق کی وفات ہو گئی اور اسی زمانہ میں دہلی کی حکومت میں پہلے سے زیادہ خرابیاں پیدا ہوئیں اور سلطنت کے کام بگڑنے لگے، تو ملک مبارک قرنفل نے کہ جو سلطان الشرق کا منہ بولا بیٹا تھا، امیروں اور سرداروں کے اتفاق رائے سے خود کو مبارک شاہ کا خطاب دیا اور حکومت کا علم بلند کر دیا ۔ اس نے جونپور اور دوسرے شہروں میں جو سلطان الشرق کے قبضہ میں تھے، اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا ۔ جب یہ خبر ملو اقبال خاں کو ملی کہ سلطان الشرق کی وفات ہو گئی اور ملک مبارک قرنفل نے اپنا خطاب مبارک شاہ کر لیا، تو ۸۰۳ھ/۱ - ۱۴۰۰ء میں وہ ایک بڑا لشکر فراہم کرکے جونپور کی طرف متوجہ ہوا ۔ راستہ میں اٹاوہ کے مفسدوں کو سزا دیتا ہوا قنوج پہنچا - مبارک شاہ نے بھی لشکر فراہم کیا اور مقابلہ پر آیا ۔ چونکہ دونوں لشکروں کے بیچ میں دریائے گنگ حائل تھا، لہذا دو مہینے تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل پڑے رہے اور کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ دریا کو پار کرکے میدانِ جرأت میں قدم رکھ سکے ۔ وہ بغیر جنگ کیے ہوئے اپنے علاقے کو واپس ہو گئے ۔ جب مبارک شاہ جونپور پہنچا، تو اس کو خبر ملی کہ سلطان محمود گجرات سے دہلی واپس آ گیا ہے اور ملو اقبال خاں اس کو ہمراہ لے کر پھر قنوج کی طرف روانہ ہوا ہے ۔ اس خبر کے سنتے ہی اس نے لشکر جمع کرنا شروع کیا، لیکن موت نے اس کو مہلت نہ دی اور

۱- فرشتہ (۲/۳۰۳) میں چھ سال ہے ۔ نیز ملاحظہ ہو تاریخ شیراز ہند جونپور از اقبال احمد و محتشم کاشانی (جونپور ۱۹۶۳ء)، ص ۷۲ - ۸۲ آئندہ حوالہ ''جونپور'' سے دیا جائے گا ۔

The Sharqi Sultanate of Jaunpur by Mian Mohammad Said (Karachi 1972) p. 20 - 36.

(آئندہ اس کا حوالہ سعید سے دیا جائے گا)

۸۰۴ھ/۲ - ۱۴۰۱ء میں اس نے اس دارفانی سے سفر کیا ۔ اس کی سلطنت کی مدت ایک سال اور چند ماہ ہوئی[۱] ۔

[۲۷۵] ذکر سلطان ابراہیم شرقی

مبارک شاہ کے مرنے کے بعد سلطنت شرقیہ کے امیروں نے اس کے چھوٹے بھائی کو سلطان ابراہیم کا خطاب دے کر تخت نشین کیا ۔ عوام کو امن و امان نصیب ہوا ۔ علماء اور بزرگ جو دنیا کے ہنگاموں سے پریشان تھے ، جونپور پہنچے کہ جو دارالامن بن گیا تھا اور وہ دارالسلطنت (جونپور) علماء کے وجود سے دارالعلم بن گیا ۔ چند کتابیں اور رسالے اس کے نام پر تصنیف ہوئے ، مثلاً حاشیہ ہندی ، بحرالمواج ، فتاویٰ ابراہیم شاہی اور ارشاد وغیرہ ۔ چونکہ تائید غیبی اس بادشاہ عالم پرور کے ساتھ تھی ، لہذا بلاشبہ وہ حکومت کے آغاز ہی میں ہندوستان کے تمام بادشاہوں سے تجربہ اور کار گزاری میں سبقت لے گیا ۔

سلطنت کے ابتدائی زمانہ ہی میں لشکر فراہم کرکے سلطان محمود اور ملو اقبال خاں کے دفعیہ کے لیے متوجہ ہوا کہ جونپور کے فتح کرنے کا ارادہ رکھتے تھے ۔ جب وہ دریائے گنگا کے کنارے پہنچا اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے ۔ تو سلطان محمود اس وجہ سے کہ ملواقبال خاں امور سلطنت میں اس کو دخل نہیں دینے دیتا تھا اور مہمات ملکی کے فیصل کرنے میں کبھی بھی اس سے رائے نہیں لیتا تھا ، شکار کے بہانہ سے اپنے لشکر سے نکل کر سلطان ابراہیم کے پاس چلا گیا ۔ سلطان ابراہیم [۲۷۶] اپنے غرور و تکبر کے سبب سے حق نمک ادا کرنے کی جانب متوجہ نہ ہوا اور اس کی خاطر و تواضع اور دل جوئی میں تساہل اور سستی برتی ۔ سلطان محمود رنجیدہ ہو کر قنوج پہنچا اور قنوج کے تھانیدار کو جو مبارک شاہ کی (حکومت سے) پہلے سے وہاں تھا اور اس کو امیر زادہ ہروی کہتے تھے ، نکال کر قنوج پر قابض ہو گیا [illegible] اس خبر کے ملنے کے بعد قنوج [illegible] کے لیے چھوڑ دیا ۔ سلطان [illegible] جونپور کو اور ملو اقبال

۱- [illegible] ہر فرشتہ ۲/۳۰۴ - ۵ [illegible] ۳۰۴ ، جونپور [illegible] ۹۶ - ۹[illegible] ۔

خاں دہلی کو لوٹ گئے ۔ بعض تواریخ میں نظر سے گزرا ہے کہ سلطان محمود مبارک شاہ شرقی کے پاس گیا اور اسی زمانہ میں سلطان ابراہیم بادشاہ ہوا تھا ۔ مبارک شاہ کا انتقال ہو گیا ۔ وا اللہ اعلم بالصواب ۔

۸۰۷ھ/ ۰۵ - ۱۳۰۴ء میں ملو اقبال خاں نے پھر آ کر قنوج کا محاصرہ کر لیا ۔ سلطان محمود اپنے خاصہ خیلوں کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا اور داد مردانگی دی ۔ ملو اقبال خاں ناکام و نامراد واپس ہو کر دہلی آیا ۔ جب ۸۰۸ھ/۰۶ - ۱۴۰۵ء میں ملو اقبال خاں اجودھن کے نواح میں خضر خاں کے ہاتھ سے مارا گیا جیسا کہ ذکر ہوا ہے ، تو سلطان محمود ، ملک محمود کو قنوج میں چھوڑ کر دہلی آیا اور اپنے بزرگوں کے تخت پر جلوہ گر ہوا ۔ سلطان ابراہیم نے موقع کو غنیمت سمجھ کر ۸۰۹ھ/ ۰۷ - ۱۴۰۶ء میں قنوج کی فتح کا ارادہ کیا ۔ سلطان محمود دہلی کا لشکر لے کر سلطان ابراہیم سے جنگ کرنے کے لیے [۲۷۷] روانہ ہوا اور دونوں لشکر دریائے گنگا کے کنارے ایک دوسرے کے مقابل اترے ۔ چند روز کے بعد بغیر جنگ کیے ہوئے ہر ایک اپنے اپنے ملک کو واپس چلا گیا ۔ سلطان محمود جب دہلی پہنچا ، تو اس نے امیروں کو جاگیروں پر جانے کی اجازت دے دی ۔ سلطان ابراہیم نے پھر آ کر قنوج کا محاصرہ کر لیا ۔ جب محاصرہ کو چار مہینے گزر گئے اور دہلی سے کوئی کمک نہیں آئی ، تو ملک محمود نے امان طلب کرکے قنوج کو اس کے سپرد کر دیا ۔ سلطان ابراہیم نے قنوج کو اختیار خاں کے سپرد کیا اور وہ دہلی فتح کرنے کے ارادہ سے چل پڑا ۔ راستہ میں تاتار خاں بن سارنگ خاں اور ملو اقبال خاں کا غلام ملک مرجان دہلی سے آ کر (اس سے) مل گئے ۔ سلطان ابراہیم کی قوت اور غلبہ بڑھ گیا اور وہ سنبھل کی طرف روانہ ہوا ۔ جب سنبھل پہنچا ، تو اسد خاں لودی سنبھل کو چھوڑ کر بھاگ گیا ۔ سلطان ابراہیم نے سنبھل کو تاتار خاں کے سپرد کرکے دہلی کی جانب توجہ کی اور راستہ میں قلعہ برن کو فتح کرکے ملک مرجان کو دے دیا ۔ جب دریائے جمنا کے کنارے پہنچا ، تو مخبروں نے خبر دی کہ سلطان مظفر گجراتی مالوہ پہنچ چکا ہے اور سلطان محمود کی مدد کے لیے آ رہا ہے ۔ سلطان ابراہیم گھبرا کر جونپور کی طرف متوجہ ہوا ، سلطان محمود ، سنبھل کی حکومت بدستور سابق اسد خاں لودی کے سپرد کرکے دہلی واپس ہوا ۔

۸۳۱ھ/۲۸ - ۱۴۲۷ء میں سلطان ابراہیم قلعہ بیانہ پر آیا ۔ اس وقت خضر خاں دہلی کی سلطنت پر فائز تھا اور وہ اس کے دفعیہ کے لیے دہلی سے نکلا ۔ فریقین کا مقابلہ ہونے پر صبح سے شام تک [۲۷۸] سخت جنگ ہوتی رہی ۔ دوسرے دن مکر و فریب پر مبنی صلح کر کے سلطان ابراہیم جونپور کو اور خضر خاں دہلی کو واپس ہوئے ۔

۸۳۷ھ/۳۴ - ۱۴۳۳ء میں جب سلطان ابراہیم نے بدنظمیوں کو درست کر لیا اور اطراف و جوانب کے مفسدوں اور سرکشوں کی طرف سے اطمینان حاصل کر لیا ، تو اس نے کالپی کی تسخیر کا ارادہ کیا اور پورے انتظام کے ساتھ روانہ ہوا ۔ اس دوران میں یہ خبر پہنچی کہ سلطان ہوشنگ غوری بھی کالپی کی فتح کا ارادہ رکھتا ہے ۔ جب دونوں بادشاہ ایک دوسرے کے قریب پہنچے اور جنگ کا معاملہ آج کل پر ملتوی ہونے لگا تو جاسوس خبر لائے کہ مبارک شاہ بن خضر خاں دہلی سے ایک بڑا لشکر لے کر جونپور کے فتح کرنے کے ارادہ سے چلا ہے ۔ سلطان ابراہیم (کالپی کا) ارادہ ملتوی کر کے جونپور کی طرف چل دیا ۔ سلطان ہوشنگ نے بغیر جنگ کیے ہوئے کالپی پر قبضہ کر لیا اور اپنا خطبہ پڑھوا کر مندو کو واپس ہو گیا ۔

۸۴۰ھ/۳۷ - ۱۴۳۶ء میں سلطان ابراہیم بیماری میں مبتلا ہوا ۔ ہر چند طبیبوں نے علاج کیا ، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور آخرکار (اس کا) انتقال ہو گیا[۱] ۔ اس کی سلطنت کی مدت چالیس سال اور چند روز ہوئی[۲] ۔

ذکر سلطان محمود بن ابراہیم شرقی

جب سلطان ابراہیم نے وفات پائی ، تو اس کا بڑا لڑکا سلطان محمود جونپور کے تخت پر بیٹھا اور اپنے باپ کا جانشین ہوا ۔ اس کے احسان سے [۲۷۹] رعایا خوش حال ہو گئی ، مملکت میں از سر نو رونق اور بہار

۱۔ سلطان ابراہیم ۸۴۴ھ/۱۴۴۰ء میں فوت ہوا (سعید ، ص ۶۱) فرشتہ نے ۸۴۴ھ لکھا ہے ۔

۲۔ ملاحظہ ہو فرشتہ ۳۰۵/۲ - ۳۰۶ ، سعید ، ص ۴۱ - ۶۳ ، جونپور ، ص ۹۷ - ۱۲۲ ۔

آ گئی اور رعایا میں خوشی و خرمی ظاہر ہونے لگی ۔ لشکر و مملکت کے انتظام اور سرکشوں اور فتنہ انگیزوں کی تادیب کے بعد ۸۴۷ھ/۴۴-۱۴۴۳ء میں ایک زبان آور ایلچی کو مع تحفوں اور ہدیوں کے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ کہ نصیر خاں ولد قادر خاں نے جو کالپی پر قابض تھا ، شریعت محمدی کے طریقہ کو چھوڑ دیا ہے اور ارتداد کا راستہ اختیار کیا ہے ۔ اس نے قصبہ شاہ پور کو جو کالپی سے زیادہ آباد تھا ، برباد کرکے مسلمانوں کو جلا وطن کر دیا اور مسلمان عورتوں کو کافروں کے سپرد کر دیا ۔ چونکہ سلطان سعید ہوشنگ شاہ کے زمانہ سے آج تک مودت و محبت کا سلسلہ دونوں طرف سے مستحکم ہے ، لہذا میری عقل نے مجھے یہی راہ دکھائی کہ آپ کو اس واقعہ سے باخبر کرکے اجازت طلب کروں اور اس کو سزا دے کر اس نواح میں دین محمدی کے طریقوں کو رواج دوں ۔

سلطان محمود خلجی نے جواب دیا کہ میں اس سے پہلے یہ باتیں ہوچ لوگوں سے سن چکا تھا اب جبکہ تم جیسے اعلیٰ مرتبہ سلطان نے اطلاع دی تو پورے طور سے یقین ہو گیا ، لہذا اسی صورت میں اس گنہ گار (نصیر خاں) کا دفع کرنا بادشاہوں پر واجب ہے ۔ اگر آپ کی زور آور فوجیں میوات کے فسادیوں کی تادیب کے لیے متوجہ نہ ہوتیں ، تو میں ان کے دفعیہ کے لیے جاتا ۔ چونکہ اب آپ نے اس بات کا ارادہ کر لیا ہے ، اللہ مبارک کرے ۔ ایلچی نے جونپور آ کر یہ بات عرض کی ۔ سلطان محمود شرقی بہت خوش ہوا ۔ انتیس ہاتھی بطور تحفہ سلطان [۲۸۰] محمود خلجی کے پاس بھیجے اور لشکر فراہم کرکے کالپی روانہ ہو گیا[۱] ۔ نصیر خاں نے اس کی اطلاع پا کر سلطان محمود خلجی کو خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا :

"یہ ملک سلطان سعید ہوشنگ شاہ نے مجھ کو عنایت کیا ہے اب سلطان محمود شرقی چاہتا ہے کہ زور اور غلبہ سے اس پر قبضہ کر لے ۔ میری حمایت کرنا آپ پر لازم ہے" ۔

محمود خلجی نے اس (سلطان محمود شرقی) کی عرضداشت کے مضمون

۱- فرشتہ ۳۰۷/۲ ۔

پر سطلع ہو کر خط لکھا جس میں محبت و خلوص کا اظہار کیا گیا تھا ۔ علی خان کو مناسب تحفے اور ہدیے دے کر سلطان محمود شرقی کے پاس بھیجا اور اس میں یہ تحریر کیا کہ کالپی کا حاکم نصیر خان خدا کے خوف اور آپ کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے تائب ہو گیا ہے اور اس نے مجھے لکھا ہے کہ وہ گزشتہ باتوں کی تلافی اور تدارک کرے گا ، راہ شریعت سے قدم باہر نہیں رکھے گا اور احکام خداوندی کی پابندی میں کسی قسم کی سستی و کاہلی نہیں کرے گا ۔ چونکہ سلطان مرحوم ہوشنگ شاہ نے یہ ملک قادر خان کو دیا تھا اور یہ لوگ ہمارے مطیع و فرمانبردار ہیں ، لہذا ان کی سابقہ خطاؤں کو نظر انداز کرکے اس کی مملکت سے تعرض نہ کیا جائے ابھی خط کا جواب (اور) علی خان نہیں پہنچا تھا کہ نصیر خان کی دوسری عرضی پہنچی جس کا مضمون یہ تھا کہ :

"یہ فقیر ہوشنگ شاہ کے زمانہ سے آپ سے اخلاص و اعتقاد رکھتا ہے ۔ اس وقت سلطان محمود شرقی نے اپنے قدیمی بغض و عداوت کی وجہ سے کالپی پر آ کر قبضہ کر لیا ہے ، مجھے جلا وطن کر دیا ہے اور مسلمان عورتوں کو قید کر لیا ہے" ۔

حالانکہ سلطان محمود شرقی نے نصیر خان کی تادیب کے لیے اجازت [۲۸۱] حاصل کر لی تھی ، لیکن چونکہ نصیر خان نے بہت عاجزی و انکسار کا اظہار کیا ، لہذا (سلطان محمود خلجی نے) دوسری شعبان ۸۴۸/۳۵ - ۱۴۴۴ء کو اجین سے چندیری اور کالپی کا ارادہ کر دیا ۔ چندیری میں نصیر خان حاضر خدمت ہوا اور وہ چندیری سے ایرچھ کو روانہ ہوا ۔ سلطان محمود شرقی اس خبر کو سن کر بلا توقف کالپی سے مقابلہ کے لیے نکلا سلطان محمود خلجی نے جونپور کے لشکر کے مقابلہ کے لیے فوج تعینات کی اور ایک دوسری فوج بھیجی کہ جونپور کے لشکر کے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو لوٹ لے ۔ اس جماعت نے پہنچ کر ان لوگوں کو جو لشکر کے پیچھے رہ گئے تھے ، قتل کر دیا اور جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ لیا ۔ جو فوج مقابلہ پر تعینات تھی ، اس نے مقابلہ اور جنگ کی اور دونوں طرف سے کار آزمودہ لوگ مارے گئے ۔ بالآخر طرفین اپنے اپنے حدود میں واپس ہو گئیں دوسرے روز صبح کو سلطان محمود خلجی نے عماد الملک کو بھیجا تا کہ غنیم کے راستہ کو روک دے ۔ غنیم کو اس

بات کی اطلاع مل گئی ۔ اس نے اسی منزل پر کہ وہ جگہ مناسب اور موزوں تھی ، قیام کیا ۔ جب سلطان محمود خلجی کو غنیم کے منزل مستحکم کرنے کی اطلاع ہوئی ، تو اس نے فوج روانہ کی کہ کالپی کے نواح پر حملہ کریں ۔ چنانچہ وہ لوگ بہت سا مال غنیمت لے کر واپس آئے ۔ چونکہ برسات کا موسم آ گیا تھا ، لہذا صلح کا انداز اختیار کرتے ہوئے واپس ہو گئے ۔ سلطان محمود خلجی چندیری آ گیا اور سلطان محمود شرقی نے موقع کو غنیمت سمجھ کر ولایت برہار پر جہاں کے باشندے سلطان محمود خلجی کے مطیع تھے ، حملہ کر دیا ۔ سلطان خلجی نے ولایت برہار کے حاکم کی کمک کے لیے ایک فوج روانہ کی ۔ چونکہ سلطان محمود شرقی کی فوج میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی ، لہذا سلطان (محمود شرقی) خود آیا اور فوج میں شامل ہوا[1] ۔

[۲۸۲] چند روز کے بعد سلطان محمود شرقی نے ایک خط شیخ الاسلام شیخ جاپلدہ کے پاس بھیجا کہ وہ اس زمانہ کے بزرگوں میں سے تھے اور سلطان محمود خلجی ان سے بہت ارادت و اعتقاد رکھتا تھا ۔ اب وہ مندو کے سلاطین کے گنبد میں دفن ہیں ۔ اس خط کا مضمون یہ تھا :

"دونوں طرف سے مسلمان قتل ہو رہے ہیں ۔ اگر آپ دونوں میں صلح کرانے کی کوشش کریں ، تو بہتر ہو" ۔

سلطان محمود شرقی کے فرستادہ نے شیخ جاپلدہ کی خدمت میں ایسی تقریر کی کہ ہم فوراً قصبہ راتھ کو نصیر خاں کے سپرد کرتے ہیں اور سلطان محمود خلجی کی واپسی کے بعد چار ماہ میں قصبہ ایرچھ اور کالپی کا سارا علاقہ بھی جو شرقیوں کے قبضہ میں آ گیا ہے ، نصیر خاں کو دے دیا جائے گا ۔

جب سلطان محمود شرقی کے فرستادہ نے شیخ جاپلدہ کی خدمت میں یہ بات عرض کی ، تو شیخ نے (سلطان محمود) شرقی کے وکیل کو اپنے خادم کے ہمراہ سلطان محمود (خلجی) کی خدمت میں بھیجا اور نصیحت آمیز خط بھی روانہ کیا ۔ سلطان محمود خلجی نے کہا کہ جب تک کالپی کو

۱- فرشتہ ۲/۳۰۷ ۔

حوالہ نہیں کرے گا ،، صلح نہیں ہوگی ، لیکن چونکہ نصیر خاں جلا وطن تھا ، لہذا اس نے پرگنہ راتہ کا ملنا ہی غنیمت سمجھا اور عرض کیا کہ وہ (سلطان محمود شرق) یقین ہے کہ وعدہ خلافی نہ کرے گا ۔

سلطان محمود خلجی نے جب یہ دیکھا کہ صاحب معاملہ خود اس صلح پر رضا مند ہے ، تو اس نے سلطان محمود شرق کے فرستادہ کو اپنے حضور میں بلایا اور صلح قبول کر لی اور شرط یہ رہی کہ اس (تاریخ) کے بعد قادر شاہ کی اولاد خصوصاً نصیر خان جہاں سے وہ معترض نہ ہوگا ، اس کے بعد پھر کبھی اس کا لشکر اس ملک میں نہ جائے اور چار مہینے کے بعد کالپی اور (نواحی) قصبات کو نصیر خان جہاں کے حوالہ کر دے ۔ چونکہ صلح کی بنیاد شیخ جایلدہ کی ظاہری اور باطنی توجہ سے مضبوط ہو گئی تھی ، لہذا سلطان محمود خلجی نے [۲۸۳] سلطان شرق کے فرستادہ کو انعام و اکرام سے سرفراز کرکے رخصت کر دیا اور خود دارالملک مندو کی طرف روانہ ہوا[۱] ۔

سلطان محمود شرق نے بھی جونپور کا رخ کیا ۔ جونپور پہنچنے کے بعد اس نے خوب بذل و عطا اور جود و سخا کا مظاہرہ کیا اور ہر طبقہ کے لوگوں کو حسب مراتب خوش حال اور بہرہ مند کیا ۔ کچھ عرصہ تک وہ جونپور میں مقیم رہا ۔ اپنے لشکر کی کمی اور بے سرو سامانی کو درست کیا پھر ولایت چنہارن[۲] کی طرف متوجہ ہوا ۔ اس علاقہ کو تاخت و تاراج کیا اس کے فسادیوں کو تہ تیغ کر دیا ۔ بعض پرگنات و قصبات پر قبضہ کرکے اپنا تھانیدار وہاں مقرر کیا ۔ ان حدود کا انتظام کرنے کے بعد جونپور کو واپس ہوا ۔

چند روز کے بعد جہاد کے ارادہ اور غذا کی نیت سے ولایت اڑیسہ کی طرف توجہ کی اور اس نواح کو تاخت و تاراج کرکے وہاں کے بتخانوں کو توڑا اور خراب کیا اور مظفر و منصور واپس ہوا[۳] ۔ ۸۶۲ھ/۱۴۵۷ء

۱- فرشتہ ۲/۳۰۷ - ۳۰۸ -

۲- جساون (فرشتہ ۲/۳۰۸) -

۳- فرشتہ ۲/۳۰۸ -

میں وہ انتقال کر گیا - اس کی سلطنت کی مدت اکیس سال اور چند ماہ ہوئی[1] -

ذکر سلطان محمود بن محمود شاہ

جب سلطان محمود شرق کا انتقال ہو گیا ، تو امراء و ارکان دولت نے شہزادہ بھیکن خاں کو کہ جو اس کا بڑا لڑکا تھا ، تخت نشین کیا اور سلطان [۰۸۴] محمود شاہ[2] خطاب دیا - چونکہ وہ سلطنت کے کاموں کے لائق نہ تھا اور جو کام کہ اس کے لائق نہ تھے ، اختیار کیے ، لہذا ملک کے امراء اور سرداروں نے اس کو حکومت سے برطرف کرکے اس کے بھائی حسین کو حکومت سپرد کی تھی - اس کی حکومت تقریباً پانچ ماہ رہی[3] -

ذکر سلطنت حسین بن محمود شاہ

جب اس کے بھائی محمود شاہ کو سلطنت کے کام سے ہٹا دیا گیا اور اس کو حکمت دی گئی ، تو اس نے عدل و انصاف کی کوشش کی اور تمام امیر اور بزرگ اس کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے - چونکہ اس کے دل میں ملکوں کے فتح کرنے کا شوق تھا ، لہذا تین لاکھ سوار اور ایک ہزار چار سو ہاتھی جمع کرکے وہ ولایت اڑیسہ کی طرف متوجہ ہوا - راستہ میں ملک نزہت کو فتح کرکے اس ملک و نواح کے سرکشوں سے خراج وصول کیا - جب ولایت اڑیسہ میں پہنچا ، تو تاخت و تاراج کے لیے فوجیں اطراف ملک میں بھیج دیں - اڑیسہ کے راجا نے عاجز و مجبور ہو کر اپنا وکیل سلطان کی خدمت میں بھیجا اور اپنے حربوں اور خطاؤں کی معافی

۱- ملاحظہ ہو فرشتہ ، ص ۳۰٦ - ۳۰۸ ، سعید ، ص ٦۴ - ۷۸ ، جونپور ، ص ۱۳۳ - ۱۴۷ -

۲- فرشتہ (۳۰۸/۲) سعید ، (ص ۷۸) ، جونپور ، (ص ۱۴۸) وغیرہ تمام کتابوں اور طبقات اکبری (جلد اول ، ص ۳۰۳) میں "محمد شاہ" خطاب لکھا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے -

۳- ملاحظہ ہو فرشتہ ، ص ۳۰۸ - ۳۰۹ ، سعید ، ص ۷۸ - ۸۳ ، جونپور ، ص ۱۴۸ - ۱۵۵ -

چاہی - تیس ہاتھی ، ایک سو گھوڑے ، بہت سے قیمتی ریشمی کپڑے اور تاوان بطور نذر کے گزرانا - سلطان حسین اس علاقہ سے فتح یاب ہو کر جونپور آیا[۱] -

۸۷۰ھ/۶۶ - ۱۴۶۵ء میں قلعہ بنارس کی ، جو زیادہ زمانہ گزر جانے کی وجہ سے شکستہ ہو گیا تھا ، مرمت کرائی - ۸۷۱ھ/۶۷ - ۱۴۶۶ء میں اپنے سرداروں کو گوالیر کے قلعہ کو فتح کرنے کے لیے بھیجا[۲] - جب محاصرہ طویل ہو گیا ، تو گوالیر کے راجا نے نذرانہ دے کر اطاعت قبول کر لی -

۸۷۸ھ/۷۴ - ۱۴۷۳ء میں سلطان حسین نے ملکہ جہاں کے بہکانے سے جو اس (سلطان حسین) کی بیوی اور سلطان علاء الدین بن محمد شاہ بن فرید شاہ [۲۸۵] بن مبارک شاہ بن خضر خاں کی بیٹی تھی ، ایک لاکھ چالیس ہزار سوار اور ایک ہزار چار سو زنجیر ہاتھی لے کر دہلی کی فتح کے ارادہ سے سلطان بہلول لودی سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا - سلطان بہلول نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں ایلچی بھیج کر عرض کیا کہ اگر سلطان (خلجی) امداد فرمائیں ، تو قلعہ بیانہ تک ان کی نذر ہے - ابھی مندو سے جواب نہیں پہنچا تھا - کہ سلطان حسین نے دہلی کے اکثر علاقہ پر قبضہ کر لیا - سلطان بہلول نے عجز و انکسار کو اپنی نجات کا ذریعہ بنایا اور پیغام بھیجا کہ دہلی کا علاقہ سلطان کے ملازمین سے متعلق ہے - اگر دہلی سے اٹھارہ کوس تک میرے لیے چھوڑ دیا جائے ، تو میں آپ کے فرمانبرداروں میں شامل ہوں اور سلطان (حسین) کی جانب سے دہلی کی داروغگی کی خدمت انجام دوں گا - سلطان حسین نے نہایت تکبر و غرور کی وجہ سے اس کی درخواست کو قبول نہیں کیا - بالآخر سلطان بہلول اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید پر بھروسہ کرکے اور اٹھارہ ہزار سوار لے کر دہلی سے نکلا اور سلطان حسین کے مقابلہ پر آیا - چونکہ دریائے جمنا دونوں لشکروں کے درمیان میں حائل تھا ، لہذا کوئی جنگ کا اقدام نہیں کر رہا تھا - اتفاق سے ایک روز جب سلطان حسین کے

۱- فرشتہ ۲/۳۰۹ - ۳۱۰ -

۲- فرشتہ ۲/۳۱۰ -

لشکری لوٹ مار کے لیے گئے ہوئے تھے اور سوائے سرداروں کے لشکر میں کوئی نہ تھا ، سلطان بہلول کے لشکریوں نے موقع غنیمت سمجھ کر دوپہر کے وقت اپنے گھوڑوں کو دریائے جمنا میں ڈال دیا ۔ ہر چند سلطان حسین کو اس کی اطلاع دی گئی ، لیکن اس نے اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے یقین نہیں کیا ۔ یہاں تک کہ سلطان بہلول کے آدمیوں نے (سلطان حسین کے) لشکر کو لوٹنا شروع کر دیا اور لشکر کے اطراف کو گھیر لیا ۔ سلطان حسین کو بغیر جنگ کے شکست ہو گئی ۔ ملکہ جہاں اور تمام اہل حرم گرفتار ہو گئے ۔ سلطان بہلول نے حق نمک کی رعایت کر کے [۲۸۶] ملکہ جہاں کی تعظیم و تکریم میں کوشش کی اور سامان و انتظام کے ساتھ سلطان حسین کی خدمت میں بھیج دیا ۔

جب ملکہ جہاں سلطان (حسین) کے پاس پہنچی ، تو اس پر اثر انداز ہوئی ۔ اس کو ورغلانے کی کوشش کی اور سلطان کو اس پر آمادہ کر لیا کہ آئندہ سال پھر لشکر کا انتظام کر کے سلطان بہلول سے جنگ کی جائے ۔ جب فاصلہ تھوڑا رہ گیا ، تو سلطان بہلول نے ایلچی بھیجا اور پیغام دیا کہ سلطان (حسین) میری خطاؤں کو معاف کریں اور مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیں ۔ میں کسی دن سلطان (شرقی) کے کام آؤں گا ۔

چونکہ تقدیر کا فیصلہ ہو چکا تھا کہ سلاطین شرقیہ کی حکومت ختم ہو جائے ، لہذا اس (سلطان حسین) نے اس کی بات پر مطلق کوئی توجہ نہ کی ۔ صفوں کے آراستہ ہونے کے بعد پھر جونپور کے لشکر کو شکست ہوئی ۔ اسی طرح پھر لشکر فراہم کر کے تیاری کے ساتھ آیا اور فرار ہوا ۔ چوتھی مرتبہ سلطان حسین کا معاملہ اتنا خراب ہو گیا کہ خود گھوڑے پر سے کود کر بھاگا ۔ یہ داستان تشریح و تفصیل کے ساتھ طبقہ سلاطین دہلی میں تحریر ہو چکی ہے ۔

چوتھی مرتبہ سلطان بہلول نے جونپور پر خود قبضہ کیا اور اپنے لڑکے باربک شاہ کو وہاں (حاکم) مقرر کیا اور سلطان حسین نے ملک کے ایک حصہ پر جس کی آمدنی پانچ کروڑ تھی ، قناعت کی اور اوقات گزاری کرنے لگا ۔ بہلول نے پھر بھی اس سے مروت برتی اور اس سے کوئی تعرض نہیں کیا ۔

جب سلطان بہلول کا انتقال ہوگیا اور سلطنت کے کام سکندر ابن بہلول کے سپرد ہوئے ، تو سلطان حسین نے باربک شاہ کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ دہلی جا کر اپنے باپ کی سلطنت پر قبضہ کر لے ۔ وہ اس ارادہ سے [۸۷: ۰] جونپور سے دہلی گیا ۔ جب جنگ ہوئی ، تو باربک شاہ فرار ہو کر جونپور چلا آیا ۔ دوبارہ انتظام کرکے پھر دہلی گیا ۔ دوسری مرتبہ بھی فرار ہوا ، تو سلطان سکندر نے اس کا تعاقب کرکے جونپور کو اس کے قبضہ سے نکال لیا ۔ چونکہ فتنہ و فساد کا بانی سلطان حسین تھا ، لہٰذا سلطان سکندر اس کے سر پر پہنچا اور جنگ کرنے کے بعد اس علاقہ پر بھی جو سلطان حسین کے تصرف میں تھا ، قبضہ کر لیا ۔ سلطان حسین فرار ہو کر حاکم بنگالہ کے پاس مدد طلب کرنے کے لیے پہنچا ۔ اس کا زمانۂ سلطنت انیس سال رہا ۔ شکست کے بعد چند سال تک اور زندہ رہا[1]۔ اس کے بعد سلطنت شرقیہ ختم ہوگئی ۔ چھ آدمیوں (بادشاہوں) نے تراسی سال اور چند ماہ حکومت کی[2] ۔

• • •

۱- حسین شاہ ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء میں فوت ہوا (سعید ، ص ۱۱۱) ۔

۲- ملاحظہ ہو فرشتہ ۲/۳۰۹ - ۳۱۰ ، سعید ، ص ۸۳ ، ۱۱۲ ، جونپور ص ۱۵۶ - ۱۷۷ ۔

طبقہ سلاطین مالوہ

مالوہ کے سلاطین نے ۸۰۹ھ/۱۴۰۳-۰۴ء سے ۹۷۰ھ/۱۵۶۲-۶۳ء تک کہ ایک سو تریسٹھ سال ہوتے ہیں ، حکومت کی ۔ کل گیارہ آدمی (بادشاہ) ہوئے جن میں سے بعض نے خود اور بعض نے وکیلوں کی معرفت حکومت کی ۔

دلاور خاں غوری ۔ بیس سال ۔

سلطان ہوشنگ بن دلاور خاں ۔ تیس سال ۔

سلطان محمد بن ہوشنگ ۔ ایک سال چند ماہ ۔

سلطان محمود خلجی ۔ چونتیس سال ۔

سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود ۔ بیس سال ۔

سلطان ناصر الدین بن غیاث الدین ۔ گیارہ سال چار ماہ ۔

سلطان محمود بن ناصر الدین ۔ بیس سال چھ ماہ گیارہ دن ۔

[۲۸۸] سلطان بہادر گجراتی ۔ سولہ سال ۔

ملو قادر شاہ ۔ چھ سال ۔

شجاع خاں بنیابت شیر خاں افغان ۔ بارہ سال ۔

باز بہادر افغان ۔ سولہ سال ۔

پوشیدہ نہ رہے کہ ملک مالوہ ایک وسیع مملکت ہے ۔ ہمیشہ اس ملک میں شان و شوکت والے حکام ہوتے ہیں ۔ بڑے بڑے راجا اور مشہور رائے ، مثلاً راجا بکرماجیت کہ ہندوؤں کی تاریخ کا انحصار اس کی ظہور سلطنت کے آغاز سے ہے اور راجا بھوج وغیرہ کہ ہندوستان کے مشہور راجے تھے ، مالوہ کی حکومت پر پوری طرح سرفراز تھے ۔ سلطان محمود غزنوی کے زمانے سے اُس ملک میں اسلام کا ظہور ہوا ۔ دہلی کے

بادشاہوں میں سے سلطان غیاث الدین بلبن نے اس ملک پر قبضہ کیا ۔ اس کے بعد سلطان محمد فیروز شاہ کے زمانہ تک (یہ ملک) دہلی کے بادشاہوں کے قبضہ میں رہا ۔

دلاور خاں غوری سلطان محمد بن فیروز کی طرف سے وہاں کی حکومت پر مقرر ہوا اور پھر مستقل طور سے بادشاہ بن بیٹھا ۔ اس وقت سے مالوہ کے حاکم دہلی کے بادشاہ کی اطاعت سے نکل گئے ۔ گیارہ آدمیوں (بادشاہوں) نے اکبر بادشاہ کے زمانہ تک مسلسل حکومت کی ہے ۔

طبقہ مالوہ کی ابتدا دلاور خاں[1] سے کی گئی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان محمد بن فیروز شاہ جب بادشاہ ہوا ، تو اس نے اس جماعت کے ساتھ کہ جو اس کی فراری[2] کے زمانہ میں اس کے ساتھ تھی اور اس کی وفادار اور کارگزار رہی تھی ، رعایتیں کیں ۔ اس نے چار آدمیوں کو چار ملک دیے اور وہ چاروں سلطنت کے مالک ہوئے ۔ ظفر خاں بن وجیہہ الملک کو گجرات ، خضر خاں کو ملتان و دیبال پور ، خواجہ سرور خواجہ جہاں کو سلطان الشرق کا خطاب دے کر جونپور اور دلاور خاں غوری کو مالوہ بھیجا[3] ۔

[۲۸۹] ذکر دلاور خاں غوری

جب ۸۰۹ھ/۰۷-۱۴۰۶ء میں دلاور خاں غوری مالوہ آیا ، تو اس نے اپنی طاقت ، شجاعت اور صائب رائے سے مالوہ کی ولایت کا انتظام کیا ۔ بہت سا لشکر اور جماعت فراہم کی ۔ اس ملک کے اطراف کو سرکشوں اور فتنہ انگیزوں سے پاک و صاف کر دیا ۔ جب سلطان محمد کا خاتمہ ہو گیا اور دہلی کی سلطنت کمزور ہو گئی اور ہندوستان میں طوائف الملوکی شروع ہو گئی ، تو اس (دلاور خاں) نے بھی دہلی کے بادشاہ کی اطاعت سے انکار کر دیا ۔ خود بادشاہ بن بیٹھا اور شاہانہ انداز سے ملک کا انتظام

۱- دلاور خاں کا نام حسین تھا (فرشتہ ۲/۲۳۴) ۔

۲- متن میں ''قزاق'' لکھا ہے ۔ فرشتہ (۲/۲۳۴) میں فراری لکھا ہے ۔ اسی کو ہم نے اختیار کیا ہے ۔

۳- فرشتہ ۲/۲۳۴ ۔

شروع کر دیا ۔ برسوں اپنی من مانی کرتا رہا ۔ ۸۲۹ھ/۲۶-۱۴۲۵ء میں اس کا انتقال ہو گیا[1] ۔ بعض کتابوں میں نظر سے گزرا کہ اس کے لڑکے الپ خاں[2] نے اس کو زہر دے دیا ۔ اس کی حکومت کا زمانہ بیس سال رہا ۔

ذکر سلطان ہوشنگ بن دلاور خاں

جب الپ خاں جو دلاور خاں کا بیٹا تھا ، اپنے باپ کا قائم مقام ہوا ، تو اس نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور شاہی تاج سر پر رکھ کر سلطان ہوشنگ اپنا لقب مقرر کیا ۔ اس نواح کے امراء اور بزرگوں نے اس کی بیعت کر لی ۔

ابھی اس کی حکومت کی بنیاد مستحکم نہیں ہونے پائی تھی کہ جاسوس خبر لائے کہ سلطان مظفر گجراتی اس طرح پہنچ گیا ہے کہ سنا ہے کہ الپ خاں نے دنیاوی [۲۹۰] طمع سے اپنے باپ دلاور خاں کو زہر دے دیا اور اپنا لقب ہوشنگ شاہ کر لیا ۔ چونکہ دلاور خاں اور سلطان مظفر میں برادرانہ تعلقات تھے ، اس لیے اس نے لشکر جمع کر کے اس طرف توجہ کی ہے ۔

۸۱۰ھ/۰۸-۱۴۰۷ء کے شروع میں سلطان مظفر دھار کے نواح میں آ کر مقیم ہوا ۔ سلطان ہوشنگ جنگ کے ارادہ سے قلعہ دھار سے نکلا ۔ ایک نے دوسرے کا مقابلہ کیا ۔ آخر ہوشنگ نے فرار ہو کر قلعہ میں پناہ لی ۔ جب اس نے اپنے میں مقابلہ کی قوت نہ دیکھی ، تو سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہو کر امان کا طالب ہوا ۔ اسی مجلس میں سلطان (مظفر) نے اس کو مع امراء کے قید کر لیا اور موکلوں کے سپرد کر دیا ۔ اپنے بھائی نصیر خاں کو مع فوج کے قلعہ دھار میں چھوڑا اور خود مظفر و منصور گجرات کی طرف متوجہ ہوا ۔

پہلے ہی سال میں ناتجربہ کار نصیر خاں نے رعایا سے ان کی مقدرت

۱- فرشتہ (۲/۲۳۳) لکھتا ہے کہ ۸۰۸ھ/۰۳-۱۴۰۲ء میں فوت ہوا ۔
۲- الف خاں (نولکشور ایڈیشن) ۔

سے زیادہ محصول طلب گیا اور ان کے ساتھ برے برتاؤ کیے۔ جب سلطان مظفر گجرات چلا گیا، تو مالوہ کے لشکر نے موقع غنیمت سمجھا اور نصیر خاں کو نامرد کی طرح دھار سے نکال دیا[1] اور اس کا تعاقب کرکے اس کے پس ماندگان کو تکلیفیں پہنچائیں۔ (پھر انھوں نے) سلطان مظفر کے خوف سے دھار کو چھوڑ دیا اور قلعہ مندو میں کہ جس کے مستحکم برج، منطقۃ البروج سے بڑھ کر تھے، عمارت کی بنیاد ڈالی اور موسیٰ خاں کو جو سلطان ہوشنگ کا چچا زاد بھائی تھا، سردار بنایا۔ جب یہ خبر گجرات پہنچی، تو ہوشنگ شاہ نے سلطان مظفر کی خدمت میں اس مضمون کی عرضداشت بھیجی:

"آپ اس فقیر کے باپ اور چچا کی مثل ہیں اور بعض اہلِ غرض نے جو خبر آپ کو پہنچائی ہے خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ ان دنوں سنا گیا ہے کہ مالوہ کے سرداروں نے خان اعظم [۲۹۱] نصیر خان کے ساتھ بے ادبی کی ہے اور موسیٰ خاں کو سردار بنا لیا ہے اور مالوہ کی ولایت پر قابض ہو گئے ہیں۔ اگر اس فقیر کو اس ذلت سے نکال کر اس پر احسان کریں تو ممکن ہے کہ ملک ہاتھ آ جائے۔"

سلطان مظفر نے اس رائے کو پسند کیا اور ایک سال کے بعد اس کو قید خانہ سے رہا کرکے اس پر مراعات کیں۔ ۸۱۱ھ/۰۹-۱۴۰۸ء[2] میں شہزادہ احمد شاہ کو سلطان ہوشنگ کی امداد کے لیے بھیجا تا کہ دھار اور اس کے نواح کو غدار امیروں کے قبضہ سے نکال کر اس (ہوشنگ) کے سپرد کر دے۔ احمد شاہ نے دھار اور اس کے نواح کو امیروں کے قبضہ سے نکال کر اس کے سپرد کر دیا اور وہ خود دارالحکومت پٹن کو واپس چلا گیا۔

جب سلطان ہوشنگ چند روز دھار میں مقیم ہوا، تو (اس کے) خاصہ خیل اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اس نے ایک شخص کو قلعہ مندو

۱- فرشتہ ۲/۲۳۴-۲۳۵۔

۲- ۸۲۱ھ (فرشتہ ۲/۲۳۵)۔

بھیجا اور سرداروں کی دل دہی کرکے ان کو اپنے پاس بلا لیا ۔ امراء اور سپاہ اس کو چاہتے تھے ۔ سب مسرور اور خوش حال ہو گئے ، لیکن چونکہ وہ اپنے اہل و عیال کو قلعہ مندو میں لے گئے تھے ، اس وجہ سے اس کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے ۔ ہوشنگ کچھ آدمیوں کے ہمراہ دھار سے قصبہ مہسیر گیا ۔ روزانہ اس کے آدمیوں سے لڑائی ہوتی تھی اور وہ زخمی ہوکر واپس آ جاتے تھے ۔ چونکہ قلعہ مندو بہت مستحکم تھا ، لہذا ہوشنگ شاہ نے یہی مناسب سمجھا کہ وہاں سے کوچ کرکے ولایت کے وسط میں مقیم ہو اور لوگوں کو قصبات و پرگنات میں بھیج کر قبضہ کرے ۔ اسی دوران میں ملک مغیث نے کہ جو سلطان ہوشنگ کی پھوپی کا لڑکا تھا ، ملک خضر سے کہ جو میاں اخا[1] کے نام سے مشہور تھا ، مشورہ کیا کہ اگرچہ [۲۹۲] موسیٰ خاں جوان شائستہ ہے اور ہمارے چچا کا لڑکا ہے ، لیکن ہوشنگ شاہ مردانگی ، عقل و دانش اور بردباری میں اپنے ہم عصروں سے کہیں بڑھ کر ہے اور یہ مملکت ترکہ کے لحاظ سے بھی اور اکتساب کے اصول کے تحت بھی اسی کو پہنچتی ہے ۔ اس کے علاوہ بچپن سے میری والدہ نے اس کی پرورش اور تربیت کی ہے ، اس لیے مناسب یہی ہے کہ حکومت اس کے سپرد کر دی جائے ۔ میاں اخا نے ملک مغیث کی رائے کی تعریف و تحسین کی اور اتفاق کے ساتھ رات میں قلعہ مندو سے نکل آیا اور ہوشنگ شاہ سے آ ملا ۔ ہوشنگ شاہ نے ملک مغیث سے نیابت کا وعدہ کرکے اس کو مسرور و خوش خال کر دیا ۔

موسیٰ خاں اس خبر کو سن کر اپنی سلطنت سے مایوس ہو گیا اور اپنے انجام کے لیے فکر مند ہوا ۔ بالآخر ملک مغیث کے پاس آدمی بھیجا کہ میرے رہنے کے لیے کوئی جگہ مقرر کر دی جائے تا کہ میں قلعہ مندو کو سپرد کر دوں ۔ بہت رد و بدل کے بعد اس کے لیے جگہ مقرر کر دی گئی ۔ موسیٰ خاں قلعہ کو خالی کرکے چلا گیا ۔ سلطان ہوشنگ قلعہ مندو میں آیا اور دار الامارت میں قیام کیا ۔ ملک مغیث کو ملک الشرق کا خطاب دے کر اپنا وزیر مقرر کیا اور تمام معاملات میں اس کو اپنا نائب اور قائم مقام بنایا[2] ۔

۱۔ میاں خاں و میاں آغا ، (فرشتہ ۲/۲۳۵) ۔

۲۔ فرشتہ ۲/۲۳۵ ۔

جب ۸۱۳ھ/۱۱-۱۴۱۰ء[1] میں سلطان مظفر گجراتی کا انتقال ہو گیا اور سلطنت سلطان احمد بن محمد شاہ بن مظفر کی جانب منتقل ہوئی ، تو سلطان مظفر کے بیٹوں فیروز خان اور ہیبت خان نے قلعہ بھروچ میں علمِ بغاوت بلند کر دیا اور ہوشنگ سے امداد کے طالب ہوئے ۔ ہوشنگ نے مظفر شاہ کی تربیت اور احمد شاہ کی مدد کو نظر انداز کر دیا [۲۹۳] اور وہ ولایت گجرات کی طرف متوجہ ہوا ۔ پرانی دشمنی اور کینہ نے اس کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اس ملک میں پہنچ کر مملکت کے طور طریقوں میں بد نظمی پھیلائے ۔ سلطان احمد اس خبر کو سنتے ہی ایک بڑا لشکر لے کر آیا اور اس نے بھروچ کا محاصرہ کر لیا ۔ فیروز خان اور احمد خان احمد شاہی ، سطوت ، غلبہ ، ہیبت اور کثرت سپاہ سے خائف ہو کر پناہ کے طالب ہوئے اور سلطان احمد سے آ ملے ۔ ہوشنگ شاہ راستہ سے واپس ہو کر دھار چلا آیا ۔ یہ داستان تفصیل کے ساتھ طبقہ گجرات میں تحریر ہے[2] ۔

الغرض ابھی ہوشنگ کی پیشانی سے شرمندگی و خجالت کا پسینہ خشک نہیں ہوا تھا کہ وہ پھر اسی ناشائستہ حرکت کا مرتکب ہوا ۔ جب ۸۱۶ھ/۱۴-۱۴۱۳ء میں ہوشنگ کو خبر ملی کہ سلطان احمد گجراتی راجا جھالا وار کے مقابلہ پر جا کر وہاں قید ہو گیا ہے تو اس نے لشکر فراہم کرکے پھر گجرات پر چڑھائی کر دی ۔ سلطان احمد اس خبر کو سنتے ہی اس کے دفع کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ جب دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے ، تو ہوشنگ کو جھالا وار کے راجا کی کمک نہ پہنچی اور وہ بے اختیار اپنی ولایت کو واپس چلا آیا[3] ۔

واپسی کے بعد گجرات کے زمینداروں خصوصاً جاجانیر ، نادوت اور ایدر کے راجاؤں کی عرضیاں سلطان ہوشنگ کے پاس متواتر پہنچیں کہ پہلی مرتبہ ہم سے خدمت گاری میں تساہل ہوا ۔ اس مرتبہ آپ پھر گجرات کی طرف آئیں ، تو ہم سب لوگ اپنی جانیں فدا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے ۔ ہم چند رہبر آپ کی خدمت میں بھیجتے ہیں کہ جو لشکر کو

۱- ۸۱۰ھ ، (فرشتہ ۲/۲۳۵) ۔
۲- فرشتہ ۲/۲۳۵ - ۲۳۶ ۔
۳- فرشتہ ۲/۲۳۶ ۔

ایسا راستہ بتائیں گے کہ ملک گجرات پہنچنے تک سلطان احمد کو خبر نہ ہوگی - پرانی عداوت کے علاوہ (ہوشنگ کو) شرمندگی بھی تھی ، لہذا (ان راجاؤں نے) سلطان ہوشنگ کو اس پر آمادہ کر دیا کہ وہ لشکر فراہم کرکے گجرات کی طرف متوجہ ہو جائے - اس ارادہ کی تکمیل کے لیے وہ ۸۲۱ھ/۱۴۱۸ء میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ مہراسہ کے راستہ سے گجرات کو روانہ ہوا - اتفاق سے اس زمانہ میں سلطان احمد بعض ملکی مصلحتوں کی بنا پر [۲۹۴] سلطان پور و ندربار کے نواح میں تھا - جب اس کو یہ خبر ملی تو اس نے ہوشنگ کی اس آتش فتنہ کو فرو کرنا سب کاموں پر مقدم سمجھا اور نہایت عجلت سے مہراسہ کی طرف متوجہ ہوا - وہ بارش کی کثرت کے باوجود بہت کم مدت میں مہراسہ پہنچا - جب ہوشنگ کے جاسوسوں نے سلطان احمد کی آمد کی اس کو اطلاع دی، تو وہ نہایت پریشان ہوا - اس نے ان زمینداروں کو اپنے حضور میں طلب کیا کہ جنھوں نے عرضیاں بھیج کر فتنہ و فساد برپا کیا - ان کو ُبرا بھلا کہا اور ان کے متعلق نامناسب باتیں زبان پر لایا - آخر جس راستہ سے وہ چلا تھا ، اسی سے پریشان و شرم سار ہو کر واپس ہوا[1] -

سلطان احمد نے چند روز تک قصبہ مہراسہ میں قیام کیا - تا کہ فوج آ کر اس سے مل جائے - لشکر کے جمع ہو جانے کے بعد وہ ماہ صفر (۸۲۲ھ/۱۴۱۹ء) میں[2] مالوہ کی ولایت کی طرف متوجہ ہوا اور متواتر کوچ کرکے مالوہ کے نواح میں پہنچا - سلطان ہوشنگ کے ارادہ سے چند منزل آگے بڑھا اور جنگ کے بعد فرار ہو کر وہ قلعہ مندو چلا گیا - سلطان احمد کے آدمیوں نے دروازہ مندو تک اس کا تعاقب کیا - اس کے کچھ ہاتھی اور ملازمین ہاتھ آئے - سلطان (احمد) خود بھی نعلچہ تک گیا - چند روز وہاں قیام کرکے اپنی فوجیں ملک کے اطراف میں بھیج دیں چونکہ قلعہ مندو بہت مستحکم تھا ، لہذا مجبوراً دھار کا ارادہ کر دیا اور چاہا کہ وہاں سے اجین جائے - چونکہ برسات کا موسم آ گیا تھا ، اس لیے وزیروں اور سرداروں نے عرض کیا کہ ملک کی بہتری اسی میں ہے کہ

۱- فرشتہ ۲/۲۳۶ -

۲- فرشتہ ۲/۲۳۶ -

امسال دارالحکومت گجرات واپس چلا گیا اور ان مفسدوں کو جو فتنہ و فساد کا باعث ہیں ، سزائیں دی جائیں اور آئندہ سال اطمینان خاطر کے ساتھ مالوہ کی فتح میں مشغول ہوں ۔ سلطان احمد اس رائے کے مطابق دھار سے واپس ہو کر باشندگان گجرات کی طرف متوجہ ہوا - [۲۹۵] ۸۲۲ھ/ ۱۴۱۹ء میں چونکہ نجابت و کار گزاری کے آثار ملک محمود بن ملک مغیث کی پیشانی سے ظاہر ہوئے ، اس لیے سلطان ہوشنگ نے اس کو محمود خاں کا خطاب دیا اور باپ کے ساتھ ملکی معاملات میں شریک کر دیا ۔ جب کبھی وہ کہیں جاتا ، ملک مغیث کو قلعہ مندو میں چھوڑ کر محمود خاں کو اپنے ہمراہ لے جاتا تا کہ وہ ملکی مہمات میں مشغول رہے[1] ۔

۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء میں سلطان ہوشنگ نے اپنے لشکر سے ایک ہزار سوار انتخاب کیے اور وہ سوداگروں کے لباس میں جاج لگر روانہ ہوا ۔ نقرئی و سرخنک گھوڑے جو جاج نگر کے رائے (حاکم) کو پسند تھے اور کچھ دوسرا سامان جو اس ملک کے لوگ پسند کرتے تھے ، ہمراہ لیا ۔ اس سفر سے سلطان کی غرض یہ تھی کہ ان گھوڑوں اور اس سامان کے عوض میں منتخب ہاتھی لائے تا کہ ان (ہاتھیوں) کی قوت سے سلطان احمد شاہ سے بدلہ لے ۔ جب وہ جاج لگر کے نواح میں پہنچا ، تو ایک شخص کو رائے جاج لگر کے پاس بھیج کر اطلاع کرائی کہ ایک بڑا سوداگر ہاتھی خریدنے کے لیے آیا ہے ۔ اس کے پاس نقرئی و سرخنک گھوڑے ، بہت قیمتی ریشمی کپڑا ، سامان اور لرمینہ ہے ۔ جاج لگر کے راجا نے کہا کہ وہ شہر سے دور کیوں مقیم ہوا ۔ فرستادہ نے جواب دیا کہ اس کے ساتھ بہت سوداگر ہیں ۔ پانی اور جنگل دیکھ کر وہیں ٹھہر گیا ۔ رائے جاج لگر نے کہا کہ میں فلاں روز قافلہ میں آؤں گا ۔ اس روز گھوڑوں کو تیار رکھیں اور کپڑے اور سامان کو زمین پر لگا دیں ۔ اگر نقد روپیہ چاہیں گے تو روپیہ دے دوں گا ۔

وہ فرستادہ واپس آیا تو سلطان ہوشنگ نے معتبر آدمیوں کو طلب کیا اور از سر نو عہد لیا کہ جو کچھ وہ کہے گا اس کے خلاف نہیں کریں گے اور اس دن کا انتظار کرنے لگا ۔ [۲۹۶] جب وہ دن آیا ، تو

۱۔ فرشتہ ۲/۲۳۶ ۔

رائے جاج نگر نے اپنے سے پہلے چالیس ہاتھی قافلہ میں بھیج دیے ۔ تا کہ سوداگر ان کو دیکھ کر خوش ہو جائیں اور اپنے آنے کی اطلاع کر دی اور پیغام بھیجا کہ سامان کھول کر رکھ دیں اور گھوڑوں کو تیار کر لیں ۔ سلطان ہوشنگ نے تمام ہاتھیوں کو واپس کر دیا اور کچھ سامان زمین پر لگا دیا ۔ اسی اثناء میں رائے جاج نگر پانچ آدمیوں کے ہمراہ قافلہ میں آیا اور کپڑا وغیرہ سامان دیکھنے لگا ۔ برسات کا موسم تھا ۔ کالے بادل اٹھے اور بوندیں پڑنے لگیں ۔ بجلی کی گڑگڑاہٹ اور چمکنے کے خوف سے ہاتھی بھاگے ۔ جو سامان زمین پر لگا ہوا تھا ۔ وہ ہاتھیوں کے پیروں سے خراب ہو گیا ۔ اسی وقت اہل قافلہ میں شور مچ گیا ۔ سلطان ہوشنگ نے سوداگروں کی رسم کے مطابق اپنے سر اور داڑھی کے بال نوچ ڈالے اور کہنے لگا کہ جب میرا تمام مال و متاع خراب ہو گیا تو اب میری زندگی بیکار ہے ۔ وہ خود سپاہیوں کو ساتھ لے کر ان گھوڑوں پر سوار ہوا جو پہلے سے تیار تھے اور راجا کی فوج پر حملہ کر دیا ۔ پہلے ہی حملہ میں اس گروہ کے پیر اکھڑ گئے اور ان کا استقلال و اقتدار ختم ہو گیا ۔ ان میں سے کچھ تو قتل ہوئے ، باقی فرار ہو کر شہر میں پہنچے ۔ رائے جاج نگر کو زندہ گرفتار کر لیا ۔

اس وقت اس نے یہ ظاہر کیا کہ میں ہوشنگ خاں غوری ہوں اور ہاتھیوں کے لیے اس ملک میں آیا ہوں ۔ جاج نگر کے سرداروں اور وزیروں نے اس کے پاس ایلچی بھیجا کہ سلطان (ہوشنگ) کی جو مرضی ہو ، ہم اس کو قبول کرتے ہیں ۔ سلطان نے جواب دیا کہ میں مکر و حیلہ سے نہیں آیا تھا ، ہاتھی خریدنے کے لیے آیا تھا ۔ میرا مال و اسباب برباد ہو گیا ہے ۔ اس کے عوض میں نے راجا کو گروی کر لیا ہے کہ ہاتھیوں کے بدلہ میں لے جاؤں ۔ جاج نگر کے وزیروں نے اعلیٰ قسم کے پچھتر ہاتھی سلطان ہوشنگ کی خدمت میں بھیجے اور معذرت چاہی ۔ ہوشنگ ، رائے جاج نگر کو اپنے ہمراہ لے کر واپس لوٹا ۔ جب (رائے جاج نگر) کی ولایت کی سرحد گزر گئی ، تو اس کو دلاسا اور تسلی دے کر رخصت کر دیا ۔ جب رائے اپنے شہر میں پہنچا ، تو اس نے چند اور ہاتھی اس (سلطان ہوشنگ) کی خدمت میں بھیجے[1] ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۳۶ - ۲۳۷ ۔

[۲۹۷] راستہ میں سلطان ہوشنگ کو خبر ملی کہ سلطان احمد نے پھر ولایت مالوہ میں آ کر قلعہ منڈو کا محاصرہ کر لیا ہے - جب ہوشنگ قلعہ کھرلہ پہنچا ، تو اس نے کھرلہ کے رانے کو بلا کر قید کر دیا اور کھرلہ پر قبضہ کرکے منڈو روانہ ہوگیا - جب منڈو کے نزدیک پہنچا ، تو احمد نے لشکر اور سرداروں کو مورچوں سے بلا کر جمع کیا اور جنگ کی تیاری کی- سلطان ہوشنگ دروازہ تار پور سے قلعہ میں داخل ہوگیا اور جنگ پر آمادہ ہوا - سلطان احمد نے جب یہ دیکھا کہ قلعہ کو فتح کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے ، تو قلعہ سے ہٹ کر ملک میں لوٹ مار کرنے لگا اور اجین سے ہوتا ہوا سارنگ پور کو چلا - سلطان ہوشنگ اس کے ارادہ سے واقف ہو کر دوسرے راستہ سے سارنگ پور کے قلعہ پر پہنچ گیا اور سلطان احمد کے پاس پیغام بھیجا کہ چونکہ اسلام کا حق درمیان میں ہے اور تم جانتے ہو کہ بے وجہ مسلمانوں کے خون بہانے کا گیا وبال ہوتا ہے ، نہ کہ جماعتوں کی جماعتیں اور فوجوں کی فوجیں ماری جائیں ، لہذا مناسب یہ ہے کہ اپنے دارالحکومت کو واپس ہو جاؤ - تمہارے جانے کے بعد نذرانے بھیج دیے جائیں گے[1] -

سلطان احمد صلح کے سبب سے مطمئن ہوگیا - اس لشکر کی حفاظت اور حزم و احتیاط میں سستی و کاہلی ہوئی - سلطان ہوشنگ نے موقع کو غنیمت سمجھ کر رات میں بارہویں محرم الحرام ۸۲۶ھ/۲۳- ۱۴۲۲ء کو شب خون مارا - اس رات کو بہت آدمی قتل ہوئے - ان میں سے سلطان احمد کی جائے قیام کے نزدیک دالدہ کی ولایت کا حاکم رائے سامت سانچ سو راجپوتوں کے ہمراہ مارا گیا جس کو اس زمانہ میں عام لوگ ''کری'' کہتے ہیں - سلطان احمد لشکر سے نکل کر ایک آدمی کے ہمراہ جنگل میں کھڑا ہو گیا - صبح کے قریب لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور صبح صادق کے طلوع ہونے کے وقت جو حقیقت میں اس کی صبح اقبال تھی ، سلطان احمد نے ہوشنگ کی فوج پر حملہ کر دیا اور جنگ کا معرکہ ایسا [۲۹۸] گرم ہوا کہ دونوں بادشاہ (ہوشنگ و احمد شاہ) زخمی ہوئے اور آخر سلطان ہوشنگ بھاگ کر سارنگ پور کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوا -

---

۱- فرشتہ ۲/۲۳۷ -

جاج نگر کے ساتھی سلطان احمد کے ہاتھ آئے اور چوتھی ربیع الآخر مذکور (۸۲۶ھ/۱۴۲۳ء) سلطان احمد مظفر و منصور گجرات روانہ ہوا[1] ۔

جب ہوشنگ کو اس کی خبر ہوئی ، تو نہایت غرور اور دلیری کے ساتھ اس نے سارنگ پور کے قلعہ سے نکل کر (احمد شاہ کا) تعاقب کیا ۔ سلطان احمد نے بھی واپس ہو کر مقابلہ کیا ۔ دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی ۔ پہلے ہی حملہ میں سلطان ہوشنگ نے دشمن کی فوج کو منتشر کر دیا ۔ سلطان احمد نے جب یہ حال دیکھا ، تو وہ خود بہ نفس نفیس میدان جنگ میں آ گیا اور ایسی جنگ کی کہ اس کی فتح کے آثار نمایاں ہو گئے ۔ ہوشنگ پھر فرار ہو کر قلعہ سارنگ پور میں آ گیا ۔ سلطان احمد گجرات چلا گیا ۔

مختصر یہ کہ سلطان ہوشنگ اگرچہ شجاعت و بہادری میں ممتاز تھا ، لیکن وہ جنگ میں کامیاب نہ تھا ۔ اکثر معرکوں میں نہایت کوشش کرنے کے باوجود فرار ہوا اور اپنے دامن مردانگی کو غبار فرار سے آلود کر لیا یعنی بھاگنے کی ندامت اپنے سر لی ۔ جب اس خبر کی تحقیق ہو گئی کہ سلطان احمد گجرات کی سرحد میں پہنچ گیا ہے ، تو ہوشنگ سارنگ پور سے قلعہ مندو کی طرف روانہ ہوا ۔ اسی سال چند روز کے بعد اپنے لشکر کی بے سرو سامانی کو درست کرکے قلعہ کاکرون کی تسخیر کی طرف توجہ کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس پر قبضہ کر لیا ۔

اسی سال گوالیر کی فتح کے لیے روانہ ہوا اور متواتر کوچ کرتا ہوا گیا اور قلعہ کے اطراف پر قابض ہو گیا ۔ جب ایک مہینہ چند روز گزر گئے ، تو سلطان محمود مبارک شاہ بن خضر خان بیانہ کے راستہ سے گوالیر کے راجا کی مدد کے لیے لشکر لے کر آیا ۔ جب سلطان ہوشنگ کو معلوم ہوا ، تو وہ قلعہ چھوڑ کر دریائے دھول پور پر اس کے مقابلہ کے لیے پہنچا ۔ چند روز کے بعد صلح ہو گئی اور یہ طے پایا کہ سلطان ہوشنگ گوالیر کی فتح کا خیال [۲۹۹] ترک کر دے ، دونوں ایک دوسرے کو

۱۔ فرشتہ ۲/۲۳۷ - ۲۳۸ ۔

تحفے بھیجیں اور اپنے اپنے دارالحکومت کو واپس چلے جائیں[1] ۔

۸۳۲ھ/۲۹ - ۱۴۲۸ء میں تیز رفتار مخبر اور جاسوس یہ خبر لائے کہ دکن کے بادشاہ سلطان احمد شاہ بہمنی نے لشکر کے ساتھ آ کر قلعہ کھرلہ کا محاصرہ کر لیا ہے ۔ جب یہ خبر ہوشنگ شاہ کو ملی ، تو وہ غیرت و حمیت سے جوش میں آیا اور کثیر لشکر جمع کرکے رائے کھرلہ کی مدد کے لیے روانہ ہوا ۔ سلطان احمد (بہمنی) جب اس بات سے مطلع ہوا ، تو وہ کھرلہ کی فتح کا خیال چھوڑ کر اپنے ملک کو واپس ہو گیا ہوشنگ نے رائے کھرلہ کے بہکانے سے تین منزل تک اس (احمد شاہ بہمنی) کا تعاقب کیا ۔ سلطان احمد (بہمنی) نے حمیت و غیرت کی وجہ سے واپس ہو کر جنگ کی ۔ اگرچہ پہلے ہی حملہ میں سلطان احمد کے لشکر کو شکست ہو گئی تھی ، مگر سلطان احمد نے کمین گاہ سے نکل کر ہوشنگ کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا اور اس کی فوج کو منتشر کر دیا ۔ سلطان ہوشنگ فرار ہوکر مندو آیا ۔ سلطان (ہوشنگ) کی بیگم اور دوسری بیگمات سلطان احمد کے قبضہ میں آ گئیں ۔ سلطان نے مروت کا برتاؤ کیا اور انتظام کرکے ان کو مندو بھیج دیا ۔ حفاظت کے لیے پانچ سو سوار ساتھ کر دیے ۔ یہ واقعہ طبقہ سلاطین دکن میں مفصل لکھا گیا ہے[2] ۔

۸۳۵ھ/۳۲ - ۱۴۳۱ء[3] میں سلطان ہوشنگ مندو سے ولایت کالپی کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔ جب کالپی کے قریب پہنچا ، تو خبر ملی کہ سلطان ابراہیم شرقی بے شمار لشکر کے ساتھ دارالحکومت جونپور سے فتح کالپی کے ارادہ سے آیا ہے ۔ سلطان ہوشنگ نے فتح کالپی کی به نسبت سلطان ابراہیم کا دفع کرنا زیادہ ضروری سمجھا اور جنگ کے لیے تیار ہو گیا جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے نزدیک ہوئے ، تو جنگ کا معاملہ امروز و فردا پر ملتوی ہونے لگا ۔ اس اثنا میں سلطان ابراہیم کے مخبر خبر لائے کہ دہلی کا بادشاہ مبارک شاہ موقع کو غنیمت سمجھ کر جونپور روانہ ہو گیا ۔ سلطان ابراہیم بے اختیار ہو کر [۳۰۰] جونپور کی

۱- فرشتہ ۲/۲۳۸ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۳۸ ۔

۳- ۸۳۰ھ (فرشتہ ۲/۲۳۸) ۔

طرف چل دیا ۔ ہوشنگ نے بغیر لڑائی کے کالپی پر قبضہ کر لیا اور اپنا خطبہ پڑھوایا ۔ چند روز وہاں رہنے کے بعد قادر خاں کو اپنا احسان مند کیا کہ پہلے وہی کالپی کا حاکم تھا اور خود ولایت مالوہ کو واپس آ گیا[۱] ۔

راستہ میں تھالیداروں کی عرضیاں ملیں کہ سرکش اوگ گوہ جاتیہ کی طرف سے ملک میں گھس آئے ہیں اور بعض دیہات اور بستیوں پر حملہ کرکے حوض بھیم پر اپنی جائے پناہ بنا رہے ہیں ۔ حوض بھیم کی تفصیل یہ ہے کہ پرانے زمانہ میں بھیم نے اس راستہ پر جو پہاڑوں کے درمیان میں ہے ، پتھروں کو ترشوا کر بند بندھوا دیے تھے ۔ اس کا عرض و طول اتنا ہے کہ اگر ایک کنارے پر کھڑا ہو کر دیکھا جائے ، تو دوسرے کنارے تک نظر نہیں پہنچتی اور اس کی گہرائی بھی بے انتہا ہے ۔ چند روز کے بعد راستہ میں شہزادہ عثمان خان نے ایک سوار کو اپنے بڑے بھائی شہزادہ غزنی خان کے خیمہ کے نزدیک بھیجا ۔ وہ اسی طرح کھڑا ہوا گالیاں دیتا رہا اور نامناسب اور سخت باتیں کہتا رہا ۔ خواجہ سرا اور پردہ داروں نے اس کو ہر چند منع کیا ، لیکن وہ نہ مانا ۔ آخرکار خواجہ سراؤں نے پتھر مار کر اس کو خیمہ کے پاس سے بھگا دیا ۔ عثمان خان شہزادہ نے اپنے آدمی کی حمایت میں خواجہ سراؤں کو چھڑیوں سے مارا اور اپنی اس ناسزا حرکت کا خیال کرکے لشکر سے جدا ہوگیا ۔ اس نے ناعاقبت اندیش امیروں کو جھوٹے وعدوں پر فریفتہ کر لیا اور بغاوت کر دی ۔ جب یہ بات سلطان ہوشنگ کو معلوم ہوئی ، تو وہ سخت غضب ناک ہوا ۔ ملک مغیث خان جہاں سے (اس معاملہ میں) مشورہ کیا ۔ ملک مغیث نے کہا کہ چونکہ شہزادہ مکرر ایسی حرکتیں کر چکا ہے اور اس کو معاف کر دیا گیا ہے ، اس مرتبہ بھی چشم پوشی کی جائے تا کہ شہزادہ لشکر میں واپس آ جائے ۔ سلطان ہوشنگ نے طرح دے دی [۳۰۱] شہزادہ عثمان خاں لشکر میں آ گیا ۔ جب سلطان ہوشنگ قصبہ اجین پہنچا ، تو ایک دن دربار عام منعقد کیا اور شہزادہ عثمان کو اس کے دونوں بھائیوں فتح خاں اور ہیبت خاں کے ساتھ سیاست (سزا) کے لیے بلایا اور ان کو زبانی تنبیہہ کی ۔ ان تینوں کو موکل کے سپرد کر دیا ۔ چند روز

۱- فرشتہ ۲/۲۳۸ ۔

کے بعد ملک مغیث کو حکم دیا کہ ان تینوں کو قید کر دو اور قلعہ مندو میں لے جا کر ان کی نگرانی کرو[1] ۔

خود (ہوشنگ) جاتپہ کے سرکشوں کو سزا دینے کے لیے روانہ ہوا ۔ وہ متواتر کوچ کرتا ہوا گیا اور حوض بوہم کے بند کو توڑ دیا اور وہاں سے نہایت تیزی کے ساتھ سفر کیا ۔ سرکشوں کو سخت سزائیں دیں ۔ کوہ پایہ جاتپہ کا راجا پیدل فرار ہو کر جنگل میں چھپ گیا ۔ اس کا مال و متاع اور اس کے عیال ہاتھ لگے ۔ قصبہ اور شہر غارت ہو گیا ۔ اتنے لوگ قید ہوئے کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا ۔ وہاں سے مظفر و منصور ہو کر قلعہ ہوشنگ آباد میں آ گیا اور برسات کا موسم وہاں گزارا[2] ۔

وہ ایک دن شکار کے ارادہ سے اکلا تھا کہ سیر کرتے ہوئے بدخشانی لعل شاہی تاج سے جدا ہو کر گر گیا ۔ تیسرے دن ایک پیادہ نے لعل لا کر حاضر کیا ۔ اس کو پانچ سو سونے کے تنکے انعام دیے اور اس سلسلہ میں ایک حکایت بیان کی کہ ایک دن سلطان فیروز شاہ کے تاج سے لعل جدا ہو کر گر گیا تھا ۔ ایک پیادہ نے لا کر پیش کیا ۔ سلطان فیروز شاہ نے اس کو پانچ سو سونے کے تنکے انعام دے کر فرمایا کہ یہ آفتاب دولت کے غروب کی علامت ہے اور چند روز کے بعد اس (فیروز شاہ) کا انتقال ہو گیا ۔ میں بھی جانتا ہوں کہ میری عمر کا دفتر ختم ہو چکا ہے ۔ چند سانسوں سے زیادہ نہیں رہے ہیں ۔ حاضرین مجلس نے دعائیں دے کر عرض کیا کہ جس روز سلطان فیروز شاہ نے بات کہی تھی ، تو اس کی عمر نوے سال ہو چکی تھی ابھی حضرت سلطان کی جوانی اور کامرانی کا عالم ہے ۔ ہوشنگ نے کہا کہ عمر کی سانسیں [۳۰۲] گھٹتی اور بڑھتی نہیں ہیں ۔ چند روز کے بعد وہ ہوشنگ آباد میں زیادہ پیشاب آنے کی بیماری میں مبتلا ہو گیا ۔ جب سلطان نے انتقال کے آثار اور موت کی علامتیں دیکھیں ، تو وہ ہوشنگ آباد سے مندو چلا گیا[3] ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۳۹ ۔

۲- ایضاً ۔

۳- فرشتہ ۲/۲۳۹ ۔

ایک دن راستہ میں دربار عام منعقد کیا ۔ امراء ، اراکین اور فوج کے سرداروں کے سامنے انگشتری مملکت اپنے بڑے لڑکے غزنی خاں کو دی اور اس کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر محمود خاں کے سپرد کر دیا ۔ محمود خاں آداب بجا لایا اور یہ عرض کیا کہ جب تک میری جان میں جان ہے ، خدمت گاری اور جاں نثاری میں کوتاہی نہیں کروں گا ۔ بادشاہ (ہوشنگ) نے امراء کو بھی وصیت کی کہ وہ ملک کو نفاق اور مخالفت سے خراب نہ کریں ۔

چونکہ اس نے اپنی دانش مندی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ محمود خاں چاہتا ہے کہ سلطنت کا مالک (خود) ہو جائے ، لہذا اس کو بہت نصیحتیں کیں اور حقوق تربیت یاد دلا کر کہا کہ سلطان احمد گجراتی اقبال مند اور بہادر بادشاہ ہے اور ہر وقت مالوہ کی فتح کا ارادہ رکھتا ہے ۔ وہ موقع اور وقت کا منتظر ہے ۔ اگر ملکی معاملات یا لشکر و رعایا کے انتظام میں کسی قسم کی سستی و کمی ہوئی اور شہزادہ کی جانب سے تم نے بے پروائی اختیار کی ، تو وہ اس ولایت کی فتح کا مصمم ارادہ کر لے گا اور تمھاری یہ جمعیت متفرق ہو جائے گی ۔ دوسری منزل پر شہزادہ غزنی خاں نے ملک محمود کو کہ جس کا خطاب عمدۃ الملک تھا ، محمود خاں کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ اگر وزارت چاہتے ہو قسم کھا کر بیعت کو مستحکم کرو تا کہ ہم کو اطمینان ہو جائے ۔ محمود خاں نے شہزادہ کی بات کو قبول کر لیا اور قسم کھا کر عہد و پیمان کیا[1] ۔

[۳۰۳] بعض امراء نے ، جو شاہزادہ عثمان کو چاہتے تھے ، خواجہ نصراللہ دبیر کے ذریعہ سے (بادشاہ سے) یہ عرض کیا کہ چونکہ شہزادہ عثمان خاں بھی شائستہ جوان اور آپ کا لائق فرزند ہے ، اگر اس کو قید سے رہا کرکے ملک مالوہ کا ایک حصہ اس کی جاگیر میں دے دیں ، تو نہایت مناسب ہو ۔ سلطان ہوشنگ نے کہا کہ اس بات کا خیال مجھے بھی ہوا تھا لیکن اگر عثمان خاں کو چھوڑ دوں ، تو امور مملکت میں خرابیاں پڑ جائیں گی اور فتنہ و فساد پیدا ہو جائے گا ۔ جب غزنی خاں نے سنا کہ بعض امراء عثمان خاں کو آزاد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ، تو اس

۱۔ فرشتہ ۲/۲۳۹ - ۲۴۰ ۔

نے پھر ملک محمود عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس روانہ کرکے پیغام بھیجا کہ ایک دوسرے کی موجودگی میں قسم کے ذریعہ عہد و اقرار مستحکم ہو جانا چاہیے ۔ محمود خاں راستہ ہی سے گھوڑے پر شہزادہ کے پاس آیا اور قسم کھائی کہ جب مجھ میں جان ہے شاہزادہ کی موافقت سے منحرف نہ ہوں گا[1] ۔

جب سرداروں کو یہ بات معلوم ہوئی ، تو ملک عثمان جلال نے کہ جو بڑے امیروں میں سے تھا دو معتبر سرداروں کو ملک مبارک غازی کے ہمراہ محمود خاں کی خدمت میں بھیجا ۔ اتفاق سے ملک محمود عمدۃالملک محمود خاں کے پاس موجود تھا جبکہ ملک مبارک غازی اور وہ دونوں سردار پہنچے ۔ محمود خاں ، ملک محمود عمدۃ الملک کو خیمہ میں چھوڑ کر خود باہر چلا آیا اور خیمہ کے دروازہ پر بیٹھ گیا تا کہ جو باتیں ہوں وہ ملک محمود عمدۃ الملک سن سکے[2] ۔ ملک مبارک غازی اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ آیا تھا ۔ اس نے ملک عثمان جلال اور شاہزادہ عثمان خاں کی دعائیں پہنچائیں اور کہا کہ ملک عثمان نے عرض کیا ہے کہ سلطنت و وزارت کا معاملہ طے ہو گیا اور تم جیسا آدمی وزارت کی مسند پر نہیں بیٹھا ، لیکن تعجب کی یہ بات ہے کہ باوجود عثمان خاں کے کہ جو سخاوت ، شجاعت ، انصاف پرستی اور رعایا پروری کی صفات سے آراستہ ہے ، تم نے غزنی خاں کو ولی عہدی کے لیے کیوں تجویز کیا ۔ [۳۰۴] اس کے ساتھ ساتھ عثمان خاں ملک الشرق کا داماد بھی ہے جو مثل اولاد کے ہوتا ہے ۔ اگر سلطان پر ضعف طاری نہ ہوتا اور اس کے قویٰ کمزور نہ ہوتے ، تو وہ ہرگز اس طرح کا اقدام نہ کرتا ۔ تمام خوانین و امراء آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ عثمان خاں کی جانب توجہ فرمائیں اور اس کی تربیت کو نظر انداز نہ کریں ۔ اگر عثمان خاں بادشاہ ہو گیا ، تو پھر ملک بارونق ہو جائے گا ۔ محمود خاں نے جواب دیا کہ مندو کو بندگی

۱- فرشتہ ۲/۲۴۰ ۔

۲- متن میں ''نشنود'' ہے اور اختلاف نسخ میں ''بشنود'' ہے سیاق و سباق سے ''بشنود'' صحیح معلوم ہوتا ہے ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے اور فرشتہ (۲/۲۴۰) میں بھی ''بشنود'' ہے ۔

سے کام ہے سرداری و بادشاہی کے معاملہ کو وہ جانیں میں نے اپنی خدمت کے زمانہ میں ایسا لایعنی کام نہیں کیا ہے -

جب ملک مبارک غازی رخصت ہو گیا ، تو اس نے ملک محمود عمدۃ الملک کو باہر بلا کر کہا کہ جاؤ اور شاہزادہ (غزنی خاں) کو یہ سب بات پہنچا دو - ملک محمود عمدۃ الملک شاہزادہ غزنی خاں کی خدمت میں گیا اور جو کچھ ہوا تھا ، وہ سب سنا دیا - (اب) شاہزادہ کو محمود خاں کی طرف سے اطمینان ہو گیا اور وہ خوش ہوا[1] -

جب امراء سلطان ہوشنگ کی زندگی سے مایوس ہو گئے ، تو انھوں نے ظفر کو جو ملک عثمان جلال کی پیشوائی کرتا تھا[2] اس کام کے لیے آمادہ کیا کہ شاہزادہ (عثمان) کے نگران آدمیوں سے سازش کرکے شاہزادہ کو نکلوا دے اور وہ (ظفر) سلطان ہوشنگ کے لشکر سے بھاگ گیا - جب یہ خبر محمود خاں کو ملی ، تو اس نے فوراً شاہزادہ غزنی خاں کو مطلع کیا تا کہ وہ اس کا تدارک کرے - شاہزادہ نے ملک برخوردار ، ملک حسن اور شیخ ملک کو ظفر کی گرفتاری کے لیے متعین کیا - ملک برخوردار اور ملک حسن نے تازہ دم گھوڑوں کی استدعا کی - حکم ہوا کہ شاہی اصطبل سے پچاس گھوڑے دے دیے جائیں - میر آخور (اصطبل کا منتظم) چونکہ شہزادہ عثمان خاں کا خیر خواہ تھا ، لہذا اس نے جواب دیا کہ جب تک سلطان (ہوشنگ) زندہ ہے بغیر اس کے حکم کے ایک گھوڑا بھی نہیں دوں گا اور اس نے جا کر ایک معتبر خواجہ سرا سے یہ بات کہہ دی کہ وہ (خواجہ سرا) [۳۰۵] بھی عثمان خاں کا خیر خواہ تھا - اس بدبخت خواجہ سرا نے اس بات کو اپنی غرض اور بادشاہ کے غضب کا ذریعہ بنایا اور اس میر آخور کو سکھایا کہ شاہی آرام گاہ کے نزدیک جا کر باآواز بلند یہی بات کہنا تا کہ بادشاہ سن لے اور اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ ابھی میں زندہ ہوں اور غزنی خاں نے میرے مال پر قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے - جب میر آخور نے آ کر یہ بات زور سے کہی ، تو سلطان کو بے ہوشی کی حالت میں کچھ ہوش آیا

۱- فرشتہ ۲/۲۳۰ -

۲- فرشتہ (۲/۲۳۰) میں ہے کہ وہ اس کا وکیل تھا -

اور اس نے کہا کہ میرا ترکش کہاں ہے اور امیروں کو بلایا۔

امیر اس خیال سے سلطان کی خدمت میں نہیں گئے کہ ممکن ہے کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا ہو اور غزنی خاں اس چالاکی سے ہمیں پھنسا کر قتل کرا دے، مگر محمود خاں نے یہ خبر غزنی خاں کو پہنچا دی۔ اس پر خوف و ہراس طاری ہو گیا اور وہ کاکروں بھاگ گیا جو لشکر سے تین منزل پر تھا اور اس نے ملک محمود عمدة الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ تمام امیر عثمان خاں کی حکومت کے لیے رضا مند ہیں اور تمہارے سوا میرا کوئی ہمدرد نہیں ہے۔ چونکہ سلطان نے اپنا ترکش طلب کیا تھا۔ لہذا میں اس خیال سے کہ مبادا میرے مندو پہنچنے کے بعد کہیں مجھے بھی بھائیوں کے پاس قید کر دیا جائے، وہاں سے چلا آیا ہوں۔ محمود خاں نے جواب بھیجا کہ تم نے کوئی کام بادشاہ کی مرضی کے خلاف نہیں کیا ہے اور گھوڑوں کے دلوانے کا معاملہ میں کسی اطمینان کے وقت (بادشاہ سے) عرض کروں گا۔ پھر غزنی خاں نے ملک محمود عمدة الملک کو بھیجا کہ اگرچہ آپ (جیسے وزیر) نے میرا ہاتھ پکڑا ہے، لیکن چونکہ میں جانتا ہوں کہ خواجہ سراؤں نے بعض نامناسب باتیں (سلطان ہوشنگ) سے کہی ہیں، اس لیے میں خائف ہوں۔ محمود خاں نے جواب دیا کہ کوئی بات نہیں ہے، جلد لشکر میں آ جاؤ کہ وقت کم رہ گیا ہے اور آفتاب غروب ہونے والا ہے (ہوشنگ بادشاہ مرنے والا ہے) اور ایک خط ملک محمود عمدة الملک کے سامنے لکھ کر ملک مغیث [۳۰۶] کے پاس بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

"حضرت سلطان نے غزنی خاں کو اپنا ولی عہد اور قائم مقام مقرر فرمایا ہے۔ بیماری نے ان کو بہت کم زور کر دیا ہے۔ مقربین ان کی زندگی سے مایوس ہو چکے ہیں۔ تم کو چاہیے کہ شہزادہ عثمان خاں کی نگرانی میں خاص اہتمام کرو۔"

جب ملک محمود نے غزنی خاں کے پاس پہنچ کر پیغام دیا اور خط کا مضمون بیان کیا، تو غزنی خاں خوش ہوا اور لشکر میں آ گیا۔ عارض ممالک ملک انہا، بخشی ممالک اور خواجہ سراؤں نے کہ جو عثمان خاں کے موافق تھے، جب دیکھا کہ سلطان میں (جان) باقی نہیں

رہی ہے ، تو (انھوں نے) آپس میں مشورہ کیا کہ امیروں اور محمود خاں کو اطلاع دیے بغیر سلطان کو پالکی میں لٹا کر نہایت تیزی سے مندو روانہ ہو جائیں اور شہزادہ عثمان خاں کو قید سے نکال کر بادشاہ بنا دیں۔ محمد خاں کو ان کے مشورہ پر اطلاع ہو گئی اور اور وہ ہوشنگ کی موت سے واقف ہو گیا ۔ اس نے حکم دیا کہ پالکی کو وہیں رکھ دیا جائے ۔ محمود خاں کے کہنے سے غزنی خاں نے بارگاہ سلطانی (خیمہ) کھڑا کرایا (وہ لوگ) تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے ۔ ہر ایک سردار چپکے سے فرار ہو گیا ۔

تجہیز و تکفین کے بعد محمود خاں نے باہر آ کر باواز بلند کہا کہ اللہ کے حکم سے سلطان ہوشنگ کا انتقال ہو گیا ہے ۔ اس نے غزنی خاں کو جو اس کا لائق فرزند ہے ، اپنا ولی عہد اور قائم مقام کر دیا تھا ۔ جو شخص ہمارے موافق ہے بیعت کرے اور جو مخالف ہے لشکر سے باہر چلا جائے اور اپنا بندوبست کرے ۔ محمود خاں نے غزنی خاں کے ہاتھ کو بوسہ دیا ، بیعت کی اور بہت رویا ۔ اس وقت ایک ایک امیر آ کر غزنی خاں کے پیروں کو بوسہ دیتے تھے زور زور سے روتے تھے ۔ جب غزنی خاں کی سلطنت امیروں اور بزرگوں کے بیعت کرنے سے مستحکم ہو گئی ، تو سلطان ہوشنگ کا جنازہ اٹھا کر مدرسہ کی طرف روانہ ہوئے اور عرفہ کے دن نویں ذی الحجہ (۸۳۸ھ/۱۴۳۵ء) کو سپرد خاک کر دیا :

کجا شد شاہانِ جم اقتدار
ز ہوشنگ و جم تا باسفند یار
[۳۰۷] فریدوں و کیخسرو و جام کو
کجا رفت شاپور و بہرام گو
ہمہ خاک دارند بالیں و خشت
خنک آنکہ جز تخم نیکی نکشت

سلطان ہوشنگ کے محل میں مجلس عالی منعقد ہوئی ۔ ملک مغیث خاں جہاں اور تمام امیروں نے بیعت کرکے صدقات کی رسمیں ادا کیں ۔ سلطان ہوشنگ کی حکومت کی مدت تیس سال ہوئی ۔ اس کی تاریخ وفات

"آہ شاہ ہوشنگ نماند" سے نکلتی ہے[1] -

۸۳۸

ذکر محمد شاہ بن ہوشنگ شاہ غوری

جب ہوشنگ شاہ کا انتقال ہو گیا ، تو گیارہ ذی الحجہ ۸۳۸ھ/ ۱۴۳۵ء کو ملک مغیث کی کوشش اور محمود خاں کے انتظام سے امیروں نے چار و ناچار غزنی خاں جو سلطان ہوشنگ کا ولی عہد تھا ، از سر نو بیعت کی ہر ایک امیر کو خطاب اور خلعت سے سرفراز کیا اور تسلی دی۔ ولایت مالوہ کے اکابر اور بزرگوں کو انعام اور وظیفے دے کر خوش کر دیا - مندو کا نام شادی آباد رکھا ۔ غزنی خاں کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہوا ۔ سلطان محمد شاہ خطاب ہوا ۔ جس شخص کا جہاں وظیفہ اور جاگیر تھی اس کو اسی حالت میں باقی رکھا گیا ۔ اگرچہ امراء اس کی حکومت سے رضا مند نہ تھے ، لیکن ملک مغیث اور محمود خاں کے اہتمام و تجربہ کاری سے ایک تازہ رونق پیدا ہو گئی ۔ تمام رعایا اس کو چاہنے لگی اور اس کی محبت سب کے دلوں پر غالب آ گئی ۔ ملک مغیث کو مسند عالی جہاں کا خطاب دے کر بدستور سابق وزیر بنا دیا ۔

چند روز کے بعد اس نے اپنے بھائیوں (کے مار ڈالنے) کا قصد کیا اور ان کا ناحق خون بہایا - اپنے بھتیجے اور داماد نظام خاں کو مع اس کے تین لڑکوں [۳۰۸] کے اندھا کرا دیا ۔ لوگوں کو اس سے نفرت پیدا ہو گئی اور بجائے محبت کے عداوت پر آمادہ ہو گئے ۔ مظلوم بھائیوں کا خون کرنا اس کو مبارک نہ ہوا ۔ کچھ ہی عرصہ میں سلطنت اس کے خاندان سے نکل گئی ۔ مملکت میں بغاوت پیدا ہو گئی ، سوئے ہوئے فتنے جاگ اٹھے اور فتنہ انگیزوں اور مفسدوں نے علم بغاوت بلند کر کے ملک میں بدنظمی کر دی :

چو بد کردی مباداایمن ز آفات
کہ واجب شد طبیعت را مکافات[2]

۱- فرشتہ ۲/۲۴۱ -

۲- فرشتہ ۲/۲۴۱ شاہان مالوہ ، ص ۵۲ - ۵۳ -

ان میں سے ایک یہ ہے کہ ولایت ہادوتی[1] کے راجپوت فرمانبرداری سے منحرف ہو کر ملک کے کچھ حصہ پر حملہ آور ہوئے ۔ جب سلطان محمد شاہ کو یہ معلوم ہوا ، تو اس نے خان جہاں کو گیارہ[2] ربیع الاول ۸۳۹ھ/۱۴۳۵ء کو اس جماعت کی سزا کے لیے نامزد کیا اور دو ہاتھی اور خاص خلعت اسے عنایت فرما کر (مہم پر) بھیجا[3] ۔

(سلطان محمد شاہ) لشکر و مملکت کے انتظامات بالائے طاق رکھ کر مے نوشی میں پڑ گیا ۔ چنانچہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک شراب میں دھت رہتا ۔ چنانچہ ایک روز اسی کی ایک بیگم کی معرفت قدیمی نمک حرام لوگوں نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ محمود خان حرص و غرور میں مبتلا ہے اور وہ اس فکر میں ہے کہ سلطان کو ہٹا کر خود بادشاہ بن جائے ۔ سلطان محمد نے ان لوگوں کی بات کا یقین کر لیا اور یہ طے کیا کہ قبل اس کے کہ محمود خان اپنے اس خیال فاسد پر عمل کرے ، اسی کو درمیان سے ہٹا دیا جائے ۔

جب یہ خبر محمود خاں کو ملی ، تو اس نے کہا الحمدللہ ، عہدشکنی ہماری طرف سے نہیں ہوئی ۔ وہ اپنی فکر کرنے لگا ۔ وہ جماعت اور انتظام کے ساتھ رہتا اور سلطان محمد کے پاس احتیاط و انتظام کے ساتھ آتا ۔ جب سلطان محمد ، محمود خاں کے حزم و احتیاط کو دیکھتا تھا ، [۳۰۹] تو اسے بہت خوف و ہراس ہوتا تھا ۔ وہ ایک روز محمود خاں کا ہاتھ پکڑ کر حرم سرا میں لے گیا اور اپنی بیوی کو کہ جو محمود خاں کی بہن تھی ، بلایا اور اس کے سامنے (محمود خاں) سے کہا کہ مجھ کو تیری ذات سے یہ امید ہے کہ تو میری جان کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور معاملات سلطنت بغیر مخالفت کے تجھ سے متعلق رہیں گے ۔ محمود خاں نے کہا کہ شاید سلطان نے میری قسم اور میرے عہد کو بھلا دیا کہ جو اس قسم کی باتیں کہتے ہیں ۔ اگر کسی منافق نے اپنی فاسد غرض کی بنا پر کوئی بات کہہ دی ہے ، تو آخر میں وہی شرمندہ ہوگا ۔ اگر میری طرف سے

۱۔ نادونی (فرشتہ ۲/۲۴۱) لندوت (شاہان مالوہ ، ص ۵۳) ۔

۲۔ پندرہ ربیع الاول (فرشتہ ۲/۲۴۱) ۔

۳۔ فرشتہ ۲/۲۴۲ ۔

سلطان کو کوئی اندیشہ ہے ، تو میں اس وقت تنہا ہوں اور کوئی چیز مانع نہیں ہے[1] :

گر میلِ وفاداری انیک دل و جاں
ور میل جفا داری ایک سروطشت

سلطان محمد نے معذرت چاہی ۔ طرفین میں نرم گفتگو ہونے لگی ۔ لیکن سلطان پر وہم غالب آ چکا تھا ۔ ہر موقع پر اس سے کوئی نہ کوئی حرکت ایسی ضرور صادر ہوتی کہ جس سے بداعتمادی کا اظہار ہوتا ۔ محمود خاں نے اپنے منشا کو پورا کرنے کے لیے پوری کوشش شروع کر دی ۔ سلطان محمد کے ساقی کو بہت رقم دے کر (اپنے ساتھ) ملا لیا اور اس کو شراب میں زہر دے کر ہلاک کرا دیا[2] ۔ مظلوم و مسموم سلطان محمد نے زبان حال سے اس طرح کہا اور بے وفا زمانہ نے پھر یہ آواز آسمان پر بلند کی :

دم چند گفتم بر آرم بکام
دریغا کہ نگرفت راہ نفس
دریغا کہ برخوانِ ایوانِ عمر
دمے چند خوردیم و گفتند بس

جب امیروں کو یہ خبر ہوئی ، تو خواجہ نصراللہ دبیر نبانی[3] ، ملک [۳۱۰] مشیر الملک ، لطیف زکریا اور بعض دوسرے سرداروں نے اتفاق کرکے مسعود خاں شہزادہ کو کہ جس کی عمر تیرہ سال تھی ، محل سے لا کر تخت نشین کیا اور یہ طے کر لیا کہ جس طرح بھی ہو محمود خاں کو درمیان سے ہٹا دیا جائے ۔ ملک بایزید شیخا کو محمود خاں کے پاس بھیجا کہ سلطان محمد تم کو بہت جلد بلاتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تم کو ایلچی بنا کر گجرات بھیجے ۔ چونکہ محمود خاں ، سلطان محمد کی موت سے باخبر تھا ، لہذا اس نے جواب دیا کہ میں خود وزارت کے کاموں سے

۱- فرشتہ ۲/۲۳۲ ۔
۲- شوال ۸۳۹ھ میں یہ واقعہ ہوا (شاہان مالوہ ، ص ۵۵) ۔
۳- پرسانی (نولکشور اڈیشن) وزیر (فرشتہ ۲/۲۳۲) ۔

سبک دوش ہونا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ اب بقیہ عمر میں ہوشنگ شاہ کے مزار کا جاروب کش رہوں ۔ اس ارادہ کے باوجود چونکہ میں ہوشنگ شاہ کا پرورش یافتہ ہوں ، اگر امراء میرے یہاں آئیں اور تمام معاملات کے متعلق مشورہ ہو جائے ، تو جو بات طے ہو جائے ، وہ (بادشاہ سے) عرض کر دیں ۔ یہ بات لائق اور مناسب ہے ملک بایزید شیخا ، امیروں کے پاس خبر لایا کہ ابھی محمود خاں ، سلطان محمد کی وفات سے آگاہ نہیں ہوا ہے ۔ اگر سب مل کر اس کے مکان پر جائیں ، تو وہ سب کے ساتھ شاہی محل میں چلا آئے گا ۔ اس وقت اس کا کام تمام کر دینا چاہیے ۔ امراء ، بایزید شیخا کی گفتگو کے مطابق محمود خاں کے پاس پہنچے ۔ اس نے اپنے آدمیوں کو چھپا کر تیار رکھ چھوڑا تھا ۔ جب امراء دروازہ میں داخل ہوئے ، تو اس نے دریافت کیا کہ سلطان ہوش میں ہے یا ابھی تک غافل پڑا ہوا ہے ۔ سردار سمجھ گئے کہ وہ کیا کہتا ہے ۔ کچھ دیر کے بعد اس کے آدمی حجرہ سے باہر آ کر امیروں پر ٹوٹ پڑے اور سب کو قید کر کے موکلوں کے سپرد کر دیا ۔ جب یہ خبر ان بقیہ سرداروں کو ملی جو مسعود خاں کے پاس تھے ، تو انھوں نے اپنی سپاہ کو جمع کیا اور سلطان کے ملازمین کو آمادہ کر کے سلطان ہوشنگ کی قبر پر سے چتر لا کر مسعود کے سر پر رکھ دیا[1] ۔

[۳۱۱] جب محمود خاں نے اس خبر کو سنا ، تو وہ سوار ہو کر شاہی محل کی طرف روانہ ہوا تاکہ دونوں شہزادوں کو گرفتار کر کے اپنا کام بنائے ۔ جب وہ شاہی محل کے قریب پہنچا ، تو طرفین جنگ پر آمادہ ہو گئے اور رات تک جنگ ہوتی رہی ۔ جب اندھیرا چھا گیا ، تو عمر خاں شاہزادہ قلعہ سے نکل کر فرار ہو گیا اور مسعود خاں نے شیخ جانلدہ کے پاس پہنچ کر جو بزرگ زمانہ تھے ، پناہ لی ۔ باقی سردار فرار ہو کر جابجا پناہ گزیں ہو گئے ۔ محمود خاں صبح تک مسلح و مستعد شاہی محل کے سامنے کھڑا رہا ۔

جب صبح ہوئی ، تو محمود خاں کو خبر ملی کہ شاہی محل خالی ہے اور مخالفین ادھر اُدھر چلے گئے ۔ محمود خاں نے محل میں داخل ہو کر

۱- فرشتہ ۲/۲۴۲ ۔

اپنے باپ خان جہاں کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا - خان جہاں بہت جلد وہاں پہنچا - محمود خان نے تمام امراء و ملوک کو جمع کرکے خان جہاں کے پاس پیغام بھیجا کہ دلیا میں انتظام حکومت ضروری ہے - اگر سلطنت کا تخت بادشاہ سے خالی رہے ، تو بہت سے فتنے پیدا ہوں گے اور ان کا تدارک دشوار ہوگا - مالوہ کی حکومت بہت وسیع ہو گئی ہے - مفسدین اور سرکش لوگ ابھی غافل ہیں اور یہ خبر ابھی قرب و جوار کے سلاطین کو نہیں پہنچی ہے ، ورنہ ہر طرف کے لوگ اس مملکت کی طرف متوجہ ہو جاتے - خان جہاں نے جواب بھیجا کہ اس عالی منصب (بادشاہی) میں نبوت کی شان ہوتی ہے - جب تک کوئی شخص عالی خاندان ، سخاوت و شجاعت اور انصاف و عقل سے بہرہ ور نہ ہو ، اس وقت تک سلطنت کے معاملات درست نہیں ہوتے - الحمدللہ یہ ساری خوبیاں کہ جو بادشاہوں میں ہونی چاہییں ، اس فرزند (محمود خان) میں موجود ہیں - چاہیے کہ نیک ساعت میں سلطنت کے تخت پر بیٹھ جاؤ اور حکومت [۳۱۲] پر قابض ہو جاؤ - جب پیغام بر یہ جواب لایا ، تو تمام امراء و اکابر نے اس رائے پر پسندیدگی ظاہر کی اور اس بات کی تصدیق کی - اس نے منجموں کو حکم دیا کہ تخت نشین ہونے کے لیے ساعت منتخب کریں - ملک کے تمام امراء بزرگوں اور شہر کے اکابر نے ، اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلطنت کی مبارک باد دی :

بیت

یکے گر رود دیگر آید بجائے
جہاں را نما ند بے کد خدائے

سلطان محمد کی حکومت کا زمانہ ایک سال اور چند ماہ رہا[۱] -

ذکر سلطان محمود خلجی

مورخین نے ایسا بیان کیا ہے کہ پیر کے دن ۲۹ شوال ۸۳۹ھ/۱۴۳۶ء کو سلطان محمود خلجی مالوہ کی سلطنت کے تخت پر رونق افروز ہوا - اس وقت اس کا سن چونتیس سال کا تھا - مالوہ کے تمام ملک میں

۱- فرشتہ ۲/۲۴۲ - ۲۴۳ شاہان مالوہ ، ۵۲ - ۵۵ -

اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہو گیا ۔ اس نے تمام امیروں کو عنایات اور نوازشوں سے مالا مال کر دیا ۔ ہر ایک کی تنخواہ اور مرتبہ میں اضافہ کیا ۔ کچھ لوگوں کو منتخب کرکے خطابات دیے منجملہ ان کے مشیر الملک کو نظام الملک کا خطاب دے کر اپنا وزیر بنایا ، ملک برخوردار کو تاج خاں کا لقب دے کر عارض ممالک کا عہدہ دیا اور خان جہاں کو اعظم ہمایوں کا خطاب دے کر چتر اور سفید ترکش جو سلاطین کے لیے مخصوص ہوتا ہے ، عنایت کیا اور یہ حکم دیا کہ اعظم ہمایوں کے نقیب اور سپاہی اپنے ہاتھوں میں سونے اور چاندی کا عصا رکھیں اور جس وقت وہ سوار ہو یا سواری سے اترے بہ آواز بلند "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کہیں ۔ اس زمانہ میں بادشاہوں کے لیے یہ طریقہ تھا ۔

جب وہ (محمود خاں) بادشاہ ہو گیا ، تو علماء و فضلاء [۳۱۳] کی تربیت پر متوجہ ہوا ۔ جہاں کہیں سنتا کہ کوئی صاحب کمال ہے ، تو روپیہ بھیج کر اس کو طلب کرتا ۔ اس نے اپنے ملک میں چند مقامات پر مدرسے کھولے ، عالموں اور طالب علموں کے وظیفے مقرر کیے اور ان کو درس و تدریس میں مشغول کر دیا ۔ مختصر یہ کہ اس کے دوران حکومت میں ملک مالوہ کی خوش انتظامی سے شیراز و سمرقند حسد کرنے لگے[۱] ۔

جب سلطنت کا انتظام اور ملک کی مہمات قبضہ میں آ گئیں ، تو ملک قطب الدین شیبانی ، ملک نصیر الدین دبیر اور کچھ دوسرے ہوشنگ شاہی سرداروں نے ملک یوسف قوام سے متفق ہو کر حسد کی وجہ سے فتنہ انگیزی کا قصد کیا اور اس ارادہ کی تکمیل کے لیے مسجد کی چھت پر جو محمود شاہ کے محل کے نزدیک تھی ، سیڑھیاں لگا کر چڑھ گئے اور وہاں سے محل کے صحن میں اتر کر اس فکر میں پڑ گئے کہ کیا کریں ۔ اس دوران میں محمود شاہ آ گیا ۔ اس نے نہایت شجاعت سے ترکش کو کمر میں باندھا ۔ اندر سے نکل کر تیر اندازی شروع کر دی اور چند آدمیوں کو زخمی کر دیا ۔ اس موقع پر نظام الملک اور ملک محمود خضر تھی کچھ

۱- فرشتہ ۲/۲۴۳ ؛ شاہان مالوہ ، ص ۵۸ - ۶۰ ۔

سلاح داروں کے ساتھ کہ جو پہلے سے مسلح تھے ، پہنچ گئے ۔ وہ لوگ جس راستہ سے آئے تھے ، اسی راستہ سے بھاگے ۔ ان میں سے ایک شخص جو تیر سے زخمی ہوگیا تھا ، سیڑھی سے نہ اُتر سکا اور مسجد کی چھت سے زمین پر گرا ۔ اس کا پیر ٹوٹ گیا ۔ اس کو گرفتار کر لیا گیا ۔ اس نے اس سرکش گروہ میں سے ہر ایک کا نام بتا دیا ۔ علی الصبح سب کو بلا کر قتل کرا دیا[۱] ۔

شاہزادہ احمد خاں بن ہوشنگ شاہ ، ملک یوسف قوام و ملک انجھا اور ملک نصیر الدین دبیر اگرچہ فتنہ انگیزی میں پوری طرح سے شریک تھے ، مگر اعظم ہمایوں نے ان لوگوں کی سفارش کی اور شاہزادہ کے لیے [۳۱۴] قلعہ اسلام آباد ، ملک یوسف قوام کو قوام خاں کا خطاب دے کر بھیلسا کا علاقہ ، ملک انجھا کو ہوشنگ آباد اور ملک نصیر الدین کو نصرت خاں اور علاقہ چندیری کا نائب بنایا اور جاگیروں پر بھیج دیا ۔ شاہزادہ احمد خاں جب اسلام آباد پہنچا ، تو فتنہ انگیزی شروع کر دی روز بروز اس کی جماعت بڑھنے لگی ۔ ہر چند کوششیں کی ، مگر ناکام رہا ۔ احمد خاں قلعہ کے اندر سے روزانہ فوج باہر بھیج کر مقابلہ کرتا رہا ۔ تاج خاں نے محمود خاں کے پاس عرضداشت بھیجی اور مدد طلب کی ۔ اسی دوران میں مخبروں نے سلطان محمود کو خبر دی کہ ملک انجھا حاکم ہوشنگ آباد اور نصیر خاں حاکم چندیری باغی ہو گئے ۔ سلطان محمود نے اعظم ہمایوں خان جہاں کو ملکی انتظام اور ان باغیوں کے دفع کرنے کے لیے رخصت کیا ۔ اسلام آباد سے دو کوس پہلے اس نے قیام کیا ۔ تاج خاں اور دوسرے سردار اس کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور انھوں نے تمام حقیقت حال بیان کی ۔ دوسرے دن کوچ کیا اور اسلام آباد کے قلعہ کا محاصرہ کرکے (سرداروں کو) مورچے تقسیم کر دیے ۔ دوسرے روز علماء و مشائخ کی ایک جماعت کو احمد خاں کے پاس بھیجا کہ اس کو نصیحت کریں اور عہد و پیمان کے توڑنے کے وبال کو بتا کر اس سے باز رہنے کو کہیں ۔ علماء و مشائخ نے ہر چند (نیکی) کی ترغیب دی اور عہد (شکنی) سے ڈرایا ، لیکن اس کا دل نہ پسیجا ۔ ہر نصیحت کا برابر

۱- فرشتہ ۲/۲۴۳ ؛ شاہان مالوہ : ص ۶۱ - ۶۲ ۔

خوب جواب دیتا رہا اور ناصحان مشفق کو رخصت کرکے قلعہ سے باہر کر دیا ۔ قوام خاں مذکور نے بھی مخالفت پر کمر باندھی اور مورچہ سے کچھ اسلحہ جات اور دوسرا سامان احمد خاں کے پاس بھیجا ۔ [۳۱۵] اور عہد و پیمان کرکے اخلاص کی بنیاد مضبوط کی ۔ جب محاصرہ کو زیادہ عرصہ گزر گیا ، تو ایک گانے والے نے احمد خاں کو شراب میں زہر دے دیا اور خود قعلہ سے نکل کر اعظم ہمایوں کے لشکر میں آ گیا ۔ قلعہ فتح ہو گیا ۔ اعظم ہمایوں نے وہاں کی مہم سرانجام دی اور وہاں اپنے ایک معتمد آدمی کو تعینات کرکے ہوشنگ آباد کی طرف کوچ کیا[۱] ۔

راستہ میں قوام خاں ، اعظم ہمایوں کے لشکر سے فرار ہو کر بھیلسا کی طرف چلا گیا ۔ اعظم ہمایوں نے ملک انجھا کے دفع کرنے کو ضروری سمجھا اور اس اس نے ہوشنگ کی طرف روانگی کر دی ملک انجھا مقابلہ نہ کر سکا اور اپنا تمام ساز و سامان چھوڑ کر گونڈوانہ کے دامن کوہ کی طرف بھاگ گیا ۔ جب گونڈوں کو معلوم ہوا کہ اس نے اپنے آقا (محمود خاں) سے بغاوت کی ہے ، تو سب نے مل کر اس کا راستہ روک لیا اور تیر اور پتھروں سے مل کر قتل کرکے اس کا مال و اسباب لوٹ لیا ۔ اعظم ہمایوں اس خبر کو سن کر مسرور ہوا ۔ وہ قلعہ ہوشنگ آباد میں داخل ہوا ۔ اس نے اس نواح کے انتظامات بہترین طریقہ سے کیے ۔ اپنا ایک معتبر آدمی وہاں تعینات کرکے نصرت خاں کو سزا دینے کے لیے چندیری کی جانب روانہ ہوا[۲] ۔

جب چندیری کا فاصلہ صرف دو منزل رہ گیا ، تو نصرت خاں خود کو عاجز پا کر اس کے استقبال کے لیے آیا اور چاپلوسی کرکے اپنی ناشائستہ حرکات کو اس کے خیال سے محو کرانا چاہا اعظم ہمایوں نے سادات ، علماء اور اکابر شہر کو بلا کر محضر تیار کیا اور ہر ایک سے نصرت خاں کے حالات دریافت کیے ۔ سب نے جو حالات بیان کیے ، ان سب میں یہ بات مشترک تھی کہ اس کے دماغ میں غرور پیدا ہو گیا ہے اور مخالفت و سرکشی کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں ۔ اعظم ہمایوں نے نصرت خاں کو

۱- فرشتہ ۲/۲۴۳ - ۲۴۴ -
۲- فرشتہ ۲/۲۴۴ -

چندیری [۳۱۶] کی حکومت سے معزول کرکے وہاں کی حکومت ملک الامرا حاجی کمال کے سپرد کی اور خود بھیلسا کا قصد کیا اس نے ہر چند معتبر آدمیوں کو قوام خاں کے پاس بھیجا اور اس کو راہ راست پر لانا چاہا ، مگر بے سود رہا ۔ وہ بھیلسا سے نکل کر فرار ہو گیا ۔ اعظم ہمایوں نے چند روز وہاں قیام کیا اور وہاں کے معاملات کا انتظام کیا اور اطمینان حاصل کرنے کے بعد دارالحکومت شادی آباد کو روانہ ہو گیا[1] ۔

اثنائے راہ میں خبر ملی کہ سلطان احمد گجراتی مالوہ کی تسخیر کے ارادہ سے آیا ہے اور اس نے شاہزادہ مسعود خاں کو ایک بڑی فوج اور بیس ہاتھیوں کے ساتھ مقابلہ کے لیے تعینات کیا ہے ۔ اعظم ہمایوں تیزی کے ساتھ روانہ ہوا اور سلطان احمد کے لشکر کو چھ کوس کے فاصلہ پر چھوڑ کر دروازہ تارا پور سے قلعہ مندو پہنچا ۔ محمود شاہ اس کے پہنچنے سے بہت خوش ہوا اور اس نے سجدہ شکر ادا کیا ۔ وہ روزانہ ایک جماعت کو قلعہ مندو سے باہر بھیجتا تھا اور جنگ کے ہنگامہ کو گرم رکھتا تھا۔ وہ بہادری اور مردانگی کی وجہ سے چاہتا تھا کہ قلعہ سے باہر آ کر جنگ کرے ، لیکن ہوشنگ شاہی سرداروں کے نفاق کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا تھا کہ اپنے قرابت داروں کو بھی کہ جن کی اس نے تربیت کی تھی ، اپنا دشمن سمجھتا تھا ۔ اس نے نفاق و مخالفت دیکھ کر عطا و سخاوت شروع کر دی تھی اور محاصرہ کے پرآشوب زمانہ میں تمام لوگوں کو خوش حال اور مطمئن کر دیا تھا ۔ فقیروں اور غریبوں کو بہت غلہ دیتا تھا ۔ اس کی سخاوت کی وجہ سے قلعہ کے اندر سلطان احمد کے لشکر کے مقابلہ میں غلہ ارزاں تھا ۔ مسکینوں اور فقیروں کے لیے لنگر جاری کرا دیے تھے ۔ کچا اور پکا دونوں قسم کا کھانا دیا جاتا تھا ۔ بعض امراء ، مثلاً سید احمد ، صوفی خاں ، ولد علاء الملک ، ملک الشرق ، ملک محمد بن احمد صلاح ، ملک قاسم اور حسام الملک بالدری سے کہ جو سلطان احمد سے نفاق و مخالفت [۳۱۷] رکھتے تھے ، (محمود نے) دولت اور جاگیر کا وعدہ کیا اور ان کو اپنے پاس بلا لیا ۔ اس طریقہ سے سلطان احمد کا کام خراب ہو گیا اور (وہ لوگ) ایک جماعت کے ہمراہ سلطان احمد کے لشکر سے آ کر اس (محمود) سے مل گئے اور انھوں نے شب خون کا ارادہ کیا ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۴۴ ۔

سلطان ہوشنگ کے دوات دار قیصر خاں نے سلطان احمد کو اس بات سے خبردار کر دیا ۔ جب سلطان محمود کی فوج قلعہ سے نکلی ، تو لشکریوں کو ہوشیار پایا اور راستے بند تھے ۔ بالآخر ایک دیوار توڑ کر جنگ شروع کر دی ۔ صبح صادق تک دونوں طرف کی فوجوں میں جنگ ہوتی رہی ۔ کثرت سے لوگ زخمی اور قتل ہوئے ۔ صبح کے قریب محمود شاہ قلعہ مندو میں واپس چلا آیا[1] ۔

چند روز کے بعد مخبروں نے اطلاع دی کہ باشندگان چندیری اور وہاں کی فوج نے ملک الامرا حاجی کہال سے بغاوت کر دی اور اسے ہٹا کر عمر خاں ولد سلطان ہوشنگ کو سردار بنا لیا ۔ (اس پر) خوشی کے شادیانے بجنے لگے اور اس کے بعد شاہزادہ محمد خاں ولد سلطان احمد گجراتی مع پانچ ہزار سوار اور تیس ہاتھیوں کے سارنگ پور کی طرف روانہ ہوگیا ۔ اس خبر کو سنتے ہی سلطان نے مشورہ کیا اور یہ طے ہوا کہ اعظم ہمایوں جو بزرگ سلطنت ہے ، قلعہ کا انتظام کرے اور سلطان محمود قلعہ سے اتر کر ملک کے درمیان میں قیام کرے اور ملک کی حفاظت کرے[2] ۔

اس ارادہ کے مطابق سارنگ پور کی طرف توجہ کی ۔ تاج خاں اور منصور خاں کو پہلے سے روانہ کیا ۔ سلطان احمد نے ملک حاجی علی کو راستہ کی حفاظت کے لیے کنپل کے گھاٹ پر چھوڑ دیا تھا ۔ تاج خاں اور منصور خاں نے سلطان محمود سے پہلے وہاں پہنچ کر [۳۱۸] جنگ کی ۔ ملک حاجی نے بھاگ کر سلطان احمد کو خبر دی کہ سلطان محمود قلعہ سے نکل کر سارنگ پور کی طرف آ رہا ہے ۔ سلطان احمد نے ایک قاصد سارنگ پور بھیجا کہ سلطان محمود کے آنے سے پہلے شاہزادہ اجین پہنچ جائے ۔ قاصد کے پہنچنے کے بعد شاہزادہ محمد خاں نہایت احتیاط کے ساتھ سارنگ پور سے روانہ ہو کر سلطان احمد کی خدمت میں اجین آ گیا ۔ سارنگ پور کے حاکم ملک اسحاق بن قطب الملک نے ایک خط سلطان (محمود) کی خدمت میں بھیج کر اپنی خطاؤں کی معافی چاہی اور عرض کیا کہ محمد خاں ان کے آنے کی خبر سن کر سارنگ پور کو چھوڑ گیا اور

۱۔ فرشتہ ۲/۲۴۴ ۔ ۲۴۵ ۔

۲۔ فرشتہ ۲/۲۴۵ ۔

اجین چلا گیا ، لیکن شاہزادہ عمر خاں سارنگ پور کی فتح کے ارادہ سے ایک فوج پہلے سے روانہ کر دی ہے اور وہ خود بھی آ رہا ہے۔ سلطان محمود اس خط کو پڑھ کر خوش ہوا اور ملک اسحاق کی خطاؤں کو معاف کرکے تاج خاں کو پہلے سارنگ پور روانہ کیا اور خود بھی اس طرف سے چل دیا۔ جب تاج خاں سارنگ پور پہنچا ، تو ملک اسحاق خاں ، وہاں کے تمام باشندوں اور سارنگ پور کے سارے خیل داروں کو تسلی و تشفی دی اور سب کو سلطانی انعام کا امید وار بنایا ۔ ملک اسحاق خاں اور معتبر آدمیوں کو اپنے ہمراہ لا کر استقبال کیا ۔ خدمت میں حاضری کے بعد ملک اسحاق کو دولت خاں کا خطاب دے کر پہ علم ، طاس ، نقارہ ، زردوزی قبا اور دس ہزار تنکے نقد عنایت کیے اور تنخواہ دوگنی مقرر کر دی ۔ جماعت کے سرداروں اور شہر کے لوگوں کو گھوڑے اور پچاس ہزار تنکے نقد انعام میں دیے کہ وہ آپس میں تقسیم کر لیں ۔ جب وہ سارنگ پور پہنچا ، تو مخبروں نے خبر دی کہ عمر خاں شہزادہ قصبہ بھیلسہ کو آگ لگا کر سارنگ پور کی سرحد میں پہنچ گیا ہے ۔ سلطان احمد گجراتی بھی تیس ہزار سوار [۳۱۹] اور تین سو ہاتھی لے کر اجین سے نکلا اور سارنگ پور کی طرف متوجہ ہوا ۔ سلطان محمود نے عمر خاں کے دفعیہ کو ضروری سمجھا اور آخر شب میں روانہ ہوگیا[1] ۔

جب دونوں لشکروں کے درمیان چھ کوس کا فاصلہ رہ گیا ، تو کچھ لوگوں کو خبر لانے کے لیے روانہ کیا کہ وہاں کی خبریں لائیں اور عمر خاں کی فوج کے حالات معلوم کریں ۔ نظام الملک ، ملک احمد صلاح اور ایک جماعت کو روانہ کیا تا کہ وہ جنگلوں اور راستوں کو دیکھیں ۔ علی الصبح چار فوجیں ترتیب دے کر مقابلہ پر روانہ ہوا ۔ اس کو سلطان محمود کی روانگی کی اطلاع بھی ہو گئی ۔ مقابلہ کے لیے صفوں کو آراستہ کرکے بھیجا اور خود پہاڑ کی چوٹی پر کمین گاہ میں جا بیٹھا اور وقت کا انتظار کرنے لگا ۔ اتفاق سے ایک شخص نے سلطان محمود کو خبر پہنچائی کہ عمر خاں فوج کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر گھات میں بیٹھا ہے ۔ سلطان محمود ایک آراستہ فوج کے ساتھ عمر خاں کی طرف چلا ۔ عمر خاں نے اپنے ہمراہی سپاہیوں سے کہا کہ اپنے نوکر زادہ کے مقابلہ سے بھاگنا

۱- فرشتہ ۲/۲۴۵ ۔

بڑی شرم کی بات ہے ، اس سے تو مر جانا بہتر ہے ۔ اس نے ایک جماعت کے ساتھ کہ جس نے اس کی موافقت کی تھی ، سلطان محمود کی فوج پر حملہ کیا ۔ چنانچہ گرفتار ہوا اور سلطان محمود کے حکم سے قتل کر دیا گیا ۔ اس کا سر نیزہ پر بلند کرکے چندیری کے لشکر میں بھیج دیا گیا ۔ چندیری کے لشکر کے سردار یہ واقعہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور انھوں نے پیغام بھیجا کہ آج جنگ ملتوی کر دی جائے تا کہ کل علی الصبح حاضر خدمت ہو کر تجدید بیعت کر لیں ۔ اس قرارداد کے مطابق دونوں فوجیں نکل آئیں ۔ جب رات ہوئی ، تو چندیری کا لشکر اپنی ولایت کی طرف چلا گیا ۔ جب وہ چندیری پہنچا ، تو سرداروں نے متفق ہو کر [۳۲۰] ملک سلیمان بن ملک شیر ملک غوری کو جو عمر خان شاہزادہ کا نائب تھا ، سلطان شہاب الدین کا خطاب دے کر بادشاہ بنا لیا[1] ۔

سلطان محمود نے اس کے دفعیہ کے لیے ایک فوج تعینات کی اور خود سلطان احمد سے جنگ کرنے کے لیے چل پڑا ۔ ابھی طرفین کا مقابلہ نہیں ہوا تھا کہ سلطان احمد کے لشکر کے بعض نیک لوگوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور فرما رہے ہیں کہ آسمان سے ایک بلا نازل ہوگی ۔ سلطان احمد سے کہہ دو کہ وہ اس ملک سے سلامت نکل جائے ۔ جب سلطان احمد کو یہ خواب معلوم ہوا ، تو اس نے اس پر کچھ زیادہ توجہ نہ کی ۔ ان ہی دو تین دنوں میں اس کے لشکر میں ایسا طاعون پھیل گیا کہ اہل لشکر کو قبر کھودنے کی فرصت نہیں ملتی تھی ۔ سلطان احمد مجبور ہو کر آشتہ کے راستہ سے گجرات چلا گیا اور شاہزادہ مسعود خاں سے یہ وعدہ کیا کہ آئندہ سال یہ ملک فتح کرکے تجھ کو دے دوں گا[2] ۔

سلطان محمود نے قلعہ مندو میں پہنچ کر سترہ دن تک لشکر کے سامان کا انتظام کیا اور چندیری کی آگ فرو کرنے کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب چندیری پہنچا تو ملک سلیمان ، دوسرے سرداروں کے ساتھ قلعہ سے باہر آیا اور مردانہ کارنامے دکھائے ۔ چونکہ وہ مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا

۱- فرشتہ ۲/۲۴۵ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۴۵ - ۲۴۶ ۔

تھا ، اس لیے اس نے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی اور قلعہ بند ہو گیا اور اچانک فوت ہو گیا ۔

چندیری کے سرداروں نے کسی دوسرے کو سردار بنا کر پھر لشکر فراہم کیا ، قلعہ سے نکل کر جنگ کی اور پھر فرار ہو کر قلعہ میں جا پہنچے ۔ جب محاصرہ کے زمانہ کو آٹھ ماہ گزر گئے ، تو سلطان محمود نے موقع سے فائدہ اٹھایا ۔ اور خود رات کے وقت قلعہ کی دیوار پر چڑھ گیا ۔ اس کے پیچھے پیچھے [۳۲۱] دوسرے بہادر بھی جا پہنچے اور قلعہ فتح ہو گیا ۔ بہت آدمی قتل ہوئے ۔ کچھ لوگ اس قلعہ میں پہنچے جو پہاڑ پر واقع ہے ۔ چند روز کے بعد اسماعیل خاں (کالپی) اس جماعت کو اپنی حفاظت میں لے کر قلعہ سے نکال لایا ۔ سلطان محمود نے اس علاقہ کا انتظام اچھے طریقہ سے کیا اور چندیری کو ملک مظفر ابراہیم کی جاگیر میں دے دیا اور خود واپس ہو گیا ۔ جاسوسوں نے خبر پہنچائی کہ ڈونگر سین نے گوالیار کے قلعہ سے نکل کر شہر نو کا محاصرہ کر لیا ۔ باوجودیکہ لشکر برسات اور طوفانی محاصرہ کی وجہ سے پریشان ہو چکا تھا ، لیکن متواتر سفر کرتا ہوا گوالیار پہنچا اور غارت گری شروع کر دی ۔ راجپوتوں کا ایک گروہ قلعہ سے نکلا اور جنگ شروع ہو گئی ۔ چونکہ ان میں محمود شاہی فوج کے مقابلہ کی قوت نہ تھی ، لہذا فرار ہو کر قلعہ میں چلا گیا۔ ڈونگر سین اس خبر کو سن کر بھاگ گیا ۔ چونکہ سلطان محمود کا مقصد شہر نو کو آزاد کرانا تھا ، لہذا وہ گوالیار کے قلعہ کی فتح میں مشغول نہیں ہوا اور شادی آباد چلا گیا[۱] ۔

۸۴۳ھ/ ۴۰ - ۱۴۳۹ء میں سلطان ہوشنگ کے روضہ کی عمارت اور ہوشنگ شاہی جامع مسجد کی مرمت شروع کرائی کہ جو رام سرائے[۲] کے قریب ہے اور جس (مسجد) میں دو سو تیس گنبد اور تین سو اسی ستون ہیں ۔ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ کام پورا ہو گیا ۔

[۳۲۲] ۸۴۵ھ/ ۴۲ - ۱۴۴۱ء میں میوات کے امراء اور دارالملک

۱- فرشتہ ۲/۲۶۳ ۔

۲- راموی (فرشتہ ۲/۲۶۳) ۔

دہلی کے اکابر و مشاہیر کی عرضیاں تواتر کے ساتھ پہنچیں کہ سلطان محمود مبارک شاہ سلطنت کے کار عظیم کو پوری طرح انجام نہیں دے سکتا۔ ظالموں اور سرکشوں نے ظلم کی حد کر دی ہے اور ملک میں امن و امان کا صرف نام باقی رہ گیا ہے۔ چونکہ قضا و قدر کے درزی نے خلعت سلطنت آپ کے قد نازنین کے لیے سیا ہے اور اس ملک کی رعایا اس بات کی خواہش مند ہے کہ وہ برضا و رغبت آپ کی اطاعت قبول کرے، لہذا آپ بھی برغبت تمام قبول فرما لیں۔

سلطان محمود سنہ مذکور (۸۴۵ھ/۱۴۴۲ء) کے آخر میں آراستہ لشکر کے ساتھ دہلی کی جانب متوجہ ہوا۔ قصبہ ہندون کے نواح میں یوسف خاں ہندوی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب موضع تنبہ میں پہنچا، تو تغلق آباد کو اپنی پشت پر رکھا اور وہیں ٹھہر گیا۔ دوسرے دن سلطان محمود نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک فوج سلطان غیاث الدین کو دوسرا دستہ غزنیں خاں کو جس کا خطاب سلطان علاء الدین تھا دے کر جنگ کے لیے روانہ کیا اور ایک منتخب فوج اپنے ساتھ رکھی۔ سلطان محمد، ملک بہلول لودی، سید خاں، دریا خاں، قطب خاں اور دوسرے سرداروں کو باہر بھیج کر جنگ شروع کرائی اور رات تک دونوں طرف سے بہادر جنگجو مردانگی و جرأت کی داد دیتے رہے۔ آخر میں طبل باز گشت (واپسی کا نقارہ) بجا اور دونوں فوجیں اپنے اپنے مقامات کو واپس ہو گئیں۔

اتفاق سے اسی رات کو سلطان محمود نے خواب دیکھا کہ بیباک بدمعاشوں نے قلعہ مندو پر حملہ کر دیا ہے اور ہوشنگ کی قبر سے تاج اتار کر [۳۲۳] ایک مجہول النسب شخص کے سر پر رکھ دیا ہے۔ جب صبح ہوئی، تو وہ متفکر (پریشان) نظر آنے لگا۔ اسی وقت سلطان محمد نے پیغامبروں کو بھیج کر صلح کی تحریک کی۔ سلطان محمود فوراً صلح پر رضا مند ہو گیا اور مالوہ کو چلا گیا راستہ میں خبر ملی کہ اتفاق سے اسی رات کو کچھ بدمعاشوں نے شادی آباد میں فتنہ و فساد برپا کر دیا تھا اور اعظم ہمایوں کی خوش انتظامی سے وہ فساد فرو ہو گیا۔ بعض تواریخ میں دیکھا گیا ہے کہ سلطان محمود کو خبر ملی کہ سلطان احمد گجراتی مالوہ کا ارادہ رکھتا ہے، اس لیے واپس ہوا۔ یہ روایت زیادہ

صحیح معلوم ہوتی ہے[1] -

القصہ سلطان محمود یکم محرم ۸۴۶ھ/۱۴۴۲ء کو شادی آباد پہنچا - مستحقین کو انعام و الطاف سے خوش کیا - اسی سال میں قصبہ نعلچہ کے نواح میں ایک باغ لگوایا اور اس باغ میں ایک بڑا گنبد اور چند مقامات پر محلات تعمیر کرائے - بہت عرصہ تک شادی آباد میں مقیم رہا - تھوڑی مدت میں لشکر کی بے سرو سامانی کو درست کیا اور راجپوتوں کو سزا دینے کے ارادہ سے چتور روانہ ہوا - اس زمانہ میں کالپی کے حاکم نصیر عبدالقادر کی بے اعتدالی کی خبر ملی کہ اس نے اپنا نام نصیر شاہ رکھا ہے اور وہ حکومت کا مدعی ہے - ملک کے اکابر و معززین کی طرف سے خطوط پہنچے کہ نصیر شاہ دائرہ شریعت سے قدم باہر رکھ کر ملحدو زندیق ہو گیا ہے اور اس کے ظلم و تشدد کی وجہ سے رعایا داد طلب ہے سلطان محمود نے نصیر شاہ کے دفع کرنے کو ضروری سمجھ کر کالپی جانے کا قصد کیا - نصیر عبدالقادر سلطان محمود کے پاس اس ارادہ سے [۳۲۴] واقف ہو گیا اور اس نے اپنے چچا علی خاں کو تحفوں ، ہدیوں اور مختلف قسم کی پیشکشوں کے ساتھ سلطان محمود کی خدمت میں بھیجا اور عرض کیا کہ جو کچھ میری بابت کہا گیا ہے وہ سراسر جھوٹ اور افترا ہے - اس امر کی تحقیقات کے لیے کسی صادق القول شخص کو بھیج کر معلوم کیا جائے - اس میں سے ایک شمہ بھی صحیح ہو ، تو میرے لیے جو سزا تجویز فرمائیں ، وہ دی جائے - چند روز تک سلطان محمود نے نصیر خاں کے ایلچی کو حاضر ہونے کی اجازت نہیں دی اور (سلطان) کوچ پر کوچ کرتا رہا - جب وہ سارنگ پور کے نواح میں پہنچا ، تو اعظم ہمایوں اور اراکین دولت کی سفارش سے نصیر شاہ کی خطائیں معاف کر دیں - اس کے ایلچی کو بلا کر اس کے نذرانے قبول کیے اور پندو نصیحت تحریر فرما کر اس کے پاس بھیجیں اور علی خاں کو رخصت کر کے ولایت چتور کی طرف متوجہ ہوا[2] -

جب دریائے بھیم کو عبور کر لیا ، تو روزانہ ولایت چتور کے اطراف

۱- فرشتہ ۲/۲۴۶ - ۲۴۷ -

۲- فرشتہ ۲/۲۴۷ -

میں فوجیں بھیج کر اس کو تباہ کرنا شروع کر دیا ۔ (لوگوں کو) قید اور (بستیوں کو) برباد کرتا تھا ، بت خانوں کو منہدم کرا کر مسجد کی بنیاد رکھتا تھا اور ہر منزل پر تین چار روز ٹھہرتا تھا ۔ جب وہ کوابھل میر کے نواح میں پہنچا کہ وہ اس علاقے کے بڑے قلعوں میں سے تھا اور اس علاقہ میں خاص شہر اور نہایت مستحکم ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں مشہور ہے ، تو وہاں رائے کولبھا کا وکیل دیبا قلعہ بند ہوگیا اور جنگ شروع کر دی ۔ اس کے چاروں طرف ایک حصار بنایا ہوا تھا جس میں لڑائی کے آلات و سامان کا ذخیرہ کیا ہوا تھا ۔ سلطان محمود نے اس بت خانہ کے حصار کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور ایک ہفتہ میں اس کو فتح کر لیا ۔ بہت راجپوت مارے گئے ، قید بھی کیے گئے اور لوٹے بھی گئے ۔ حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کر کے بت خانوں کی عمارت میں آگ لگا دی جائے ۔ اس کی دیواروں پر سرکہ ڈلوا دیا ۔ چشم زدن میں وہ عظیم عمارت ، جو کئی سال میں بنی تھی ، [۳۲۵] خاک میں مل گئی اور بتوں کو توڑ کر قصابوں کو دے دیا تا کہ گوشت فروشی کی ترازو کے لیے باٹ بنائیں ۔ بڑے بت کو جو بھینسے کی شکل کا بنوایا گیا تھا ، جلوا کر چونا بنوایا اور پان میں لگانے کے لیے راجپوتوں کو دیا تا کہ وہ اپنے معبود کو (اس طرح) کھائیں[1] ۔

ان کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اس نے چتور کی طرف جانے کا ارادہ کیا ۔ جب وہ اس نواح میں پہنچا ، تو اس قلعہ پر کہ جو کوہ چتور کے دامن میں بنا ہوا ہے ، جنگ ہوئی ۔ بہت راجپوت قتل ہوئے ۔ ابھی چتور کا محاصرہ جاری تھا کہ مخبروں نے یہ خبر پہنچائی کہ کونبھا خود قلعہ میں نہیں ہے اور آج قلعہ سے نکل کر کوہ پایہ کی طرف جو اس نواح میں واقع ہے ، چلا گیا ۔ سلطان نے اس کا تعاقب کیا ۔ چند فوجوں کو علیحدہ علیحدہ ہر طرف سے کولبھا کی تلاش میں بھیجا ۔ اتفاق سے کونبھا ایک فوج لے کر مقابلہ پر آیا ۔ سخت جنگ کے بعد شکست کھائی اور وہ قلعہ چتور میں چلا گیا ۔ سلطان محمود نے قلعہ کے محاصرہ کے لیے ایک فوج تعینات کی اور خود ولایت کے درمیان میں مقیم ہوگیا ۔ روزانہ ملک

۱- فرشتہ ۲/۲۴۷ ۔

کی غارت گری کے لیے فوجیں روانہ کرتا ۔ اعظم ہمایوں خان جہاں کو بلایا کہ شادی آباد کے اطراف میں راجپوتوں کی جو ولایت ہے ، اس پر قبضہ کر لیا جائے ۔ جب اعظم ہمایوں مند سور پہنچا ، تو بیمار ہو گیا اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا ۔ سلطان محمود اس خبر کو سن کر بہت رنجیدہ اور ملول ہوا ۔ بہت رویا اور اضطراب و پریشانی میں اس نے اپنے چہرہ کو زخمی کر لیا ۔ قلعہ مند سور پہنچ کر نعش شادی آباد روانہ کر دی اور تاج خاں کو جو عارض لشکر یعنی بخشی فوج تھا ۔ اس لشکر کا سردار مقرر کیا اور خود اپنے لشکر کو واپس ہو گیا[1] ۔

چونکہ برسات کا موسم آ گیا تھا ، لہذا سلطان نے یہ ارادہ کیا کہ کوئی بلند مقام تجویز کرکے وہاں قیام کیا جائے ۔ برسات کا موسم ختم ہونے کے بعد [۳۲۶] چتور کے محاصرے کا قصد کیا ۔ کونبھا نے جمعہ کی شب پچیسویں ذی الحجہ ۸۴۶ھ/۱۴۴۳ء کو دس ہزار سوار اور چھ ہزار پیادوں کے ساتھ شب خون مارا ۔ سلطان نے حزم و احتیاط کی بنا پر لشکر کا ایسا انتظام کیا تھا کہ کونبھا کچھ نہ کر سکا ، بلکہ بہت سے راجپوت قتل ہو گئے ۔ دوسری رات کو سلطان محمود نے اپنے آراستہ لشکر کے ساتھ کونبھا کے دائرہ میں شب خون مارا ۔ کونبھا زخمی ہو کر چتور کی طرف بھاگ گیا ۔ بہت راجپوت قتل ہوئے اور بہت مال غنیمت محمود کے لشکریوں کے ہاتھ آیا ۔ سلطان محمود نے اللہ کا شکر ادا کیا اور چتور کے قلعہ کی فتح کو آئندہ سال کے لیے ملتوی کیا اور بحفاظت تمام دارالحکومت کو واپس ہو گیا[2] ۔

اسی سال (۸۴۶ھ/۱۴۴۳ء) آخر ذی الحجہ میں جامع مسجد ہوشنگ کے سامنے مدرسہ اور مینارہ ہفت منظر تعمیر کرائے[3] ۔ ۸۴۹ھ[4] میں ایک ایلچی سلطان محمود بن سلطان ابراہیم شرقی والیٔ جونپور کی طرف سے بہت سے تحفے اور ہدیے لے کر حاضر ہوا ۔ تحائف پیش کرنے کے بعد اس نے

۱- فرشتہ ۲/۲۴۷ ۔
۲- فرشتہ ۲/۲۴۷ ۔
۳- فرشتہ ۲/۲۴۷ ۔
۴- ۸۴۷ھ (فرشتہ ۲/۲۴۷) ۔

زبانی عرض کیا کہ کالپی کا حاکم نصیر بن عبدالقادر شریعت سے منحرف ہو کر ملحد و زندیق ہوگیا ہے ۔ اس نے روزہ نماز کو ترک کر دیا ہے اور مسلمان عورتوں کو ہندو نائکوں (گانے اور ناچنے والوں) کے سپرد کر دیا ہے تا کہ وہ ان کو ناچنا سکھائیں ۔ چونکہ سلطان ہوشنگ کے زمانہ سے کالپی کے حکام والی مالوہ سے متعلق رہے ہیں ، اس لیے لازم و واجب سمجھا کہ پہلے اس کے حالات سے آپ کو واقف کر دیا جائے ۔ اگر آپ کو تنبیہہ و گوشمالی کی فرصت نہ ہو ، تو مجھے اجازت دیجیے کہ اس کو ایسی سزا دوں جس سے دوسروں کو عبرت حاصل ہو ۔ سلطان محمود نے جواب دیا کہ میرا بہت سا لشکر مفسدین کی تادیب کے لیے گیا ہوا ہے چونکہ آپ نے دین (اسلام) کی نصرت کا ارادہ کر لیا ہے ، [۳۲۷] مبارک ہو ۔ آپ نے اچھا ارادہ کیا ہے ۔ اسی مجلس میں جیسا کہ اس زمانہ میں معمول تھا ، ایلچی کو رسم کے مطابق خلعت اور روپیہ عطا کیا اور جانے کی اجازت دی[1] ۔

جب ایلچی جونپور پہنچا ، تو سلطان محمود شرقی بہت مسرور اور خوش ہوا ۔ اس نے بیس ہاتھی بطور تحفہ و ہدیہ سلطان محمود کی خدمت میں بھیجے اور ایک آراستہ لشکر کے ساتھ کالپی کی طرف متوجہ ہوا ۔ نصیر عبدالقادر کو ہیجڑوں کی طرح اس علاقہ سے نکال باہر کیا ۔ نصیر عبدالقادر نے محمود شاہ کو عرضداشت بھیجی جس کا مضمون یہ تھا کہ :

> "سلطان ہوشنگ کے زمانہ سے اس وقت تک میں آپ کا مطیع و فرمانبردار اور خیر خواہ ہوں ۔ اب سلطان محمود شرقی نے زبردستی میرے علاقہ پر قبضہ کر لیا ہے ۔ میں نے ہمیشہ آپ سے اپنی التجائیں کی ہیں ۔ اب بھی اسی درگاہ معلیٰ کو اپنی امیدوں کا قبلہ سمجھتا ہوں" ۔

وہ چندیری کی طرف چلا گیا ۔ سلطان محمود نے علی خاں کو تحفے ، ہدیے اور نوادر دے کر سلطان محمود شرقی کی خدمت میں بھیجا اور یہ

۱- فرشتہ ۲/۲۲۸ ۔

استدعا کی کہ چونکہ نصیر خاں بن عبدالقادر آپ کی کوشش اور مرضی سے اپنے بُرے افعال سے تائب ہو کر دائرہ شریعت میں آ گیا ہے اور وہ سلطان سعید ہوشنگ شاہ کے زمانہ سے میرا مطیع ہے ، لہذا یہ توقع کی جاتی ہے کہ التائب من الذنب کمن لاذنب لہ ، (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ اس نے گناہ ہی نہیں کیا) کو منظور و ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا قصور معاف کر دیا جائے اور اس کی ولایت اس کو واپس کر دی جائے ۔ علی خاں کے پہنچنے پر سلطان محمود شرقی نے شافی جواب نہیں دیا اور ٹال مٹول سے کام لیا ۔ محمود شاہ خلجی نے حمیت و مردانگی کی بنا پر نصیر [۳۲۸] عبدالقادر کی حمایت کو اپنے ذمہ لازمی سمجھا اور دوسری شوال ۸۴۸ھ/۱۴۴۵ء کو چندیری کی طرف توجہ کی ۔ چندیری کے نواح میں نصیر خاں آ کر حاضر خدمت ہوا اور وہ بلا توقف ایرج و بھاندیر کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب یہ خبر سلطان محمود شرقی کو ملی ، تو وہ شہر سے نکل کر ایرج کے نواح میں مقیم ہوا اور اس نے مبارک خاں ولد جنید خاں کو جو وہاں کا موروثی حاکم تھا ، قید کر لیا اور اپنے ہمراہ لے گیا ۔ وہاں سے روانہ ہو کر دریائے جمنا کے کھروں میں قیام کیا جو تنگ راستہ ہے اور جہاں غنیم کے پہنچنے کا اندیشہ نہ تھا ۔ اپنے لشکر کے گرد حفاظت کا انتظام کیا ۔ محمود شاہ خلجی اس کو چھوڑ کر کالپی چلا گیا ۔ وہ بھی بے صبری کے عالم میں مایوس ہو کر کالپی کی جانب روانہ ہوا ۔ اسی اثنا میں خلجی فوج کے بہادروں نے اس کی قیام گاہ کو لوٹ لیا اور مال غنیمت حاصل کیا ۔ وہ بھی اپنے آدمیوں کی حمایت میں واپس ہوا اور جنگ کی اور شام تک قتل و جنگ کا معاملہ برپا رہا ۔ سورج کے غروب ہونے کے بعد دونوں فوجیں اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلی گئیں ۔ برسات کا موسم نزدیک آ گیا تھا ۔ دو تین دن کے بعد سلطان محمود خلجی نے کالپی کے بعض مواضعات کو غارت و تاراج کر دیا اور فتح آباد کو واپس ہو گیا ۔ اس نے وہاں سات منزل کا محل بنوایا اور قصبہ ایرجہ کی رعایا اور باشندوں نے مبارک خاں بن جنید خاں کے مظالم کے خلاف انصاف چاہا[1] ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۴۸ ۔

محمود خلجی نے چندیری کے حاکم ملک الشرق مظفر ابراہیم خاں کو مع لشکر کثیر ایرج پر تعینات کیا ۔ جب وہ ایرج کے نواح میں پہنچا تو خبر آئی کہ ملک کالو کو سلطان محمود شرق نے اس کے دفع کرنے کے لیے بھیجا ہے اور وہ قصبہ راتہ آ گیا ہے ملک مظفر ابراہیم بھی [۳۲۹] قصبہ راتہ کی طرف متوجہ ہوا اور دونوں کا مقابلہ ہونے کے بعد کالو فرار ہو گیا ۔ راتہ کے باشندے ملک مظفر ابراہیم کے پاس آئے ۔ اس نے سب کو گرفتار کرکے چندیری بھیج دیا اور پھر ایرج کی طرف چلا ۔ راستہ میں سنا کہ سلطان محمود شرق نے اپنے لشکر کے بڑے حصہ کو ولایت پرہار پر کہ جس کا راجا محمود شاہ خلجی کا مطیع تھا ، حملہ کرنے کے لیے بھیج دیا ۔ ملک مظفر نے ایرج کی فتح کے مقابلہ میں اپنی حکومت کی حفاظت کو ضروری خیال کیا اور ان حدود کی طرف روانہ ہوگیا ۔ اس خبر کو سن کر شرق فوج واپس ہو کر راتہ پہنچی ۔ جب محاصرہ کو زیادہ عرصہ ہو گیا اور دونوں جانب سے مسلمان مارے گئے ، تو شیخ جاﺋﷲ نے کہ جو اکابر زمانہ میں سے تھے اور کشف و کرامات میں مشہور تھے ، سلطان محمود شرق سے مشورہ کرکے محمود شاہ خلجی کو صلح کی بابت خط بھیجا ۔ حضرت شیخ کی کوشش سے اس طرح صلح ہو گئی کہ اس وقت سلطان محمود خلجی قصبہ راتہ اور مہوبہ نصیر شاہ کے حوالہ کر دے اور محمود شاہ خلجی کی واپسی کے چار ماہ بعد کالپی کا علاقہ بھی چھوڑ دے ۔ اس کے لیے چار مہینہ کی مدت مقرر کی گئی کہ اس زمانہ میں اس کے دین و ملت کی حقیقت بھی ظاہر ہو جائے ۔ اس تصفیہ کے مطابق محمود شاہ خلجی شادی آباد کو واپس ہو گیا[1] ۔

۸۴۸ھ/۴۵-۱۴۴۴ء میں دارالشفاء کی تعمیر کرائی ۔ چند دیہات دواؤں اور بیماروں کی ضروریات کے لیے وقف کر دیے اور مولانا فضل اللہ حکیم کو جن کا خطاب ملک الحکما تھا ، مریضوں اور پاگلوں کی دیکھ بھال کے لیے مقرر فرمایا[2] ۔ بیسویں ماہ رجب المرجب ۸۵۰ھ کو آراستہ لشکر کے ساتھ [۳۳۰] قلعہ مندو کی فتح کے ارادہ سے روانہ ہوا ۔ جب قلعہ

۱- فرشتہ ۲/۲۴۸ -

۲- فرشتہ ۲/۲۴۸ -

رنتھنبور کے حدود میں پہنچا ، تو وہاں کی حکومت سے لیاز خاں کو معزول کرکے ملک سیف الدین کو مقرر کیا ۔ وہاں سے متواتر کوچ کرتا ہوا دریائے بنارس کے کنارے پہنچا چونکہ رائے کونبھا میں مقابلہ کی قوت نہ تھی ، لہذا وہ مندل گڑھ کے قلعہ میں قلعہ بند ہوگیا ۔ دوسرے اور تیسرے دن راجپوتوں نے قلعہ سے نکل کر مردانگی کے جوہر دکھائے ۔ آخر کار عاجز و مجبور ہو گئے اور پیشکش قبول کی ۔ سلطان خلجی نے مصلحت وقت کی بنا پر صلح کر لی اور واپس ہوا[۱] ۔

تھوڑے ہی عرصہ میں فوج کو آراستہ کرکے قلعہ بیانہ کی فتح کے لیے روانہ ہوا ۔ جب بیانہ سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر پہنچا ، تو وہاں کے حاکم سید محمود خاں نے اپنے چھوٹے لڑکے اوحد خاں[۲] اور ایک سو گھوڑے اور ایک لاکھ تنکہ بطور پیشکش دے کر سلطان کی خدمت میں بھیجا ۔ محمود شاہ نے اس کو خاص خلعت عنایت کی اور رخصت کر دیا ۔ محمود خاں کے لیے زردوزی قبا ، مرصع تاج ، سنہرا پٹکا ، سنہری زین اور لگام سے آراستہ گھوڑے بھیجے ۔ محمود خاں نے خلعت پہن کر محمود شاہ کی تعریف کی اور سلطان محمود کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا ۔ سلطان اس خبر کو سن کر بیانہ سے دو فرسنگ کے فاصلہ سے واپس چلا آیا ۔ اثنائے راہ میں قصبہ الھنپور[۳] کو جو رنتھنبور کے قریب ہے ، فتح کیا اور آٹھ ہزار اور پچیس ہاتھی چتور کی فتح کے لیے روانہ کیے اور راجا کوٹہ سے ایک لاکھ پچیس ہزار تنکہ کی پیشکش لے کر شادی آباد روانہ ہوا[۴] ۔

۸۵۴/۵۱-۱۴۵۰ء میں قلعہ جاپانیر کے راجا کنگداس[۵] نے [۳۳۱] بھی پیشکش بھیج کر یہ عرض کیا کہ سلطان محمد بن سلطان احمد نے کوہ جاپانیر کا محاصرہ کر لیا ہے ۔ چونکہ میں ہمیشہ اپنے کو آپ کی

۱- فرشتہ ۲/۲۴۹ ۔

۲- واحد خاں (فرشتہ ۲/۲۴۹) ۔

۳- نیور (فرشتہ ۲/۲۴۹) ۔

۴- فرشتہ ۲/۲۴۹ ۔

۵- گنگ داس (فرشتہ ۲/۲۴۹) ۔

پناہ میں سمجھتا ہوں ، لہذا امداد اور دستگیری کا امید وار ہوں ۔
سلطان محمود ، گنگداس کی امداد کی طرف متوجہ ہوا ۔ راستہ میں خبر ملی
کہ سلطان قطب الدین بن سلطان محمد گجراتی پیشکش وصول کرنے کے لیے
ایدر کی طرف آیا ہے ۔ سلطان محمود نے اس کو کمزور سمجھ کر باراسنبور[1]
کا رخ کیا ۔ سلطان احمد نے اس خبر کو سن کر کہ بوجھ اٹھانے والے
چار پائے مر گئے ہیں ، چادروں اور کارخانوں میں آگ لگوا دی اور
احمد آباد کا رخ کیا ۔ سلطان قطب الدین بھی احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا ۔
جب سلطان محمود کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی ، تو وہ راستہ سے واپس
ہو کر دریائے مہندری کے کنارے پر مقیم ہو گیا ۔ کنگداس تیرہ لاکھ
نقد تنکے اور چند گھوڑے پیشکش کے طور پر لے کر حاضر خدمت ہوا ۔
سلطان محمود نے اسی مجلس میں اس کو زردوزی قبا دے کر رخصت کر
دیا اور خود دارالملک شادی آباد کو روانہ ہو گیا ۔ اثنائے راہ میں ایدر
کے راجا رائے بیر کو پانچ ہاتھی ، اکیس گھوڑے اور تین لاکھ نقد تنکے
انعام دے کر رخصت کیا ۔ ایک عرصہ تک شادی آباد میں قیام کیا اور
ملک اور فوج کے کاموں میں مشغول رہا[2] ۔

۸۵۵ھ/۵۲ ۔ ۱۴۵۱ء میں ایک لاکھ سے زیادہ سواروں کے ساتھ
گجرات پر حملہ آور ہوا اور کھاتی نوالی سے گزر کر قصبہ سلطان پور کا
محاصرہ کر لیا ۔ ملک علاء الدین سہراب نے جو سلطان قطب الدین کا
گماشتہ تھا ، [۳۳۲] قلعہ سے نکل کر چند روز تک جنگ کی ۔ چونکہ کمک
کی جانب سے مایوس ہو گیا تھا ، لہذا امان طلب کی اور محمود سے ملاقات
کی ۔ سلطان محمود نے اس کے اہل و عیال کو قلعہ مندو میں بھیج کر اس
کو قسم دی کہ کبھی اپنے آقا سے منحرف نہ ہونا ۔ اس کو مبارز خاں
کا خطاب دیا اور لشکر کا سربراہ بنا کر احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا ۔
راستہ میں خبر ملی کہ سلطان محمد بن سلطان احمد کا انتقال ہو گیا اور اس کا
لڑکا سلطان قطب الدین اس کا قائم مقام ہوا ہے ۔ حالانکہ سلطان محمود کا
ارادہ تھا کہ اس کی حکومت کو ختم کر دے ، لیکن اس نے کمال مروت

۱۔ مارالپور (فرشتہ ۲/۲۶۹) راسور (نولکشور اڈیشن) ۔

۲۔ فرشتہ ۲/۲۶۹ ۔

سے تعزیت کی ، اپنے لشکر کے امیروں اور سرداروں میں اس زمانہ کی رسم کے مطابق پان اور شربت تقسیم کیا اور قطب الدین کے نام خط لکھا جس میں ماتم پرسی کی حکومت کی مبارک باد دی ۔ اس کے باوجود قصبہ ہرودرہ کو برباد کرکے غارت گری اور قید بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ۔ کئی ہزار مسلمان اور ہندوؤں کو گرفتار کیا اور چند روز قصبہ مذکور میں قیام کرکے احمد آباد کو روانہ ہوا[1] ۔

اس موقع پر ملک علاء الدین سہراب کہ جو موقع کا منتظر تھا ، فرار ہو کر سلطان قطب الدین کے پاس پہنچا ۔ بظاہر اس نے قسم کھا کر عہد کیا تھا کہ اپنے آقا سے نمک حرامی نہیں کرے گا ، مگر اس کے دل میں پرانے آقا کا خیال تھا ۔ اس نے نمک حلالی کی وجہ سے اپنے اہل و عیال کو چھوڑا اور متواتر کوچ کرتا ہوا سلطان کے پاس سرکیچ پہنچا کہ جو احمد آباد سے پچیس کوس کے فاصلہ پر ہے ۔ سلطان قطب الدین موضع خان پور میں کہ جو قصبہ مذکور سے تین کوس پر ہے ، آیا ۔ چند روز تک دونوں بادشاہ ایک دوسرے کے مقابل پڑے رہے ۔ سال مذکور (۸۵۵ھ/۱۴۴۱ء) صفر کی آخری تاریخ کو [۳۳۳] سلطان محمود شب خون کے ارادہ سے چلا ۔ جب اپنے لشکر سے نکلا ، تو راستہ یاد نہ رہا ۔ تمام رات جنگل میں سوار کھڑا رہا ۔ علی الصبح ، میمنہ کو لشکر سارنگ پور سے آراستہ کرکے اپنے بڑے لڑکے غیاث الدین کے سپرد کیا اور چندیری کے سرداروں کو میسرہ پر تعینات کیا - اپنے چھوٹے لڑکے غزنین خاں کو بھی سردار مقرر کیا اور خود قلب لشکر میں جگہ لے کر جنگ میں مشغول ہوا ۔ سلطان قطب الدین نے بھی گجرات کے لشکر کو آراستہ کرکے میدان جنگ کا رخ کیا ۔ سلطان قطب الدین کا مقدمہ ، سلطان محمود کے لشکر کے مقدمہ سے بھاگ کر سلطان قطب الدین کے پاس آ گیا ۔ مظفر خاں جو چندیری کے بڑے امیروں میں سے تھا ، سلطان محمود کی میسرہ فوج سے جدا ہوکر سلطان قطب الدین کی میسرہ فوج پر حملہ آور ہوا اور وہ فوج اس کے حملہ کی تاب نہ لا سکی اور بھاگ کھڑی ہوئی ۔ مظفر خاں نے سلطان قطب الدین کے لشکر تک تعاقب کیا

۱- فرشتہ ۲/۲۶۹ ۔

اور خوب تاخت و تاراج کیا ، یہاں تک کہ وہ سلطان قطب الدین کے خزانہ تک پہنچ گیا جسے اس نے ایک دم اپنے سارے ہاتھیوں پر لاد دیا اور اپنے لشکر میں بھیج دیا ۔ جب اس کے ہاتھی واپس آئے ، تو وہ چاہتا تھا کہ دوبارہ (خزانہ) ہاتھیوں پر لاد کر بھیج دے کہ اس نے سنا کہ قطب الدین کے لشکر نے شاہزادہ فدی خاں[1] کی فوج کو کمزور پا کر اس پر حملہ کر دیا اور وہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور جان بچا کر بھاگ گیا ۔ مظفر خاں نے لوٹ مار کو ترک کیا اور ایک طرف کو ہو گیا ۔ سلطان محمود لشکر کے منتشر ہو جانے اور میسرہ فوج کی شکست سے حیرت زدہ رہ گیا اور صرف دو سو سواروں کو لے کر خود میدان جنگ میں آ گیا ۔ جب تک اس کے ترکش میں تیر رہے ، وہ چلاتا رہا اور مردانگی کے جوہر [۳۳۴] دکھاتا رہا[2] ۔

اسی وقت سلطان قطب الدین ایک آراستہ فوج کے ساتھ ایک گوشہ سے جہاں وہ چھپا ہوا تھا ، نکل آیا اور سلطان محمود کی طرف متوجہ ہوا ۔ سلطان محمود نے مردانگی کی داد دی اور تیرہ آدمیوں کے ساتھ اپنے لشکر کو واپس ہو گیا ۔ سلطان قطب الدین نے اس فتح کو تائید غیبی خیال کیا اور اس کا تعاقب نہیں کیا ۔ اکیاسی ہاتھی اور بے انتہا مالِ غنیمت اس کے ہاتھ آیا ۔ سلطان محمود رات تک اپنے دائرہ میں سوار کھڑا رہا ۔ جب پانچ چھ ہزار سوار اس کے پاس جمع ہو گئے ، تو اس نے مندو کا رخ کیا ۔ راستہ میں کول اور بھیلوں نے اس کے لشکر کو بہت تکلیفیں پہنچائیں ۔ سلطان محمود کو اس کی سلطنت کے آغاز سے جب تک اس کی سلطنت رہی اس شکست کے سوا اور کوئی شکست نہیں ہوئی ۔ جب وہ مندو پہنچا ، تو اس نے فوج کی حالت درست کی ۔ سلطان غیاث الدین کو کہ جو اس کا لائق فرزند تھا ، قصبہ سورت پر حملہ کرنے کے لیے تعینات کیا جو دریائے تپتی کے کنارے پر آباد ہے اور تمام گجرات میں مشہور ترین مقام ہے ۔ سلطان غیاث الدین سورت کے کچھ گاؤں غارت کرکے واپس آ گیا ۔ اتفاق سے نظام الملک وزیر اور اس کے لڑکوں کے نفاق ، مکاری اور

۱- فدائی خاں (فرشتہ ۲/ ۲۵۰) قدی خاں (نولکشور اڈیشن) ۔
۲- فرشتہ ۲/ ۲۵۰ ۔

بغاوت کی اطلاع سلطان محمود کو ملی اور محمود شاہ کے حکم سے وہ سب قتل کر دیے گئے[1] -

۸۵۷ھ/۱۴۵۳ء میں سلطان محمود نے ولایت مارواڑ کے فتح کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا - چونکہ سلطان قطب الدین کی طرف سے اس کو اطمینان نہیں تھا ، لہذا یہ مناسب سمجھا کہ پہلے سلطان قطب الدین سے [۳۳۵] صلح کر لی جائے اور اس کے بعد ولایت کونبھا کی فتح کا ارادہ کرے - اس بات کو دل میں پوشیدہ رکھ کر فوج کی فراہمی میں کوشش کرنے لگا اور شادی آباد سے قصبہ دھارا کی طرف گیا - وہاں سے تاج خاں کو ایک آراستہ لشکر کے ساتھ گجرات کی سرحد پر بھیجا تا کہ صلح کا ڈول ڈالے - تاج خاں نے سلطان کے وزیروں کو خطوط لکھے ، (وہ خط) چرب زبان ایلچیوں کے ہاتھ بھیجے اور پیغام ارسال کیا کہ دونوں طرف کی دشمنی اور جھگڑا مخلوق کی پریشانی کا سبب ہے اور صلح و اتحاد امن و فلاح کا ذریعہ ہے - کچھ رد و کد کے بعد سلطان قطب الدین بھی صلح کے لیے راضی ہو گیا - دونوں طرف کے اکابر اور بزرگ درمیان میں پڑے اور قسم و سوگند سے صلح کی بنیاد مضبوط ہوئی اور طے پایا کہ ولایت کونبھا سے جو علاقہ گجرات کے قریب ہے ، اس کو قطبی فوجیں تاخت و تاراج کر دیں اور میواڑ و اجمیر اور اس کے نواحی شہروں پر محمود شاہ کا قبضہ ہوگا اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد سے گریز نہیں کریں گے[2] -

سلطان محمود ۸۵۸ھ/۱۴۵۰ء میں ان سرکش راجپوتوں کو جنھوں نے ہادوتی[3] کے نواح میں بغاوت کی تھی ، سزا دینے کے لیے متوجہ ہوا - قصبہ مہولی[4] میں بہت راجپوت قتل ہوئے - ان کی اولاد اور بچوں کو قید کر کے مندو روانہ کر دیا - وہاں سے اس نے بیانہ کا قصد کیا - جب

۱- فرشتہ ۲/۲۵۰ -
۲- فرشتہ ۲/۲۵۰ -
۳- ہاروتی (فرشتہ ۲/۲۵۰) -
۴- مہوتی (فرشتہ ۲/۲۵۰) -

قریب پہنچا ، تو بیانہ کے حاکم داؤد خاں نے بہت پیش کش نذر گزرانی اور خلوص سے پیش آیا ۔ وہاں کی حکومت پر اسی کو قابض رہنے دیا ۔ یوسف ہندوتی اور بیانہ کے حاکم کے درمیان جو کشیدگی اور رنجش پیدا ہوگئی تھی ، اس کو اپنی سعی جمیلہ سے دور کرا کر آپس میں محبت و [۳۳۶] اتفاق کرا دیا ۔ واپسی کے وقت قلعہ رنتھنبور اور ہادوتی کی حکومت پر غزلین خاں الملقب بہ سلطان غیاث الدین کو فائز کیا اور شادی آباد کے باشندوں کو امن و امان سے رہنے کا موقع دیا[۱] ۔

اسی سال سکندر خاں اور جلال خاں بخاری نے ، جو سلطان علاءالدین بہمنی دکھنی کے بڑے سردار تھے ، سلطان کی خدمت میں عرضیاں بھیجیں اور اسے قلعہ ماہور کی تسخیر کے لیے کہ جو برار کے بڑے قلعوں میں تھا ، راغب کیا ۔ سلطان محمود آراستہ لشکر لے کر ہوشنگ آباد کے راستہ سے ماہور روانہ ہوا ۔ محمود آباد کے نواح میں سکندر خاں آ کر حاضر خدمت ہوا ۔ جب ماہور کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ، تو سلطان علاء الدین ستاروں کے برابر لشکر اور آسمان کی عظمت کے ساتھ اہل قلعہ کی مدد کے لیے آیا ۔ سلطان محمود نے خود میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور واپس چلا آیا ۔ اس واقعہ کو طبقہ سلاطین بہمنیہ میں تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے[۲] ۔

واپسی کے دوران میں آنے جانے والوں سے یہ خبر ملی کہ اسیر کے حاکم مبارک خاں نے بگلانہ کی ولایت پر حملہ کر دیا ہے ۔ بگلانہ گجرات و دکن کے درمیان واقع ہے اور وہاں کا حاکم محمود شاہ کا مطیع و فرمانبردار تھا ۔ سلطان محمود نے وہاں کے حاکم کی حمایت و رعایت کرنا لازمی سمجھ کر اپنا رخ بگلانہ کی ولایت کی طرف کر دیا ۔ اپنے سے پہلے اقبال خاں اور یوسف خاں کو بھیجا - مبارک خاں ایک بڑا لشکر لے کر مقابلہ کے لیے آیا ، لیکن جنگ کے بعد فرار ہوگیا ۔ سلطان محمود نے اسیر کی ولایت کے بعض گاؤں اور بستیاں تباہ کر دیں اور شادی آباد واپس آ گیا[۳] ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۵۰ -
۲- فرشتہ ۲/۲۵۰ -
۳- فرشتہ ۲/۲۵۰ - ۲۵۱ -

[۳۳۷] ۸۵۸ھ/۱۴۵۴ء میں سلطان محمود کو خبر ملی کہ ولایت بگلانہ کے راجا کا لڑکا رائے بابو آنے کا ارادہ رکھتا ہے ، مگر اسیر کے حاکم مبارک خاں نے اس کی ولایت میں آ کر بدنظمی کر دی ہے اور وہ اس کو یہاں آنے سے روکتا ہے ۔ سلطان محمود نے سلطان غیاث الدین کو نہایت تیزی سے اس کو دفع کرنے کے لیے تعینات کیا ۔ جب یہ خبر مبارک خاں کو ملی ، تو وہ پہلے ہی اپنے علاقہ کو واپس چلا گیا ۔ رائے بابو کا لڑکا کثیر نذرانہ لے کر حاضر خدمت ہوا ۔ یہاں اس پر نوازش کی گئی اور وہ عزت و احترام کے ساتھ واپس ہو کر اپنی ولایت میں پہنچا ۔ سلطان غیاث الدین رنتھنبور صوبہ کی طرف متوجہ ہوا[1] ۔

اسی زمانہ میں سلطان محمود چتور کی طرف چلا ۔ کوابھا خاطر تواضع سے پیش آیا ۔ چاندی اور سونے کے کچھ سکے پیش کش میں بھیجے ۔ چونکہ وہ کوابھا کے سکے تھے جنہیں دیکھ کر سلطان محمود بہت غضب ناک ہوا ، لہذا اس نے پیش کش واپس کر دی ۔ لشکر کے آدمیوں نے قتل و غارت شروع کر کے آبادی کا نام و نشان تک مٹا دیا ۔ منصور الملک کو مندسور کی ولایت پر حملہ کرنے کے لیے نامزد کیا اور اس ولایت میں اپنا تھانے دار مقرر کرنے کے لیے اس ملک کے درمیان میں خلج پور[2] نام کا قصبہ آباد کرنے کا ارادہ کیا ۔ اس خبر کو سن کر کوابھا نے عجز و انکسار اختیار کیا اور سلطان محمود کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ جس قدر نذرانہ کا مجھے حکم دیا جائے ، میں پیش کرنے کے لیے حاضر ہوں ۔ اس کے بعد سے اطاعت و فرمانبرداری میں کبھی کمی نہ ہوگی ، بشرطیکہ سلطان خلج پور کو آباد نہ کریں ۔ چونکہ برسات کا موسم نزدیک تھا ، لہذا سلطان محمود نے حسب دل خواہ نذرانہ وصول کر کے شادی آباد کا رخ کیا ۔ کچھ عرصہ تک وہاں قیام کیا ۔

۸۵۹ھ/۱۴۵۵ء میں پھر ولایت مندسور کو فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا ۔ جب وہ اس کے نواح میں پہنچا ، تو مختلف اطراف میں فوجیں روانہ کر دیں اور خود ملک کے درمیان میں قیام کیا ۔ روزانہ تازہ خبریں

۱- فرشتہ ۲/۲۵۱ ۔

۲- خلجی پور (فرشتہ ۲/۲۵۱) ۔

اس کے پاس پہنچتی تھیں اور وہ باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتا تھا [۲۳۸] اتفاق سے ایک دن اس فوج کی طرف سے کہ جو ہادوتی کے لیے تعینات کی گئی تھی ایک عرضداشت پہنچی جس کا مضمون یہ تھا کہ ہندوستان میں اسلام کی ابتدا اجمیر سے ہوئی اور حضرت مرشد شیخ معین الدین حسن سجزیؒ بھی اسی شہر میں آرام فرماتے ہیں ۔ اب چونکہ وہاں کفار کا قبضہ ہو گیا ہے ، لہذا اسلام اور مسلمانوں کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا ۔ جب وہ اس خط کے مضمون سے مطلع ہوا ، تو اسی روز اجمیر کی طرف روانگی کر دی اور متواتر کوچ کرنے کے بعد (خواجہ اجمیری کے) مزار فائض الانوار کے پاس پہنچا اور خواجہ قدس سرہ کی روحانیت سے امداد کا طالب ہوا ۔ لشکر کے بخشی کو حکم دیا کہ امراء کے ساتھ قلعہ کو ملاحظہ کیا جائے اور مورچے تقسیم کر دیے جائیں ۔ اسی درمیان میں گجادھر کہ جو اہل قلعہ کا سردار تھا ، مشہور راجپوتوں کی فوج کے ساتھ مقابلہ پر آ گیا ، مگر محمودی افواج کے حملہ کی تاب نہ سکا اور قلعہ میں چلا گیا ۔ چار روز تک جنگ ہوتی رہی ۔ پانچویں دن گجادھر فوج لے کر پھر جنگ کے لیے نکلا اور جنگ سے واپس ہوتے ہوئے مارا گیا ۔ محمود شاہی سپاہیوں کی ایک جماعت فرار ہونے والوں کے ساتھ شامل ہو کر قلعہ میں داخل ہو گئی اور قلعہ فتح ہو گیا ۔ ہر گوشہ میں راجپوتوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے ۔ سلطان محمود نے اللہ کا شکر ادا کیا اور ان بزرگوار (خواجہ اجمیریؒ) کے مزار مقدس کی زیارت کی اور ایک بڑی مسجد تعمیر کرائی ۔ خواجہ نعمت اللہ کو سیف خاں کا خطاب دے کر وہاں کی حکومت اس کے سپرد کی اور اس مزار کے مجاوروں کو انعام و وظیفہ دے کر خوش کر دیا[۱] ۔ پھر قلعہ مندل گڑھ کی طرف روانہ ہوا ۔ متواتر کوچ کرتا ہوا دریائے بنارس کے کنارے پہنچا اور سرداروں کو قلعہ کے اطراف میں مقرر کر دیا ۔ کونبھا نے بھی اپنے لشکر کو [۲۳۹] تین فوجوں میں تقسیم کر دیا اور قلعہ کے باہر بھیجا ۔ وہ فوج جو تاج خاں کے مقابلہ کے لیے گئی تھی اور دوسری فوج کہ جو علی خاں کے مقابلہ کے لیے بھیجی تھی ، انہوں نے آ کر تیر و نیزہ سے مقابلہ کیا ، سخت جنگ ہوئی ۔ محمود شاہی لشکر کے بہت سے آدمی مارے گئے اور

۱- فرشتہ ۲/۲۵۱ ۔

بے شمار راجپوت قتل ہوئے ۔ جب سورج غروب ہو گیا ، تو دونوں فوجیں اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلی گئیں ۔ صبح کو سردار اور وزیر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ چونکہ امسال متواتر لشکر کشی ہوئی ہے اور برسات کا موسم قریب آ گیا ہے ، لہذا اگر چند روز تک دارالحکومت شادی آباد میں لشکر کی بے سرو سامانیاں اور خامیاں درست کرنے کے لیے آرام کر لیا جائے اور برسات کے بعد پورے انتظام سے اس قلعہ کے فتح کرنے کے لیے شاہانہ ارادہ کیا جائے ، تو مناسب ہوگا ۔ سلطان محمود واپس ہوا اور چند روز تک آرام کیا[1] ۔

۲۶ محرم ۸۶۱ھ/۱۴۵۶ء کو مکمل انتظامات کے ساتھ قلعہ مندل گڑھ کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا ۔ میواڑ کے نواح میں ناگور ، اجمیر اور ہادوتی کی فوجیں پہنچیں اور وہاں سے مل کر مندل گڑھ کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوئے ۔ جہاں بت خانہ نظر آیا ، اس کو منہدم کر دیا ۔ جب منزل مقصود پر پہنچا ، تو حکم دیا کہ درختوں کو جڑوں سے کاٹ دیا جائے اور عمارتوں کو ڈھا دیا جائے ۔ غرض یہ کہ آبادی کا نام و نشان تک مٹا دیا اور محاصرہ میں مشغول ہوا ۔ مورچے خندقوں سے گزار کر قلعہ کے نزدیک پہنچا دیے ۔ کچھ ہی عرصہ میں خدا کے فضل سے فتح ہو گئی ۔ بہت کثرت سے مخلوق قتل اور قید ہوئی ۔ راجپوتوں نے دوسرے قلعہ میں پناہ لی کہ جو پہاڑ کی چوٹی پر تھا ۔ وہ اس قلعہ کی مضبوطی اور پختگی پر مغرور ہوگئے ۔ جب بالائے قلعہ کا پانی توپوں کی ضربوں سے ختم ہوگیا اور جو پانی کہ پہلے قلعہ میں تھا وہ محمودی لشکر کے قبضہ میں آ چکا تھا ، تو پانی کے نہ ملنے کی وجہ سے [۳۴۰] ہر طرف سے نالہ و فغاں کی آوازیں آئیں ۔ قلعہ کے لوگ العطش کہتے ہوئے امان کے طالب ہوئے ۔ مبلغ دس لاکھ تنکے نذرانہ دینا قبول کیا ۔ سب باہر آ گئے اور قلعہ سپرد کر دیا ۔

یہ عظیم فتح یکم ذی الحجہ[2] ۸۶۱ھ/۱۴۵۷ء کو ہوئی ۔ محمود نے نہایت خضوع و خشوع سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ۔ دوسرے دن قلعہ

۱- فرشتہ ۲/۲۵۱ ۔

۲- ۲۵ ذی الحجہ ۸۶۲ھ (فرشتہ ۲/۲۵۱) ۔

میں داخل ہو کر بت خانوں کو مسمار کر دیا اور اس کے ملبہ سے جامع مسجد کی تعمیر کرائی ۔ قاضی ، مفتی ، محتسب ، خطیب اور مؤذن مقرر کیے ۔ اس نواح کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کرنے کے بعد پندرھویں محرم الحرام[1] ۸۶۲ھ/۱۴۵۷ء کو چتور کی طرف روانہ ہوا ۔

اس نواح میں پہنچنے کے بعد شاہزادہ سلطان غیاث الدین کو کیلوارہ اور دیلوارہ کی ولایتوں کو تاراج کرنے کے لیے بھیجا ۔ شاہزادہ نے اس ولایت کو خراب کر کے بہت لوگوں کو قید کر لیا اور نہایت اطمینان و خیریت کے ساتھ واپس ہوا ۔ چند روز کے بعد شاہزادہ قدن[2] خاں و تاج خاں کو قلعہ بوندی[3] فتح کرنے کے لیے تعینات کیا ۔ جب شاہزادہ قلعہ بوندی کے قریب پہنچا ، تو راجپوتوں نے قلعہ سے نکل کر جنگ کی اور نہایت دلیری سے لڑے ۔ آخرکار شکست ہوئی ۔ بہت راجپوت قتل ہوئے اور بہت سے خندقوں میں گرے جو گرفتار ہوئے ۔ پہلے ہی دن جرأت و شجاعت سے قلعہ فتح کر لیا ۔ شہزادہ نے اس نعمت پر نہایت خشوع کے ساتھ باری تعالیٰ کا شکر ادا کیا ۔ ایک معتبر سردار کو وہاں چھوڑا اور مظفر و منصور بادشاہ کے حضور میں دارالحکومت شادی آباد کو واپس ہوا[4] ۔

[۳۴۱] سلطان محمود ۸۶۳ھ/۵۹ - ۱۴۵۸ء میں پھر راجپوتوں کو سزا دینے کے لیے روانہ ہوا ۔ جب وہ موضع آہارس پہنچا ، تو سلطان غیاث الدین اور قدن خاں کو ولایت کیلوارہ اور دیلوارہ کو برباد کرنے کے لیے تعینات کیا ۔ سلطان غیاث الدین اور قدن خاں نے اس ولایت کو تاراج کر کے کونبھل میر کے اطراف پر بھی حملہ کر دیا ۔ جب وہ (باپ کی خدمت) میں پہنچا اور سلطان غیاث الدین نے قلعہ کونبھل میر کی تعریف کی ، تو دوسرے دن سلطان محمود قلعہ کونبھل میر کی طرف روانہ ہوا ۔ راستہ میں بت خانوں کو مسمار کرتا ہوا اور منزلیں طے کرتا

۱- ۸۶۳ھ (فرشتہ ۲/۲۵۲) ۔

۲- فدائی خاں (فرشتہ ۲/۲۵۲) ۔

۳- کوندی (فرشتہ ۲/۲۵۲) ۔

۴- فرشتہ ۲/۲۵۲ ۔

ہوا چلا ۔ جب وہ قلعہ کے نواح میں پہنچا ، تو ایک روز سوار ہو کر اس پہاڑ پر جو شہر کے سامنے قلعہ کے مشرق کی جانب ہے ، گیا ۔ شہر کا معائنہ کیا اور کہا کہ اس قلعہ کا فتح کرنا بغیر چند سال کے محاصرہ کے ممکن نہیں ہے ۔ دوسرے دن وہاں سے کوچ کر کے ڈونگر پور کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب ڈونگر پور کے حوض پر پہنچا ، تو ڈونگر پور کے راجا سرسیام داس نے بھاگ کر کوہ پایہ میں پناہ لی اور وہاں سے عاجزی و انکسار کا اظہار کیا ۔ دو لاکھ تنکے اور اکیس گھوڑے بطور پیش کش دیے ۔ سلطان محمود دارالحکومت شادی آباد کو واپس آ گیا[1] ۔

محرم ۸۶۶ھ/۱۴۶۱ء میں ملک نظام الملک غوری کے بہکانے سے متواتر کوچ کرتا ہوا ملک دکن کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب دریائے نربدہ کو عبور کیا ، تو مخبروں نے خبر دی کہ آسیر کے حاکم مبارک خاں کا انتقال ہو گیا ہے ۔ اس کا لڑکا غازی خاں ملقب بہ عادل خاں اس کا قائم مقام ہوا ہے [۳۴۲] اور حکومت کی ابتدا ہی میں ظلم و جور شروع کر دیا ہے ۔ اس نے سید کمال الدین اور سید سلطان کو بلاوجہ قتل کرا دیا اور ان مظلوموں کے مکانوں کو لوٹ لیا ۔ چند روز کے بعد اس کا بھائی جلال الدین ، سلطان محمود کے پاس داد خواہی کے لیے حاضر ہوا ۔ سلطان محمود کی حمیت نے مجبور کیا کہ عادل خاں کو سزا دی جائے ۔ اس ارادہ سے وہ آسیر کی طرف چلا ۔ عادل خاں نے عاجزی و مجبوری کے ساتھ قطب عالم شیخ فرید الدین مسعود شکر گنج کے ایک پوتے کو کچھ نذرانہ دے کر اس کے پاس بھیجا اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی ۔ سلطان محمود نے جب یہ سمجھا کہ اب آسیر کی فتح مشکل ہو گئی اور اس کے ساتھ اس سفر کا اصل مقصد دکن کا فتح کرنا ہے ، تو اس نے عادل خاں کی خطائیں معاف کر کے کچھ نصیحتیں کیں اور ولایت برار و ایلچ پور کی طرف چلا گیا[2] ۔

جب قصبہ بالا پور پہنچا ، تو جاسوسوں نے خبر دی کہ نظام شاہ کے وزیروں نے سرحدوں سے لشکر طلب کر کے جمع کر لیے ہیں اور دو

۱- فرشتہ ۲/۲۵۲ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۵۲ ۔

کروڑ تنکے خزانہ سے نکال کر سرداروں اور لشکریوں میں بطور مدد خرچ تقسیم کیے ہیں ۔ وہ ایک عظیم لشکر اور ایک سو پچاس ہاتھی لے کر شہر سے باہر آ گئے ہیں اور تائید غیبی کے منتظر ہیں ۔ سلطان محمود نے اس خبر کو سن کر لشکر ترتیب دیا اور متواتر کوچ کر کے نظام شاہ سے تین فرسنگ کے فاصلہ پر پہنچ گیا ۔ وزیروں نے آٹھ سالہ نظام شاہ کو سوار کیا ، اس کے سر پر چتر سجایا اور اس کو خواجہ جہاں ملک شاہ ترک کے سپرد کیا ۔ میسرہ کا انتظام ملک الملک ترک کے سپرد کیا اور میمنہ خواجہ محمود گیلانی کے حوالہ کیا کہ جن کا خطاب ملک التجار تھا ۔ جب دونوں بادشاہ ایک دوسرے کے مقابل ہوئے ، تو ملک التجار نے سبقت کی اور محمود شاہی میسرہ پر حملہ کر دیا ۔ چندیری کا حاکم مہابت خاں اور ظہیرالملک وزیر کہ جو میسرہ کے سردار تھے ، مارے گئے [٣٣٣] اور منڈو کے لشکر کو بڑی زبردست شکست ہوئی ۔ دو کوس تک تعاقب کر کے سلطان محمود کے لشکر کو تباہ کر دیا ۔

اس اثنا میں سلطان محمود ایک گوشہ میں چلا گیا اور موقع کا انتظار کرنے لگا ۔ زیادہ تر لوگ لوٹ میں مشغول تھے اور نظام شاہ چند آدمیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا ۔ (سلطان محمود) بارہ ہزار سواروں کے ساتھ نظام شاہ چند آدمیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا (سلطان محمود) بارہ ہزار سواروں کے ساتھ نظام شاہ کی فوج کے عقب سے ظاہر ہوا ۔ خواجہ جہاں ترک کہ جو قلب لشکر میں تعینات تھا ، بھاگ کھڑا ہوا اور نظام شاہ کو ہمراہ لے کر شہر بدر پہنچا ۔ معاملہ الٹا ہو گیا ۔ وہ لوگ جو لوٹ میں مشغول تھے ، قتل کر دیے گئے[1] ۔

نظام شاہ کی والدہ ملکہ جہاں کو مکر و غدر کا اندیشہ ہوا ۔ اس نے شہر کی حفاظت کے لیے ملو خاں کو چھوڑا اور خود نظام الملک شاہ کو لے کر فیروز آباد چلی گئی اور وہاں سے ایک خط سلطان محمود گجراتی کے پاس بھیجا اور امداد و امان طلب کی ، سلطان محمود خلجی نے تعاقب کر کے شہر بدر کا محاصرہ کر لیا ۔ جب بھاگے ہوئے لوگ فیروز آباد میں نظام شاہ کے پاس جمع ہوگئے ، تو خبر ملی کہ سلطان محمود گجراتی ایک

١- فرشتہ ٢/٢٥٢ ۔

بڑا لشکر لے کر نظام شاہ کی مدد کے لیے متوجہ ہوا ہے اور بہت جلد آ رہا ہے ۔ سلطان محمود نے مشورہ کے بعد طے کیا کہ چونکہ موسم گرم ہے اور رمضان کا مہینہ پھر آ گیا ہے ، لہذا بہتر یہی ہے کہ اس علاقہ کی فتح کو سال آئندہ کے لیے ملتوی کر دیا جائے اور واپس ہو جانا چاہیے ۔ اس بہانہ سے دوسرے دن کوچ کر دیا اور اپنی ولایت کو چلا گیا[1] ۔

۸۶۷/۶۳ - ۱۴۶۲ء میں ملک دکن کی فتح کا خیال پیدا ہوا ۔ لشکر کا انتظام کر کے نصرت آباد نعلچہ پہنچا ۔ ابھی نعلچہ میں [۳۴۳] تھا کہ کھرلہ کے تھانے دار سراج الملک کی عرضداشت پہنچی جس کا مضمون یہ تھا کہ نظام شاہ دکنی نے نظام الملک کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ تھانہ کھرلہ پر نامزد کیا ہے اور وہ چند روز میں پہنچ جائے گا ۔ اس خبر کو سنتے ہی نہایت تیزی سے وہ کھرلہ کی حمایت کے لیے روانہ ہوا ۔ اثناء راہ میں خبر ملی کہ نظام الملک ترک نے آ کر قلعہ کھرلہ پر حملہ کر دیا ہے ۔ جس وقت نظام الملک قلعہ کے نواح میں پہنچا ، سراج الملک مے نوشی میں مشغول تھا اور اس کو اپنی ہی خبر نہ تھی ۔ سراج الملک کے لڑکے نے قلعہ سے نکل کر جنگ کی اور فرار ہو گیا ۔ نظام الملک نے نہایت غرور و تکبر کی وجہ سے وہاں کا کوئی انتظام نہیں کیا ۔ سلطان محمود نے اس خبر کو سن کر مقبول خاں کو چار ہزار سوار دے کر قلعہ کھرلہ کی طرف روانہ کیا اور خود انتقام کے ارادہ سے دولت آباد گیا ، اثنائے راہ میں رائے سرکھچہ کے متعلقین اور رائے جاج نگر کے وکیل پانچ سو تیس ہاتھی بطور پیش کش لے کر حاضر ہوئے ۔ وکیلوں کو خلعت و انعام دے کر رخصت کیا ۔ جب موضع خلیفہ آباد میں پہنچا ، تو امیرالمومنین مستنجد باللہ یوسف بن محمد عباسی کے خادموں میں سے ایک شخص مصر سے سلطنت کا منشور اور خلعت لے کر آیا ۔ اس نے نہایت مسرت و خوشی کے ساتھ استقبال کیا ، وہ خلیفہ کے خادموں کی نہایت تعظیم کرتا تھا ۔ اس نے ان کو مرصع زین اور لگام کے ساتھ گھوڑے اور زردوزی خلعتیں انعام میں دیں[2] ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۵۲ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۵۳ ۔

جب ولایت دولت آباد کی سرحد میں پہنچا ، تو مخبروں نے خبر دی کہ سلطان محمود گجراتی اپنے دارالحکومت سے نکل کر ان حدود کی طرف متوجہ ہوا ہے - سلطان محمود قلعہ پالکندہ کی طرف روانہ ہوا ہے اور کچھ بستیوں کو [۳۴۵] لوٹتا ہوا گونڈوالہ کے راستہ سے دارالحکومت شادی آباد کو واپس ہو گیا - چند روز قیام کرکے ماہ ربیع الاول ۸۷۱ھ/۱۴۶۶ء میں ایک فوج مقبول خاں کے ساتھ قلعہ ایلچ پور حملہ کرنے کے لیے بھیجی - جب اس فوج نے جا کر ایلچ پور کے نواح پر قبضہ کر لیا اور شہر کو برباد کر دیا ، ایک پہر رات گزر جانے کے بعد وہاں کا حاکم ہم ہمسایوں مثلاً قاضی خاں اور میر خاں کو جمع کرکے ایک ہزار پانچ سواروں اور بے شمار پیادوں کے ہمراہ جنگ کے ارادہ سے آیا - جب یہ خبر مقبول خاں کو ملی ، تو اس نے مالِ غنیمت ، اسباب اور پرتال وغیرہ ایک فوج کے ساتھ روانہ کر دیا اور منتخب و کار آزمودہ لوگوں کو اپنے پاس رکھا اور ایک جماعت کو بطور چنداول (فوج کا حفاظتی دستہ) کے تعینات کیا اور خود گھات میں جا بیٹھا - جب طرفین کا مقابلہ ہوا ، تو مقبول خاں گھات سے نکلا - قاضی خاں فرار ہو کر ایلچ پور کی طرف چلا گیا - مقبول خاں نے ایلچ پور کے دروازہ تک تعاقب کیا - راستہ میں بیس معتبر سردار مارے گئے اور دوسرے تیس آدمی ہاتھ آئے - مقبول خاں وہاں سے واپس ہو کر مظفر و منصور محمد آباد پہنچا[1] -

ماہ جمادی الاول ۸۷۱ھ/۱۴۶۶ء میں والیٔ دکن نے ایک شخص قاضی شیخن کو مصالحت کے لیے دارالحکومت شادی آباد بھیجا - بہت گفت و شنید کے بعد اس طرح مصالحت ہوئی کہ اگر والی دکن ایلچ پور تک ولایت برار کا علاقہ سلطان محمود کے سپرد کر دے ، تو اس کے بعد سلطان محمود ، ملک دکن کو نقصان نہیں پہنچائے گا - اس قرار داد کے مطابق صلح نامہ لکھا گیا - مملکت کے امراء ، اکابر اور بزرگوں کے دستخط ہوئے - اس سال ماہ جمادی الآخر (۸۷۱ھ/۱۴۶۷ء) میں شیخن ایلچی کو قاعدہ کے مطابق خلعت اور روپیہ عنایت کرکے شیر الملک کو اس کے ہمراہ کر دیا تا کہ ایک دوسرے کے سامنے عہد و پیمان پختہ ہو جائیں - [۳۴۶]

۱- فرشتہ ۲/۲۵۳ -

چند روز کے بعد حکم دیا کہ دفتر کے حسابات کا دار و مدار قمری تاریخوں پر رکھا جائے اور شمسی کے بجائے قمری تاریخ تحریر کی جائے۔ ۸۷۱ھ/۱۴۶۷ء سے دفتروں میں قمری تاریخ کا رواج ہوا[1]۔

اسی سال (۸۷۱ھ/۱۴۶۷ء) ماہ ربیع الاول میں شیخ نور الدین[2] جو اپنے وقت کے بڑے عالم تھے، نواح مندو میں پہنچے۔ سلطان محمود نے حوض رانی تک ان کا استقبال کیا۔ دونوں گھوڑوں پر سوار ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ نہایت عزت و احترام کے ساتھ ان کو ہمراہ لایا۔ ماہ ذی الحجہ (۸۷۱ھ/۱۴۶۷ء) میں سید محمد نور بخش کے فرستادہ مولانا عماد، سلطان محمود کی خدمت میں آئے اور شیخ (سید محمد نور بخش) کا خرقہ بطور تبرک لائے۔ سلطان نے اس خرقہ کو عظیم سمجھا۔ مولانا عماد الدین سے بہت اچھی طرح ملاقات کی۔ نہایت مسرت و خوشی کے ساتھ اس خرقہ کو پہنا اور بہت بخشش عطا کی۔ اس علاقہ کے علماء، مشائخ اور بزرگوں کو جو اس کی مجلس میں حاضر تھے، محظوظ و بہرہ مند کیا[3]۔

ماہ محرم ۸۷۲ھ/۱۴۶۷ء میں تیز رفتار مخبروں نے یہ خبر دی کہ بدنصیب مقبول خاں نے قصبہ محمود آباد کو جو اس زمانہ میں کھرلہ مشہور ہے، برباد کرکے والیٔ دکن کے پاس پناہ لے لی ہے اور چند ہاتھی جو ملکی مصلحتوں کی غرض سے اس کے ساتھ رہتے تھے، کھرلہ کے رائے زادہ کو دے دیے۔ کھرلہ کا رائے زادہ قلعہ محمود آباد پر قابض ہو گیا، قلعہ میں جتنے مسلمان تھے ان کو قتل کر دیا اور گونڈوں کو اپنے موافق کرکے راستہ روک دیا۔

اس خبر کے سنتے ہی تاج خاں اور احمد خاں کو اس فتنہ کے فرو کرنے کے لیے بھیجا۔ خود بیسویں [۲۰] تاریخ ماہ ربیع الآخر (۸۷۲ھ/۱۴۶۷ء) کو لعلچہ پہنچا اور وہاں منزل کی۔ چند روز کے بعد محمود آباد کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں خبر ملی کہ تاج خاں اور احمد خاں دسہرہ

۱- فرشتہ ۲/۲۵۳۔
۲- علاء الدین (فرشتہ ۲/۲۵۳)۔
۳- فرشتہ ۲/۲۵۳۔

کے دن کہ جو برہمنوں کا ایک عظیم دن ہے ، ستر کوس کی یلغار کرکے وہاں پہنچے ۔ جب یہ معلوم ہوا کہ رائے زادہ کھانا کھانے میں مشغول ہے ، تو تاج خاں نے کہا کہ غافل دشمن پر حملہ کرنا مردانگی نہیں ہے اور وہیں گھوڑے کی لگام کو روک لیا ۔ ایک شخص کو بھیج کر اسے خبردار کیا ۔ رائے زادہ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا ۔ اپنے آدمیوں کے ساتھ مسلح ہوا اور جنگ کے لیے آ گیا ۔ دونوں طرف سے ایسی کوشش ظہور میں آئیں کہ اس سے زیادہ ممکن نہ تھا ۔ آخرکار اس کے بہت سے آدمی قتل ہوئے اور وہ خود ننگے سر اور ننگے پیر بھاگا اور گونڈوں میں جا کر پناہ لی[1] ۔ مقبول خاں کے ہاتھی ، دوسرا مال غنیمت اور قصبہ محمود آباد ہاتھ آیا ۔ جب تاج خاں کا عریضہ سلطان محمود کے پاس پہنچا ، تو وہ بہت خوش ہوا اور ملک الامراء ملک[2] داؤد کو اس گروہ کو سزا دینے کے لیے جس نے رائے زادہ کو ٹھکانا دیا تھا ، تعینات کیا ۔ جب یہ خبر اس گروہ کو ملی ، تو اس نے رائے زادہ کو گرفتار کرکے تاج خاں کے پاس بھیج دیا ۔

سلطان محمود نے اس فتح کے بعد محمود آباد کا رخ کیا ۔ چھٹی رجب المرجب (۸۷۲ھ/۱۴۶۸ء) کو وہ قصبہ سارنگ پور میں پہنچا ۔ چند روز کے بعد وہیں مرزا سلطان ابو سعید کی طرف سے خواجہ جمال الدین استر آبادی بطور ایلچی تحائف اور سوغات لے کر آیا ۔ سلطان محمود ، خواجہ جمال الدین کے آنے سے بہت مسرور اور خوش ہوا ۔ اس پر شاہانہ نوازشیں کرکے اسے خرم و شاد کیا اور اس کو واپسی کی اجازت دی ۔ [۳۴۸] ہندوستان کے مختلف قسم کے سوغات ، پارچہ جات ، ریشمی کپڑے ، چند رقاصہ کنیزیں ، گویے ، چند ہاتھی چند خواجہ سرا ، مینا ، باتیں کرنے والی طوطی اور عربی گھوڑے ، شیخ زادہ علاء الدین کے ذریعہ شیخ جمال الدین کے ہمراہ (سلطان ابو سعید کو) بھیجے اور خود دارالحکومت شادی آباد میں قیام کیا[3] ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۵۳ ۔
۲- ملک داور (فرشتہ ۲/۲۵۴) ۔
۳- فرشتہ ۲/۲۵۴ ۔

۸۷۳ھ/۶۹ - ۱۴۶۸ء میں غازی خاں کی عرضداشت اس مضمون کی پہنچی کہ کچھوارہ کے زمیندار اطاعت و فرمانبرداری سے منحرف ہو گئے ہیں ۔ اس عریضہ کے پہنچنے کے بعد سلطان محمود نے آمدورفت کی تکالیف پر غور کیا ۔ ملک کے درمیان میں ایک قلعہ بنوایا کہ جو صرف چھ دن کے اندر مکمل ہو گیا ۔ اس کی تکمیل کے بعد اس کا نام جلال پور رکھ کر منیر خاں کو وہاں چھوڑا[۱] ۔

اسی سال (۸۷۳ھ/۶۹ - ۱۴۶۸ء) آٹھویں شعبان کو شیخ محمد فرملی اور گوالیار کے راجا کا لڑکا کھور چند دہلی کے بادشاہ سلطان بہلول لودی کی طرف سے ایلچی فتح آباد کے نواح میں حاضر خدمت ہوئے ۔ جو تحفے لائے تھے ، پیش کیے اور زبانی عرض کیا کہ سلطان حسین شرق ہمیں نہیں چھوڑتا ہے ۔ اگر آپ امداد و اعانت فرمائیں اور دہلی کے نواح میں چلے آئیں اور اس (سلطان شرق) کے فتنہ و فساد کو دفع کر دیں ، تو واپسی کے وقت قلعہ بیانہ مع اس کے مضافات کے لذرانہ میں پیش کر دیا جائے گا اور جیسے ہی سلطان کی روانگی عمل میں آئے گی ، چھ ہزار گھوڑے مع سامان خدمت میں بھیج دیے جائیں گے ۔ سلطان محمود نے فرمایا کہ جس وقت سلطان حسین دہلی کی طرف آئے گا ۔ میں نہایت تیزی کے ساتھ امداد و کمک لے کر [۳۴۹] پہنچ جاؤں گا ۔ یہ بات طے ہو گئی ، تو اس نے ایلچیوں کے حالات معلوم کیے (مزاج پرسی کی) اور فاخرہ خلعتیں دے کر ان کو رخصت کر دیا[۲] ۔

دوسرے دن وہ کوچ کر کے دارالحکومت شادی آباد کی طرف روانہ ہوا ۔ چونکہ ہوا بہت گرم تھی ، لہذا گرمی کی شدت کی وجہ سے اس کی طبیعت ناساز ہو گئی ۔ روز بروز مرض ترقی کرتا گیا ، یہاں تک کہ انیسویں ذی قعدہ ۸۷۳ھ/۱۴۶۹ء کو ولایت کچھوارہ میں اس نے اس سرائے فانی سے دارالآخرت کی راہ لی ۔ اس کی سلطنت کی مدت چونتیس سال ہوئی :

۱- فرشتہ ۲/۲۵۴ -

۲- فرشتہ ۲/۲۵۴ -

بیت

بجاہ ارچہ بر آسماں تخت برد
بجاہ لحد عافیت رخت برد

یہ بات تعجب سے خالی نہیں ہے کہ سلطان محمود کی عمر اس کے جلوس کے وقت اتنی تھی جتنی مدت تک اس نے حکومت کی ۔ حضرت صاحبقران امیر تیمور گورگان بھی چھتیس سال کی عمر میں بادشاہ ہوا اور چھتیس سال اس نے حکومت کی ۔ اس کے انتقال کے بعد چھتیس آدمی اس کے بیٹوں اور پوتوں میں سے زندہ و سلامت تھے[۱] ۔

ذکر سلطان غیاث الدین والد سلطان محمود خلجی

جب سلطان محمود خلجی کا انتقال ہو گیا ، تو اس کا بڑا لڑکا سلطان غیاث الدین تخت نشین ہوا ۔ اس نے داد سخاوت سے ہر طبقہ کے عوام کو راضی اور خوش کر دیا ۔ جو رقم چتر پر سے نچھاور کی گئی تھی ، وہ کل اہل فضل اور مستحقین میں تقسیم کر دی گئی اور اپنے چھوٹے بھائی کو جس کا خطاب سلطان علاء الدین تھا اور [۲۵۰] قدن خاں[۲] سے مشہور تھا ، قدیم دستور کے مطابق رنتھنبور کی ولایت پر مقرر کیا اور کچھ دوسرے پرگنے بھی جو سلطان محمود کے زمانہ میں اس کے قبضہ میں تھے ، اس کی دلی خواہش کے مطابق اس کو دے دیے ۔ شاہزادہ عبدالقادر کو ناصر شاہ کا خطاب دے کر اپنا ولی عہد بنایا اور وزارت کا عہدہ اس کے سپرد کیا ۔ چتر و پالکی (کوکبہ) جاگیر اور بارہ ہزار سوار اس کے لیے مقرر کیے ۔ خواتین اور امراء کو حکم دیا کہ روزانہ صبح کو شہزادے کے سلام کے لیے جائیں اور پھر اس کے ہمراہ ہمارے حضور میں آئیں ۔

جب سلطنت کی تاج پوشی کے جشن کی خوشی سے فارغ ہو گیا ، تو اس نے ایک روز اپنے امیروں کو بلا کر کہا کہ باپ (محمود شاہ) کی ہمراہی میں چولتیس سال جنگ اور معرکہ آرائی میں گزارے ہیں ۔ اب دل چاہتا ہے کہ جو کچھ مجھے باپ سے ملا ہے ، اس کی حفاظت میں

۱- فرشتہ ۲/۲۵۴ ۔
۲- قدی خاں (فرشتہ ۲/۲۵۵) ۔

کوشش کروں، زیادہ کی طلب میں تکلیف نہ اٹھاؤں اور اپنے تابعین کے ساتھ امن و آسائش اور عیش و عشرت میں بسر کروں۔ اپنے ملک کو امن و امان سے رکھنا اس سے بہتر ہے کہ دوسرے کے ملکوں پر حملہ کروں۔ چنانچہ گانے بجانے والوں کو جمع کرنا شروع کیا اور اطراف و جوالب سے اہل طرب نے اس کے یہاں آنا شروع کر دیا۔ اس نے حسین و خوبصورت کنیزوں اور زمینداروں اور راجاؤں کی لڑکیوں سے اپنے محل کو بھر لیا اور اس معاملہ میں نہایت مبالغہ سے کام لیا۔ خوبصورت لڑکیوں میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی ہنر اور پیشہ کی تعلیم دلواتے وقت اس کی طبیعت اور مزاج کا خیال رکھا۔ بعض کو رقاصی و پاتر بازی ایک گروہ کو گانا بجانا اور مزامیر نوازی اور بعض کو کشتی گیری سکھائی[۱]۔

پانچ سو حبشی کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا کر تلواریں اور ڈھالیں ان کے ہاتھوں میں دیں اور اس کا نام گروہ جیوش رکھا۔ پانچ سو ترکی کنیزوں کو ترکوں کا لباس پہنا کر گروہ مغولاں سے موسوم کیا اور پانچ سو کنیزوں کو جو طبیعت دار اور ذہین تھیں، مختلف علوم سکھائے۔ [۳۵۱] ایک گروہ کو روزانہ اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتا اور ایک گروہ کے سپرد کچھ ملکی معاملات بھی کیے، مثلاً مالی معاملات جمع و خرچ کا حساب دیکھنا یا دوسرے کارخانوں وغیرہ کا معائنہ کرنا۔

اپنی حرم سرا میں ایک بازار بنوایا۔ جو جو چیزیں شہر کے بازار میں فروخت ہوتی تھیں، وہ اس بازار میں بھی فروخت کی جاتی تھیں۔ مختصر یہ کہ سولہ ہزار کنیزیں اس کے محل میں جمع ہو گئی تھیں۔ ہر ایک کے لیے چاندی کے دو تنکے اور دو من غلہ مقرر تھا۔ برابر (دینے میں) مبالغہ کرتا تھا۔ چنانچہ رانی خورشید کو بھی شرعی وزن سے دو من غلہ اور دو تنکے دیتا تھا حالانکہ وہ اس کی سب سے بڑی بیگم تھی، وہ اس سے بہت محبت کرتا تھا اور وہ معاملات میں صاحب اختیار بھی تھی۔ ایک خدمت گار کو حکم تھا کہ روزانہ پکا ہوا کھانا چوہوں کی بلوں پر رکھے اور حکام کو حکم دے دیا تھا کہ چونکہ خداوند تعالیٰ کا شکر بجا لاتا ہوں، لہذا جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے عنایت فرمائی ہے، اس

۱- فرشتہ ۲/۲۵۵۔

کے لیے بطور شکرانہ پچاس تنکے مستحقین کو دیے جائیں اور ان کو محروم نہ رکھا جائے - ہر اس چھوٹے بڑے کو جس سے میں بات کرتا ہوں ، ایک ہزار تنکہ بطور انعام پہنچایا جائے - اس کا زیادہ وقت عیش و عشرت میں گزرتا تھا - ایک پہر رات گزرنے کے بعد خدا کی عبادت کے لیے آمادہ ہوتا اور لوازم عبودیت میں مشغول ہو جاتا - اپنی پیشانی عجزو فقر کی خاک پر رگڑتا ، نیاز مندی کا اظہار کرتا اور اپنی آرزوئیں اور تمنائیں بارگاہ ایزدی سے طلب کرتا -

[۳۵۲] اپنے مقربین میں سے ایک کو یہ حکم دیا تھا کہ اس کی سلطنت میں جو بھی واقعہ پیش آئے یا کوئی عریضہ سرحد سے آئے ، تو اس کو اطمینان کے وقت پیش کیا جائے - اگر ملکی مہمات میں وزیروں کو کچھ شبہ ہوتا ، تو عریضہ لکھ کر اس کے محل میں بھیجتے تھے اور وہ مدعا کے مطابق جواب لکھ کر بھیج دیتا تھا[۱] -

حکایت[۲] ہے کہ ایک مرتبہ دہلی کے بادشاہ سلطان بہلول لودی نے قصبہ الہ‌پور پر کہ جو سلاطین مالوہ سے متعلق تھا ، حملہ کیا - وہاں کے رہنے والوں کو بہت نقصان پہنچا - جب مندو خبر پہنچی ، تو کسی کی یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ پیش قدمی کر کے اس بات کو سلطان غیاث الدین سے عرض کر سکے - بالآخر وزیروں کے مشورہ سے حسن خاں نے ایک دن موقع پا کر عرض کیا کہ سلطان بہلول ہر سال نقد رقم بطور نذرانہ سلطان سعید محمود شاہ کی خدمت میں روانہ کیا کرتا تھا - اس زمانہ میں سنا گیا ہے اور اس کی فوج نے قصبہ الہ‌پور کو برباد کر دیا ہے - اس خبر کو سنتے ہی اسی وقت چندیری کے حاکم شیر خاں بن مظفر خاں کو فرمان لکھ کر بھیجا کہ بھیلسہ اور سارلگ پور کا لشکر ہمراہ لے کر سلطان بہلول کو سزا دینے کے لیے روانہ ہو جاؤ - اس فرمان کے پہنچنے پر شیر خاں نے لشکر فراہم کیا اور بیانہ کا ارادہ کیا - جب سلطان بہلول نے خود میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی ، تو وہ بیانہ چھوڑ کر دہلی چلا گیا - شیر خاں اس کا تعاقب کرتا ہوا دہلی تک گیا - سلطان

۱- فرشتہ ۲/۲۵۵ - ۲۵۶ -

۲- فرشتہ ۲/۲۵۷ -

بہلول نے شیر خاں کو تحفے اور نذرانے دے کر واپس کر دیا ۔ شیر خاں نے از سرِ نو الھنپور کو تعمیر کرایا اور چندیری کی طرف روانہ ہوا ۔

روایت ہے کہ روزانہ رات کو چند اشرفیاں اس کے سرہانے تکیہ کے نیچے رکھ دی جاتی تھیں اور صبح کو وہ اشرفیاں اہل استحقاق میں تقسیم کر دی جاتی تھیں ۔ ستر حافظ قرآن کنیزوں کو حکم تھا کہ تبدیل لباس کے وقت ختم قرآن [۳۵۳] کر کے اس کے چہرہ پر دم کریں ۔

اس کی خود اعتقادی اور سادہ لوحی کے متعلق ایک حکایت ہے کہ ایک روز ایک شخص گدھے کا سُم لایا اور کہا کہ یہ سُم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا ہے ۔ حکم دیا کہ اس کو پچاس ہزار تنکے دے دیں اور سُم اس سے خرید لیں ۔ مختصر یہ کہ تین اور آدمی گدھے کے تین سُم اور لائے اور ہر ایک سُم کی قیمت اسی قدر پائی ۔ اتفاق سے ایک اور شخص بھی سُم لے آیا ، سلطان نے اس کو بھی پچاس ہزار تنکے دینے کا حکم دیا ۔ سلطان کے مقرب نے عرض کیا کہ شاید حضرت عیسیٰ کے گدھے کے پانچ پیر تھے کہ پانچ سُم کی قیمت اس قدر دی جا رہی ہے ۔ سلطان نے فرمایا کہ یہ (سُم) صحیح ہو اور ان میں سے کوئی غلط لایا ہو[1] ۔

اپنے ہم نشینوں کو حکم دے دیا تھا (جس کے مطابق) وہ جس وقت عیش و عشرت میں اور اہلِ دنیا کے ساتھ باتوں میں مشغول ہوتا تھا تو اس کے سامنے کپڑا لایا جاتا تھا جس کو کفن بنایا جاتا تھا ۔ وہ اس سے عبرت پکڑتا تھا ، از سرِ نو وضو کرتا تھا اور استغفار کرنے کے بعد عبادت میں مشغول ہو جاتا تھا ۔

اہلِ خانہ کو تاکید سے حکم دیا تھا اور وہ تہجد کی نماز کے لیے اس کو جگا دیا کرتی تھیں اور اس کے منہ پر پانی چھڑک دیا کرتی تھیں ۔ اگر کبھی گہری نیند سوتا تھا ، تو اس کو زبردستی اٹھاتے تھے اور بیدار کرتے تھے ۔ اگر وہ جشن میں ہوتا تھا اور ایک دو دفعہ کے آگاہ کرنے سے نہیں اٹھتا تھا ، تو اس کے حسب الحکم ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے تھے ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۵۷ ۔

اس کی مجلس میں کوئی بات خلاف شرع یا جس سے رنج و غم ہوتا ، نہیں کہی جاتی تھی ۔ وہ کسی نشہ کی چیز کو کبھی نہیں دیکھتا تھا ۔ ایک دن سلطان کے لیے ایک معجون تیار کی گئی جس کی لاگت ایک لاکھ تنکہ تھی ۔ جب سلطان کے حضور میں وہ (معجون) لائی گئی ، تو حکم دیا کہ پہلے اس کے اجزا بیان کیے جائیں ۔ تین سو سے زیادہ دواؤں میں درم جوز بویا[1] بھی ڈالا گیا تھا ۔ فرمایا کہ یہ معجون میرے کام کی نہیں ہے ۔ حکم دیا کہ اس کو آگ میں ڈال دیا جائے ۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ کسی دوسرے کے لیے عنایت ہو جائے ۔ اس نے کہا کہ ہرگز نہیں ، جس چیز کو میں اپنے لیے جائز نہیں سمجھتا ، دوسرے کے لیے کس طرح منظور کر لوں ۔

ایک مرتبہ شیخ محمود لقمان کا ہم سایہ کہ جو سلطان کا مصاحب تھا ، دہلی سے اس کے پاس آیا اور کہا کہ سلطان کی عنایت و سخاوت کی خبر سن کر [۳۵۴] آیا ہوں تاکہ تیرے وسیلہ سے اپنی لڑکی کی شادی کے اخراجات کے لیے کچھ حاصل کروں ، شیخ نے کہا کہ اس کا انتظام میں خود اپنے پاس سے کر دوں گا ، اس نے کہا کہ میں تجھ سے نہیں لوں گا ۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے شاہانہ عطیہ ملے تاکہ میری عزت افزائی ہو ۔ شیخ نے بہت اصرار کیا ، مگر اس نے منظور نہ کیا ۔ شیخ نے کہا کہ دوسرے آنے والوں کے باپ دادا کی بزرگی یا ان کے فضائل کو میں بتاتا ہوں اور تم ان دونوں چیزوں سے عاری ہو ۔ اب میں تمھاری کس بات کی تعریف کروں ۔ اس نے کہا کہ میں تو تمھارے پاس آیا ہوں ۔ اب تم اپنی عقل و دانش کو کام میں لاؤ ، شیخ اس شخص کو اپنے ہمراہ سلطان کے دربار میں لے گیا اور اس نے کہا کہ اس گیہوں میں سے ایک مٹھی (گیہوں) اٹھا لے جو فقیروں کے لیے وزن کیے جاتے ہیں اور ان کو اپنے پاس رکھ لے ۔ جب شیخ ، سلطان کے پاس پہنچا ، تو وہ آدمی اس کے پیچھے پیچھے تھا ۔ سلطان نے دریافت کیا کہ یہ شخص کون ہے ؟ شیخ نے کہا کہ یہ شخص قرآن مجید کا حافظ ہے اور ایک مٹھی گیہوں بطور ہدیہ لایا ہے ۔ ہر دانہ پر اس نے قرآن ختم کیا ہے ۔ سلطان نے کہا کہ

۱- جائفل (غیاث اللغات) ۔

اس کو یہاں کیوں لایا ہے ۔ مجھے اس کے پاس جانا چاہیے تھا ۔ شیخ نے کہا کہ اس کی ایسی قابلیت و لیاقت نہ تھی کہ حضور اس کے پاس تشریف لے جاتے ۔ سلطان نے کہا کہ اگرچہ وہ اس لائق نہ تھا ، مگر اس کا ہدیہ تو معزز ہے ۔ سلطان نے اس بات پر اصرار کیا تو شیخ نے یہ طے کیا کہ جمعہ کے روز جامع مسجد میں وہ شخص اپنا ہدیہ پیش کرے گا ۔ جب جمعہ کی نماز سے فراغت ہوئی ، تو سلطان نے حکم دیا اور اس نے ممبر کے پاس آ کر وہ مٹھی بھر گیہوں سلطان کے دامن میں ڈالے اور سلطان نے اس کو طرح طرح کے عطیات سے نوازا[1] ۔

کہتے ہیں کہ ایک روز سلطان نے اپنے خاص لوگوں سے کہا کہ میں نے کئی ہزار خوبصورت عورتیں اپنے حرم میں جمع کر لی ہیں ، لیکن جس طرح کی صورت میں چاہتا ہوں مجھے دستیاب نہیں ہوتی ۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ شاید اس خدمت کے موکل اچھی صورت میں تمیز نہ کر سکے ۔ اگر بندہ کو یہ خدمت سپرد کی جائے ، تو ممکن ہے کہ میں سلطان کی طبیعت کے موافق فراہم کر سکوں ۔ سلطان نے فرمایا کہ تو اچھی صورت کو کس طرح [۳۵۵] جانے گا ۔ اس نے کہا کہ اگر اس کا ایک عضو نظر آ جائے تو (وہ اتنا خوبصورت ہونا چاہیے) کہ دیکھنے والے کو پھر دوسرے عضو کے دیکھنے کی تمنا نہ ہو ، مثلاً اگر اس کا قد دیکھ لے تو (اس پر) ایسا شیفتہ ہو جائے کہ اس کے چہرہ دیکھنے کی حسرت ہی نہ رہے ۔ سلطان نے اس کے اس معیار حسن کو پسند کیا اور اس کو اجازت دے دی (کہ وہ جا کر لائے) ۔

وہ (شخص) شہروں شہروں پھرا ۔ اس نے ہرچند تلاش کی ، لیکن جیسا (حسن) چاہتا تھا دیکھنے میں نہ آیا ۔ اتفاق سے ایک گاؤں کے قریب پہنچا ایک لڑکی کو دیکھا کہ آہستہ آہستہ چل رہی تھی ، اس کی رفتار اور اس کے قد نے اس شخص کو گرویدہ کر لیا ، اس کا چہرہ دیکھا اور اس کے جمال پر نظر پڑی ، تو جیسی (حسینہ و جمیلہ) وہ چاہتا تھا ، اسے اس سے بہتر پایا ۔ وہ چند روز تک اس گاؤں میں رہا اور جس تدبیر سے ہو سکا وہ اس لڑکی کو وہاں سے نکال کر سلطان کی خدمت میں لے آیا اور

۱- فرشتہ ۲/۲۵۶ ۔

سلطان کو خوش کر دیا ۔ اس نے کہا کہ میں نے کئی ہزار درہم میں
اس کو خریدا ہے ۔

کچھ دنوں کے بعد جب اس لڑکی کے ماں باپ کو یہ بات معلوم
ہوئی کہ وہی شخص کہ جو اس گاؤں میں آ کر مقیم ہوا تھا ، (ہماری)
لڑکی کو لے گیا ہے ، تو اس کا نام اور سکونت معلوم کر کے داد خواہی
کے لیے سلطان کے حضور میں آئے ۔ سلطان کو گزرتے ہوئے راستہ میں
پکڑ لیا اور انصاف چاہا ۔ سلطان سمجھ گیا کہ اس لڑکی کے بارے میں
داد خواہ ہیں۔ سلطان نے وہاں سے قدم نہیں اٹھایا اور اسی جگہ بیٹھ گیا ۔
حکم دیا ، تو علماء حاضر ہوئے ۔ ان سے کہا کہ شرع کا حکم مجھ پر
جاری کریں ۔ داد خواہوں کو جب حقیقت حال معلوم ہوئی ، تو عرض کیا
کہ ہم اس لیے داد خواہ ہوئے تھے کہ ہماری لڑکی کو وہ شخص لے گیا
ہو گا ۔ چونکہ (لڑکی) سلطان کے حرم میں داخل ہوئی ہے ، لہذا یہ بات
ہمارے لیے شرف و سعادت کا باعث ہے ۔ اب وہ مسلمان ہو گئی ہے اور
ہمارے مذہب سے نکل چکی ہے ۔ ہم دل سے راضی ہیں ۔

سلطان نے عالموں سے کہا کہ اگرچہ اب وہ عورت میرے لیے جائز
ہے ، لیکن زمانہ گزشتہ کے بارے میں شرع کا جو حکم ہو ، وہ [۳-۵۶]
جاری کیا جائے ۔ اگر میری سزا موت ہے ، تو میں اپنا خون معاف کرتا
ہوں ۔ عالموں نے کہا کہ جو کچھ نادانستگی میں سرزد ہو جائے ، شریعت
میں اس کی معافی ہے اور کفارہ دینے سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے ۔ سلطان
اس کے باوجود اس بات سے پشیمان ہوا اور اس کے بعد اپنے آدمیوں
کو عورتوں کو تلاش اور فراہم کرنے سے منع کر دیا[1] ۔

۵۸۸ھ/۱۱۹۲ء میں قران علوی واقع ہوا یعنی زحل اور مشتری ،
برج عقرب میں ایک ہی وقت میں ایک ہی درجہ پر مل گئے اور کواکب
خمسہ (قمر ، شمس ، زہرہ ، عطارد ، مریخ) بھی ایک برج میں جمع ہو گئے
جن کی نحوست کا اثر اکثر ممالک کے شہروں پر ظاہر ہوا ۔ خاندان خلجیہ
کی حکومت میں کسی قدر زوال ہوا ۔ چنانچہ یہ بات ناصر شاہ کے حالات
میں بیان کی جائے گی ۔

۱- فرشتہ ۲۵۶/۲ ۔

۸۸۹ھ/۱۴۸۴ء میں جاپانیر کے راجا کی طرف سے ایک پیغامبر آیا اور عرضداشت لایا کہ پہلے جب سلطان محمود بن سلطان احمد نے جاپانیر کا محاصرہ کر لیا تھا ، تو سلطان محمود شاہ نے ہماری مدد کے لیے آ کر اس سے نجات دلائی تھی ۔ اب سلطان محمود گجراتی نے آ کر پھر جاپانیر کا محاصرہ کر لیا ۔ اگر آپ ہماری قدیم بندگی کا لحاظ فرما کر ہمارے آزاد کرانے میں مدد کریں ، تو آپ کی حمیت و مردانگی کی شہرت کا سبب ہوگا اور ہر روز ایک لاکھ تنکہ سلطان کے عہدے داروں کے مصارف کے لیے بھیجا جائے گا ۔ جب یہ بات سلطان سے عرض کی گئی ، تو اس نے لشکر تیار کیا اور نعلچہ کے محل میں آ کر قیام کیا ۔ دوسرے دن عالموں اور قاضیوں کو مجلس میں بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ ایک مسلمان بادشاہ نے کافروں کے پہاڑ کا محاصرہ کر لیا ہے ۔ کیا شرع میں یہ اجازت ہے کہ میں جا کر کافروں کی حمایت کروں ؟ علماء نے متفقہ طور سے کہا کہ یہ جائز نہیں ہے ۔ سلطان غیاث الدین نے نعلچہ سے جاپانیر کے ایلچی کو واپس کر دیا اور خود اپنے دارالحکومت میں چلا آیا[1] ۔

[۳۵۷] جب وہ بوڑھا ہوگیا ، تو سلطان ناصرالدین اور شجاعت خاں کے درمیان کہ جس کا خطاب سلطان علاء الدین تھا ، مملکت کی وجہ سے جھگڑا ہوگیا ۔ اگرچہ یہ دونوں حقیقی بھائی تھے ، لیکن بات یہاں تک بڑھی کہ ایک دوسرے کی جان کا خواہاں ہوگیا ۔ رانی خورشید کہ جو بگلانہ کے راجا کی بیٹی اور سلطان غیاث الدین کی بڑی بیگم تھی ، شجاعت خاں کی طرف ہوگئی ۔ اس نے اس امر کی کوشش کی کہ سلطان غیاث الدین کے مزاج کو سلطان ناصر الدین کی طرف سے منحرف کر دے یہ داستان تفصیل کے ساتھ سلطان ناصر الدین کے ذکر میں مرقوم ہوگی ۔ مختصر یہ کہ سلطان ناصر الدین بے اختیار ہو کر مندو سے بھاگا اور ملک کے درمیان میں آ کر قیام پذیر ہوگیا ۔ اس نے امیروں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور آ کر قلعہ مندو کا محاصرہ کر لیا ۔ سلطان علاء الدین شجاعت خاں نے پانچ ہزار گجراتیوں کو اپنے موافق کیا ، ان کو تسلی دی اور کوشش شروع کر دی ۔ آخرکار سلطان غیاث الدین کے امیروں نے (قلعہ) کا دروازہ کھول دیا اور اس کو قلعہ میں بلا لیا ، شجاعت خاں نے جب

۱- فرشتہ ۲/۲۵۷ -

یہ دیکھا کہ سلطان ناصر الدین دروازہ سے داخل ہو گیا ہے ، تو اس نے سلطان غیاث الدین کے پاس پہنچ کر پناہ لی اور چند روز کے بعد سلطان ناصر شاہ کی حکومت کی بنیاد مضبوط ہوگئی ۔ اس نے شجاعت خاں کو مع اس کے لڑکوں کے ، باپ (غیاث الدین) کے پاس سے بلا کر قتل کرا دیا ۔ نویں رمضان ۹۰۶ھ/۱۵۰۱ء کو سلطان غیاث الدین اسہال کے مرض میں فوت ہوگیا ۔ بعض کہتے ہیں کہ سلطان ناصرالدین نے باپ (غیاث الدین) کو زہر دے کر ہلاک کر دیا ۔

سلطان ناصرالدین نے رانی خورشید کے پاس پیغام بھیجا کہ سلطان کے جو خزانے اس کے قبضہ میں ہیں ، وہ سب ہمارے خزانچیوں کے سپرد کر دے ، ورنہ نقصان اٹھائے گی ۔ رانی خورشید نے اس کی بدسلوکی دیکھ کر تمام خزانے اور اموال جو محل میں پوشیدہ تھے ، نکال کر ناصر شاہ کے گماشتوں کے سپرد کر دیے ۔

اس (غیاث الدین) کی سلطنت کی مدت بتیس سال اور سترہ دن ہوئی ۔

[۳۵۸] ذکر سلطان ناصر الدین

مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ سلطان ناصر الدین کی پیدائش سلطان محمود خلجی کے زمانہ میں ہوئی تھی ۔ محمود شاہ اور غیاث شاہ نے نہایت خوشی اور شادمانی سے جشن منعقد کیے اور ایک ماہ تک عیش و عشرت کے ہنگامے برپا رہے ۔ اس نعمت عظمیٰ کے شکریہ میں تمام رعایا کو عموماً اور اہل فضل اور مستحقین کو خصوصاً احسانات و انعامات سے نوازا ۔ اختر شناس نجومیوں نے عرض کیا کہ شہزادہ نیک ساعت اور اچھی گھڑی میں پیدا ہوا ہے ۔ وہ زمانہ کی دایہ سے مکمل پرورش و تربیت پائے گا اور ہر قسم کی صنعت اور ہنر میں اپنے زمانہ میں ممتاز اور بے نظیر ہوگا ۔ ساتویں دن بزرگوں کے سامنے اس کا نام عبدالقادر رکھا گیا ۔

بچپن ہی میں اس کی پیشانی سے حکومت و سلطنت کے آثار ظاہر ہوتے تھے ۔ جب سن تمیز کو پہنچا ، تو سرداری اور حکومت کے معاملات میں اپنے ہم عصروں سے سبقت لے گیا ۔ غیاث الدین نے اس کو اپنا ولی عہد بنایا اور وزارت کا عہدہ اس کے سپرد کیا ۔ اس کا چھوٹا بھائی شجاعت خاں

اگرچہ ظاہر میں اس کی موافقت میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا تھا ، لیکن باطن میں منافقت برتتا تھا - اس نے ایک گروہ کو اپنے موافق کر لیا - ایک دن خلوت میں سلطان غیاث الدین سے عرض کیا کہ بے باک بدمعاشوں کی ایک جماعت سلطان ناصر الدین کے پاس جمع ہو گئی ہے اور اس کو ملک گیری پر ابھارا ہے - واقعہ کے ہونے سے پہلے اس کا علاج کرنا بہتر ہے - سلطان (غیاث الدین) کو اس درجہ مشکوک کر دیا کہ سلطان نے شہزادہ کے گرفتار کرنے اور قید کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا[1] ، لیکن چونکہ سرداری اور سلطنت کے [۳۵۹] آثار اس کی پیشانی سے نمایاں تھے ، لہذا باپ کی شفقت اس پر اس درجہ ہوئی کہ عنایت شاہانہ نے اس رنجیدہ طبیعت کو مسرور کیا اور اس کو قوی دست بنا دیا - سلطان نے حکم دیا اور عارض ممالک (بخشی) نے امیروں کو اور سرداروں کو یہ پروانہ بھیجا کہ ہر صبح سلطان ناصر الدین کے سلام کو جا کر اس کے ہمراہ ہمارے حضور میں آئیں -

سلطان ناصر الدین نے بھی نہایت مستقل مزاجی سے ملکی معاملات کا انتظام کیا - ہر جگہ اپنے گماشتے مقرر کر دیے - پرگنات خالصہ کا انتظام شیخ حبیب اور اور خواجہ سہیل سرا کے سپرد تھا - یکاں خاں[2] اور مونجا بقال نے اس سے پہلے خالصہ کے عامل تھے ، رانی خورشید کے پاس پناہ لی- چونکہ رانی خورشید شجاعت خاں کو چاہتی تھی اور سلطان ناصر الدین کی طرف سے اس کا دل صاف نہ تھا ، لہذا اس نے شجاعت کے ذریعہ سے یہ عرض کیا کہ ملک محمود کوتوال اور سیوداس بقال کہ جو منافقت اور غداری میں سرداروں کے سردار ہیں ، سلطان ناصر الدین کے مخصوص آدمی ہیں - انھوں نے اس کی جاگیر کے بعض مواضعات کی ٹھیکہ داری کو اپنے آنے جانے کا بہانہ قرار دیا ہے - سلطان غیاث الدین نے ملک محمود اور سیوداس کو بلا کر بغیر پرسش اور تحقیق حال کے قتل کرا دیا اور لوگوں نے ان کے گھروں کو لوٹ لیا -

اس واقعہ کے بعد سلطان ناصر الدین نے ملکی معاملات سے ہاتھ اٹھا

۱- فرشتہ ۲/۲۵۸ -

۲- مکھن خاں (فرشتہ ۲/۲۵۸) -

لیا اور چند روز تک سلام کے لیے حاضر نہیں ہوا ۔ رانی خورشید اور شجاعت خاں کو بکن خاں اور مونجا بقال کی کوشش اور اہتمام سے موقع مل گیا ۔ انھوں نے غرض آمیز باتیں بے غرضی کے انداز میں (بادشاہ تک) پہنچائیں اور خزانہ پر دست تصرف دراز کیا اور نہایت اطمینان اور مستقل مزاجی سے ملکی معاملات میں دخل اندازی شروع کر دی اور سلطان غیاث الدین نے بڑھاپے [۳۶۰] کی وجہ سے اس کو قبول کر لیا ، لیکن جب بے غرض لوگوں سے سنا کہ رانی خورشید اور شجاعت خاں نے سلطان ناصر الدین پر افترا اور تہمت لگائی ہے ، تو وہ اپنے کام میں ڈھیلے پڑ گئے شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس فتنہ و فساد کا بانی مونجا بقال ہے ، تو انھوں نے موقع پا کر اس کو مار ڈالا اور بھاگ کر سلطان ناصر الدین کے محل میں چلے گئے ۔ رانی خورشید نے اس واقعہ کو سلطان غیاث الدین سے نہایت آب و تاب کے ساتھ بیان کیا ۔ سلطان غیاث الدین یہ واقعہ سن کر سخت غضب ناک ہوا ۔ اس نے ایک جماعت کو بکان خاں کے ساتھ بھیجا کہ سلطان ناصر الدین کے گھر سے قاتلوں کو گرفتار کر کے لائے اور جاتے وقت یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ناصر شاہ کی عزت و حرمت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرنا ۔

اسی اثنا میں شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل ، ناصر کے گھر سے سوار ہو کر جنگل میں چلے گئے ۔ وہ راستہ میں یہ باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ ہم قاضی کے یہاں جاتے ہیں ۔ جو کوئی مونجا بقال کے خون کا دعویدار ہے ، وہ قاضی کے یہاں حاضر ہو ۔ بکان خاں اور دوسرے سردار جب ناصر شاہ کے دربار میں پہنچے اور پیغام بھیجا ، تو ان کو یہ جواب ملا کہ شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل نے مونجا بقال کو میرے حکم سے قتل نہیں کیا ہے ۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں گئے ۔ بکان خاں نے اس جواب کی طرف توجہ نہ کی اور تین دن تک ناصر شاہ کے مکان کو گھیرے رہا ۔ سلطان کو جب معلوم ہوا کہ قاتل فرار ہو گئے ہیں اور اب فرزند (ناصر شاہ) کو تکلیف دینا بیکار ہے ، تو مشیر الملک اور منی خاں کو بھیج کر یہ پیغام دیا کہ اگر میرے (بیٹے ناصر الدین) کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو اور اس کے دل کو کوئی صدمہ نہ ہوا ہو ، تو قدیم دستور کے مطابق بے تکلفی کے ساتھ میرے پاس چلا آئے ، کیونکہ میں اس کی جدائی

کو اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا ۔

سلطان ناصر الدین نے اپنے باپ کی بزرگی کا لحاظ کرکے اس کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا ۔ باپ اور بیٹا ملاقات ہونے پر [۳۶۱] رونے سلطان ناصر الدین پھر خدمت میں سرگرم عمل ہو گیا[۱] وہ روزانہ اپنی طرف شاہی توجہ کو زیادہ پاتا ۔ اس نے غیاث الدین بادشاہ کے محلات کے نزدیک ایک عمارت اپنے رہنے کے لیے تعمیر کرائی تا کہ جس وقت چاہے باپ کی خدمت میں حاضر ہو سکے ۔ رانی خورشید نے ایک دن موقع پا کر سلطان (غیاث الدین) سے کہا کہ سلطان ناصر الدین نے شاہی محل کے نزدیک جو اپنا محل بنوایا ہے ، اس سے اس کی غداری معلوم ہوتی ہے ۔ سلطان غیاث الدین نے بغیر غور و خوض کے ۹۰۵ھ/۱۵۰۰-۱۴۹۹ء میں علی خاں کوتوال کو حکم دیا کہ ناصر شاہی عمارت کو منہدم کرا دے ۔ اسی رات سلطان ناصر الدین شکستہ خاطر ہو کر ایک جماعت کے ساتھ دھار کی طرف کہ جوکشن کے جنگل میں واقع ہے ، چلا گیا ۔ شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل وہاں آ کر حاضر خدمت ہوئے ۔ رانی خورشید اور شجاعت خاں نے سلطان غیاث الدین کی لاعلمی میں ایک فوج اس کے پیچھے روانہ کر دی ۔ سلطان غیاث الدین نے تاتار خاں کو بھیجا کہ ناصر شاہ کی دل جوئی کر کے اس کو شہر میں لے ۔ تاتار خاں نے اپنی جماعت کو کوکن گاؤں میں چھوڑا اور وہ ملک فضل اللہ بدہ مہر شکار کے ساتھ سلطان ناصر الدین کی خدمت میں گیا اور اس کو پیغام پہنچایا ۔ اس نے عریضہ لکھ کر دیا کہ تاتار خاں خود جا کر پڑھے اور جواب لائے ۔ تاتار خاں نیک طبیعت السان نہایت عجلت سے شادی آباد پہنچا اور خط کا مضمون (بادشاہ کے حضور میں) عرض کیا ۔ ابھی جواب نہیں ایا تھا کہ رانی خورشید نے جو کہ سلطان غیاث الدین کے مزاج میں پورا دخل رکھتی تھی ، عارض ممالک (بخشی) کے پاس ایک پروانہ پہنچایا کہ تاتار خاں کو ناصر الدین کے دفع کرنے کے لیے مقرر کر دے ۔ تاتار خاں کو جب یہ بات معلوم ہوئی ، تو وہ قلعہ سے نکل کر بارہ کی طرف چلا گیا ۔

[۳۶۲] جو فوج ناصر کے دفع کرنے کے لیے تعینات ہوئی تھی وہ

۱- فرشتہ ۲۵۸/۲ ۔

موضع کنکا و پہنچی ۔ لوگ اپنے انجام کے بارے میں متحیر و متفکر ہوئے کہ اگر جنگ کرتے ہیں ، تو اس بات کا خوف ہے کہ جب سلطنت ناصر شاہ کو خبر ملے گی ، تو وہ ہر ایک کو ختم کر دے گا اور اگر مندو کو واپس ہوتے ہیں ، تو رانی خورشید کی سیاست کا خوف ہے کہ جو قریب الوقوع تھی ۔ ابھی اسی فکر و پریشانی میں تھے کہ سلطان ناصر الدین اس مقام منزل سے کوچ کر کے قصبہ بستہ پہنچ گیا ۔ اس منزل پر ملک سہتہ اور ملک ہیبت جو غیاث شاہی سلطنت کے بڑے امیر تھے ، آ پہنچے اور ناصر شاہ کی قوت و شوکت بڑھ گئی ۔ وہ اس منزل سے قصبہ اجاپہ[1] پہنچا ۔ مولانا عماد الدین افضل خاں اور اس نواح کے زمینداروں کا گروہ اس منزل پر اس سے مل گیا ۔ جنگل کی شادابی اور ہوا کی لطافت کی وجہ سے چند روز وہاں قیام کیا ۔ عید الفطر کے دن امیروں کے مشورہ سے سر پر چتر رکھا اور امیروں ، بزرگوں اور سرداروں کو فاخرہ خلعتیں دے کر سرفراز کیا[2] ۔

اسی اثنا میں خبر ملی کہ شجاعت خاں کی فوج جنگ کے ارادہ سے کنکانو سے کوچ کر کے قصبہ کندویہ[3] پہنچ گئی ہے ۔ ناصر شاہ نے ملک ملہو کو ان لوگوں کی گوشمالی کے لیے بھیجا ۔ چونکہ اس کا ستارہ اقبال بلندی پر تھا ، لہذا فریقین کا مقابلہ ہونے پر ملک ملہو کو فتح ہوئی اور وہ گروہ فرار ہو کر مندو پہنچا ۔ ملک ملہو بہت مال غنیمت لے کر قصبہ [۳۶۳] اجاریہ میں ناصر شاہی فوج سے جا ملا اور ۱۶ شوال ۹۰۵ھ/۱۵۰۰ء کو اس منزل سے قصبہ اوجود[4] کو روانہ ہوا ۔ وہاں مبارک خاں اور ہمت خاں آ کر مل گئے ۔ جب قصبہ سندرسی پہنچے ، تو سارنگ پور کا حاکم رستم خاں حاضر خدمت ہوا اور چند ہاتھی اور بہت سا سامان بطور نذرانہ پیش کیا ۔ اجین پہنچنے کے بعد امیر اور تھانہ دار کثرت سے آ گئے ۔ رانی خورشید اور شجاعت خاں نے جان کے خوف سے

۱- قصبہ اجاپہ (فرشتہ ۲/۲۵۹) ۔
۲- فرشتہ ۲/۱۵۹ ۔
۳- کندوی (فرشتہ [illegible]) ۔
۴- قصبہ اوجین (فرشتہ ۲/۲۵۹) ۔

سلطان غیاث الدین کی خدمت میں عرض کیا کہ ناصر شاہ اجین آ گیا ہے اور تمام امیر اور تھالیدار اس کے موافق ہو گئے ہیں ۔ عنقریب شادی آباد کا محاصرہ ہو جائے گا ۔

سلطان غیاث الدین نے شیخ اولیا اور شیخ برہان الدین کو ایلچی بنا کر بھیجا اور پیغام دیا کہ بہت عرصہ ہو گیا کہ جب سے مملکت کے کام میں نے تمھارے سپرد کر دیے ہیں ۔ اگر خلوص و یگانگی کی نظر سے ان بدمعاشوں کو جو تمھارے پاس جمع ہو گئے ہیں ، علیحدہ کر کے میرے پاس چلے آؤ ، تو پھر سلطنت کے کام تمھارے سپرد کر دیے جائیں ۔ اس موقع پر اگر مناسب ہو تو رنتھنبور کی ولایت شجاعت خاں کو کہ وہ بھی فرزند ہے ، دے دی جائے اور فتنہ و فساد کی آگ صلح کے ذریعہ بجھا دی جائے ۔ ناصر شاہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور اسی سال (۹۰۵ھ/۱۵۰۰ء) ذی قعدہ کی آخری تاریخ کو قصبہ اجین سے قصبہ دھار پہنچ کر چند روز تک وہاں قیام کیا[1] ۔

اس دوران میں خبر آئی کہ یکان خاں تین ہزار سواروں کے ساتھ جنگ کے ارادہ سے شادی آباد سے آیا ہے ۔ اس خبر کے سنتے ہی ملک[2] عطن کو پانچ سو سواروں کے ساتھ موضع بانس پور بھیجا [۲۶۳] یکان خاں یہ اطلاع پا کر بانس پور پہنچا ۔ جنگ کے بعد ملک عطن غالب آیا ۔ یکان خاں کی فوج کے ایک سو بہادر مردم شناس قتل ہوئے ۔ ملک عطن اسی گھوڑے اور بہت سا مال غنیمت لے کر قصبہ دھار واپس ہوا ۔ یکان خاں بقیہ لوگوں کے ساتھ فرار ہو کر قلعہ میں آ گیا ۔ چند روز کے بعد رانی خورشید اور شجاعت خاں کے کہنے سے یکان خاں فوج لے کر جنگ کے لیے قلعہ مندو سے نکلا ۔ اس خبر کے سنتے ہی ناصر شاہ نے خواجہ سہیل اور ملک مہتہ ، ملک ہیبت اور میاں جیو کو یکان خاں کے دفع کرنے کے لیے مقرر کیا ۔ جب یکان خاں کی نظر ناصر شاہی فوج پر پڑی ، تو وہ استقامت نہ رہا سکا اور جنگ کیے بغیر فرار ہو گیا ۔ مختصر یہ کہ جب بھی فریقین کا مقابلہ ہوا ، ناصر شاہی فوجوں کو فتح

۱- فرشتہ ۲/۲۵۹ ۔

۲- ملک عطا (فرشتہ ۲/۲۵۹) ۔

حاصل ہوئی[1] -

بائیسویں ذی الحجہ سن مذکور (۹۰۵ھ/۱۵۰۰ء) کو (ناصر شاہ) نعلچہ کے شاہی محل میں پہنچا - اس منزل پر جاسوس یہ خبر لائے کہ سلطان غیاث الدین خود بہ نفس نفیس اپنے فرزند کو تسلی دینے کے لیے آنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے دارالسلطنت (شادی آباد) سے چل دیا ہے اور ''صفہ عرض ممالک'' میں ٹھہرا ہے - اس ساعت میں جو نجومیوں نے بتائی ہے ، وہاں سے روانہ ہوگا اور بیٹے کو تسکین دے کر شادی آباد واپس ہو جائے گا - ناصر شاہ اس خبر کو سن کر خوش اور مسرور ہوا اور باپ کے آنے کا انتظار کرنے لگا - شجاعت خاں ، رانی خورشید کے مشورہ سے سلطان غیاث الدین کی سواری کو لے کر نعلچہ روانہ ہو گیا - جب وہ دہلی دروازہ پہنچا ، تو سلطان نے جو بہت بوڑھا ہو چکا تھا ، اپنے قریب کے لوگوں سے [۳۶۵] پوچھا کہ مجھے کہاں لیے جاتے ہو - بعض نے اصل واقعہ بیان کر دیا - فرمایا کہ دوسرے دن جاؤں گا ، آج واپس ہو جاؤ - خدمت کار فوراً واپس ہو گئے - جب رانی خورشید نے سنا کہ سلطان غیاث الدین راستہ سے لوٹ گیا ، تو وہ سمجھ گئی کہ یہ کام ناصر شاہ کے بہی خواہوں نے کیا ہے - اس نے ان لوگوں کو اپنے سامنے بلایا - ان کو بہت سخت و سست کہا اور سبب دریافت کیا - انھوں نے کہا کہ سلطان اپنے اختیار سے واپس گیا ہے - اس معاملہ میں کسی کا دخل نہیں ہے[2] -

شجاعت خاں نے رانی خورشید کے مشورہ سے قلعہ کی شکست و ریخت کو درست کرا کر مورچے تقسیم کر دیے - ناصر شاہ اپنے دائرہ سے آگے بڑھا اور قلعہ کے چاروں طرف مورچے قائم کر دیے - روزانہ دونوں طرف سے لوگ مارے جاتے تھے - سلطان غیاث الدین نے مصالحت کی غرض سے قاضی القضات مشیر الملک کو بھیجا - جب اس نے مطلب کے موافق جواب نہ پایا ، تو رانی خورشید کے لحاظ سے وہیں ٹھہر گیا - جب محاصرہ سخت ہوا اور اہل قلعہ غلہ اور ضروریات کے نہ ملنے کی وجہ سے مجبور و

۱- فرشتہ ۲/۲۵۹ -
۲- فرشتہ ۲/۲۵۹ -

عاجز ہو گئے ، تو "نعم الانقلاب ولو علینا" کے مضمون کو سامنے رکھا اور یہ رائے قرار پائی کہ امر سلطنت ناصر شاہ کے اختیار میں دے دیا جائے ۔ جو امراء قلعہ میں تھے ، ان میں سے موافق خاں اور ملک فضل اللہ میر شکار موقع پا کر ناصر شاہ کی خدمت میں پہنچے ۔ سلطان ناصر الدین نے ایک لاکھ تنکہ موافق خاں کو انعام میں دیا ۔ رانی خورشید اور شجاعت خاں کو اس بات کی اطلاع ہوئی ، تو انھوں نے علی خاں کو قلعہ کی حکومت سے معزول کر دیا اور ملک پیارا[1] کو علی خاں کا خطاب دے کر قلعہ کی حفاظت اور شہر کی حکومت اس کے سپرد کی ۔ محافظ خاں اور سورج مل کو قتل کرا دیا ۔ امراء ، اکابر اور شہر کے سارے باشندے اس سیاست کو دیکھ کر شکستہ خاطر ہو گئے اور ناصر شاہ کی خدمت میں عرضیاں بھیجیں اور تسلی کے پروانے چاہے [۳٦٦] چند روز کے بعد محاصرہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ اہل قلعہ کے پاس غلہ نام کی کوئی چیز نہ رہی اور اکثر لوگ پریشانی کی وجہ سے قلعہ سے نکل آئے[2] ۔

اٹھارویں صفر ۹۰٦ھ/۱۵۰۰ء کی رات کو ناصر شاہ قلعہ فتح کرنے کے ارادہ سے سوار ہوا ۔ جب قلعہ کے نزدیک پہنچا ، تو مورچوں کے سپاہی حاضر ہوئے اور انھوں نے تیر اور بندوقیں پھینک دیں ۔ اس معرکہ میں اکثر آزمودہ کار جوان زخمی ہوئے ۔ آخر کار سلطان ناصر الدین سات سو سیڑھیوں کے مورچہ پر متوجہ ہوا ۔ دلاور خاں جنگجو ، پانی نکلنے کے راستہ سے قلعہ میں داخل ہو گیا ۔ سلطان ناصر الدین بھی پہنچ گیا ۔ شجاعت خاں نے معتبر لوگوں کے ہمراہ قلعہ کے برج پر پہنچ کر بہادری دکھائی اور مردانگی کی داد دی ۔ سلطان ناصر الدین نے خود بہ نفس نفیس تیر اندازی کی ۔ اچھے اچھے آدمی اس کے تیروں سے مارے گئے ۔ چونکہ شجاعت خاں کو کمک متواتر پہنچی اور ناصر شاہ کی فوج کے بہادر جوان زخمی ہوئے ، لہذا واپسی کو بہتر سمجھا ۔ قلعہ سے باہر نکلا اور اپنے لشکر میں آ کر قرار لیا ۔ جن لوگوں نے کوششیں کی تھیں اور جانوں پر کھیلے تھے ، ہر ایک پر لطف و عنایت کی اور جدید خلعت دے کر سرفراز کیا ۔

۱۔ ملک پیارہ (فرشتہ ۲/۲٦۰) ۔

۲۔ فرشتہ ۲/۲٦۰ ۔

چند روز کے بعد چندیری کے حاکم شیر خاں بن مظفر خاں کی اولاد ایک ہزار سوار اور گیارہ ہاتھیوں کے ساتھ ناصر شاہی لشکر میں آ گئی ۔ اس نے پہلی ہی ملاقات میں بڑے لڑکے کو مظفر خاں اور دوسرے لڑکے کو اسعد خاں کا خطاب دیا ۔ چندیری کے لشکر کے آ جانے سے ناصر شاہی فوج کی قوت و طاقت بڑھ گئی ۔ اس موقع پر قلعہ مندو کے بعض لوگوں نے جو دروازہ مال پور کی حفاظت پر مقرر تھے ، اطلاع دی کہ اگر ناصر شاہی فوجیں اس طرف سے آئیں ، تو قلعہ بغیر کسی دقت و دشواری کے فتح ہو جائے گا ۔ سلطان ناصر شاہ نے [۳٦۷] مبارک خاں ، شیخ حبیب اللہ ، موافق خاں ، خواجہ سہیل اور کچھ دوسرے لوگوں کو چوبیسویں ربیع الآخر سنہ مذکور (٦ ۹۰ھ/ ۱۵۰۰ء) کی شب میں تعینات کیا ۔ شیخ حبیب اللہ نے یہ طے کیا کہ اگر قلعہ فتح ہو گیا تو وہ اپنی انگوٹھی بھیج دے گا تا کہ معلوم ہو جائے کہ قلعہ پر قبضہ ہو گیا ۔ جب امراء دروازہ کے قریب پہنچے ، تو اہل شہر نے زبردست خاں بن ہزبر خاں کے مشورہ سے ، جو سلاح خانہ کا منتظم تھا ، دروازہ مالپورہ کے دربان کو قتل کرکے دروازہ کھول دیا اور ناصر شاہ کے آدمی قلعہ میں داخل ہو گئے[1] ۔

شجاعت خاں نے ایک آراستہ فوج کے ساتھ مقابلہ کیا ، لیکن کچھ نہ کر سکا ۔ وہ بھاگ کر اپنے گھر میں گھس گیا اور اپنے اہل و عیال کو لے کر سلطان غیاث الدین کے زنانہ محل میں چلا گیا ۔ شیخ حبیب اللہ نے قرار داد کے مطابق انگوٹھی بھیج دی اور ناصر شاہ کو بلایا ۔ وہ چشم زدن میں دروازہ مال پور پر پہنچ کر داخل ہو گیا ۔ امراء خدمت میں حاضر ہوئے ۔ مبارک بادیاں پیش کیں ۔ بعض بے وقوفوں نے ناصر شاہ کے حکم کے بغیر سلطان غیاث الدین کی بعض عمارتوں اور محلوں میں آگ لگا دی ۔ شجاعت خاں اور رانی خورشید بعض لوگوں کو لے کر نکل گئے ۔ لوٹ مار شروع ہو گئی ۔ شہر کو دو روز تک لوٹا ۔ سلطان غیاث الدین نے احتیاط برتی اور وہ ''صفہ عرض ممالک'' سے منتقل ہو کر محل سرستی میں مقیم ہو گیا[2] ۔

۱- فرشتہ ۲/۲٦۰ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲٦۰ ۔

تیسرے دن جمعہ کے روز ستائیسویں ربیع الاول سنہ مذکور (۹۰٦ھ/ ۱۵۰۰ء) کو سلطان ناصر الدین کی تاج پوشی ہوئی ۔ شجاعت خاں اور رانی خورشید کو موکل کے سپرد کر دیا ۔ ملک مہتہ کو نعلچہ بھیج دیا اپنے لڑکے کو جو ''میاں منجھلا'' مشہور تھا ، ولی عہد بنایا اور سلطان شہاب الدین کا خطاب [۳٦۸] دیا ۔ صفہ باغ جو سلطان غیاث الدین کے محل کے قریب تھا ، اس کے رہنے کے لیے مقرر کیا ۔ اسی روز ناصر شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ۔ موتی ، جواہر اور مروارید کہ جو بادشاہ کے چتر (تاج) پر نچھاور ہوئے تھے ، مستحق لوگوں میں تقسیم ہوئے ۔ یکاں خاں ، امن ، محافظ خاں جدید ، موج بدر حبشی اور دوسرے آدمیوں کو جو اس (ناصر شاہ) کے مخالف تھے ، قتل کرا دیا ۔ ایک جماعت کو قتل کی سزا نہ دے کر قید کر دیا اور جس جماعت نے اس (ناصر شاہ) کی موافقت کی تھی قدیم دستور کے مطابق ان کی جاگیریں بحال رہیں ۔ شیخ حبیب اللہ کو عالم خاں کا خطاب دیا ۔ خواجہ سہیل کو پرگنہ آشتہ دے کر سپہ سالاری کا منصب دیا ۔

تیرہ جمادی الاخریٰ سنہ مذکور (۹۰٦ھ/۱۵۰۰ء) کو وہ اپنے والد بزرگوار سلطان غیاث الدین کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ سلطان غیاث الدین اس سے بغل گیر ہوا اور بہت رویا ۔ اس کے سر اور رخسارہ کو بوسے دیے ۔ رخصت کے وقت قبائی موئنہ (پوستین کی قبا) کہ جس کو وہ دربار عام کے دن یا کسی متبرک روز پہنا کرتا تھا ، عنایت کی ۔ بیٹے کے سر پر سلطنت کا تاج رکھا ۔ خزانوں کی کنجیاں سپرد کیں اور سلطنت کی مبارکباد اور تہنیت دے کر اس کو رخصت کر دیا ۔

ناصر شاہ نے سولھویں رجب سنہ مذکور (۹۰٦ھ/۱۵۰۰ء) کو وہی قبائے موئنہ اور کلاہ سلطنت شہاب الدین کو عنایت کر دی ۔ بیس ہاتھی، سو گھوڑے ، گیارہ چتر ، دو پالکیاں ، علم ، نقارہ ، سرخ سراپردہ اور چوبیس لاکھ تنکے ، بیوتات کے اخراجات کے لیے عنایت کیے ۔

چند روز کے بعد مندسور کا حاکم مقبل خاں فرار ہو گیا ۔ اسی وقت مہابت خاں کوکہ جس کے حوالہ مقبل خاں تھا ، رخصت کیا کہ اس کو گرفتار کرکے لائے ، ورنہ خود سزا کا منتظر رہے ۔ مہابت خاں [۳٦۹] نہایت تردد کے بعد گیا اور شیر خاں سے جا ملا ۔ علی خاں اور بعض

دوسرے بدنصیب بھی کہ جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے متوہم ، خوف‌زدہ اور سزا کے منتظر تھے ، جا کر شیر خاں سے مل گئے ۔ شیر خاں نعلچہ کے نواح سے کوچ کرکے چندیری چلا گیا ۔ سلطان ناصر الدین نے مبارک خاں اور عالم خاں کو شیر خاں کے پاس بھیجا کہ جس طرح بھی ہو سکے اس کو مطمئن کر دو ۔ پیغام‌بروں نے اس کو ہر طرح سمجھایا ۔ وہ برابر جواب دیتا رہا اور اس نے ارادہ کیا کہ ان دونوں (مبارک خاں و عالم خاں) کو قید کر دے ۔ وہ اپنی ماں سے مشورہ کرنے کا بہانہ کرکے خیمہ سے نکل گیا اور مبارک خاں اور عالم خاں کو اپنے آدمیوں کے سپرد کر دیا ۔ اس کے آدمیوں نے مبارک خاں کو گرفتار کر لیا - (اس کے) دو خدمت گاروں نے اس کو قتل کر دیا ۔ عالم خاں اس موقع پر گھوڑے تک پہنچ گیا اور نہایت عجلت کے ساتھ اس کے لشکر سے نکل آیا ۔ تمام ماجرا سلطان ناصر الدین سے آ کر بیان کیا ۔ سلطان ناصر الدین اپنے لڑکے سلطان شہاب الدین کو شادی آباد کے قلعہ کا انتظام سپرد کرکے نویں شعبان سنہ مذکور (۹۰٦ھ/۱۵۰۱ء) کو نعلچہ کے کوشک جہاں (شاہی محل) میں پہنچا ۔ جب شیر خاں قلعہ اجین میں پہنچا ، تو پھر مہابت خاں کے بھگانے سے جنگ پر آمادہ ہو گیا ۔ وہ دیپال پور آ گیا اور قصبہ ہندیہ کو برباد کر دیا ۔ سلطان ناصر الدین اس خبر کو سنتے ہی کوچ کرکے دھار کے محل میں پہنچا[1] ۔

اسی اثنا میں خبر ملی کہ سلطان غیاث الدین کا انتقال ہو گیا ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سلطان ناصر الدین نے سلطان غیاث الدین کو زہر دے دیا ۔ یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ باپ کے مار ڈالنے والے کو ایک سال نہیں گزرتا اور وہ کامیاب نہیں ہوا کرتا جبکہ سلطان ناصر الدین تیرہ سال حکومت کی ۔ شاید باپ کا یہ قضیہ (قتل) اس پر ایک تہمت ہے ۔ واللہ اعلم بالصواب[2] ۔

[۳۰۷] مختصر یہ کہ سلطان ناصر الدین باپ کے مرنے پر بہت رویا تین روز تک اس کی عزا داری کی ۔ چوتھے دن کوچ کیا اور شیر خاں کے

۱- فرشتہ ۲/۲٦۱ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲٦۱ ۔

خوف سے اپنے ملک کو چلا گیا ۔ عین الملک اور بعض دوسرے سردار اس سے علیحدہ ہو کر ناصر شاہ کے لشکر میں آ گئے ۔ سلطان ناصر الدین نے اس کا تعاقب کیا ۔ سارنگ پور کے نواح میں شیر خاں جنگ کے ارادہ سے واپس آیا ، مگر جنگ کرکے فرار ہوگیا ۔ وہ چندیری کے علاقہ میں نہ ٹھہر سکا اور ولایت ایرچھ اور بھالدیر میں پہنچا ۔ فتنہ دب گیا ۔ سلطان ناصر الدین چندیری پہنچا ۔ جب کچھ دن گزر گئے ، تو چندیری کے شیخ زادوں نے ایک خط شیر خاں کو بھیجا کہ شادی آباد کے اکثر سپاہی متفرق ہو کر اپنی اپنی جاگیروں پر چلے گئے ہیں ۔ برسات کا موسم ہونے کی وجہ سے سرداروں کا جلد جمع ہو جانا ممکن نہیں ہے ۔ اگر تم اس طرف سے چندیری پر حملہ کر دو ، تو ادھر سے باشندگان شہر متفق ہوکر بلوہ کر دیں گے ۔ ممکن ہے کہ سلطان ناصر الدین گرفتار ہو جائے اور اگر وہ فرار ہوا ، تب بھی شہر آسانی سے ہاتھ آ جائے گا ۔ شیر خاں نے فوراً وہاں سے کوچ کر دیا اور چندیری سے چھ کوس کے فاصلہ پر آ گیا ۔

سلطان ناصر الدین شیخ زادوں کے اس مشورہ سے باخبر ہو گیا ۔ اس نے اقبال خاں اور علو خاں کو ایک آراستہ لشکر اور مست ہاتھی دے کر شیر خاں کے دفع کرنے کے لیے متعین کیا اور دو لاکھ تنکے نقد مدد خرچ کے لیے دیے ۔ ابھی چندیری سے دو کوس نہیں نکلے تھے کہ شیر خاں نے شیخ زادوں کی باتوں پر بھروسہ کرکے سبقت کر دی ۔ فوجوں کے صف آرا ہو جانے کے دونوں طرف سے بہادرانہ جنگ کی کوشش کی گئی ۔ اس جنگ کے دوران میں شیر خاں زخمی ہو کر از کار رفتہ ہو گیا اور اپنی بغاوت کی سزا کو پہنچا ۔ سکندر خاں میدان جنگ میں قتل ہوا ۔ خواجہ سہیل اور مہابت خاں نے زخمی شیر خاں کو ہاتھی کے صندوق میں ڈال کر راہ فرار اختیار کی ۔ شیر خاں راستہ میں مر گیا ۔ اس کو دفن کرکے خود آگے بڑھ گئے ۔ اقبال خاں نے کچھ تعاقب کیا ۔ پھر واپس ہو گیا [۳۰۱] سلطان ناصر الدین اس خبر کو سن کر مسرور اور خوش ہوا اور میدان جنگ کو چل دیا اور وہاں سے سکندر خاں کو چندیری کے علاقہ میں بھیجا ۔ اس نے شیر خاں مردہ سولی پر چڑھایا اور اس علاقہ کی حکومت و حفاظت بہجت خاں کے سپرد کی ۔ وہاں سے متواتر کوچ کرتا ہوا قصبہ دل کشا سعدلپور پہنچا ۔ وہاں کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ شیخ حبیب اللہ ملقب عالم خاں بغاوت کا ارادہ رکھتا ہے اور موقع کا منتظر

ہے ۔ سلطان ناصر الدین نے اس کو قید کرکے اپنے پاس سے مندو بھیج دیا[1] ۔

دسویں شعبان ۹۰۷ھ/۱۵۰۱ء کو مظفر و منصور شادی آباد کے قلعہ میں آ کر عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا ۔ اکثر اوقات شراب کے نشہ میں دھت رہتا تھا اور شراب کی حالت میں باپ کے امیروں کو نفاق کی تہمت لگا کر مار ڈالتا تھا اور اپنے آدمیوں کی تربیت کرتا تھا ۔ اس کی کج خلقی اور اس کا ظلم اس درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ ایک دن مستی کی حالت میں حوض کے کنارے سو رہا تھا کہ اتفاق سے حوض میں جا گرا ۔ جو خدمت گار اس کے قریب تھے ، انھوں نے اس کو پانی سے نکالا ۔ جب ہوش میں آیا ، تو دریافت کیا کہ مجھے حوض میں سے کس نے نکالا ۔ چار کنیزوں نے کہا کہ ہم نے یہ خدمت انجام دی ہے ۔ ان چاروں کو قتل کرا دیا[2] ۔

قصبہ اجین کے معززین کی زبانی سنا گیا کہ وہ حوض ''کالیادہ''[3] ہے ۔ باغ فیروز میں ایک محل بنوایا کہ سیاحوں نے ویسا محل دنیا میں نہیں دیکھا ۔ آہستہ آہستہ عمارات کا شوق اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ مالوہ سے اس کو جو سترہ کروڑ وراثت میں ملے تھے ، ان میں سے پانچ کروڑ اس نے عمارات پر صرف کیے ۔

بائیسویں ذی قعدہ ۹۰۸ھ/۱۵۰۳ء کو ولایت کچھوارہ [۲۷۲] پر حملہ کرنے کے ارادہ سے قصبہ نعلچہ آیا ۔ جب متواتر کوچ کرتا ہوا قصبہ اکرہ میں پہنچا ، تو وہاں کی آب و ہوا ایسی پسند آئی کہ وہاں ایک عظیم الشان محل اور ایک عالی شان عمارت بنوائی کہ اس زمانے میں وہ عمارت عجائبات زمانہ میں سے ہے ۔ مدت دراز تک اس قصبہ میں مقیم رہا ۔ اطراف و جوانب میں فوجیں بھیج کر سرکشوں کو سزائیں دیں اور نذرانے لے کر واپس ہوا[4] ۔

۱- فرشتہ ۲/۲٦۱ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲٦۱ ۔

۳- کالیاوہ (فرشتہ ۲/۲٦۱) ۔

۴- فرشتہ ۲/۲٦۲ ۔

۹۰۹ھ/م - ۱۵۰۳ء میں پھر چتور کی طرف گیا ۔ جب ملک کے درمیان میں پہنچا ، تو چتور کے راجا اور تمام زمینداروں نے نذرانے پیش کیے ۔ بھوانی داس ولد شیو داس نے جو رائے مل چتوری کا قریبی رشتہ دار تھا ، اپنی لڑکی پیشکش گزرانی ۔ سلطان ناصر الدین نے اس کو رانی چتور کا خطاب دیا اور بھوانی داس پر نوازشیں کیں[۱] ۔

واپسی کے دوران میں مخبروں نے یہ خبر دی کہ نظام الملک دکھنی نے ولایت اسیر و برہان پر حملہ کر دیا ہے ۔ چونکہ اسیر کا حاکم داؤد خاں ہمیشہ ناصر شاہ کی پناہ میں رہتا تھا ، لہذا سلطان ناصر الدین نے اقبال خاں اور خواجہ جہاں کو اسیر و برہان پور کی ولایت میں بھیج دیا ۔ نظام الملک اپنی ولایت کو واپس چلا گیا ۔ اقبال خاں نے اسیر و برہان پور میں ناصر شاہ کا خطبہ پڑھا اور دارالحکومت شادی آباد کو واپس چلا آیا[۲] ۔

۹۱٦ھ/۱۱ - ۱۵۱۰ء میں سلطان شہاب الدین بعض بدنصیب سرداروں کے بہکانے سے بغاوت کرکے قلعہ مندو سے نکل آیا ۔ سرحد کے اکثر امیر اس کے پاس جمع ہو گئے ۔ وہ قصبہ نعلچہ سے کوچ کرکے قصبہ دھار آ گیا ۔ سلطان ناصر الدین خاصہ کی ایک جماعت کے ساتھ قصبہ نعلچہ [۳۷۳] پہنچا اور وہاں سے جنگ کے ارادہ سے دھار کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب سلطان شہاب الدین نے باپ (سلطان ناصر الدین) کی جماعت کو کم تر دیکھا ، تو جنگ شروع کر دی ۔ ناصر شاہ کو فتح حاصل ہوئی ۔ سلطان شہاب الدین فرار ہو کر چندیری کی طرف چلا گیا ۔ ناصر شاہی فوج کے بہادروں نے اس کا تعاقب کیا اور قریب تھا کہ اس کو گرفتار کر لیں ، لیکن محبت پدری نے ان لوگوں کو تعاقب کرنے سے منع کر دیا[۳] ۔

دوسرے روز اس سلطان (ناصر الدین) نے اس منزل سے کوچ کرکے اس (شہاب الدین) کو آگے رکھا ۔ جب سلطان شہاب الدین قصبہ سری ،

۱- فرشتہ ۲/۲٦۲ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲٦۲ ۔

۳- فرشتہ ۲/۲٦۲ ۔

جو چندیری کی سرحد پر ہے ، پہنچا ، تو سلطان ناصر شاہ نے کچھ عقل مندوں کو بیٹے کے پاس بھیجا تا کہ گم راہی کے راستہ کی بجائے ہدایت کا راستہ دکھائیں چونکہ ہدایت کا راستہ اس کی نظروں سے پوشیدہ تھا اور عزوجاہ کی محبت نے اس کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ ڈال دیا تھا ، لہذا اس نے کوئی معقول جواب نہیں دیا ۔ دوسرے روز اس نے جواب میں کہا کہ اس وقت شرمندگی و خجالت کی وجہ سے حاضر خدمت ہونے سے مجبور ہوں ۔ اگر ملک کا کچھ حصہ مجھے عنایت کر دیا جائے ، تو چند روز کے بعد حاضر خدمت ہوں گا ۔ پیغامبر سمجھ گئے کہ ملاقات دشوار ہے ۔ واپس آ کر تمام ماجرا سلطان سے بیان کیا ۔ سلطان ناصرالدین نے کہا ، انا للہ وانا الیہ راجعون :

ع تخم در ہوئے لو کشتیم ، خاک خورد[1]

اس نے اپنے چھوٹے بیٹے اعظم ہمایوں کی طلبی کے لیے رنتھنبور فرمان بھیجا ۔ اعظم ہمایوں نہایت عجلت اور شوق سے آیا اور چندیری کے علاقہ میں حاضر خدمت ہوا ۔ سلطان ناصر الدین دوسرے دن چندیری سے کوچ کرکے قصبہ سری کی طرف متوجہ ہوا اور اس منزل پر امراء اور ارکان دولت کو بلایا اور کہا [۳۷۰ب] کہ چونکہ شہاب الدین نے باپ کے حقوق ادا نہیں کیے ہیں ، لہذا میں نے اس کو ولی عہدی کے منصب سے معزول کرکے اپنے لڑکے اعظم ہمایوں کو ولی عہد کیا ۔ اس کو سلطان محمود شاہ کا خطاب دیا ۔ خلعت اور سلطنت کا تاج مرحمت کیا ۔ قصبہ سری سے واپس ہو کر چند روز موضع بہشت پور میں قیام کیا ۔ سلطان ناصر الدین کی طبیعت پر حرارت کا غلبہ تھا ۔ موسم سرما کے باوجود ٹھنڈے پانی میں داخل ہوا اور کچھ دیر اس میں ٹھہرا رہا ۔ اس کا مزاج فوراً اعتدال سے انحراف کر گیا ۔ مختلف امراض اور متضاد علتیں اس پر طاری ہو گئیں طبیبوں نے ہر چند علاج کیا ، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا :

۱۔ فرشتہ ۲/۲۶۲ ۔

بیت

از قضا سر سنگبیں صفرہ فزود
روغن بادام خشکی می نمود

سلطان ناصر الدین نے اپنی حالت دگرگوں دیکھ کر محمود شاہ، امراء اور اراکین دولت کو اپنے حضور میں طلب کیا ۔ وعظ و نصیحت شروع کی اور کہا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس فرزند ارجمند (محمود شاہ) کو تمام عالم میں منتخب فرما کر اپنے بندوں کے اختیارات اس کے سپرد کیے ہیں، لہذا اس کو چاہیے کہ وہ خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری سے قدم باہر نہ رکھے اور خواہشات کا شکار نہ ہو ۔ خدا کی مخلوق پر شفقت کرنے کا خیال ہمیشہ اپنے دل میں رکھے ۔ جس طرح خداوند کریم نے اپنی نعمتیں تم پر نازل کی ہیں، اسی طرح تم بھی مخلوق خدا کو انعامات سے محروم نہ رکھنا ۔ ظالم کے ہاتھ کو مظلوم کے دامن سے دور رکھنا ۔ اپنے دربار میں سستی اور کاہلی کا موقع نہ دینا ۔ انصاف و عدل میں طاقت ور اور کمزور، وضیع اور شریف، بعید اور قریب میں کوئی فرق نہ کرنا تا کہ قیامت کے دن تم کو شرمندگی نہ ہو اور سادات کو جو باغ نبوت کے ثمر ہیں، مکرم و محترم رکھنا ۔ عالموں کے معزز گروہ کو جو انبیاء کے وارث ہیں، انعامات سے فیض یاب کرتے رہنا ۔ ناقصوں [۳۰۵] اور بیوقوفوں سے پرہیز کرنا اور لازم و واجب جاننا کہ وہ الفاظ کے ظاہر پر اکتفا کرتے ہیں اور معانی کے خلاصہ سے عاری ہوتے ہیں ۔ کار خیر کے لیے عمارات، ملک کے اطراف میں بنانا کہ یہ نیک بختی کی علامت ہے ۔ غرض ہمیشہ رضائے الٰہی کے حصول میں مصروف رہنا ۔ ملکی معاملات کے انجام دینے میں ہمیشہ مشورہ سے کام لینا ۔

شہزادہ محمود شاہ اور اراکین دولت اس گفتگو کو سن کو مضطرب و پریشان ہوئے ۔ اس نے عزم صادق اور درست نیت کے ساتھ علماء کے سامنے تمام گناہوں سے توبہ کی ۔ کچھ دیر کے بعد اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس کی سلطنت کی مدت گیارہ سال چار ماہ اور تئیس دن ہوئی[1] :

---

۱ : فرشتہ ۲/۲۶۲ ۔

ازاں سرد آمد ایں قد دلاویز
کہ چوں جا گرم کردی گوہدت خیز
چوں ہست ایں دیر خاکی سست بنیاد
بیادش زود باید داد برباد

ذکر سلطنت محمود شاہ بن ناصر شاہ

تیسری صفر ۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء کو محمود شاہ بن ناصر شاہ موضع بہشت پور میں نیک ساعت اور اچھے وقت میں سلطنت خلجیہ کے تخت پر جلوہ گر ہوا ۔ صدقات کی رسم ادا کی گئی ۔ اس وقت کے مشاہیر میں سے ہر ایک کو شاہی عنایات سے سرفراز کیا ۔ اسی مجلس میں ناصر شاہ کا تابوت شادی آباد کے قلعہ کو روانہ کیا[1] ۔

جب سلطان شہاب الدین نے اس جانکاہ حادثہ (انتقال ناصر شاہ) کی خبر سنی ، تو وہ یلغار کرتا ہوا نصرت آباد نعلچہ میں پہنچا ۔ محافظ خاں خواجہ سرا اور خواص خاں نے اس کے لیے دروازہ بند کر دیا ۔ اس نے دوسرے دن اپنے مقربین کی معرفت پیغام بھیجا کہ اگر میرے موافق رہو گے ، [۳۷۶] تو یقین رکھو کہ امور سلطنت کا طے کرنا تمھاری رائے پر موقوف ہوگا ۔ محافظ خاں اور خواص خاں نے کہا کہ چونکہ منشیٔ قضا و قدر نے فرمان سلطنت محمود شاہ کے نام جاری کر دیا ہے ، لہذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ (شاہی) لشکر میں آ جاؤ اور بیگانگی کی کدورت و خصومت کو یگانگی میں بدل دو ۔ سلطان شہاب الدین مایوس ہو کر کنداسہ کی طرف چلا گیا ۔ تحریر کے ذریعہ سلطان محمود واقف ہوا کہ شہاب الدین مندو گیا اور متواتر کوچ کرکے دوسری ربیع الاول سنہ مذکور (۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء) کو کوشک جہاں نما نعلچہ میں پہنچا ۔

وہاں سے جاوشر خاں کو ایک فوج کے ساتھ سلطان شہاب الدین کے دفع کرنے کے لیے بھیجا ۔ گیارہ ہاتھی اس کے ساتھ کیے اور اس تاریخ کو جو نجومیوں نے تجویز کی تھی ، قلعہ شادی آباد میں پہنچ کر نیک ساعت میں چھٹی ربیع الاول (۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء) کو تخت زریں کو جو جواہرات اور

۱۔ فرشتہ ۲/۲۶۲ ۔

یا قوت رمانی سے مرصع تھا ، صفہ (عرض ممالک) میں رکھا - اکیس تخت اس کے گرد رکھے گئے اور وہ محمود شاہی سلاطین خلجیہ کے تخت پر جلوہ افروز ہوا - امراء ، اکابر اور ملک کے مشاہیر اپنی اپنی جگہ پر برقرار رہے - جو شخص جس مرتبہ کے لائق تھا اسی اعتبار سے اس کو خلعت سے سرفراز کیا - بعض امراء کو خطابات سے نوازا - سات سو ہاتھی جو قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے ، وہ قبضہ میں آئے[۱] -

چند روز کے بعد جاوش خاں کا عریضہ پہنچا کہ چونکہ سلطان شہاب الدین کا ستارہ اقبال ، گردش میں ہے ، لہذا اس کو ہر چند نصیحتیں کیں ، لیکن اس نے کسی کی پروا نہ کی اور جنگ کی تیاری کر دی - [۳۷۷] یہ خادم حضور کے اقبال سے اس کی گوشمالی کے لیے متوجہ ہوا - پہلے ہی حملہ میں اس کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ فرار ہو گیا - اس کا چتر دار (چتر اٹھانے والا) قتل ہوا اور چتر ہمارے ہاتھ لگا - وہ خود بھاگ کر ولایت اسیر پہنچا - چونکہ برسات کا موسم آ گیا تھا ، لہذا سلطان محمود شاہ نے جاوش خاں کو بلا لیا - وہ ربیع الاول کی آخری تاریخ کو قلعہ میں آ کر شاہانہ عنایات سے سرفراز ہوا -

جب سلطان محمود کو سلطان شہاب الدین کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو اس نے ملکی معاملات بسنت رائے کے سپرد کر دیے کہ جو ناصر شاہی عہد میں وزیر رہ چکا تھا - بسنت رائے نہایت غرور و نادانی سے فوجی شکایتوں کو نظر انداز کر دیا - کفایت شعاری پر خاص نظر رکھی اور نامناسب سلوک سے پیش آیا - وہ امیروں اور سرداروں کا ویسا احترام نہیں کرتا تھا جیسا کہ چاہیے تھا - امیروں نے موقع پا کر ساتویں ربیع الثانی (۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء) کو اس (بسنت رائے) کو قتل کر دیا - نقد الملک جو اس کا ہم مذہب اور اس کی خدمات میں شریک تھا ، بھاگ کر شاہی محل میں پہنچا - اقبال خاں اور دوسرے مخصوص حضرات نے ایک دوسرے سے کہا کہ اگر صحرائے سلطنت کو اس کے ناپاک وجود (نقد الملک) سے پاک نہیں کیا ، تو وہ بسنت رائے کے بدلہ لینے کی کوشش کرے گا - صدر خاں اور افضل خاں کی معرفت سلطان محمود کے

۱- فرشتہ ، ۲۶۲ -

پاس پیغام بھیجا کہ ہم خاص غلاموں سے دولت خواہی کے سوا کبھی کوئی امر (نامناسب) صادر نہیں ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔ حضور پر یہ بات ظاہر ہے کہ ابھی ملک کو استحکام نصیب نہیں ہوا ہے، لہٰذا شاہی مہمات کو اس گروہ کے قبضہ میں دے دینا کہ جو (ہمارے) دین و مذہب سے بیگانہ ہے، انتظام سلطنت میں بدنظمی کا سبب ہوگا۔ بعض بہی خواہوں سے آپ کو یہ معلوم ہوا ہوگا [۳۷۸] کہ ہمنت رائے، امیروں اور سلطنت کے بہی خواہوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرتا تھا۔ اس کی ساری غرض یہ تھی کہ قدیمی خدمت گزار دل شکستہ ہو جائیں اور ان کی جماعت متفرق ہو جائے۔ حقیقت میں یہ طریقہ سلطنت کی بدخواہی ہے۔ دولت خواہوں نے متفقہ طور سے اس کو ختم کر دیا۔ لقد الملک اس کے قدم بقدم چلتا ہے۔ اگر حضور کا حکم ہو، تو اس کو بھی ختم کر دیا جائے۔ سلطان محمود نے مجبور ہو کر لقد الملک کو (محل سے) بھیج دیا، لیکن فرمایا کہ اس کو شہر بدر کر دیں، مگر اس کے جان و مال کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ لوگ نقد الملک کو لائے۔ سرداروں نے متفق ہو کر اس کو نکال دیا۔ سلطان محمود امیروں کی اس حرکت اور ان کے غلبہ سے رنجیدہ ہوا اور ان سے ناراض ہو گیا[1]۔

محافظ خاں خواجہ سرا نے کہ جو نفاق و شرارت کا پتلا تھا اور رت کا امیدوار تھا، سلطان سے امیروں کے متعلق وہ ایسی باتیں کہتا تھا کہ جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی تھی۔ اتفاقاً ایک دن موقع پا کر اس نے عرض کیا کہ اقبال خاں اور مختص خاں چاہتے ہیں کہ ناصر شاہ کے کسی (دوسرے) بیٹے کو بادشاہ بنا دیں۔ سلطان محمود اس بات کو سن کر پریشان ہو گیا اور اس نے چاہا کہ ان کو ختم کر دے، لیکن تحمل و وقار کی بنا پر اس نے تحقیق و تفتیش ضروری سمجھی۔ محافظ خاں نے جب یہ دیکھا کہ یہ بات کارگر نہ ہوئی، تو زیادہ سے زیادہ غیبت کرنی شروع کر دی۔ روزانہ نامعقول باتیں کہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن سلطان محمود نے کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ جب اقبال خاں اور مختص بدستور قدیم سلام کے لیے آئیں، تو ان کو قتل کر دیا جائے۔

۱۔ فرشتہ ۲/۲۶۳۔

جب یہ نوبت پہنچی ، تو خواجہ سراؤں میں سے ایک کہ جس کو مختص خاں سے خصوصیت تھی ، سارا ماجرا اس کو بتا دیا ۔ مختص خاں نے فوراً [۳۷۹] اقبال خاں کو مطلع کیا ۔ ابھی کچھ دیر نہیں ہوئی تھی کہ مختص خاں اور اقبال خاں کے بلانے کے لیے آدمی آیا ۔ مختص خاں فوراً خدمت میں روانہ ہوا ۔ اقبال خاں ملکی معاملات میں مشغول تھا ۔ مختص خاں نے بلانے والے کے انداز حسب دستور نہ پائے ۔ وہاں سے واپس ہو کر اقبال خاں کے پاس آیا ۔ دونوں ساتھ ساتھ اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ۔ محافظ خاں نے عرض کیا کہ مختص خاں اور اقبال خاں اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں تا کہ قوت بہم پہنچا کر ایک شہزادے کو تخت نشین کریں ۔ مصلحت یہ ہے کہ وہیں پہنچ کر ان کو گرفتار کر لیا جائے اور آج کا کام کل پر ملتوی نہ کیا جائے :

بیت

زمانہ از آں کس تبرا کند
کہ او کار امروز فردا کند

سلطان محمود نے اس مکار و غدار کی گفتگو پر اعتبار کرکے مختص‌خاں اور اقبال خاں کے مکانوں کا قصد کیا ۔ مختص خاں اور اقبال خاں ایک سو سوار اور پیادوں کے ساتھ فرار ہوگئے ۔ وہ قاضی پور کی طرف سے ربیع الثانی کی چوبیسویں رات (۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء) میں قلعہ سے نکل گئے ۔ تمام رات چلتے رہے ، صبح کو نربدا کے نواح میں موضع سرایہ پہنچے ۔ وہاں سے نصرت خاں بن اقبال خاں کو پچیسویں تاریخ مداہ مذکور (ربیع الثانی ۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء) کو سلطان شہاب الدین کے بلانے کے لیے ولایت اسیر کی طرف بھیجا ۔ علی الصبح سلطان محمود ”صفہ بار“ میں مسند حکومت پر بیٹھا ۔ محافظ خاں کو خواجہ جہاں کا خطاب دے کر وزارت کے عہدہ پر مامور کیا اور افضل خاں مجلس کریم اور جاؤش خاں کو دستور خاں کا خطاب دے کر مختص خاں اور اقبال خاں کے دفع کرنے کے لیے بھیجا ۔

[۳۸۰] جب نصرت خاں منزلیں طے کرکے سلطان شہاب الدین کی خدمت میں پہنچا ، تو وہ نہایت مسرت و شادمانی کے ساتھ دوسرے دن ولایت ممتاز کوکہ جس سے ولایت بیجا گڑھ گھرکون مراد ہے ، روانہ

ہوا ۔ اس نے کمال شوق میں ایک دن اور رات میں تیس کوس کا راستہ طے کیا ۔ اتفاق سے ہوا اس قدر گرم تھی کہ مچھلی دریا میں بھنی جا رہی تھی اور آتش طبع سمندر (کیڑا) اپنے عرق میں غرق ہو رہا تھا ۔ سلطان شہاب الدین بیمار ہوگیا ۔ مزاجی کیفیت اعتدال سے تجاوز کر گئی ۔ تیسری جمادی الاول (۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء) کو اس کا انتقال ہوگیا :

را ہے است عدم کہ ہر کہ ہستند
از آفت قطع آن نرستند

بعض یہ کہتے ہیں کہ سلطان محمود کے ارشاد سے اس کو زہر دے دیا گیا ۔ نصرت خاں نے نیلا لباس پہنا ۔ اس کی لاش کو اٹھا کر موضع سرابہ کو جہاں خوانین کا اجتماع تھا ، متوجہ ہوا ۔ جب وہاں پہنچا ، تو مختص خاں اور اقبال خاں ملول و رنجیدہ ہوئے ۔ انھوں نے جنازہ کو قلعہ شادی آباد کی طرف بھیج دیا اور سلطان شہاب الدین کے متبنیٰ کو ہوشنگ پور کا خطاب دیا اور اس کے سر پر تاج رکھ دیا ۔ فساد شروع کر دیا اور اس مقام سے ولایت مالوہ کے وسط کی طرف روانہ ہوئے :

بیت

جائے آں ہہ کہ دریں مرحلہ آں پیشہ کنی
کہ ز مرگ دگراں مرگ خود اندیشہ کنی

سلطان (محمود شاہ) نعش کے پہنچنے کے بعد بہت رویا ، اس کو دفن کر دیا اور عزاداری کی رسم ادا کی ۔ مستحقین کو صدقات دیے گئے ۔ تعزیت سے فارغ ہونے کے بعد نظام خاں کو دستور خاں کی مدد کے لیے مقرر کیا ۔ نظام خاں نے نہایت عجلت کے ساتھ [۳۸۱] سفر کیا اور دستور خاں سے جا ملا ۔ دونوں نے مل کر ہوشنگ سے جنگ کی اور وہ فرار ہو کر کوہ بہار بابا حاجی پہنچا ۔ اسی دوران میں اقبال خاں و مختص خاں کی عرضیاں پہنچیں کہ ہم قدیم خادموں سے خیر خواہی کے سوا کبھی کوئی دوسرا فعل صادر نہیں ہوا ۔ محافظ خاں نے کینہ و حسد کی وجہ سے خود غرضی کی گفتگو کی ہے اور حضور کے مزاج کو ہم غلاموں کی طرف سے برگشتہ کر دیا ہے ۔ امید ہے کہ محافظ خاں کی عدم خیرخواہی اور حرام خوری اور اس کی وہ حرکتیں کہ جو وہ کر چکا ہے حضور پر

ظاہر ہوگئی ہوں گی اور احتمال ہے کہ حکومت کے بعض ہی خواہ بے غرضی کی بنا پر خلوت میں حضور کے سامنے ان باتوں کی تصدیق کریں گے۔

جب سلطان محمود کو ان عرضیوں کا مضمون معلوم ہوا ، تو بعض خدمت گاروں نے بھی کہا کہ محافظ خان کی اس افترا پردازی سے اس کی یہ غرض ہے کہ وہ خود استقلال کے ساتھ ملکی معاملات میں بااختیار ہونا چاہتا ہے۔ اگر مختص خان اور اقبال خان ہوتے ، تو اس کو وزارت کا عہدہ نہ ملتا ، بلکہ اس کی کلیتاً یہ کوشش ہے کہ وہ ایک انی پالیسی اختیار کرے اور ناصر شاہ کی اولاد میں سے کسی ایک کو قید سے نکال کر بادشاہ بنائے اور خود ملکی معاملات میں خود مختار ہو جائے۔

سلطان محمود نے جو دور اندیشی اور احتیاط یہ کام نہیں کرتا تھا ، حکم دیا کہ جب محافظ خان سلام کے لیے آئے ، تو اس کو گرفتار کر لیا جائے۔ اسے تحقیقات کے بعد سزا دی جائے گی۔ جب محافظ خان کے دوستوں نے اس کو حقیقت سے باخبر کیا ، تو دوسرے دن کہ اٹھارہویں جمادی الاولیٰ (۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء) تھی ، وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ دربار میں حاضر ہوا۔ کچھ دیر کے بعد سلطان محمود نے اس کو تنہائی میں بلایا۔ وہ گیا اور اس نے سخت جواب دیے۔ سلطان محمود نہایت غصہ کی حالت میں [۳۸۲] بہادرانہ انداز میں چند خواص اور حبشیوں کے ایک گروہ کے ساتھ باہر آہستہ آہستہ چلا۔ وہ بدبخت (محافظ خان) بھاگ کر (شاہی محل سے) باہر نکل گیا اور بیرونی کے بند پر قبضہ کر کے باغی ہو گیا۔ اس نے شہزادہ صاحب خان بن ناصر الدین کو لا کر اس کے سر پر تاج رکھا اور اس حویلی میں محمود شاہ کا محاصرہ کر لیا۔ قریب تھا کہ وہ (محمود شاہ) گرفتار ہو جائے کہ محمود شاہ آدھی رات کو نکلا اور اجین کی طرف چلا گیا اور وہاں سے دستور خان اور دوسرے سرداروں کی دلدہی کر کے اپنے پاس بلایا۔ جس رات کو سلطان محمود نکل کر گیا ، محافظ خان نے شہزادہ صاحب خان کو سلطان محمود کا خطاب دے کر تخت پر بٹھا دیا۔ چند روز کے بعد دستور خان اجین پہنچا۔ اس کے بعد مختص خان اور اقبال خان بھی سلطان محمود سے مل گئے۔ شہزادہ صاحب خان نے اس خبر کو سن کر صدر خان اور افضل خان کو طلب کیا اور سخت قسمیں کھا کر عہد و پیمان کیے۔

پانچویں جمادی الاولیٰ (۱۷، ۹۰۶ھ/۱۵۰۰ء) کو خودن خاں کو قلعہ شادی آباد میں چھوڑا اور قصبہ نعلچہ کو لشکر گاہ بنایا ۔ صدر خاں کے مشورہ سے حکم دیا کہ سپاہیوں کو ایک تہائی تنخواہ خزانے سے نقد ادا کر دی جائے اور اجین کے سفر کا انتظام کریں ۔ سلطان محمود اجین سے کوچ کرکے دیبال پور آیا اور ایک پہر گزرنے کے بعدوہ سردار کہ جن کے اہل و عیال قلعہ مندو میں تھے ، سوار ہو کر شہزادے کے لشکر کی طرف چلے گئے ۔ دوسرے دن محمود دیبال پور سے کوچ کرکے چندیری کی طرف روانہ ہوا اور تمام حالات کی کیفیت لکھ کر بہجت خاں کے پاس بھیج دی ۔ اس نے جواب میں لکھا کہ میں اس کا مطیع ہوں کہ جس کے قبضہ میں شادی آباد کی حکومت ہے ۔ سلطان محمود اس جواب سے اپنے انجام کے بارے میں [۲۸۳] حیران و فکر مند ہوا اور وہ موضع بہشت پور میں ٹھہر گیا ۔ وہاں مشورہ کیا ۔ سلطنت کے بعض بہی خواہوں نے عرض کیا کہ قلعہ رنتھنبور میں پناہ لینی چاہیے ۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ سلطان سکندر لودی سے مدد لینی چاہیے اور ستارہ اقبال کے طلوع ہونے کا انتظار کرنا چاہیے ۔ قلعہ رنتھنبور میں پناہ لینا اس وقت مناسب ہے جبکہ امداد و اعانت اپنی مقصود ہو اور ہمسایوں سے مدد لینا میری نظر میں بہت بُرا ہے ۔ مخلوق سے امید قطع کرکے وہ تقدیر کے اسرار کے ظہور کا انتظار کرنے لگا ۔

چند روز کے بعد میدنی رائے کہ جو شجاعت اور تجربہ کاری میں مشہور تھا ، اپنے تھانے سے آ کر ملا ۔ بہجت خاں نے اپنی بُری حرکت سے مطلع ہو کر اپنے لڑکے شرزہ خاں کو خدمت میں بھیجا ۔ سلطان محمود قوی پشت ہو کر مندو کو روانہ ہوا ۔ کچھ عرصہ کے بعد خبر آئی کہ شہزادہ صاحب خاں چندیری کے حدود کی طرف متوجہ ہوا ہے ۔ جب اس نے موضع سہرانی میں قیام کیا ، تو طرفین نے یہ اچھا سمجھا کہ صبح کے وقت فوجوں کو ترتیب دے کر فتح و نصرت کا انتظار کرنا چاہیے ۔ اتفاق سے ایک پہر رات گزرنے کے بعد افضل خاں سوار ہوکر سلطان محمود کے لشکر میں آ گیا اور آدھا لشکر بلکہ آدھے سے زیادہ افضل خاں کی موافقت میں سلطان محمود کے لشکر سے آ ملا ۔ شہزادہ صاحب خاں اور محافظ خاں نے خوف زدہ اور پریشان ہو کر اپنے ڈیروں کو آگ لگا دی

اور بھاگ گئے ۔ وہ چوتھے روز نصرت آباد نعلچہ پہنچے ۔ وہاں کے خزانے پر قبضہ کرکے خرچ کرنا شروع کر دیا اور قلعہ کے انتظام میں مشغول ہو گئے ۔

[۳۸۴] سلطان محمود خدا کا شکر بجا لایا اور شادی آباد کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب موضع سربر پہنچا ، تو سلطان شہاب الدین کا متبنی (لے پالک) اور دوسرے امراء کہ جو دریا بہار بابا حاجی کے دامن کوہ میں گھرے ہوئے تھے ، عہد و پیمان کرکے سلطان محمود کے پاس آ گئے ۔ وہ متواتر کوچ کرتا ہوا جب قصبہ سرسیہ میں پہنچا ، تو دوسرے دن ساتویں رمضان (۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء) کو فوجیں آراستہ کرکے دارالحکومت شادی آباد روانہ ہوا ۔ طرفین سے صفیں آراستہ ہو کر جنگ کی تیاریاں ہوئیں ۔ شہزادہ صاحب خاں نے ہمت کرکے سلطان محمود کی فوج پر حملہ کر دیا ۔ اس دوران میں ایک ہاتھی سلطان محمود کی طرف بڑھا ۔ اس نے فیلبان کے سینہ پر ایسا تیر مارا کہ اس کی پیٹھ میں سے نکل گیا ۔ اس وقت میدنی رائے نے راجپوتوں کی ایک جماعت کے ساتھ صاحب خاں کی فوج پر (حملہ کیا) اور برچھوں اور جمدھروں سے صاحب خاں کی فوج کے بھیجے نکال کر رکھ دیے ۔ شہزادہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر فرار ہو گیا ۔ ایک گروہ نے قلعہ میں پناہ لی اور دوسرا گروہ ان غاروں میں چھپ گیا کہ جو مندو کے نواح میں تھے ۔ سلطان محمود تعاقب کرکے حوض خاص تک آ گیا ۔

شہزادہ قلعہ کے انتظام میں مصروف ہوا ۔ وہ دن رات حفاظت کی کوشش کرتا رہا ۔ سلطان محمود نے اپنی طبعی شفقت کی بنا پر پیغام بھیجا کہ چونکہ تم میرے بھائی ہو اور صلہ رحم کا لحاظ کرنا واجب ہے ، لہذا طبعی طور سے میں یہ چاہتا ہوں کہ جو جگہ تم چاہو وہ تم کو دے دیں ، جتنا مال تم لے جا سکتے ہو لے جاؤ ۔ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے ، لیکن بے سبب مسلمانوں کا خون نہ بہایا جائے ۔ شہزادہ صاحب خاں نے قلعہ کی مضبوطی پر مغرور ہو کر (اس بات کو) قبول نہیں کیا ۔ سلطان محمود نے قلعہ کے اطراف کو گھیر لیا اور محاصرہ میں شدت کر دی ۔ یہاں تک کہ سولھویں شوال سنہ مذکور (۹۱۷ھ/۱۵۱۱ء) کو مولانا عماد الدین خراسانی کی کوشش و اہتمام سے لشکر کے بہادر صبح صادق

کے وقت آئے ، مورچے کے آدمیوں پر ٹوٹ پڑے اور مقابلہ شروع کر دیا چشم زدن میں شہزادہ (صاحب خاں) [۳۸۵] کے اعوان و انصار کا خون خاک مذلت میں مل گیا ۔ شہزادہ اور محافظ خاں کچھ قیمتی جواہرات لے کر ہفت صد زینہ کے راستہ سے بھاگ گئے اور چوتھے روز قصبہ بروده گجرات میں سلطان مظفر کے لشکر سے جا ملے ۔ اس نے شہزادہ کے آنے کو غنیمت سمجھا اور مہمان نوازی میں کسی قسم کی کمی نہیں کی ۔ اس نے طے کیا کہ برسات کے موسم کے بعد مالوہ کی ولایت پر قبضہ کرکے بھائیوں میں تقسیم کر لی جائے ۔

وہاں سے جاپانیر گیا ۔ ایک روز شہزادہ (صاحب خاں) کا گزر یادگار مغول کے مکان کی طرف ہوا کہ جو سرخ کلاہ مشہور تھا اور شاہ اسماعیل صفوی کی طرف سے ایلچی گری پر گجرات آیا تھا ۔ خدمت گاروں سے کچھ سخت و سست گفتگو ہو گئی جس سے ناگواری بڑھی ۔ عام لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ یادگار سرخ کلاہ اور اس کے آدمیوں نے مندو کے شہزادہ کو قید کر لیا ہے ۔ گجرات کے لشکر اور لوگوں کا ہجوم ہو گیا اور یادگار سرخ کلاہ کے چند آدمیوں کو قتل کر دیا ۔ شہزادہ شرمندہ ہو کر بغیر اجازت ولایت اسیر کی جانب روانہ ہو گیا ۔ وہ تین سو سواروں کے ساتھ موضع پور کانو میں جو اسیر کی سرحد پر واقع ہے ، پہنچا ۔ قصبہ کندویہ کے حاکم لودھا کو جب یہ خبر ملی ، تو وہ نہایت تیزی سے ساتھ آیا اور جنگ شروع کر دی ۔ صاحب خاں نے شکست کھا کر حاکم کاویل کے یہاں پناہ لی جو ملک دکن کا شہر ہے - چونکہ کاویل کے حاکم اور سلطان محمود میں پختہ دوستی تھی ، لہذا وہ مدد کرنے سے باز رہا ، لیکن چند گاؤں اس کے مدد خرچ کے لیے مقرر کر دیے ۔

جب ملک سے ہنگامہ ختم ہو گیا اور فساد کی بجائے امن قائم ہو گیا ، تو سلطان محمود کو اطمینان حاصل ہوا ۔ حکام ، تھانیدار اور عامل ملک کے انتظام کے لیے ملک کے اطراف و جوانب میں گئے ۔ میدنی [۳۸۶] رائے نے چاہا کہ وہ خود اپنی حیثیت کو مستقل کر لے اور غیاث شاہی اور ناصر شاہی سرداروں کو درمیان سے ہٹا دے ۔ اس نے اپنے اس بُرے مقصد کے لیے سرداروں کی برائیاں شروع کر دیں ۔ وہ خلوت میں ہر شخص کے متعلق نامناسب باتیں کیا کرتا تھا ۔ یہاں تک کہ ایک دن عرض کیا

کہ افضل خاں اور اقبال خاں نے شہزادہ صاحب خاں کو خطوط بھیجے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ سوئے ہوئے فتنہ کو بیدار کریں ۔ سلطان محمود نے اس غرض آمیز بات کو بے غرضی پر محمول کیا اور حکم دیا کہ جس وقت افضل خاں اور اقبال خاں سلام کے لیے آئیں تو ان کو قتل کر دیا جائے ۔ دوسرے دن قدیم دستور کے مطابق جب وہ سلام کے لیے آئے ، تو دونوں کو گرفتار کرکے ان سے بند بند جدا کر دے[1] ۔

سواس و ہندیہ کے حاکم سکندر خاں اور فتح جنگ خاں شروانی میدنی رائے کی اس جرأت و تسلط کو دیکھ کر بھاگے اور اپنی اپنی جاگیروں کو چلے گئے ۔ سکندر خاں نے بغاوت پر کمر باندھی اور کندوہہ سے قصبہ شہاب آباد تک قبضہ کرکے شاہی عمال کو نکال دیا ۔ سلطان محمود اس فتنہ کو فرو کرنے کے لیے ماہ جمادی الاخریٰ ۹۱۸ھ/۱۵۱۲ء کی پانچویں تاریخ کو قلعہ مندو سے نکل کر کوشک جہاں نما نعلچہ میں پہنچا۔ وزارت کا منصب میدنی رائے کے سپرد کیا ۔ چندیری کے حاکم بہجت خاں اور دوسرے سرداروں کو آدمی بھیج کر طلب کیا ۔ بہجت خاں نے باوجودیکہ خانہ زاد تھا ، میدنی کے غلبہ سے خائف ہو کر برسات کے موسم کا عذر کر دیا ۔ سلطان محمود نے چشم پوشی کی ۔ بھیلسہ کے حاکم منصور خاں کو لکھا کہ سکندر خاں کے دفعیہ کی طرف توجہ دے ۔ منصور خاں نے اپنے لشکر کا انتظام کیا اور جنگ کی طرف متوجہ ہوا ۔ جب وہ سکندر خاں کی ولایت کی طرف پہنچا ، تو جاسوسوں نے خبر دی کہ سکندر خاں نے [۳۸۷] بہت لشکر جمع کیا ہے ۔ اس نے سلطان محمود کو حقیقت حال کی اطلاع دے کر کمک طلب کی ۔ میدنی رائے نے جواب میں لکھا کہ اگر سکندر خاں کے گرفتار کرنے میں تو نے سستی اور کاہلی کو دخل دیا ۔ تو غضب سلطانی میں گرفتار ہو جائے گا ۔ منصور خاں اس حکم کو سن کر اپنے انجام کے متعلق متفکر و پریشان ہوا اور واپس آ کر بہجت خاں سے مل گیا ۔ نجار خاں جو منصور خاں کی کمک کے لیے مقرر ہوا تھا ، وہ بھی جا کر بہجت خاں سے مل گیا ۔

سلطان محمود خاں نے ان خبروں کو سن کر روانگی کر دی اور دھار

۱۔ فرشتہ ۲/۲٦۴ ۔

آ کر شیخ کمال الدین بیانوں کی زیارت کی ۔ قصبہ دیپال پور سے میدنی رائے کو کثیر لشکر اور پچاس ہاتھیوں کے ساتھ سکندر خاں کے دفع کرنے کی اجازت دی اور وہ (میدنی رائے) اجین کو چلا گیا ۔ میدنی رائے جب ولایت اسواس میں آیا تو اس نے لوٹ مار شروع کر دی ۔ سکندر نے جب یہ خبر سنی ، تو اس کے عیش میں فرق آیا ، اس نے عاجزانہ انداز میں مصالحت چاہی اور حبیب خاں کے ذریعہ سے میدنی رائے کے پاس آیا ۔ میدنی رائے نے اجین پہنچ کر سلطان محمود سے سکندر خاں کی خطاؤں کی معافی چاہی ۔ سلطان محمود نے اس کے قصوروں کو معاف کرکے اس کا قدیم منصب اور جاگیر اس کو عطا کر دی ۔ سلطان محمود اجین سے کوچ کرکے قصبہ آگرہ پہنچا ۔ وہاں قلعہ شادی آباد کے داروغہ کی عرض پہنچی کہ بدمعاشوں کے ایک گروہ نے چھبیسویں رمضان (۹۱۸ھ/۱۵۱۲ء) کو خروج کرکے سلطان غیاث الدین کی قبر سے چتر اٹھا لیا اور ایک مجہول النسب آدمی کے سر پر رکھ دیا ، انھوں نے شہر میں غارت گری کی[1] ۔ حضور کے اقبال سے اس جماعت کے سردار کو قید کرکے قتل کر دیا گیا ۔ سلطان نے اس خبر کو سن کر شادی آباد کے داروغہ کے نام تسلی کا خط بھیج دیا اور خود بہار باپا حاجی کو چلا گیا ۔

[۳۸۸] وہاں سے بھرو داس کو تسلی نامہ دے کر بہجت خاں کے پاس بھیجا ۔ چونکہ وہ بدنصیبی کی وجہ سے بے بصیرت تھا ، لہذا اس نے نامعقول جواب دیا اور ایک جماعت کو کاویل بھیج دیا تاکہ شہزادہ صاحب خاں کو سر گروہ بنا کر لے آئیں اور ایک عریضہ سلطان سکندر لودی کے پاس بھی بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ محمود شاہ نے ملکی معاملات اور سلطنت کا انتظام کافروں کے قبضہ میں دے دیا ہے اور شریعت اسلام کے دائرہ سے قدم باہر رکھ لیا ہے ۔ وہ اہل اسلام کو ذلیل و خوار اور کافروں اور راجپوتوں کو معزز و محترم رکھتا ہے ۔ آپ کے فتح مند لشکر سے کچھ فوج اس جانب آ جائے ، تو آپ جیسے دین پناہ بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھوا کر آپ کا سکہ جاری کرا دیا جائے ۔

جب بھرو داس نے آ کر یہ ماجرا بتایا ، تو سلطان محمود نے لشکر

۱- فرشتہ ۲/۲٦۳ ۔

کا انتظام کرکے ایک ہفتہ کے بعد بہار بابا حاجی سے کوچ کر دیا اور موضع شکار پور پہنچا ۔ دوسرے دن مختص خاں کو بہت سا لشکر دے کر اپنے سے پہلے چندیری کی طرف روانہ کر دیا[1] ۔

اسی دوران میں یہ خبر پہنچی کہ نصف ماہ محرم الحرام ۹۱۹ھ/ ۱۵۱۳ء کو سلطان مظفر گجراتی ایک بہت بڑا لشکر اور پانچ سو ہاتھی لے کر قصبہ دھار میں آ گیا اور موضع دلاورہ کے نواح میں شکار میں مشغول ہے ۔ رائے پتھورا اور دوسرے سرداروں نے جو قلعہ مندو میں تھے معتبر لوگوں کو بھیج کر ہر چند انکسار و عاجزی سے پیغام بھیجا کہ اس وقت سلطان محمود اپنے ملک کے انتظام میں پھنسا ہوا ہے ۔ اس کی ولایت کے فتح کرنے کا قصد کرنا مروت و مردانگی کے خلاف معلوم ہوتا ہے ۔ اس نے اس بات کو بالکل نہیں سنا اور نظام الملک سلطانی کو ایک بڑی فوج دے کر نعلچہ کے نواح میں بھیج دیا ۔ وہ حوض رانی کے کنارے پہنچ کر واپس ہو گیا ۔ واپسی کے دوران میں ایک جماعت قلعہ سے نکلی اور اس نے لوٹ مار [۳۸۹] شروع کر دی ۔ نظام الملک لوٹ آیا اور اس نے چند آدمیوں کو قتل کر دیا ۔ باقی لوگوں نے قلعہ میں پناہ لی ۔ سلطان محمود کو جب یہ وحشت اثر خبر ملی ، تو وہ سخت حیران و پریشان ہوا کہ وہ پہلے کس طرف توجہ کرے ۔ ناگاہ عین پریشانی میں یہ خبر ملی کہ سلطان مظفر گجراتی واپس ہو کر دہور کے راستہ سے گجرات چلا گیا ۔ سلطان محمود خدا کا شکر بجا لایا اور بہجت خاں کے دفع کرنے کے لیے متوجہ ہوا ۔

چند روز کے بعد یہ خبر آئی کہ سکندر خاں نے پھر بغاوت و سرکشی شروع کر دی ہے اور خالصہ کے مواضعات پر قابض ہو گیا ہے ۔ سلطان محمود نے قصبہ گندوہہ کے حاکم ملک لودھا کو اس کی تادیب کے لیے مقرر کیا اور ملک لودھا سواس کو چلا گیا ۔ دونوں فوجوں کے مقابل ہونے پر صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی ۔ آخر کار سکندر خاں مقابلہ کو برداشت نہ کرکے فرار ہو گیا ۔ ملک لودھا کی سپاہ نے اس کا تعاقب کیا اور غارت گری میں مشغول ہو گئی اسی دوران میں ایک

۱- فرشتہ ۲/۲۶۴ ۔

شخص جس کے اہل و عیال قید میں تھے ، ملک لودھا کے پاس پہنچا اور قدم بوسی کے بہانے سے اس کے قریب جا کر زہر آلود خنجر سے اس کے پہلو پر وار کیا اور اس کی زندگی تمام کر دی ۔ سکندر خاں اس واقعہ کو سن کو لوٹ آیا اور ملک لودھا کے آدمیوں کو اکھاڑ پھینکا ۔ چھ ہاتھی اور بہت سے گھوڑے مالِ غنیمت میں ملے اور وہ مظفر و منصور واپس لوٹا ۔ جب یہ خبر سلطان محمود کو ملی ، تو اس نے بہجت خاں کو دفع کرنا ضروری سمجھا اور وہ چندیری کی طرف سے متوجہ ہوا ۔ راستہ میں خبر ملی کہ ماہ ذی الحجہ (۹۱۹ھ/۱۵۱۴ء) کے وسط میں شہزادہ صاحب خاں گونڈوانہ سے چندیری آ گیا اور بہجت خاں اور منصور خاں نے اس کا استقبال کرکے اس کو [۳۹۰] سلطنت پر قابض کر دیا ۔ سلطان محمود نے موضع ساجن پور میں قیام کرکے لشکر جمع کیا ۔

چند روز کے بعد یہ خبر پہنچی کہ سعید خاں لودی اور عماد الملک دہلی کے لشکر کے ساتھ سلطان سکندر کی طرف سے شہزادہ صاحب خاں کی مدد کے لیے چندیری سے پانچ کوس پر آ گئے ۔ سلطان محمود اس خبر کو سن کر پریشان ہو گیا اور مناسب یہ سمجھا کہ اپنی جگہ پر واپس ہو جائے ۔ راستہ میں سرداروں کو اپنے حضور میں بلا کر عہد و پیمان کو قسم سے پختہ کیا ۔ قسم اور تجدید عہد کے باوجود جب رات کا کچھ حصہ گزرا ، تو صدر خاں اور مختص خاں جو صادق القول سردار تھے ، چندیری کی طرف فرار ہو گئے ۔ محمود شاہ نے کچھ لوگوں کو ان کے تعاقب کے لیے بھیجا اور خود قصبہ سرونج میں قیام کیا ۔ ماہ صفر کی پہلی تاریخ کو قصبہ بھیلسہ کی آبادی سے گزر کر اود خالہ پر پہنچا ۔ چونکہ لشکر ، دروازہ بھیلسہ کے سامنے سے گزرتا تھا ، لہذا منصور خاں کے مقرر کیے ہوئے آدمیوں نے شہر مانڈہا کے بدمعاشوں سے مل کر لشکر کے بچے ہوئے لوگوں کو لوٹ لیا ۔

اس خبر کو سن کر سلطان محمود کی ہمت و مردانگی کو جوش آ گیا ۔ اس نے حکم دیا اور چشم زدن میں قلعہ پر قبضہ کرکے اس بدبخت جماعت کو قتل کر دیا اور اہل شہر بھی اس گروہ کی نحوست سے برباد اور ان کے اہل عیال غلامی کی ذلت میں گرفتار ہوئے ۔ شکار کی غرض سے چند روز اس علاقہ میں قیام کیا ۔ شہزادہ صاحب خاں اور بہجت خاں نے

اس قیام کو اپنے لیے ایک بڑی نعمت سمجھا اور ملک محمود کو ایک کثیر لشکر کے ساتھ سارلگ پور کی طرف بھیج دیا ۔ سارنگ پور کے حاکم کا گماشتہ جھجار خاں جنگ کرکے غالب آ گیا ۔ ملک محمود فرار ہوا اور چندیری تک [۳۹۱] نہ ٹھہر سکا ۔ جھجار خاں بہت مال غنیمت لے کر سارلگ پور کو واپس ہو گیا اس موقع پر ملک محمود کی فوج بھاگ کر آ گئی ۔ سعید خاں لودی اور عماد الملک نے بہجت خاں کو پیغام بھیجا کہ یہ وعدہ ہوا تھا کہ جس وقت فتح یاب سکندری فوج چندیری پہنچے گی ، تو سکندر زماں (سلطان سکندر لودی) کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا اور درہم و دینار کے سکے بھی خاقان زماں (سکندر لودی) کے نام سے مضروب ہوں گے ۔ آج تک اس بات کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا ۔

جب انھیں حسب منشا جواب نہیں ملا ، تو انھوں نے موضع سروہی سے کوچ کرکے چودہ کوس پر قیام کر دیا وہاں سے صورت واقعہ سلطان سکندر (لودی) کی خدمت میں بذریعہ عرضداشت لکھی ۔ سلطان سکندر نے ان کے بلانے کے لیے فرمان جاری کیا ۔ جب سلطان سکندر کی فوج خستہ و پریشان ہو کر دہلی کی طرف روانہ ہو گئی ، تو سلطان محمود تائید غیبی کا انتظار کرنے لگا ۔ اس نے شکار کا سلسلہ شروع کر دیا ۔ ایک دن شکار کے دوران میں ایک جاسوس نے عرض کیا کہ خواجہ جہاں اور محافظ خاں ایک بڑی فوج لے کر شادی آباد کی طرف گئے ہیں ۔ سلطان محمود اسی جگہ سے واپس ہوا ۔ حبیب خاں ، فخر الملک اور ہیم کرن کو محافظ خاں کے دفع کرنے کے لیے مقرر کیا ۔ حبیب خاں اور دوسرے سردار سولہ ربیع الثانی کو نعلچہ پہنچے ۔ اتفاق سے ان کے پہنچنے سے تین چار گھنٹہ پہلے محافظ خاں پہنچا تھا ۔ جنگ ہوئی ۔ بغاوت کی شامت کے نتیجہ میں محافظ خاں قتل ہوا ، اس کے سر کو جلایا اور مظفر و منصور اپنے لشکر کو واپس ہوئے ۔

شاہزادہ صاحب خاں اس خبر کو سن کر رنجیدہ اور ملول ہوا ۔ اس نے اپنے پاس سرداروں کی آمدورفت بند کر دی ۔ [۳۹۲] بہجت خاں اور صفدر خاں نے یہ مناسب سمجھا کہ علماء و مشائخ کو درمیان میں ڈال کر اپنی خطاؤں کی معافی چاہیں اور شاہزادہ کے لیے مملکت کے کچھ علاقہ کے واسطے التماس کریں ۔ وہ متفق ہو کر گئے اور یہ بات صاحب خاں سے

عرض کی ۔ شاہزادہ نے کہا کہ یہی بات بہت دلوں سے میرے ذہن میں تھی ، لیکن سلطان سکندر کی فوج کے آ جانے سے ملول و رنجیدہ تھا ۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ بلا دور ہو گئی ۔

بہجت خاں نے سرداروں کے مشورہ سے شیخ اولیاء کو لشکر میں بھیجا اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی اور شہزادہ کے مدد خرچ کے لیے کچھ علاقہ طلب کیا ۔ سلطان محمود نے اس بات کو تائید غیبی اور عنایت الٰہی تصور کیا ۔ قلعہ رائے سین ، قلعہ بھیلسہ ، دھمونی کو شاہزادہ کے سپرد کیا[۱] اور وقتی طور پر دو لاکھ تنکے نقد بطور مدد خرچ اور بارہ ہاتھی مرحمت کیے ۔ تسلی کے پروانے بہجت خاں اور دوسرے امراء و خوانین کے نام بھیجے بہجت خاں کے ایلچی کے ہمراہ اپنے کچھ ملازموں کو بھیجا شیخ اولیاء اور یہ بھیجے ہوئے لوگ جب چندیری کے نزدیک پہنچے ، تو بہجت خاں نے اپنے لڑکے شزرہ خاں کو ان پیغامبروں کے استقبال کے لیے بھیجا اور نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا ۔ بہجت خاں نے فرامین کے مضمون پر مطلع ہونے کے بعد رائے سین اور بھیلسہ کی حکومت کا منشور (شاہی حکم نامہ) شزرہ خاں کی معرفت صاحب خاں کے پاس بھیجا ، مگر دو لاکھ نقد تنکے اور بارہ ہاتھی اپنے پاس روک لیے ۔ بعض فتنہ پردازوں نے شاہزادہ صاحب خاں سے کہا کہ بہجت خاں نے یہ طے کر لیا ہے کہ عیدالفطر کی صبح کو نماز کے وقت آپ کو بعض مقربین کے ہمراہ گرفتار کر لے ، اسی لیے شیخ اولیاء کو لشکر میں بھیجا ہے اور عہد و پیمان کو قسم کے ذریعہ مئوکد کیا ہے اور کچھ لشکریوں کو بلا لیا ہے[۲] ۔

اس خبر کو سن کر شاہزادہ پر خوف و ہراس غالب آ گیا اور ہر وقت متفکر و پریشان رہنے لگا ۔ انتیسویں رمضان کی رات کو شاہزادہ نے [۳۹۳] غیر معروف راستہ اختیار کیا اور وہ سرحد پر سلطان سکندر کی فوج میں پہنچ گیا ۔ جب یہ خبر محمود شاہ کو ملی ، وہ انتیسویں شوال کو چندیری روانہ ہوا ۔ بہجت خاں اور شہر کے اکابر اس کے استقبال کے لیے آئے اور

۱۔ فرشتہ ۲/۲٦۵ ۔

۲۔ فرشتہ ۲/۲٦۵ ۔

معذرت چاہی - محمود شاہ نے ان کی خطائیں معاف کرکے ہر ایک کو خلعت و انعام سے سرفراز کیا - چند روز تک چندیری میں قیام کیا - وہ اس نواح کا انتظام کرکے دارالحکومت شادی آباد کو روانہ ہو گیا -

میدنی رائے نے بادشاہ کی مرضی اور استصواب رائے کے بغیر یہ حرکت شروع کی کہ سرداروں اور امیروں کو قتل کرنے لگا - روزانہ ایک شخص کو ناکردہ گناہ میں مطعون کرتا اور قتل کرا دیتا - رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ محمود شاہ کا مزاج تمام امیروں ، بلکہ تمام مسلمانوں کی طرف سے منحرف ہو گیا - اور پرانے حاکم جو سالہا سال سے غیاث شاہی اور ناصر شاہی حکومت میں دیوانی کے معاملات کے متصدی و متکفل تھے اس وفادار گروہ کو معزول کرکے میدنی رائے کے دوستوں اور احباب کو تعینات کر دیا - اس عمل سے اکثر امیر ، سردار اور ملازمین دل برداشتہ ہو گئے اور اہل و عیال کو لےکر اپنے اپنے وطن کو چلے گئے - شادی آباد کا قلعہ جو دارالعلم اور فضلاء و مشائخ کا مرکز تھا ، گنواروں کا ٹھکانہ بن گیا - یہ کیفیت ہو گئی کہ محمود شاہ سرکار کے تمام کام حتی کہ دربانی اور فیل بانی بھی میدنی رائے کے گماشتوں کے سپرد ہو گئی - کوئی حاکم باقی نہ رہا اور سلطان محمود کی خدمت میں دو سو سے زیادہ مسلمان باقی نہ رہے - مسلمان عورتوں اور سیدانیوں کو راجپوتوں نے اپنی لونڈیاں بنا لیا اور ان کو ناچ سکھا کر اکھاڑہ میں داخل کر لیا - سلطان ناصر الدین کی گانے والی عورتوں کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا[1] -

سلطان محمود راجپوتوں کی قوت اور غلبہ کو دیکھ کر مجبور ہو گیا - چونکہ ہندوستانیوں کا یہ طریقہ ہے کہ جب اپنے ملازم کو رخصت کرتے ہیں [۳۹۳] یا کسی مہمان کو وداع کرتے ہیں ، تو اس کو پان دیتے ہیں، لہذا سلطان محمود نے پان کا ایک بیڑہ آرائش خاں کی معرفت میدنی رائے کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ اب تم کو اجازت ہے کہ میرے ملک سے چلے جاؤ - راجپوتوں نے جواب دیا کہ ہم چالیس ہزار سواروں نے آج تک آپ کی بہی خواہی اور جاں نثاری میں کوئی خطا نہیں کی ہے - اور پسندیدہ خدمات انجام دی ہیں - ہم کو یہ نہیں معلوم کہ ہم سے کیا خطا

۱- فرشتہ ۲/۲۶۵ -

ہوئی ہے۔ جب آرائش خاں جواب لے کر چلا آیا ، تو راجپوت میدانی رائے کے گھر میں جمع ہوئے اور انھوں نے یہ ارادہ کیا کہ سلطان محمود کو ختم کر دیں اور میدنی رائے کے لڑکے رائے رایان کو بادشاہ بنا لیں ۔ میدنی رائے نے کہا کہ اس وقت حقیقت میں مالوہ کی سلطنت ہماری ہے ۔ اگر محمود شاہ نہ رہا ، تو سلطان مظفر گجراتی آ کر ولایت مالوہ پر قابض ہو جائے گا ، لہذا جس طرح بھی ہو سکے اپنے ولی نعمت (محمود شاہ) کی رضا مندی کے لیے کوشش کرنی چاہیے[1] ۔

میدنی رائے راجپوتوں کے مشورہ سے سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے قصوروں کی معافی چاہی اور عرض کیا کہ حضور پر پوشیدہ نہیں ہے کہ ہم غلاموں سے سوائے جاں نثاری اور خدمت کے کوئی فعل سرزد نہیں ہوا اور محافظ خاں جو سلطان کا دشمن تھا ، اس کو حضور کے اقبال سے عذاب دے کر قتل کر دیا گیا ۔ اگرچہ آدمی از سر تاپا گناہوں اور خطاؤں کا پتلا ہے ، لیکن ایسی کوئی خطا ہم سے ظہور میں نہیں آئی کہ جس سے آپ آزردہ خاطر ہوں ۔ اگر بالفرض شریعت کے تقاضہ کے مطابق ایسی کوئی نامناسب بات صادر بھی ہو گئی ہو ، تو ہم آپ کے جبلی کرم اور فکری عضو کے امیدوار ہیں کہ معاف کر دیا جائے اور اب [۳۹۵] ہم سے کوئی بات سلطان کی مرضی کے خلاف ظاہر نہیں ہوگی ۔

سلطان محمود نے طوعاً و کرہاً اس کو تسلی دے کر خطا معاف کر دی ، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ قدیم دستور کے مطابق تمام عہدے اور کارخانے انھیں (سابقہ) مسلمان عہدہ داروں کے سپرد کرتے جائیں ، ملکی معاملات میں اپنے آدمیوں کو دخل انداز نہ کرے ، (راجپوت) مسلمان عورتوں کو اپنے اپنے گھروں سے نکال دیں اور مظالم بند کیے جائیں ۔ میدنی رائے نے مصلحت وقت کے لحاظ سے شرائط کو قبول کر لیا اور سلطان کی بہت دل جوئی کی[2] ، لیکن سالباہن پوربیہ خلاف ہو گیا اور برے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں سے باز نہیں آیا ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۶۲ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۶۶ ۔

سلطان محمود نے نہایت بہادری سے ، اگرچہ اس کے پاس دو سو مسلمانوں سے زیادہ نہیں تھے ، اپنے مخصوص لوگوں سے طے کر دیا کہ جس وقت میں شکار سے واپس آؤں ، میدنی رائے اور سالباہن اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں ، تو راستہ میں ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں ۔ (سلطان محمود) دوسرے دن اس جماعت کو ایک مقام پر چھوڑ کر خود شکار کے لیے چلا گیا اور شکار سے واپس ہو کر اپنے خلوت خانہ میں گیا ۔ میدنی رائے اور سالباہن کو رخصت کر دیا ۔ اسی وقت وہ لوگ گھات سے نکلے اور میدنی رائے سالباہن کو زخمی کیا ۔ سالباہن وہیں مارا گیا ۔ میدنی رائے کے کاری زخم نہیں آیا تھا ۔ اس کو مکان پر لے گئے ۔ راجپوت اس خبر کو سن کر تیار ہوگئے اور میدنی رائے نے مکان میں جمع ہوئے تاکہ سلطان محمود کو نقصان پہنچائیں ۔ سلطان محمود اس خبر کو سن کر نہایت شجاعت و مردانگی سے صرف سولہ سوار اور چند پیادوں کے ہمراہ شہادت کے ارادہ سے محل سے نکلا اور جنگ پر آمادہ ہوا چند ہزار راجپوت مقابلہ پر آئے ۔ جنگ شروع ہوئی ۔ پوربیہ راجپوتوں میں سے ایک نے کہ جو بہادری میں مشہور تھا ، استقامت دکھائی اور سلطان (محمود) پر وار کیا ۔ سلطان نے اس کے وار کو رد کرکے اس کے دو ٹکڑے کر دیے [۳۹۶] دوسرے راجپوت نے سلطان پر برچھے کا وار کیا ۔ سلطان نے اس کا برچھا تلوار پر روکا اور اس کو بھی کمر سے دو ٹکڑے کر دیا ۔ راجپوت یہ حال دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ پھر وہ ایک جگہ جمع ہوئے اور یہ ارادہ کیا کہ عام ہجوم کرکے سلطان کو مار ڈالیں[1] ۔

جب میدنی رائے کو اس ارادہ کی خبر ہوئی ، تو اس نے کہا کہ محمود شاہ میرا ولی نعمت ہے ۔ اگر اس کے حکم سے مجھے زخمی کیا ہے ، تو تم لوگوں کو اس سے کیا مطلب ۔ اگر اس کی سلطنت کا سایہ ہمارے سروں پر نہ ہو ، تو سلطان مظفر گجراتی بھیجے نکال دے ۔ میدنی رائے کی یہ گفتگو سن کر راجپوت اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے اور فتنہ فرو ہو گیا ۔ اسی رات کو میدنی رائے نے سلطان کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ چونکہ میری تمام عمر میں بہی خواہی اور نمک حلالی کے سوا مجھ سے

۱- فرشتہ ۲/۲۶٦ ۔

کوئی اور فعل سر زد نہیں ہوا ہے ، اس لیے اس زخم سے میری جان بچ گئی ۔ اگر حقیقت میں میرے مارے جانے سے سلطنت کے کام درست ہو جائیں ، تو کچھ مضایقہ نہیں ہے ۔ محمود شاہ نے کہا کہ مجھ کو تحقیق ہو گئی ہے کہ میدنی رائے میرا خیر خواہ ہے اور کمال خیر خواہی سے اس نے کل رات سر پھرے راجپوتوں کو فتنہ و فساد سے روک دیا ۔ اس کے بعد میں اس کی طبیعت کے زخموں کا علاج اپنی عنایت و مہربانی کے مرہم سے کروں گا ۔

چند روز کے بعد اس کے زخم بھرگئے اور وہ پانچ سو مسلح راجپوتوں کے ہمراہ سلام کے لیے حاضر ہوا ۔ اس کے بعد وہ اسی طرح سلام کے لیے آتا تھا ۔ محمود شاہ نے نہایت جرأت و بہادری سے قدیم طریقہ کے مطابق اس سے سلوک کیا اور تسلی دے کر اسے دربار میں بھیجا ۔ تا کہ ملکی معاملات کا انتظام کرے[1] ۔

جب ایک مدت اچھی طرح گزر گئی اور اس نے دیکھا کہ سلطنت میں صرف اس کا نام باقی رہ گیا ہے ، تو ۹۲۰ھ/۱۵۱۴ء کے کسی مہینہ میں وہ شکار کے بہانے سے قلعہ مندو سے باہر نکلا ۔ رانی کنیا کو جو اس کی محبوب بیوی تھی ہمراہ لیا ۔ راجپوتوں کی وہ جماعت کثیر جو ہمیشہ اس (سلطان محمود) کی نگرانی کے لیے اس کے ساتھ رہا کرتی تھی اور اس کے چاروں طرف گشت کرتی رہتی تھی ، (اس کے بارے میں) سلطان محمود نے اپنے میر آخور سے جو اس کا قدیم خدمت گار تھا ، خلوت میں کہا کہ کل میں شکار کے لیے جاؤں گا اور راجپوتوں کو [۳۹۰] شکار کے پیچھے اتنا دوڑاؤں گا کہ جب وہ لشکر میں آئیں گے ، تو ان میں حرکت کرنے کی بھی قوت باقی نہ رہے گی ۔ جب آدھی رات گزر جائے ، تو تین تیز رفتار گھوڑے آراستہ کرکے تیار رکھنا اور مجھے اطلاع کر دینا ۔ دوسرے روز (سلطان محمود) شکار کو گیا اور صبح کو واپس آیا ۔ زیادہ محنت کی وجہ سے راجپوت سو گئے ۔ میر آخور (اصطبل کے منتظم) نے حکم کے مطابق تین گھوڑے آراستہ کرکے باہر نکالے اور سلطان کو اطلاع دی ۔ محمود شاہ تائید الٰہی پر بھروسہ کرکے ان گھوڑوں کے پاس پہنچا اور وہ تینوں جنگل

۱- فرشتہ ۲/۲۶۶ ۔

کو روانہ ہو گئے ۔ منزلیں طے کرنے کے بعد گجرات کی سرحد میں جب قصبہ دھود پہنچے ، تو سلطان مظفر گجراتی کے تھانیدار قیصر خاں نے اس کا استقبال کیا اور مہمان نوازی کی خدمات انجام دیں ، سرا پردہ اور ضروریات کی چیزیں پیش کیں ۔ سلطان مظفر کو عریضہ لکھ کر بھیجا اور سلطان محمود کے آنے کی اطلاع دی ۔ جب سلطان مظفر کو یہ عریضہ جاپانیر میں ملا ، تو اس نے خدا کا شکر ادا کرکے قیصر خاں ، تاج خاں ، قوام الملک اور دوسرے بڑے بڑے سرداروں کو استقبال کے لیے بھیجا ۔ عراقی گھوڑے ، چند ہاتھی ، توشہ خانہ کا سامان ، سرخ سرا پردہ ، فراش خانہ کا اسباب اور وہ کارخانے بھیجے جو بادشاہوں کے لیے ضروری ہوتے ہیں ۔ وہ (سلطان مظفر) خود بھی چند منزل تک استقبال کے لیے گیا ۔ اس کے بعد ایک منزل پر تخت پر قران سعدین اور اجتماع نیرین ہوا (دونوں بادشاہوں کی ملاقات ہوئی) ۔ مظفر نے مروت و سخاوت کا اظہار کیا ۔ بزرگانہ طریقہ سے حالات دریافت کیے اور شاہانہ تحفے پیش کرکے اس کی دلدہی اور تسلی فرمائی[1] ۔

چند روز کے بعد سلطان مظفر آراستہ لشکروں کے ساتھ ملک مالوہ کی طرف روانہ ہوا ۔ جب دھارا کے قریب پہنچا ، تو رائے پتھورا نے قلعہ مندو کو مضبوط کیا اور قلعہ داری میں مشغول ہوا ۔ میدنی رائے اور سلاہدی چند ہزار راجپوتوں کے ساتھ چتوڑ پہنچے اور رانا سانگا سے پناہ کے طالب ہوئے ۔ سلطان مظفر نے [۳۹۸] قلعہ مندو کا محاصرہ کرکے مورچے تقسیم کر دیے ۔ چند روز کے بعد رائے پتھورا عاجزانہ حاضر ہو کر امان کا طالب ہوا اور اپنی جاگیر کے لیے چودہ پرگنوں کی درخواست کی ، سلطان مظفر نے نہایت مہربانی سے اس کی درخواست کو منظور کر لیا ۔ دوسرے دن رائے پتھورا نے پھر سے پیغام بھیجا کہ چونکہ ہم سے بہت سی نامعقول حرکات سر زد ہو چکی ہیں ، لہذا ہم پر خوف اور ناامیدی طاری ہے ۔ اگر لشکر تین کوس پیچھے ٹھہرے ، تو میں اپنے اہل و عیال کو لے کر قلعہ سے نکل جاؤں اور جس کو حکم دیں میں قلعہ اس کے سپرد کر دوں ۔ سلطان مظفر اس مکار گروہ کی درخواست قبول کرکے تین کوس پیچھے

۱- فرشتہ ۲/۲٦٦ ۔ ۲٦۷ ۔

ٹھہرا ۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ رائے پتھورا دفع الوقتی کر رہا ہے اور رانا سانگا اور میدنی رائے کے آنے کا منتظر ہے ۔

سلطان مظفر جنگ مقابلہ کے لیے واپس لوٹا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ اس دوران میں یہ خبر ملی کہ میدنی رائے اور سلاہدی نے رانا سانگا کو معقول رقم دے کر معاہدہ کیا ہے کہ وہ اس نواح کے تمام زمینداروں کو مدد کے لیے لائے گا ۔ اور وہ سب شہر اجین کے قریب آ گئے ہیں ۔ سلطان مظفر نے اسیر و برہان پور کے حاکم اعظم ہمایوں عادل خاں کو جو سلطان مظفر کا بھانجا اور داماد تھا اور فتح خاں اور قوام الملک کو میدنی رائے اور رانا سانگا کی گوشمالی اور تادیب کے لیے تعینات کیا اور خود قلعہ مندو کو فتح کرنے کا ارادہ کیا ۔ اتفاق سے ایک شخص نے آ کر پہاڑ پر چڑھنے کا سہل راستہ بتایا اور کہا کہ رائے پتھورا وہاں تھوڑے سے آدمیوں کو چھوڑ گیا ہے ۔ چونکہ کل ہولی کا دن ہے ، لہذا راجپوت اپنے اپنے مکانوں میں شغل و تفریح میں مشغول ہوں گے ۔ اگر ہولی کے دن دوسرے مورچوں پر جنگ کر کے لشکر کی واپسی ہو جائے اور پھر فوج اسی راستہ پر بھیج دی جائے اور دوسری فوج مدد و کمک کے لیے رہے ، تو ممکن ہے کہ قلعہ قبضہ میں آئے ۔

سلطان مظفر نے اس کی رائے کو پسند کر کے اسے انعام و عنایت سے نوازا اور سولھویں صفر ۹۲۴ھ/۱۵۱۸ء کو گجرات کے لشکریوں [۳۹۹] نے حملہ کر دیا اور مردانہ کارنامے ظہور میں آئے ۔ راجپوتوں نے بھی بہت کوشش کی ۔ گجرات کی سپاہ نے وقت سے پہلے واپسی کا نقارہ بجا دیا اور فوجیں اپنے اپنے مورچوں پر پہنچ گئیں ۔ راجپوتوں نے بہت کوشش کی ، لیکن ہولی کا دن ہونے کی وجہ سے ان کے سرداروں نے مورچوں پر بہت تھوڑے سے آدمی چھوڑے تھے اور خود اپنے اپنے ٹھکانوں پر آرام کر رہے تھے ۔ جب آدھی رات گزری ، تو تاج خاں اور عماد الملک بہادروں کی ایک فوج لے کر قلعہ مندو کے فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے ۔ جب تھوڑا راستہ طے کر لیا ، تو عماد الملک نے اس رہنمائی کو نظر میں رکھا اور وہ مقررہ راستہ سے نکلا ۔ تاج خاں دوسرے راستہ سے پہاڑ پر چڑھا ۔ عماد الملک جب قلعہ کی دیوار کے نزدیک پہنچا ، تو معلوم ہوا کہ راجپوت سو رہے ہیں اور ان کو فوج کے آنے کی خبر

بھی نہیں ہوئی ۔ فوراً فرنگی نیزوں سے سیڑھیاں بنائیں اور فوج کو قلعہ کی دیوار پر چڑھا دیا ۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ راجپوت خواب اجل میں غافل ہیں ، تو آہستہ آہستہ زمین پر اتر کر (قلعہ کا) دروازہ کھول دیا ۔ دروازہ کھولنے کے دوران میں راجپوت آ گئے ، لیکن جو بہادر قلعہ کے باہر تھے انھوں نے حملہ کر دیا اور وہ خود قلعہ میں داخل ہو گئے اور چند راجپوتوں کو ٹکڑے کر دیا ۔ جو تلواروں سے بچے وہ بھاگ گئے[1] ۔

جب یہ خبر رائے پتھورا کو ملی ، تو اس نے اپنے سے پہلے شادی خان پوربیہ کو پانچ سو مسلح راجپوتوں کے ساتھ عماد الملک کے دفعیہ کے لیے بھیجا اور خود چند ہزار راجپوتوں کے ہمراہ شادی خاں کے پیچھے چلا ۔ گجراتی بہادروں نے تیر اندازی شروع کر دی اور ان لوگوں کو جو شادی خاں کے آگے آگے آ رہے تھے ، تیروں کے نشانوں پر رکھ لیا ۔ وہ جان لیوا زخموں سے ایسے زخمی ہوئے جیسے سور زخمی ہوتا ہے اور بھاگ کھڑے ہوئے ۔ اسی موقع پر سلطان محمد گجراتی اسی راستہ سے قلعہ میں داخل ہوا ۔ جب قلعہ والوں کی نظریں مظفری جھنڈوں پر پڑیں ، تو وہ اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور جوہر [۴۰۰] کیا ۔ جیسا کہ راجپوتوں کا طریقہ ہے کہ اضطراب کے وقت اپنے گھروں میں آگ دے کر اپنے اہل و عیال کو قتل کر دیتے ہیں اور جلا ڈالتے ہیں ۔ اس عمل کو جوہر کہتے ہیں ۔ گجراتی بہادر گروہ در گروہ راجپوتوں کے مکانوں اور گھروں میں داخل ہو کر قتل عام کرنے لگے ۔ اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ اس رات کو اور کچھ دن چڑھے تک انیس ہزار راجپوت قتل ہوئے اور اس قدر مال غنیمت اور قیدی گجرات کے لشکر کے ہاتھ آئے کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ۔

اللہ کی نصرت و تائید سے فتح ہوئی اور نمک حرام راجپوت اپنی سزاؤں کو پہنچے ۔ سلطان محمود نے آ کر مبارک باد دی اور جلدی میں پوچھ بیٹھا کہ خداوند جہاں میرے متعلق کیا فرماتے ہیں ۔ سلطان مظفر نے نہایت بزرگانہ انداز میں کہا کہ ممالک مالوہ کی سلطنت تم کو مبارک

۱- فرشتہ ۲/۲۶۷ ۔

ہو ۔ سلطان محمود کو قلعہ مندو میں چھوڑا اور خود اسی وقت واپس ہو کر اپنے لشکر میں پہنچا ۔ دوسرے دن اس منزل سے روانہ ہو کر رانا سانگا کی تادیب کے لیے اجین کی طرف چلا ۔ جب قلعہ دھارا پر پہنچا ، تو یہ خبر ملی کہ عادل خاں اور دوسرے سردار ابھی تک قصبہ دیپال‌پور بنہریہ سے آگے نہیں بڑھے ہیں ۔ رانا سانگا قلعہ فتح ہونے کی خبر سن کر بھاگا اور اپنی ولایت کو چلا گیا ۔ اس نے پہلی رات میں ستائیس کوس کا راستہ طے کرکے میدنی رائے اور سلاہدی کو اپنے ساتھ لیا ۔ سلطان مظفر نے اس خبر کو سن کر خدا کی حمد اور شکر ادا کیا ۔ عادل خاں اور دوسرے سرداروں کو طلب کیا ۔ سلطان محمود اس منزل پر سلطان مظفر کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ایک دن قلعہ شادی آباد میں قیام کرکے میری عزت افزائی فرمائیں :

بیت

ازاں طرف نہ پذیرد کمال تو نقصان
و زیں طرف شرف روزگار ما باشد

[۱۰۰م] سلطان مظفر نے لشکر کو قصبہ دھارا میں چھوڑا اور خود قلعہ شادی آباد میں چلا گیا ۔ سلطان محمود نے مہمان نوازی کے لوازم پورے کیے اور بادشاہ کے لائق تحفے نذر کیے ۔ سلطان مظفر صحبت و جلسہ سے فارغ ہو کر عمارتوں اور باغوں کی سیر کو گیا ۔ پھر اپنے لشکر میں آ گیا اور وہاں سے مظفر و منصور گجرات کو چلا گیا ۔

سلطان محمود نہایت محبت و خلوص سے رخصت کرنے کے لیے چند منزل تک ساتھ گیا ۔ سلطان مظفر نے آصف خاں گجراتی کو چند ہزار سواروں کے ساتھ کمک کے لیے چھوڑا اور سلطان محمود کو رخصت کر دیا اور معذرت چاہی ۔ سلطان محمود نے آصف خاں کے مشورہ سے قلعہ شادی آباد میں قیام کیا ۔ پرانے امیروں ، سرداروں اور سپاہیوں کو تسلی آمیز خطوط بھیجے اور ان کو طلب کیا ۔ اس کے قدیم نوکر اور امیر جہاں کہیں تھے ، نہایت خوش اور بشاش ہوئے اور مندو کی طرف روانہ ہوئے ۔ جب سلطان محمود کے پاس بہت لشکر جمع ہوگیا ، تب آصف خاں کے صلح و مشورہ سے ابہیم کرن کے مقابلہ کے لیے کہ جو میدنی رائے کی

طرف سے قلعہ کاکروں کا محافظ تھا ، روانہ ہوا ، میدنی رائے کو جب یہ معلوم ہوا ، تو اس نے رانا سانگا سے کہا کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے ، وہ سب قلعہ کاکروں میں ہے اور میں نے تم سے اس بات کی التجا کی تھی کہ ملک مالوہ کو صاف کرکے میرے حوالہ کر دیا جائے ۔ اب یہ نوبت پہنچ گئی کہ جو کچھ بھی میرے پاس ہے ، وہ لوگ زبردستی لے جائیں گے ۔

رانا سانگا کو جہالت و غیرت کی وجہ سے جوش آ گیا ۔ وہ چند ہزار خونخوار راجپوتوں کو قلعہ سے لے کر کاکروں کی طرف روانہ ہوا ۔ جب یہ خبر سلطان محمود کو ملی ، تو وہ نہایت جرأت اور دلیری کے ساتھ محاصرہ کاکرون کو خلاف احتیاط ترک کرکے رانا سانگا سے جنگ کے لیے تیار ہو گیا ۔ وہ اکثر دن کو سفر کرتا تھا ۔ اتفاق سے جس دن کہ جنگ [۴۰۲] ہوگی ، سلطان محمود کافی راستہ طے کرنے کے بعد رانا سانگا سے سات کوس کے فاصلہ پر پہنچ گیا ۔ جب یہ خبر رانا سانگا کو ملی ، تو اس نے اپنے سرداروں کو بلا کر کہا کہ مصلحت یہی ہے کہ اس وقت غنیم پر چڑھائی کر دینی چاہیے ۔ اس وجہ سے کہ اس نے بہت راستہ طے کیا ہے اور اس میں لڑنے کی طاقت نہ ہوگی ۔ اگر تیز رفتاری کے ساتھ پہنچیں ، تو اسے فوج کو آراستہ کرنے کا بھی موقع نہ ملے گا اور کام بڑی آسانی سے ہو جائے گا ۔ راجپوتوں اور سرداروں نے اس کی رائے کی تحسین و تصدیق کی ، سوار ہوئے اور فوجیں آراستہ کرکے روانہ ہو گئے ۔

جب وہ سلطان محمود کے لشکر کے قریب پہنچے ، تو اسی طرح جیسا کہ میں نے کہا تھا ، سلطان محمود کے لشکری ایک ایک دو دو جنگ کے لیے آتے تھے اور شہید ہو جاتے تھے ۔ چونکہ یہ جنگ بے ترتیبی سے ہوئی ، اس لیے بتیس سردار پرانے معتبر آدمیوں سے شہید ہو گئے ۔ گجرات کے لشکر میں سے آصف خاں مع پانچ سو سوار ۰، کے شہید ہو گیا اور محمود کے لشکر کو بُری طرح شکست ہوئی ۔

سلطان محمود چونکہ نہایت دلیر اور بہادر تھا ، لہذا صرف دو تین سواروں کے ہمراہ بہادری کے ساتھ کھڑا رہا ۔ جب راجپوتوں کی فوج اُس کی طرف متوجہ ہوئی ، تو وہ بہت تیز رفتار گھوڑے کو حرکت میں لایا

اور اس فوج میں جو تلواروں اور برچھیوں کے دریا کے مانند تھی ، غوطہ لگایا - اس کے جوشن پر سو سے زیادہ زخم لگے - چونکہ اس کے جسم پر دو جوشن تھے ، اس لیے پچاس زخم دوسرے جوشن کو کاٹ کر اس کے جسم پر لگے - باوجود اتنے زخموں کے اس نے غنیم کی طرف سے منہ نہ موڑا - جب وہ گھوڑے کی پیٹھ پر سے زمین پر گر گیا ، تو راجپوت اس کو پہچان کر رانا سانگا کے پاس لے گئے - ہر ایک راجپوت نے اس کی تعریف کی اور اس پر فدا ہونے لگے اور اس کی بہادری کی تعریف کرتے تھے - رانا سانگا دست بستہ سلطان کے سامنے کھڑا ہو گیا اور خدمات انجام دے کر اس کے علاج میں [۳۰۴] مشغول ہوا - جب سلطان محمود کو صحت ہو گئی ، تو رانا سانگا نے عرض کیا کہ تاج عنایت کرکے میری عزت افزائی کیجیے - سلطان محمود نے موتی اور جواہرات سے آراستہ تاج رانا سانگا کو دے کر رضا مند کیا - رانا سانگا نے دس ہزار راجپوت سوار سلطان محمود کے ہمراہ کیے اور خود مندو کو روانہ ہو گیا -

اہل دانش پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ رانا سانگا کا یہ کام سلطان مظفر کے کام سے بہتر ہوا ، اس لیے کہ سلطان مظفر نے پناہ گزین کی مدد کی اور رانا سانگا نے دشمن کو جنگ میں گرفتار کرکے اس کو سلطنت دے دی - ایسے واقعہ کی دوسری مثال نہیں سنی گئی کہ کسی اور نے بھی ایسا کیا ہو[1] -

مختصر یہ کہ اس خبر کو سن کر سلطان مظفر نے ایک بڑی فوج بطور کمک بھیجی اور اپنے محبت نامہ کے ذریعہ سے سلطان محمود کی تسلی و تشفی کرکے مزاج پرسی کی - ایک زمانہ دراز تک گجرات کا لشکر ولایت مالوہ میں رہا - جب سلطان محمود کی حکومت حقیقت میں مستحکم ہو گئی ، تو اس نے شکریہ کا خط لکھ کر سلطان مظفر کو بھیجا اور عرض کیا کہ چونکہ ملکی معاملات حسب منشا درست ہو گئے ہیں ، لہذا گجرات کے لشکر کو بلا لیجیے - سلطان مظفر نے اپنا لشکر واپس بلا لیا - گجرات کے لشکر کے جانے کے بعد سلطان محمود کی حکومت میں پھر کمزوری پیدا ہو گئی اور اکثر علاقے اس کے قبضہ سے نکل گئے - ملک کے

۱- فرشتہ ۲/۲٦۸ -

کچھ حصہ پر رانا سانگا زبردستی قابض ہو گیا ۔ سارنگ پور کی سرحد سے بھیلسہ و رائے سین تک سلہدی پوربیہ نے اپنے قبضہ میں کر لیا اور ایک طرف ہو گیا ۔ سیواس کے نواح اور مضافات پر سکندر خاں قابض ہو گیا اور مالوہ کی ولایت میں سے دسواں حصہ محمود شاہ کے قبضہ میں رہ گیا ۔ آٹھ ہزار سوار اس کے پاس تھے ۔ اگرچہ [۴۰۴] رانا سانگا کی یہ طاقت تھی کہ تمام ولایت مالوہ پر قبضہ کر سکتا تھا ، لیکن سلطان مظفر کے لحاظ سے اس نے ایسا نہیں کیا ۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں سلطان مظفر کا انتقال ہو گیا ۔ دشمنوں کو طاقت اور غلبہ حاصل ہو گیا ۔ سلہدی کی سرکشی و قوت حد سے زیادہ ہو گئی ۔ ۹۲۶ھ/۱۵۲۰ء میں سلطان محمود نے لشکر جمع کرکے ولایت بھیلسہ کا رخ کیا ۔ سلہدی نے سارنگ پور کے نواح میں آ کر جنگ کی ۔ سلطان محمود کے لشکر کو شکست ہوئی - سلطان صرف بیس سواروں کے ہمراہ میدان جنگ میں نہایت مستقل مزاجی سے کھڑا رہا ، تیر اندازی سے مردانگی کی داد دیتا رہا اور نامور بہادروں کو ہلاک کرتا رہا ۔ نوبت یہ پہنچی کہ سلہدی بھاگ کر نکل گیا ۔ سلطان محمود نے کچھ دور اس کا تعاقب بھی کیا اور چوبیس ہاتھی لے کر مندو کو واپس ہو گیا ۔ اس کے بعد سلہدی ، صلح کا خواستگار ہوا ۔ ندامت کا اظہار کیا ۔ نذرانے اور تحفے سلطان (محمود) کی خدمت میں پیش کیے اور سابقہ تقصیرات کی معافی چاہی ۔

جب ۹۳۲ھ میں سلطان مظفر کا انتقال ہو گیا اور سلطان بہادر بادشاہ ہوا ، تو چاند خاں بن سلطان مظفر سلطان محمود کے پاس آیا ۔ چونکہ سلطان اس کے باپ کا احسان مند تھا ، لہذا اس نے چاند خاں کی بہت تعظیم کی اور کوئی دقیقہ اس کی دلدہی میں اٹھا نہ رکھا ۔ رضی الملک نے کہ جو سلطان مظفر کے معتبر سرداروں میں سے تھا اور گجرات سے بھاگ کر فردوس مکانی بابر بادشاہ کی خدمت میں چلا گیا تھا ، پوری کوشش کی کہ گجرات کی حکومت [۴۰۵] چاند خاں کے قبضہ میں پہنچ جائے ۔ اس ارادہ کو پورا کرنے کے لیے وہ آگرہ سے مندو آیا اور چاند خاں سے مشورہ کرکے آگرہ واپس چلا گیا[۱] ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۶۸ -

جب یہ خبر سلطان بہادر کو ملی ، تو اس نے سلطان محمود کو ایک خط لکھا کہ خلوص و محبت سے یہ بات بعید تھی کہ ہمارے حرام خور کو چھوڑ دیا جائے۔ اس نے چاند خاں کے پاس آ کر فتنہ انگیزی کی کوشش کی ہے ۔ کچھ عرصہ کے بعد رضی الملک پھر مندو آ کر آ گرہ واپس ہو گیا ۔ اس مرتبہ سلطان بہادر نے کوئی پیغام نہیں بھیجا ، لیکن یہ ارادہ کر لیا کہ سلطان محمود کو سزا دے ۔ جب برابر والوں کو یہ بات معلوم ہوئی کہ سلطان محمود کو اب گجرات سے کمک و مدد نہیں ملے گی اور خود اس کی حیثیت نہیں ہے کہ دشمن سے شوکت و قوت کے ساتھ نپٹ سکے ، تو رائے رتن سین بن رانا سانگا تمام تیاری کے ساتھ مالوہ کی طرف متوجہ ہوا ۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں سلطان بہادر بھی مفسدوں اور سرکشوں کو سزا دینے کے لیے مالوہ کی سرحد کے قریب تک آ گیا ۔ سلطان محمود نے پریشان ہو کر معین خاں ابن سکندر خاں کو سیواس سے اور سلہدی کو اپنی مدد کے لیے بلایا ۔ جب وہ محمود کے پاس پہنچے ، تو اس نے معین خاں کو مسند عالی کا خطاب دیا اور اس کو سرخ سرا پردہ عنایت کیا جو بادشاہوں کے لیے مخصوص ہے ۔ سلہدی کو کچھ پرگنے دے کر اس کی دل جوئی کی اور معین خاں جو درحقیقت ایک تیل بیچنے والے کا لڑکا تھا اور سکندر خاں نے اس کو اپنی فرزندی میں لے لیا تھا ، سلطان محمود کے پاس سے بھاگ کر سلطان بہادر کے پاس موضع سنبل میں چلا گیا اور اپنے ولی نعمت (سلطان محمود) کی شکایت دربار میں کی[1] ۔

جب یہ خبر سلطان محمود کو ملی ، تو اس نے دریا خاں کو سلطان بہادر کی خدمت میں بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ چونکہ آپ کے خاندان کی تربیت کے حقوق میرے ذمہ ہیں اور آپ کے اور میرے درمیان کوئی فرق نہیں ہے ، لہذا میں چاہتا ہوں کہ حاضر ہو کر سلطنت کی مبارک باد [۳۰۶م] دوں ۔ سلطان محمود کے ایلچی نے رمزو کنایہ میں ظاہر کیا کہ سلطان محمود اس وجہ سے شرمندہ ہے کہ اس نے چاند خاں کو پناہ دی اور اسی وجہ سے اس کو آنے کی ہمت نہیں ہوتی ۔ سلطان بہادر نے تسلی دے کر کہا کہ میں چاند خاں کی وجہ سے رنجیدہ نہیں ہوں اور اس کے سپرد کرنے کی تکلیف

۱۔ فرشتہ ۲/ ۲۶۸ - ۲۶۹ ۔

بھی نہیں دوں گا ۔ وہاں سے متواتر کوچ کرکے دریائے کرخی کے کنارے پر پہنچا ۔ پانچ دن کے بعد اس منزل پر رانا سانگا کا لڑکا رتن سین اور سلہدی پوربیہ سلطان بہادر کی خدمت میں آئے ۔ دونوں نے سلطان محمود کی شکایت کی ۔ رتن سین اسی منزل سے رخصت ہو کر چتور گیا ۔ سلطان بہادر کوچ کرکے وہاں سے موضع سنبلہ پہنچا اور سلطان محمود کے آنے کا متوقع رہا ، لیکن چونکہ سلطان محمود کو معلوم ہو چکا تھا کہ اس کی شکایت بار بار سلطان بہادر کے حضور میں ہو چکی ہے ، لہذا سکندر خان کے نوکروں کو سزا دینے کے بہانہ سے اس نے اجین سے کوچ کیا اور سیواس کی طرف چلا گیا ۔

اتفاق سے وہ شکار کھیلتے ہوئے ایک دن گھوڑے سے گر پڑا اور اس کا سیدھا ہاتھ ٹوٹ گیا ۔ سلطان بہادر متواتر کوچ کرتا ہوا مندو کی طرف متوجہ ہوا ۔ ہر منزل پر سلطان محمود کے نوکر اس سے علیحدہ ہو کر سلطان بہادر کے پاس چلے جاتے تھے ۔ قصبہ دھار میں شرزہ خاں آ کر اس سے مل گیا جو ایک معتبر سردار تھا[1] ۔ جب وہ نعلچہ کے قلعہ میں پہنچا ، تو قلعہ کا محاصرہ کرکے مورچے تقسیم کر لیے اور خود محمد پور میں ٹھہرا ۔ سلطان محمود تین ہزار آدمیوں کے ساتھ مندو کے قلعہ میں قلعہ بند ہوگیا ۔ ہر رات [۲۰۷] ایک مرتبہ تمام مورچوں کو دیکھ کر مدرسہ سلطان غیاث الدین میں آرام کرتا ۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ قلعہ کے آدمی منافقت کر رہے ہیں اور سلطان بہادر سے قول و قرار کر لیا ہے، تو مدرسے سے نکل کر اپنے محل میں چلا آیا اور جشن کا انتظام کیا اور لہو و لعب میں مشغول ہوگیا بعض بہی خواہوں نے اس بارے میں عرض کیا کہ یہ عیش و عشرت کا کیا موقع ہے ۔ اس نے کہا کہ چونکہ اب میرا آخری وقت ہے ، لہذا چاہتا ہوں کہ عیش و عشرت میں گزاروں ۔

نویں شعبان ۹۳۷ھ/۱۵۳۱ء کو صبح صادق کے وقت بہادر شاہی لشکر کے جھنڈے قلعہ مندو سے ظاہر ہوئے ۔ اسی وقت چاند خان بن سلطان مظفر قلعہ سے نکل کر فرار ہوگیا اور سلطان محمود مسلح ہو کر تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ مقابلہ پر آیا ۔ جب اس نے خود میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی ، تو اپنے حرم کا مار ڈالنا اپنے مرنے پر مقدم سمجھا ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۶۹ ۔

تقریباً ایک ہزار سواروں کے ساتھ اپنے محلوں کی طرف روانہ ہوا ۔ اس کے آدمی گھوڑوں کو باہر چھوڑ کر محلوں میں آ گئے ۔ سلطان بہادر کی فوجوں نے محلوں کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا ۔ سلطان بہادر نے پیغام بھیجا کہ سلطان محمود ، اس کے اہل حرم اور اس کے سرداروں کو امان ہے اور کوئی شخص کسی کی عزت یا مال کا خواہاں نہ ہوگا - بعض مقربین نے سلطان محمود کو اہل حرم کو قتل کرنے سے روک دیا اور کہا کہ اگرچہ گجرات کا بادشاہ تمھارے خلاف ہے ، لیکن اس کی بدی دوسروں کی نیکی کے مقابلہ میں بہتر ہوگی اور گمان غالب ہے کہ اگر تم خود جا کر اس سے ملاقات کرو ، تو وہ یہ ملک تمھارے سپرد کر دے ۔ اسی دوران میں سلطان بہادر [۴۰۸] سلطان محمود کی حویلی میں داخل ہو گیا اور لعل محل کی چھت پر امیروں کے ہمراہ قیام کیا ۔ سلطان محمود کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا ۔ سلطان محمود سرداروں کو محل میں چھوڑ کر خود مع سات سرداروں کے سلطان بہادر کے پاس پہنچا ۔

سلطان (بہادر) اس کی تعظیم و تکریم بجا لایا ۔ دونوں بادشاہ آپس میں بغل گیر ہوئے ۔ سلطان محمود نے گفتگو میں کسی قدر سختی کی ۔ جلسہ کے ختم ہونے تک دونوں خاموش رہے ، لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ سلطان بہادر کے چہرہ سے کچھ ناگواری کا اظہار ہو رہا تھا ۔ اس جلسہ میں جو باتیں ہوئیں وہ یہ تھیں کہ ہم نے محمود شاہی سرداروں کو امان دی ، وہ اپنے اپنے گھروں میں جا کر آرام کریں اور جو کوئی سلطان کے حرم میں ہے اس کو بھی امان دی ۔ فوجی سرداروں اور نقیبوں کو حکم دیا کہ لوگوں کو محل سے نکال دیں ۔ کچھ دیر کے بعد آصف خاں کو سو مسلح آدمیوں کے ساتھ سلطان محمود کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور خود محل کے اندر چلا گیا ۔ دوسرے دن دسویں شعبان کو ان سات آدمیوں کو بھی جو سلطان محمود کے ساتھ آئے تھے ، امان دے کر رخصت کر دیا ۔ جمعہ کے دن بارھویں شعبان کو دارالحکومت شادی آباد کے منبروں پر سلطان بہادر کا خطبہ پڑھا گیا اور ہفتہ کی شب میں سلطان محمود کے پیروں میں زنجیر ڈال دی - اس کو (اس کے) سات لڑکوں کے ہمراہ جن میں سے سب سے بڑے کا خطاب سلطان غیاث الدین تھا ، آصف خاں اور اقبال خاں کے سپرد کیا تاکہ جاپانیر کے قلعہ میں لے جا کر ان کی نگرانی کریں -

شب براتِ، چودھویں شعبان کو ملیھہ باد کے مقدم رائے سنگھ نے ہزار بھیاوں اور کولوں کے ساتھ آصف خاں اور اقبال خاں کے لشکر پر شب خون مارا ۔ اسی وقت سلطان محمود نے لیلۃ البرأت کی نماز سے فارغ ہو کر تکیہ پر سر رکھا تھا [۴۰۹] کہ شور و غوغا برپا ہوا ۔ جب بیدار ہوا، تو اس نے اپنے پیروں کی زنجیریں توڑ ڈالیں ۔ اس موقع پر نگہبانوں کے اس خوف سے کہ کہیں فرار نہ ہو جائے اور ملک میں فتنہ و فساد ہو، اس (سلطان محمود) کو شہید کر دیا :

بیت

ز ہے سگ بازیٔ خرچ زبوں گیر
کہ شیراں را سگاں سازند نخچیر

اس رات کی صبح کو آصف خاں اور اقبال نے اس کی تجہیز و تکفین کرکے دھود کے حوض کے کنارے دفن کر دیا اور اس کے ساتوں لڑکوں کو جاپانیر میں قید کر دیا ۔ اس (سلطان محمود) کی سلطنت کا زمانہ بیس سال چھ ماہ اور گیارہ دن ہوا[۱] ۔

ذکر سلطان بہادر

سلطان محمود کے مرنے کے بعد ولایت مالوہ، سلطان بہادر کے قبضہ میں آ گئی ۔ سلطان محمود کے اکثر سردار اس کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ چونکہ سلہدی پوربیہ تمام سرداروں سے پہلے اس کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اس لیے سرکار اجین، سارنگ پور اور قلعہ رائے سین اس کی جاگیر میں دے دیے گئے ۔ خود برسات کے بعد برہان پور کی سیر کو گیا ۔ بھوپت ولد سلہدی ہمراہ تھا ۔ چونکہ سلہدی کے طور طریقوں سے سرکشی و بغاوت کے آثار ظاہر ہوئے تھے، لہذا واپسی کے وقت ابن نصیر کو سلہدی کے بلانے کے لیے بھیجا ۔ اس نے بہانہ کرکے ٹال دیا ۔ یہاں تک کہ قصبہ دھار میں وہ (سلہدی) فوت ہو گیا ۔ جیسا کہ طبقہ گجرات میں ذکر ہوا ہے، سلطان بہادر تمام پوربیوں کو سزا دینے کے لیے اجین

۱- فرشتہ ۲/۲۶۹ - ۲۷۰ -

روانہ ہوا سلہدی کا لڑکا بھوپت اجین سے بھاگ کر چتور پہنچا ۔ سلطان بہادر نے اجین دریا خان مندو والے کو دیا اور رائے سین چلا گیا ۔ راستہ میں حبیب خان کو آشتہ اور ملو خان بن ملو خان کو سارنگ پور چھوڑ کر خود قلعہ رائے سین کا محاصرہ کر لیا ۔ جب محاصرہ کی مدت نے طول پکڑا ، [۴۰۱] تو عجیب و غریب واقعات رونما ہوئے ۔ بدبخت سلہدی باوجودیکہ مسلمان ہوگیا تھا ، جوہر کرکے مر گیا ۔ یہ قصہ تفصیل کے ساتھ سلطان بہادر کے حالات میں تحریر ہوا ہے ۔ سلطان بہادر نے قلعہ رائے سین اور اس صوبہ کو سلطان عالم کالپی وال کے سپرد کر دیا اور خود گجرات چلا گیا ۔ اختیار خان کو قلعہ مندو کی حکومت و انتظام پر چھوڑ کر چاپانیر چلا گیا ۔

۹۴۰ھ/۳۴-۱۵۳۳ء میں لشکر فراہم کرکے چتور کی فتح کا ارادہ کیا ۔ محاصرہ کرنے کے بعد بعض امور کی وجہ سے صلح کرکے پھر احمد آباد کو واپس ہو گیا ۔ ۹۴۱ھ/۳۵-۱۵۳۴ء میں پھر لشکر فراہم کرکے چتور کا محاصرہ کیا اور چتور کی فتح کے بعد مند سور کے نواح میں حضرت جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ کے مقابلہ سے فرار ہو کر گجرات پہنچا ، چنانچہ یہ بات اپنے موقع پر بیان ہوئی ہے[1] ۔

حضرت جنت آشیانی محمد ہمایوں بادشاہ غازی کے گماشتوں کی حکومت کا ذکر

جب مملکت مالوہ بلکہ مملکت گجرات بھی مغل بادشاہوں کے قبضہ میں آئی ، تو ہمایوں بادشاہ نے گجرات کی فتح کے بعد عسکری مرزا اور یادگار ناصر مرزا کو گجرات میں چھوڑا اور خود مندو گیا ۔ ایک سال کے بعد قدرت کا منشا ایسا ہوا کہ مرزا اور گجرات کے تمام سردار بغیر اس کے کہ جنگ ہو (ملک) چھوڑ کر آگرہ چلے گئے ۔ یہ واقعہ اپنے مقام پر لکھا جا چکا ہے ۔ حضرت جنت آشیانی (ہمایوں) بھی ملکی مصلحتوں کے مطابق مالوہ کو چھوڑ کر آگرہ چلا گیا ۔ ایک سال تک مالوہ کا ملک مغل سلاطین کے قبضہ میں رہا ۔

۱۔ فرشتہ ۲/۲۷۰ ۔

ذکر ملو خاں قادر شاہ [۱۱م]

جب گجرات کے ملک میں سلطان بہادر کے مرنے کی وجہ سے بدنظمی پھیل گئی اور مالوہ ملک بادشاہ سے خالی ہو گیا ، تو اسی زمانہ میں ہمایوں بادشاہ آگرہ سے بنگال کی طرف روانہ ہوا ۔ ملو خاں بن ملو خاں نے مالوہ کے سرداروں سے اتفاق کرکے اپنا خطاب قادر شاہ مقرر کیا اور قصبہ بھیلسہ سے لے کر نربدہ کے حدود تک اس نے قبضہ کیا اور اس علاقہ کو پرانے سرداروں میں تقسیم کر دیا ۔ سلہدی کے لڑکے بھوپت رائے اور پورن مل ولایت چتور سے آ کر قلعہ رائے سین اور اس کے نواح پر قابض ہو گئے ۔ قادر شاہ کی قوت و شوکت روز افزوں ترقی کرنے لگی اس نواح کے زمینداروں نے اس کی اطاعت قبول کرکے ہر سال نذرانے پیش کیے ۔

رفتہ رفتہ اس کی یہ شان و شوکت ہو گئی کہ شیر خاں افغان نے اس زمانہ میں کہ ہمایوں بادشاہ اس کے دفع کرنے میں مشغول تھا ، بنگالہ سے ایک فرمان اُس کو لکھا اور اپنی مہر لگا کر بھیجا، جس کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ مغل ملک بنگالہ میں داخل ہو گئے ہیں ، لہذا بنظر خلوص یہ استدعا ہے کہ آپ آگرہ کی طرف متوجہ ہوں اور فوج کو آگرہ کے نواح میں بھیج کر بدنظمی پیدا کر دیں ۔ تاکہ مغل اس ملک سے واپس ہو جائیں ۔ قادر شاہ نے جواب میں فرمان لکھا اور اس پر مہر لگا کر بھیجا۔ سیف خاں دہلوی نے کہ جو اس کی خدمت میں رہتا تھا اور جو گستاخی کے انداز میں بے تکلف سچی باتیں کہہ دیتا تھا ، عرض کیا کہ شیر خاں اتنی فوج اور اتنی شوکت رکھتا ہے کہ اگر اس نے مہر لگائی ہے تو اس کے شایانِ شان ہے ۔ ملو قادر نے جواب دیا کہ اس بات کا کیا موقع ہے ۔ اس وقت تو خداوند کریم نے بڑے ملک کی حکومت میرے قبضۂ اقتدار میں دی ہے ۔ جب وہ ادب نہیں کرتا ہے ، تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ اس کی عزت کروں ۔ [۱۲م] جب قادر شاہ کا فرمان شیر خاں کی نظر سے گزرا ، تو اس نے نشانِ مہر کاغذ سے علیحدہ کرکے اپنے خنجر کے غلاف میں رکھ لیا اور کہا کہ انشاء اللہ ملاقات پر اس گستاخی کا سبب پوچھا جائے گا[۱] ۔

۱- فرشتہ ۲/۲۷۰ ۔

مالوہ کا ملک قادر شاہ کے قبضہ میں تھا ۔ یہاں تک کہ شیر خاں مملکت ہند پر تسلط و غلبہ حاصل کرنے کے بعد تسخیر مالوہ کے ارادہ سے روانہ ہوا اور متواتر کوچ کرتا ہوا کھیرار کے راستہ سے جب سارنگ پور کے قریب پہنچا ، تو سیف خاں دہلوی نے جو قادر شاہ کا مصاحب اور ملازم تھا کہا کہ سب سے بہتر بات یہ ہے کہ چونکہ عظیم الشان بادشاہ اس مملکت میں داخل ہو چکا ہے اور اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے ، لہذا اشتیاق ملاقات میں بغیر اطلاع کیے ہوئے بہت جلد ملاقات کریں ۔ قادر شاہ نے اس کی رائے کو پسند کیا اور اجین سے یلغار کرتا ہوا سارنگ پور پہنچا اور شیر خاں کے دربار میں حاضر ہو گیا ۔ جب دربانوں نے شیر خاں کو ملو کے آنے کی خبر دی ، تو اس نے (ملو خاں کو) اپنے حضور میں طلب کر لیا اور خاص نوازشیں کیں اور خلعت پہنا کر پوچھا کہ کہاں قیام کیا ہے ۔ اس نے جواب میں کہا کہ (اس) غلام کی منزل تو (حضور کے) آستانہ کی خاک ہے ۔ شیر خاں اس کی اس ادا سے خوش ہوا اور اس نے سرا پردہ ، سرخ بارگاہ ، اور دوسرے کارخانے ، مثلاً خاصہ کا پلنگ ، سونے کا لباس اور توشک خانہ کا اسباب اس کو عنایت کیا ۔ ایک روز سارنگ پور میں ٹھہرنے کے بعد اجین کا قصد کیا ۔ راستہ میں شجاعت خاں سے کہا کہ عزیز مہمان (ملو) کا خیال رکھنا ، جس چیز کی ضرورت ہو ہماری سرکار سے فراہم کر دینا[1] ۔

جب (شیر خاں) خطہ اجین میں پہنچا ، تو مملکت مالوہ کے عوض میں فوراً اسے لکھنؤ کی سرکار مرحمت کی اور حکم دیا کہ اپنے اہل و عیال کو لکھنؤ بھیج کر [۳۱۳] خود خدمت میں حاضر رہے ۔ ملو خاں نے اپنے اہل و عیال کو قصبہ اجین سے نکال کر اس باغ میں کہ جو لشکر اور شہر کے درمیان میں تھا ، قیام کیا ۔ ایک دن جب اپنے مکان سے شیرخاں کی خدمت میں جا رہا تھا ، تو راستہ میں دیکھا کہ گوالیر کے مغلوں کی ایک جماعت بیلداری اور مٹی کھودنے میں مشغول ہے اور قلعہ کے مورچے کو جو ہمیشہ لشکر کے گرد بنایا جاتا ہے ، درست کر رہی ہے ۔ ملوخاں کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اگر میں شیر خاں کے ساتھ رہا ، تو وہ مجھ

۱- فرشتہ ۲/۲۷۰ - ۲۷۱ ۔

سے بھی مٹی کھدوائے گا ، لہذا اپنے دل میں فرار ہونے کا ارادہ کرکے اس کی تدبیر کرنے لگا ۔ شیر خاں نے اس کی اس حرکت سے واقف ہو کر شجاعت خاں سے کہا کہ ملو خاں سے بعض ناشایستہ حرکتیں ظہور میں آئی ہیں ۔ میرا یہ ارادہ ہے کہ اس کو تنبیہہ و تادیب کروں لیکن چونکہ وہ بغیر بلائے ہوئے میری خدمت میں آیا تھا ، اس لیے اس کی دل جوئی کرنی بھی لازم تھی ۔ اب اس نے یہ منصوبہ (فرار) بنا لیا ہے ۔ اس سے کچھ نہ کہو تاکہ چلا جائے ۔ ملو خاں موقع پا کر فرار ہوگیا ۔ جب یہ خبر شیر خاں کو ملی ، تو اس نے ایک جماعت کو اس کے تعاقب میں بھیجا ، خود بھی سوار ہوا ، مگر تھوڑا سا راستہ طے کرکے ٹھہر گیا ۔ جو سردار اس کے تعاقب میں گئے تھے ، کچھ راستہ تک تعاقب کرنے کے بعد واپس آ گئے ۔ سکندر خاں سواسی کو اس خیال سے کہ کہیں فرار نہ ہو جائے ، موکل کے سپرد کر دیا ۔ ملو خاں کی حکومت چھ سال رہی ۔

کہتے ہیں کہ جب ملو خاں بھاگا ، تو شیر خاں نے یہ مصرعہ کہا اور شیخ عبدالحیؒ پسر جمالی نے کہ جو شیر خاں کے مصاحبوں میں تھا ، دوسرا مصرعہ کہہ دیا[1] :

باما چہ کرد ، دیدی ، ملو غلام گیدی
قول است مصطفیٰؐ را لاخیر فی العبیدی

چونکہ یہ شعر ظرافت سے خالی نہیں ہے ، اس لیے لکھا گیا ۔

[۹۴۸] ذکر شجاع خاں بہ نیابت شیر خاں

جب ملک مالوہ شیر خاں کے قبضہ میں آ گیا ، تو چند روز تک وہ اجین میں ٹھہرا اور اس صوبہ کے انتظام میں مشغول ہوا ۔ شجاع خاں کو جو سجاول خاں کے نام سے مشہور تھا ، قصبہ اجین و سارنگ پور دے کر مالوہ کی تمام ولایت کی حکومت اس کے سپرد کر دی اور حاجی خاں سلطانی کو دھار اور اس کے اطراف کا علاقہ دیا ۔ ہنو خاں کو سرکار پاندیہ اور اس صوبہ پر نامزد کیا ۔ پھر وہ قلعہ رنتھنبور کی طرف متوجہ

۱- فرشتہ ۲/۲۷۱ ۔

ہوا ۔ چند روز کے بعد یہ خبر آئی کہ نصیر خاں بن سکندر خاں جو قید تھا ، بنو خاں سے جنگ کے لیے آ گیا ۔ شجاع خاں نے اپنا لشکر تیار کیا اور وہ سیواس و باندیہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ فریقین کا مقابلہ ہونے کے بعد نصیر خاں نے اپنے بعض مصاحب نوکروں سے طے کر دیا کہ ان کی تمام کوشش اس بات پر ہونی چاہیے کہ سکندر خاں کے عوض میں شجاع خاں زندہ گرفتار ہو جائے ۔ اس ذریعہ سے ممکن ہے سکندر خاں آزاد ہو جائے ۔ شدید جنگ و جدل ہونے کے بعد نصیر خاں اور اس کے بعض ملازمین نے استقلال دکھایا اور وہ شجاع خاں کے پاس جا پہنچے اور اس کا گریبان اور سر کے بال پکڑ کر اپنے لشکر کی طرف چل دیے[1] ۔

اسی دوران میں مبارک خاں سربنی کو اس واقعہ کی خبر ملی ۔ وہ شجاع خاں کے قریب جا پہنچا اور نہایت بہادرانہ کوشش کرکے اس (شجاع خاں) کو آزاد کرا لیا ۔ اس جنگ میں اس نے ایسی بہادری دکھائی کہ اس کا ایک پیر پنڈلی سے کٹ گیا اور گھوڑے سے [۴۱۵] زمین پر آ گرا ۔ نصیر خاں کے آدمی چاہتے تھے کہ اس کا سر تن سے جدا کر دیں کہ راجا رام شاہ گوالیاری کہ جو شجاع کی خدمت میں تھا ، چند راجپوتوں کے ساتھ مبارک خاں سربنی کی مدد کے لیے پہنچا اور اس کو اٹھا لیا ۔

نصیر خاں نے بہادری و مردانگی کا حق ادا کر دیا ، لیکن آخر کار فتح شجاع خاں کی ہوئی ۔ نصیر خاں فرار ہو کر ولایت گونڈوانہ میں داخل ہو گیا ۔ شجاع خاں کے چہرہ اور بازو پر چھ زخم لگے تھے ۔ وہ اس کو اٹھا کر مظفر و منصور لشکر گاہ میں لے آئے ، ابھی اس کے زخموں کی مرہم پٹی بھی نہیں ہوئی تھی کہ حاجی خاں سلطانی کا خط اس مضمون کا پہنچا کہ ملو خاں بڑی جمعیت کے ساتھ بالسوالہ سے میرے مقابلہ کے لیے آیا ہے اور آج کل میں جنگ ہونے والی ہے ۔ شجاع خاں اسی روز اسی حالت میں سنگھاسن میں بیٹھ کر یلغار کرتا ہوا حاجی خاں کی کمک کے لیے روانہ ہو گیا اور رات کے وقت ایک سو پچاس سواروں کے ہمراہ کوملی نتواسہ کے نواح میں حاجی خاں کے پاس جا پہنچا ۔ اس کو سوتے

۱- فرشتہ ۲/۲۷۱ ۔

سے جگایا اور اسی وقت بغیر توقف کے جنگ شروع کر دی ۔ ملو خان کو شکست ہوئی اور وہ ذلیل و خوار ہو کر بھاگا اور گجرات چلا گیا ۔ پھر اس نے لڑنے کا ارادہ نہیں کیا ۔

شجاع خاں کی قوت و شوکت روز بروز ترقی کرنے لگی ۔ آہستہ آہستہ تمام ملک مالوہ اس کے قبضہ میں آ گیا ۔ جب کالنجر کے نواح میں شیرخاں کا انتقال ہو گیا ، تو اسلام خاں بادشاہ ہوا ۔ اگرچہ اسلام خاں ہر چند [۴۱۶] شجاع خاں سے ناراض تھا ، لیکن دولت خاں اجیالا کہ جو شجاع خاں کا منہ بولا بیٹا اور اسلام خاں کا محبوب تھا ، (اسلام خاں) کی بہت خدمت کرتا تھا ، چنانچہ اسلام خاں اس (دولت خاں اجیالا) کی خاطر سے ظاہر التفات سے باز نہیں رہتا تھا اور اس کا اعزاز و احترام کرتا تھا اور تمام مملکت مالوہ کے اختیارات اس کے سپرد کر دیے تھے ۔ ایک روز ایک شخص کہ جس کا نام عثمان خاں تھا ، شراب پیے ہوئے شجاع خاں کے دیوان خانہ میں داخل ہو گیا ۔ اس کے (منہ سے) بار بار فرش پر تھوک گرا ۔ جب فراش نے اس کو (اس حرکت سے) منع کیا ، تو عثمان اٹھا اور فراش کے ایک گھونسا مارا اور چلانے لگا ۔ (یہ) ماجرا شجاع خاں کے پاس پہنچا ۔ شجاع خاں نے کہا کہ ایک تو 'تو نے شراب پی اور پھر دیوان خانہ میں نشہ کی حالت میں گھس آیا ، تیسرے یہ کہ فراش کے گھونسا مارا ، چنانچہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیے ۔ عثمان خاں نے گوالیار آ کر اسلام خاں سے فریاد کی[1] ۔

ایک مدت کے بعد جب شجاع خاں اسلام خاں کی خدمت میں گوالیار آیا تو ایک دن پھر عثمان خاں نے اسلام خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے ظلم کی داد چاہی ۔ اسلام خاں اس پر ناراض ہوا اور کہا کہ تو بھی افغان ہے ، جا اپنا بدلہ خود لے لے[2] ۔

کہتے ہیں کہ یہ خبر سن کر شجاع خاں ، سلیم خاں سے آزردہ خاطر ہوگیا اور (اس کی بابت) کچھ سخت الفاظ کہے ۔ اس دوران میں شجاع خاں

۱- فرشتہ ۲/۲۷۲ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۷۲ ۔

کے مقربین میں سے ایک روز ایک شخص شجاع خاں کے پاس آیا اور یہ خبر لایا کہ عثمان خاں ایک لوہار کی دوکان میں بیٹھا ہوا [۳۰۷] چھری تیز کر رہا ہے اور بے ربط باتیں کرتا ہے ، شجاع خاں نے زیادہ غرور کی وجہ سے ان باتوں کی کچھ پروا نہ کی ۔ یہاں تک کہ وہ ایک دن سنگھاسن میں سوار ہو کر قلعہ گوالیار کو سلیم خاں کے سلام کے لیے جا رہا تھا ۔ جب ہتیاپول کے دروازہ سے وہ داخل ہوا ، تو دیکھا کہ عثمان خاں ایک دوکان میں بیٹھا ہے اور اس نے اپنے آپ کو پرانے کھدر میں لپیٹ رکھا تھا ۔ شجاع خاں نے یہ ارادہ کیا کہ راستہ چلتے ہوئے عثمان خاں سے اس کا حال دریافت کرے کہ یکبارگی عثمان خاں دوکان کے چبوترہ سے کودا اور شجاع خاں پر وار کیا ۔ شجاع خاں کے ہتھیار بند سپاہی سنگھاسن کے چاروں طرف چل رہے تھے ۔ انھوں نے فوراً اس (عثمان خاں) کو گرفتار کر لیا ۔ دیکھا کہ اس نے لوہے کا ایک ہاتھ بنوا کر کٹے ہوئے ہاتھ کی بجائے لگوا لیا ہے اور اس ناقص ہاتھ سے اس نے حملہ کیا ۔ سلاح داروں نے اس کو وہیں مار ڈالا اور شجاع خاں کے سنگھاسن کو واپس لے جا کر مکان میں پہنچا دیا ۔ یہ زخم اس کے بائیں پہلو پر لگا تھا اس کا ہاتھ چونکہ کمزور تھا اس لیے کھال کٹ کر رہ گئی[1] ۔

شجاع خاں زخمی ہو گیا اور عثمان خاں کو (اس کا) بدلہ مل گیا ۔ فوج کے آدمیوں میں شور و غوغا ہوا ۔ جب اسلام خاں کو خبر ہوئی ، تو اس نے معززین اور اراکین سلطنت کو پرسش کے لیے بھیجا اور خود بھی چاہا کہ عیادت کرے ، لیکن شجاع خاں سمجھ رہا تھا کہ اس کے عزیزو اقارب [۳۱۸] اس (عثمان خاں) کی اس جرأت کو اسلام خاں کی تحریک اور بھکانے پر محمول کر رہے ہیں ۔ اس نے اس جماعت کی بے باکی کو ملاحظہ کرتے ہوئے اسلام خاں کا آنا مناسب نہ جانا اور کہلا بھیجا کہ بندہ آپ کے باپ کا غلام ہے اور آپ کے باپ کی خدمت میں میں نے کبھی اپنی جان کی پروا نہ کی ۔ جیسا کہ تمام ہمعصر جانتے ہیں ۔ بندہ ان پینتیس[2] آدمیوں میں سے ہے جنھوں نے پہلے تمھارے باپ سے اتفاق کیا

۱- فرشتہ ۲/۲۷۲ ۔

۲- چھتیس (فرشتہ ۲/۲۷۲) ۔

اور تمھاری سلطنت کو قائم کیا ۔ اب اگر میری جان اس ہلاکت سے بچ گئی تو کسی دن آپ کے کام آؤں گا ۔ میں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتا ، نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ قلعہ سے نیچے تشریف لائیں اور اتنے راستہ کی تکلیف اٹھائیں ۔ آپ کی اتنی ہی عنایت اور آپ کی پرسش اور نوازش میرے لیے افتخار و سربلندی کا باعث ہے[1] ۔

اگرچہ شجاع خاں ، اسلام خاں کی سلطنت کا رکن اعظم تھا اور اس کی خدمت کے حقوق بہت تھے اور اس کے باوجود کہ اسلام خاں اس کی گفتگو سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا کہتا ہے ، اس دن اس نے تحمل کیا اور دوسرے روز شجاع خاں کی عیادت کے لیے گیا ۔ اس فقیر (خواجہ نظام‌الدین احمد) نے بعض دوستوں سے جو شجاع خاں سے نسبت اور اخلاص رکھتے تھے اور اس مجلس میں موجود تھے سنا کہ جب فتح خاں نے ، جو شجاع خاں کے بیٹوں کا ماموں تھا اور بہت قوت رکھتا تھا اور کوئی آدمی اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا تھا ، اسلام خاں کو دیکھا کہ وہ تنہا شجاع خاں کے سرا پردہ پر آ گیا ہے ، تو اس نے چاہا کہ اس کی کمر پکڑے ۔ اس کام کے بارے میں اس نے میاں بایزید ولد شجاع خاں سے کہ جس نے آخر میں اپنا لقب باز بہادر مقرر کیا تھا ، مشورہ کیا ۔ میاں بایزید بھی اس بارہ میں اس کا ہم خیال تھا ۔ جب شجاع خاں کو یہ حال معلوم ہوا ، تو اس نے فتح خاں کو بھیجا تاکہ پیشکش کا سامان تیار رکھے اور تھوڑی دیر کے بعد اسلام خاں [۴۰۹] کو رخصت کر دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ اس کے بعد آپ تکلیف نہ فرمائیں ۔ مجھے یہ خیال ہے کہ کہیں میرے قدیم حقوق ضائع نہ ہو جائیں اور سلطنت کا یہ علم جو اس قدر محنت و مشقت کے بعد بلند کیا گیا ہے ، کہیں سرنگوں نہ ہو جائے[2] ۔

چند روز کے بعد جب شجاع نے غسل (صحت) کر لیا اور صدقات و خیرات مستحقین میں تقسیم کر دی ، تو ایک روز سوار ہوا اور اسلام خاں کے سلام کے لیے گیا ۔ اسلام خاں نے ایک سو ایک گھوڑے اور ایک سو ایک بنگالہ کے ریشمی کپڑے کے تھان خاں (شجاع) کو انعام میں عطا

۱- فرشتہ ۲/۲۷۲ ۔
۲- فرشتہ ۲/۲۷۲ ۔

فرمائے ، لیکن شجاع خاں اس کے انداز اور برتاؤ سے سمجھ گیا کہ کارروائی نفاق پر مبنی ہے ۔ وہ دن جس طرح ہو سکا گزارا ۔ پھر گھر آیا اور دوسرے دن اپنے نوکروں سے کہا اور انھوں نے سفر کا سامان تیار کر لیا ۔ شہر کے رہنے والوں کو یہ گمان ہوا کہ چونکہ ماحول گندا ہو گیا ہے ، لہذا چاہتا ہے کہ کسی دوسری جگہ پر قیام کرے ۔ جب سب لوگوں نے سامان لاد لیا ، تو اس نے مسلح ہو کر کوچ کا نقارہ بجانے کا حکم دیا اور سوار ہو کر سارنگ پور کا راستہ لیا ۔ اسلام خاں یہ حال دیکھ کر ناراض ہوا اور ایک جماعت کو اس کے تعاقب کے لیے تعینات کیا ۔ خود بھی سارنگ پور کا عزم کیا ۔ شجاع خاں نے سارنگ پور پہنچ کر اپنے آدمیوں کے لیے سامان کی فکر کی ۔ جب سنا کہ اسلام خاں آتا ہے ، تو بعض آدمیوں نے جنگ و جدال کی تحریک کی ۔ شجاع خاں نے کہا کہ اسلام خاں میرے ولی نعمت کا فرزند ہے ۔ میں اس سے ہرگز جنگ نہیں کروں گا اور نہ کسی کو [۴۲۰] اس کا ارادہ کرنے دوں گا ۔ جب اسلام خاں سارنگ پور کے نواح میں پہنچا ، تو شہر سے نکلا ۔ اپنے آدمیوں کے اہل و عیال کو آگے بڑھایا اور خود بانسوالہ کی طرف چلا گیا[۱] ۔

اسلام خاں نے مالوہ پر قبضہ کیا ۔ عیسیٰ خاں سور کو بائیس ہزار سوار دے کر قصبہ اجین میں چھوڑا اور خود گوالیر کو واپس ہو گیا ۔ شجاع خاں نے باوجودیکہ قوت و استعداد رکھتا تھا ، ولایت مالوہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ۔ جب اسلام خاں نیازیوں کی بغاوت کی وجہ سے لاہور کی جانب روانہ ہوا ، تو دولت خاں اجیالا نے جو اسلام خاں کا محبوب اور شجاع خاں کا منہ بولا بیٹا تھا ، شجاع خاں کے گناہوں کی معافی کی درخواست کی اور وہ آ کر اسلام خاں کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اسلام خاں نے اس کی خطائیں معاف کر دیں ۔ سارنگ پور ، ولایت رائے سین اور کچھ دوسرے محال شجاع خاں کو دیے اور ایک سو ایک گھوڑے بہت سے قیمتی ریشمی کپڑے ، ایک آفتابہ اور سونے کا طشت عنایت کر کے رخصت کیا ۔ جب شجاع خاں جاگیر پر پہنچا ، تو ایک عرصہ کے بعد

۱- فرشتہ ۲/۲۷۲ ۔

اسلام خاں اپنی طبعی موت سے مر گیا اور سلطنت مبارز خاں عدلی کے قبضہ میں آئی ۔ مبارز خاں عدلی نے کچھ سابقہ تعارف کی وجہ سے اور کچھ بزرگوں کی نسبت سے تمام ولایت مالوہ مستقل طور سے اس کے سپرد کر دی اور اس نے اجین کی حکومت اور پرگنہ نولاہی دولت خاں اجیالا کو اور رائے سین اور بھیلسہ ملک مصطفیٰ اپنے چھوٹے لڑکے کو دے ۔ ہانڈیہ اور آشتہ کی حکومت میاں بایزید کے سپرد کی اور خود سارنگ پور [۴۲۱] میں رہا ۔ جب ایک مدت اسی طرح گزر گئی اور سلطنت دہلی میں کمزوری آ گئی ، تو جو جہاں کہیں تھا مستقل طور سے حاکم بن بیٹھا ۔ شجاع خاں طبعی موت سے مرا[۱] ۔ شجاع خاں کی حکومت کا زمانہ بارہ سال رہا ۔

ذکر باز بہادر بن شجاع خاں

شجاع خاں کی وفات کے بعد اس کا بڑا لڑکا بایزید سارنگ پور پہنچا اور اپنے باپ کے تمام اسباب اور لشکر پر قابض ہو گیا ۔ چونکہ دولت خاں اجیالا اسلام خاں کی قربت کی وجہ سے لوگوں میں مقرر و محترم تھا ، لہذا سب اسی کے چاہنے والے تھے ۔ میاں بایزید نے ایک جماعت کو تسلی دی اور اپنی والدہ کو دولت خاں کے پاس بھیجا تاکہ مصالحت ہو جائے ۔ آخر کار یہ طے پایا کہ سرکار اجین ، مندو اور بعض دوسرے محالات دولت خاں کے قبضہ میں رہیں جبکہ سارنگ پور ، شجاع خاں کا خالصہ محال ، سرکار ہندیہ ، کوتلی ہیراپہ اور ولایت بھیلواڑہ میاں بایزید کو ملے اور سرکار رائے سین ، بھیلسہ اور دوسرا محال جو اس نواح میں ہے ، ملک مصطفیٰ کے قبضہ میں رہے ۔

صلح کی گفتگو کے بعد میاں بایزید ہنگامہ آرائی کی غرض سے اجین کو روانہ ہوا اور لوگوں سے یہ کہا کہ تعزیت کے لیے دولت خاں کے پاس جا رہا ہوں ۔ اجل گرفتہ دولت خاں جو اس کی مکاری سے غافل تھا ، اس کے ہاتھ سے مارا گیا ۔ اس کا سر سارنگ پور بھیج کر دروازہ پر لٹکا دیا[۲] ۔

۱- ۹۶۲ھ/۵۵ - ۱۵۵۴ء میں فوت ہوا (فرشتہ ۲/۲۷۳) ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۷۳ ۔

اس کے بعد مالوہ کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا اور اپنی تاج پوشی کی ۔ اپنے لیے باز بہادر شاہ کا خطاب مقرر کیا ۔ اس صوبہ کے انتظام کے بعد رائے سین کو روانہ [۴۲۲] ہوا ۔ ملک مصطفیٰ جو شجاعت و قوت میں ممتاز تھا ، مقابلہ پر آیا اور جنگ کرنے کے بعد شکست کھا گیا ۔ باز بہادر ، (قلعہ) رائے سین اور بھیلسہ کو اپنے آدمیوں کے سپرد کرکے کدوارہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ وہاں گروہ میانہ کا قبضہ تھا ۔ اس جماعت نے (لوگوں سے) اچھے سلوک نہیں کیے تھے ۔ میانہ سرداروں کی اس جماعت کو جو اس کے ہمراہ تھی ، کنوئیں میں ڈال کر ہلاک کر دیا اور خود اس گروہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوا ۔ اس جماعت نے قلعہ داری کا انتظام کرکے جنگ کی تیاری میں کوئی کمی نہیں رکھی ۔ فتح خاں جو باز بہادر کا ماموں تھا اور جس کا کچھ ذکر پہلے ہو چکا ہے ، توپ کے صدمہ سے مارا گیا ۔ آخر کار کدوارہ پر قبضہ ہو گیا اور وہ سارنگ پور آ گیا[1] ۔

کچھ عرصہ کے بعد کٹنگ کے فتح کرنے کے ارادہ سے لشکر آراستہ کرکے روانہ ہوا جب مذکورہ ولایت میں پہنچا ، تو رانی درگاوتی نے ، جو راجا کٹنکہ کی عورت تھی اور اپنے شوہر کی وفات کے بعد خود حکومت کرتی تھی ، گونڈوں کو جمع کیا اور گھاٹی پر اس نے جنگ کی ۔ رانی کے پیدل سپاہی چونٹیوں اور ٹڈیوں سے بھی تعداد میں زیادہ تھے ۔ انھوں نے گھاٹی کے اطراف و جوانب سے (باز بہادر کے) آدمیوں کو گھیر لیا ۔ باز بہادر حیران و پریشان ہو گیا اور اس نے راہ فرار اختیار کی ۔ فوج رانی درگاوتی کے ہاتھ آئی ۔ اچھے اور تجربہ کار آدمی وہیں رہ گئے ۔ باز بہادر نہایت پریشانی میں سارنگ پور پہنچا اور لشکر کی خامیوں اور بدحالی کو درست کرنے لگا ۔ [۴۲۳] چونکہ بہت پریشانیاں اٹھا چکا تھا ۔ لہذا ارادہ کیا کہ کچھ عرصہ آرام کر لے ، چنانچہ جہاں جہاں مطرب و مغنی تھے ، ان کو وہاں سے بلا کر دن رات عیش و عشرت میں مشغول رہنے لگا[2] ۔

۹۷۷ھ/ ۷۰-۱۵۶۹ء کے کسی مہینہ میں حضرت خلیفہ الٰہی (اکبر بادشاہ کہ اللہ ان کی شفقت کا سایہ دنیا والوں پر ہمیشہ رکھے) کے

۱- فرشتہ ۲/۲۷۳ ۔

۲- فرشتہ ۲/۲۷۳ ۔

دل میں (مملکت) مالوہ کی تسخیر کا خیال پیدا ہوا ۔ ادھم خاں ، پیر محمد خاں ، صادق خاں ، قیا خاں ، شاہ محمد خاں قندہاری اور اس کے لڑکے عادل محمد خاں ، محب علی خاں اور کچھ دوسرے لوگوں کو مالوہ کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا ۔ عالی شان امراء متواتر کوچ کرتے ہوئے سارنگ پور کی طرف متوجہ ہوئے ۔ جب موضع کیتور کے قریب کہ جو سارنگ پور سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے پہنچے ، تو باز بہادر نے گانے والی عورتوں کی صحبت ترک کی اور بہادروں سے جنگ کرنے کے لیے چلا ۔ اگرچہ تجربہ کار اور جنگ آزمودہ افغان بڑی تعداد میں اس کے پاس جمع ہو گئے تھے لیکن چونکہ اقبال اس کے موافق نہ تھا ، لہذا تھوڑا سا مقابلہ کرنے کے بعد فرار ہوگیا اور وہ ملک (اکبر بادشاہ) کے قبضہ میں آ گیا ۔ اس معرکہ اور دوسری لڑائیوں کی تفصیل حضرت خلیفہ الٰہی (اکبر بادشاہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی بھلائی اوراحسان دنیا والوں پر قائم رکھے اور اللہ ان کی عمر قیامت تک دراز کرے) کے احوال میں پوری طرح لکھی گئی ہے ۔

باز بہادر کی روپ متی نامی ایک عورت تھی جس پر وہ عاشق و فریفتہ تھا ۔ وہ ہندی زبان میں اشعار کہتا تھا جن میں روپ متی کا نام نظم کرتا تھا ۔ وہ عورتوں کی صحبت اور گانے والوں کی محفل میں بہت مشغول رہتا تھا ۔ سولہ سال تک اس نے ملک مالوہ پر حکومت کی ۔

وہ مالوہ سے فرار ہو کر گجرات پر [۴۲۴] پہنچا ۔ گجرات سے رانا کے پاس کہ جو قلعہ کونبھل میر اور چتور کا حاکم تھا ، گیا اور وہاں سے حضرت خلیفہ الٰہی (اکبر بادشاہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور خدمت گزاروں میں شامل ہو گیا ، برسوں تک خدمت میں رہا ، یہاں تک کہ اس نے وفات پائی ۔ آج تک یہ ملک سلطنت مغلیہ کے گماشتوں کے قبضہ میں تھا[1] ۔

• • •

۱۔ فرشتہ ۲/۲۷۴ - ۲۷۵ ۔

طبقہ سلاطین بلاد کشمیر

۷۴۷ھ/۱۳۴۶ء سے ۹۹۵ھ/۱۵۵۷ء، دو سو انچاس سال تک ملک کشمیر میں سلاطین اسلام کی حکومت رہی -

ذکر حکومت سلطان شمس الدین آل طاہر

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ ملک کشمیر (ہندو) راجاؤں کے قبضہ میں تھا - وہ متواتر ۷۱۵ھ/۱۳۱۵ء تک حکومت کرتے رہے - ایک شخص شاہ میر نامی تھا جو اپنا تعلق اس طرح بتاتا تھا کہ شاہ میر بن طاہر آل بن آل شاشب بن گر شاشب بن سکرو - اور اپنا نسب ارجن تک پہنچاتا تھا کہ جو پانڈوؤں میں سے تھا اور پانڈوؤں کے حالات مہابھارت میں مذکور ہیں کہ جس کا ترجمہ اکبر بادشاہ کے حکم سے ہوا ہے اور اس کا نام رزم نامہ رکھا ہے -

بیان ہوا ہے کہ وہ شاہ میر آ کر راجا کا نوکر ہوا - ایک عرصہ تک خدمت کرنے کے بعد اس کا اعتبار قائم ہو گیا - جب راجا سردیو مر گیا اور اس کا لڑکا راجا رنجن حاکم ہوا، تو اس نے شاہ میر کو اپنا وزیر بنایا [۳۲۵] اور حکومت کا کاروبار اس پر چھوڑ دیا - اپنے لڑکے کی اتالیقی بھی اس کے سپرد کی کہ جس کا نام چندر تھا - جب راجا رنجن مر گیا، تو راجا اودن جو اس کا رشتہ دار تھا، قندہار سے آ کر حکومت پر قابض ہو گیا اور شاہ میر کو جو چندر بن راجا رنجن کا اتالیق تھا، اپنا وکیل بنایا - اس کے دو لڑکے تھے - ایک کا نام جمشید اور دوسرے کا علی شیر تھا ان دونوں پر اعتبار کر کے ان کو صاحب اختیار کر دیا - شاہ میر کے دو لڑکے اور بھی تھے ایک کا نام شیرا سامک اور دوسرے کا نام ہندال تھا یہ دونوں بھی بااقتدار و باحیثیت تھے[1] -

---

۱- ذکاء اللہ - تاریخ کشمیر، ص ۱۶، تاریخ فرشتہ ۲/۳۳۷ -

جب شاہ میر اور اس کے لڑکوں کا غلبہ و اقتدار بڑھ گیا ، تو راجا اودن دیو کسی وجہ سے ان سے ناراض ہو گیا اور اپنے گھر آنے سے منع کر دیا ۔ شاہ میر اور اس کے لڑکوں نے کشمیر کے تمام پرگنوں پر قبضہ کرکے راجا کے اکثر لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ۔ اس کی قوت اور غلبہ روز افزوں ترقی کرنے لگا اور راجا کمزور ہو گیا ۔ یہاں تک کہ ۷۴۷ھ/۱۳۵۶ء میں راجا اودن دیو مر گیا اور اس کی عورت کوہا[1] دیوی اس کی قائم مقام ہوئی ۔ اس نے چاہا کہ استقلال کے ساتھ حکومت کرے ۔ اس نے شاہ میر کے پاس پیغام بھیجا کہ چندر بن راجا نرنجن کو حکومت پر قابض کرے ۔ شاہ میر نے اس بات کو قبول نہیں کیا اور اس کی بات نہ مانی رانی نے ایک بڑے لشکر سے اس پر حملہ کیا ، مگر گرفتار ہو گئی ۔

ع صید را چون اجل آید سوئے صیاد رود

کا ظہور ہوا ۔ اس کے بعد رانی نے شاہ میر کو اپنا شوہر بنا لیا اور مسلمان ہو گئی ۔ وہ دونوں ایک دن رات ساتھ رہے ۔ دوسرے دن شاہ میر نے اس کو گرفتار کر لیا اور قید کرکے [۴۲۶] حکومت پر قبضہ کر لیا ۔ اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور سلطان شمس الدین خطاب مقرر کیا چونکہ ملک کشمیر میں ملت حنفی (اسلام) کے ظہور کی ابتدا اس کے زمانہ سے ہوئی ، اس لیے طبقہ کشمیر کی ابتدا اس سے کی جاتی ہے[2] ۔

ذکر حکومت سلطان شمس الدین

مختصر یہ کہ جب سلطان شمس الدین کو حکومت ملی ، تو اس نے تمام وہ ظلم و ستم جو سابق حکام کی طرف سے ہوتے تھے ، ختم کر دیے ۔ دشمنوں کی طرف سے جب وہ مطمئن ہو گیا ، تو اس نے تمام ولایت کشمیر کو کہ جو دلجو کی قتل و غارت گری کی وجہ سے خراب و خستہ ہو گئی تھی ، از سر نو بارونق کر دیا ۔ رعایا کو لکھ کر دے دیا کہ چھٹے حصہ سے زیادہ ان سے محصول نہیں لیا جائے گا :

۱- گوتا دیوی (ذکاء اللہ ، ص ۱۷) گوتا دیو (فرشتہ ۲/۳۳۸) ۔

۲- فرشتہ ۲/۳۳۸ ۔

رایت بادشاہ دیں پرور
سایہ افگند بر جہاں یکسر
مسرعان فلک رسانیدند
خبر عدل او بہر کشور
قالب فتنہ گشت زار نزار
خانۂ طلسم گشت زیر و زبر

کہتے ہیں کہ دلجو قندہار کا میر بخشی تھا ۔ وہ ایک بڑی فوج لے کر کشمیر میں آ گیا اور تمام ملک کو زیر و زبر کر دیا ۔ راجا سردیو نے بہت رقم رعایا کے ذمہ لگا دی جو دلجو کے نذرانہ میں بھیج دی اور خود ایک کنارے ہو گیا ۔ اس کے آنے سے تمام ولایت کشمیر خراب ہو گئی ۔ دلجو سردی کی شدت کی وجہ سے وہاں نہ رہ سکا اور قندہار کو واپس ہو گیا ۔

جب سلطان شمس الدین کی نیک نامی اور بہادری کی شہرت ہر طرف ہوئی ، تو وہ از روئے استحقاق حکومت کے کاموں میں مشغول ہوا [۳۲ے] طائفہ لون کی ایک جماعت کو جس نے مخالفت کی تھی ، ولایت کشتوار سے گرفتار کرایا اور قتل کرا دیا ۔ مکمل تسلط ہو جانے کے بعد تمام امور سلطنت اپنے لڑکوں جمشید و علی شیر کے سپرد کر دیے اور خود اطمینان کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو گیا ، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس کی حکومت کی مدت تین سال ہوئی[1] ۔

ذکر سلطان جمشید بن سلطان شمس الدین

جب سلطان شمس الدین کا انتقال ہو گیا ، تو ارا کین دولت کے مشورہ سے سلطان جمشید باپ کی جگہ تخت نشین ہوا ۔ وہ (اپنے بھائی) علی شیر سے جو باپ کی زندگی میں تمام معاملات میں اس کا شریک رہتا تھا ، محتاط رہنے لگا اور دونوں ایک دوسرے کے دفع کرنے کی فکر میں رہنے لگے ۔ جب جمشید کے سپاہی علی شیر کے پاس اکھٹے ہو گئے اور اس کو سلطنت کے لیے تیار کیا ، تو دنی پور[2] میں کہ جو ایک مشہور

۱- ۷۵۰ھ/۱۳۴۹ء میں فوت ہوا ۔ (ذکاء اللہ ، ص ۱۷) ۔
۲- مدنی پور (فرشتہ ۳۳۸/۲) ۔ (ذکاء اللہ ، ص ۱۷) ۔

شہر ہے ، قیام کیا ۔ جمشید نے ان کے اوپر لشکر کشی کر دی ۔ پہلے تو اس جماعت کو نرمی اور محبت سے بلا کر صلح کی تحریک کی ، مگر علی شیر نے صلح کرنے سے پہلوتہی کی اور نہایت عجلت کے ساتھ سلطان جمشید کے لشکر کو شب خون مار کر شکست دے دی ۔ شکست پانے کے بعد جب سلطان جمشید نے سنا کہ دنی پور خالی ہے ، وہ اس کو غارت کرنے کے لیے اس طرف متوجہ ہوا ۔ علی شیر کے وہ سپاہی جو اس کی حفاظت و انتظام کے لیے تعینات تھے ، جنگ پر آمادہ ہو گئے ، مگر ان میں سے اکثر قتل ہوئے ۔ اس دوران میں جب علی شیر فتح کرنے کے بعد ان حدود میں پہنچا ، تو سلطان جمشید نے خود میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور ولایت کمراج کی طرف فرار ہو گیا ۔ [۴۲۸] جمشید کے وزیر سراج نے جس کے ذمہ سری نگر کی محافظت تھی ، علی شیر کو شہر اچھ سے طلب کر کے سری نگر کو اس کے سپرد کر دیا ۔ اس واقعہ کے بعد اگرچہ جمشید چین سے نہ بیٹھا[۱] ۔ ایک سال اور دو مہینے حکومت کر کے فوت ہو گیا ۔

ذکر حکومت سلطان علاء الدین

جب سلطان جمشید کا انتقال ہو گیا تو اس کا چھوٹا بھائی کہ جس کا نام علی شیر تھا ، سلطان علاء الدین کا خطاب اختیار کر کے تخت نشین ہوا ۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی شیرا سامک کو صاحب اختیار بنایا ۔ اس کے ابتدائی زمانہ میں خوب فراوانی رہی ، لیکن آخر میں زبردست قحط پڑا ۔ بہت مخلوق ختم ہو گئی ۔ اس نے جماعت رستوی کو جس نے مخالفت کی تھی اور کشتوار چلی گئی تھی ، حیلہ بہالہ سے بلا کر کشمیر میں قید کر دیا اور غلبہ کا اظہار کیا ۔ یحییٰ پور[۲] کے نزدیک ایک شہر[۳] اپنے نام سے آباد کیا ۔ اس کے اختراع کیے ہوئے حکام میں سے ایک یہ تھا کہ بدکار عورت کو شوہر کے مال میں سے کوئی ترکہ نہ ملے گا ۔ اس کی حکومت کی مدت[۴] بارہ سال آٹھ ماہ تیرہ دن ہوئی[۵] ۔

۱۔ فرشتہ ۲/۳۳۸ ، ذکاء اللہ ، ص ۱۷ ۔

۲۔ بخشی پور (ذکاء اللہ ، ص ۱۸) بخشی پور (فرشتہ ۲/۳۳۸) ۔

۳۔ علاء پور (ذکاء اللہ ، ص ۱۸) ۔

۴۔ فرشتہ ۲/۳۳۸ ، ذکاء اللہ ، ص ۱۷ - ۱۸ ۔

۵۔ ۷۶۵ھ/۱۳۶۳ء میں فوت ہوا ۔ (ذکاء اللہ ، ص ۱۸) ۔

ذکر سلطان شہاب الدین بن سلطان شمس الدین

جب سلطان علاء الدین کا انتقال ہو گیا ، تو اس کا چھوٹا بھائی جس کا نام سرا سامک تھا ، اس کے بعد سلطنت کا مالک ہوا ۔ وہ بہادر اور جری [۴۲۹] آدمی تھا ۔ اس کے اخلاق پسندیدہ تھے ۔ جس دن فتح نامہ کہیں سے نہیں آتا تھا ، اس دن کو وہ اپنی عمر میں شمار نہیں کرتا تھا ۔ کدروت کے آثار اس کے چہرہ سے ظاہر ہوتے تھے ۔ نئی ولایتوں کو قدیم حاکموں کے سپرد کر دیتا تھا ۔ اس نے دریائے سندھ کے کنارے تک لشکر کشی کی ۔ کہا جاتا ہے کہ اس علاقہ کے حاکم نے جنگ کی ، مگر شکست کھائی ۔ قندہار اور غزنی کے باشندے ہمیشہ اس سے خوف زدہ رہے وہ اشت نگر کہ جو آج کل آش نغر مشہور ہے اور پرشاور (پشاور) تک گیا ۔ دشمنوں کی ایک بڑی جماعت کو قتل کیا ۔ وہ ہندو کش کے درہ میں داخل ہو گیا تھا ۔ راستہ کی تکالیف سے بہت پریشانی اٹھا چکا تھا ، اس لیے واپس ہو گیا ۔ دریائے ستلج کے کنارے اپنی لشکر گاہ بنائی ۔ نگر کوٹ کا راجا جو (حکومت) دہلی کے بعض محال کو غارت کرکے واپس ہوا تھا ، راستہ میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سا مال غنیمت جو وہ لایا تھا ، سب سلطان کی نذر کر دیا اور اطاعت قبول کر لی ۔ تبت کے حاکم نے حاضر ہو کر درخواست کی کہ سلطان کی فوجیں اس کی ولایت کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں ۔

جب اس نے اپنے ملک کے اطراف کو فتح کر لیا ، تو پھر دارالحکومت میں قیام کیا اور اپنے چھوٹے بھائی ہندال کو اپنا ولی عہد بنایا اور اس کے بھائی حسن کوگہ وہ اس کے دونوں حقیقی بیٹے تھے[1] ۔ دوسری بیوی کے کہنے سے کہ جو اُن (لڑکوں) کی ماں سے جھگڑا کرتی تھی ، دہلی کی طرف بھیج دیا[2] ۔ لچھمی نگر اور شہاب پور کی تعمیر کرائی اور مر گیا[3] ۔ اس کی حکومت کی مدت بیس سال ہوئی[4] ۔

۱۔ یہاں عبارت گنجلک ہے ۔ فرشتہ میں صاف ہے کہ ''حسن خان و علی خان اس کے دونوں حقیقی بیٹے تھے'' ۔

۲۔ دونوں بیٹوں کو بھیج دیا پھر پشیمان ہو کر حسن خان کو بلایا ، (فرشتہ ۲/۳۳۹) ۔

۳۔ فرشتہ ۲/۳۳۸ ، ذکاء اللہ ، ص ۔

۴۔ ۷۸۵ھ/۱۳۸۳ء میں فوت ہوا ، (ذکاء اللہ ، ص ۱۸) ۔

[۳۳۰] ذکر سلطان قطب الدین بن شمس الدین

جب سلطان شہاب الدین کا انتقال ہو گیا ، تو اس کا بھائی ہندال اس کے بعد سلطنت کا مالک ہوا ۔ اس نے سلطان قطب الدین اپنا نام رکھا ۔ وہ نہایت پسندیدہ اخلاق کا مالک تھا ۔ وہ احکام کے نافذ کرنے میں بہت اہتمام کرتا تھا ۔ ایک سردار کو جس کا نام بوداؤ تھا ، قلعہ لوہر کوٹ فتح کرنے کے لیے بھیجا کہ جو سلطان شہاب الدین کے بعض سرداروں کے قبضہ میں تھا ۔ اس کے بعد فریقین میں سخت جنگ ہوئی اور وہ مارا گیا ۔ اس کے بعد اس نے اپنے بھتیجے[1] حسن بن شہاب الدین کو دہلی سے بلا کر اپنا ولی عہد بنانا چاہا ، لیکن حاسدوں نے سلطان کو اس ارادہ سے باز رکھا اور اس کے مار ڈالنے کے لیے بھکایا ۔ سلطان کے سرداروں میں سے ایک شخص نے جس کا نام رائے راول[2] تھا ، حسن کو اس کی اطلاع کر دی اور (وہ امیر) حسن کے ساتھ کشمیر کے راستہ سے فرار ہو کر لوہر کوٹ چلا گیا ۔ اس کے بعد وہاں کے زمینداروں نے ان دونوں کو گرفتار کرکے سلطان کے پاس بھیج دیا ۔ رائے راول قتل ہوا اور حسن قید کر دیا گیا ۔ آخر عمر میں سلطان کے دو لڑکے ہوئے ۔ ایک کا نام سکار اور دوسرے کا نام ہیبت خاں رکھا ۔ یہ دونوں لڑکے کم عمر تھے کہ سلطان کا انتقال ہو گیا[3] ۔ اس کی حکومت کی مدت پندرہ سال اور پانچ ماہ ہوئی ۔

[۳۳۱] ذکر سلطان سکندر بت شکن بن قطب الدین

سلطان سکندر کا نام سیکار[4] تھا ۔ وہ وزیروں اور سرداروں کے مشورہ سے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا ۔ اس نے مہمات کو سر کرنے کا ذمہ لیا اور روی نادری[5] وزیر کو جو صاحب اختیار تھا ، تبت کی طرف نامزد

۱- فرشتہ (۳۳۹/۲) نے بھائی لکھ دیا ہے ۔

۲- رائے دل (فرشتہ ۳۳۹/۲) ۔

۳- ۷۹۶ھ/۱۳۹۴ء میں وفات پائی ، (فرشتہ ۳۳۹/۲) ۔

۴- سکار یا شکار ۔

۵- روی مادری (فرشتہ ۳۴۰/۲) ۔

کیا ۔ اس ولایت کو فتح کرنے کے بعد چونکہ اس (وزیر) کے پاس فوج جمع ہو گئی تھی ، لہذا اس نے بغاوت کر دی اور پھنیر کے نواح میں سلطان سے جنگ کرکے شکست پائی ۔ بالآخر گرفتار ہو کر قید ہوا اور قید میں اس نے خود کشی کر لی ۔ سلطان کے پاس ایک عظیم لشکر جمع ہوگیا اور اس نے تمام اطراف کو فتح کر لیا[1] ۔

جس زمانہ میں حضرت صاحبقران امیر تیمور ہندوستان فتح کرنے کے لیے آیا ، تو اس نے سلطان کے لیے ہاتھی بھیجا ۔ سلطان نے اس بات پر فخر کیا اور صاحبقران (امیر تیمور) کی خدمت میں عرضداشت بھیجی جس میں اخلاص و اطاعت کا اظہار کیا گیا تھا اور لکھا کہ جس جگہ کے لیے حکم ہو میں وہاں حاضر ہو جاؤں ۔ امیر تیمور کے ایلچیوں کی بہت خاطر تواضع کرکے ان کو رخصت کر دیا ۔ اس کے اخلاص و اطاعت کی اطلاع جب امیر تیمور کو ہوئی ، تو اس نے اس کے حال پر نوازش فرمائی اور زریں خلعت اور مرصع زین کے ساتھ ایک گھوڑا بھیجا اور حکم دیا کہ جس وقت ہم دہلی سے پنجاب کی طرف روانہ ہوں ، تو ہماری خدمت میں آ جانا ۔ جب امیر تیمور کوہ سوالک سے پنجاب کی طرف روانہ ہوا ، تو اس کے حکم کے مطابق سلطان سکندر کثیر نذرانوں کے ساتھ امیر تیمور کی خدمت میں حاضری کے لیے روانہ ہوا ۔ راستہ میں سنا کہ امیر تیمور کے بعض امراء کہتے ہیں کہ سلطان سکندر کو ایک ہزار [۴۲۲] گھوڑوں کا نذرانہ پیش کرنا چاہیے ۔ سلطان (سکندر) اس خبر سے پریشان ہو کر واپس لوٹ گیا اور ایک درخواست بھیجی کہ میں حضور کے لائق نذرانہ فراہم نہ کر سکا ، اس لیے چند روز کے لیے یہ ارادہ ملتوی ہو گیا ہے ۔

جب امیر تیمور کو یہ بات معلوم ہوئی تو ان لوگوں پر جنھوں نے یہ کہا تھا کہ سلطان سکندر کو ایک ہزار گھوڑوں کا نذرانہ پیش کرنا چاہیے ناراض ہوا اور سلطان سکندر کے ایلچیوں پر نوازش کی اور ان سے فرمایا کہ (ہمارے) وزیروں نے نامناسب بات کہی ہے ۔ سلطان کو چاہیے کہ بے فکری سے ہمارے پاس آئے ۔ جب سلطان نے ایلچیوں کے ذریعہ سے یہ بات سنی ، تو وہ نہایت اطمینان کے ساتھ آنحضرت (امیر تیمور) کی ملازمت کے لیے کشمیر سے نکلا ۔ جب بارہ مولہ سے گزرا ، تو اس نے سنا کہ

۱۔ فرشتہ ۲/۳۴۰ ۔

امیر تیمور دریائے سندھ سے گزر کر سمرقند کو جا رہا ہے ۔ اس نے ایلچیوں کو بہت سے نذرانے دے کر امیر تیمور کی خدمت میں بھیجا اور خود کشمیر واپس چلا گیا[1] ۔ چونکہ بہت سخی تھا ، اس لیے عراق ، خراسان اور ماوراء النہر کے علماء اس کے دربار میں امیدیں لے کر حاضر ہوئے تھے ۔ کشمیر میں دین اسلام نے رواج پایا :

چناں ہم نشیں زد صلائے کرام
کہ مایوس را گشت حرماں حرام
شد از پس کہ اسلام روشن گرفت
حریم درش قبلۂ خاص و عام

وہ علماء میں سے سید محمد کا جو علماء کے سردار تھے ۔ بہت احترام کرتا تھا ۔ کافروں کے عبادت خانوں اور بتوں کے توڑنے میں وہ بہت کوشش کرتا تھا ۔ ان میں سے ایک بت خانہ بہت بلند تھا جو بحرارہ[2] میں تھا جس کو مہادیو سے منسوب کیا جاتا تھا ۔ سلطان نے اس کو مسمار کرا دیا اور اس کی بنیادوں کو اتنا کھودا گیا کہ کھدائی پانی کی تہہ تک پہنچ گئی ، لیکن بنیادوں کی انتہا نہ ملی ۔ دوسرے بت خانہ کو بھی جو جگدر[3] میں تھا ، توڑ ڈالا ۔ (اس سے) بڑے بڑے شعلے اُٹھے ۔ چنانچہ سلطان نے [۳۳۴] ان (شعلوں) کو دیکھا ۔ راجا الاوت نے ایک دیوہرہ (دیو استھان) بغیر مندر کے سن پور میں بنوایا تھا ۔ اس کو نجومیوں نے یہ بتا دیا تھا کہ ایک ہزار اور ایک سو سال کے بعد سکندر نامی بادشاہ اس کو خراب کرے گا اور وہ اس عطارد کی صورت کو جو اس میں ہے ، توڑ ڈالے گا ۔ یہ مضمون تانبے کی ایک تختی پر کھدوا کر ایک صندوق میں رکھا اور وہ اس عمارت کے نیچے دفن کر دیا تھا ۔ اس عمارت کے کھدوانے کے دوران میں وہ تحریر نکلی ۔ سلطان نے فرمایا کہ کاش اس عبارت کو عمارت کے اوپر لکھوا دیا جاتا تو میں اس کی ویرانی کا حکم نہ دیتا[4] ۔

۱- فرشتہ ۲/۳۴۰ ۔
۲- بحر آرا (فرشتہ ۲/۳۴۱) ۔
۳- مقتدایٔ او را کہ جگدیو بود نیز شکستند (فرشتہ ۲/۳۴۱) ۔
۴- فرشتہ ۲/۳۴۱ ۔

اس کے ملک میں شراب اور سوداگروں سے محصول لینا قطعاً ممنوع تھا ۔ وہ آخر عمر میں تپ محرقہ میں مبتلا ہوا ۔ میران[1] خان ، شاہی خان اور محمد خان کو جو اس کے بیٹے تھے ، بلا کر وصیت کی ۔ میران خان کو ''علی شاہ'' کا خطاب دے کر سلطنت اس کے سپرد کی اور وہ فوت ہو گیا ۔ اس کی حکومت کی مدت بائیس سال نو ماہ اور چھ روز ہوئی[2] ۔

ذکر سلطان علی شاہ بن سلطان سکندر بت شکن

سلطان علی شاہ بن سلطان سکندر بت شکن جس کا نام میران خان تھا باوجودیکہ وہ کم عمر تھا ، لیکن اس کا استقلال اور خوف لوگوں کے دلوں پر قائم ہو گیا تھا ۔ اطراف و جوانب کے لوگ اس کے مطیع ہو گئے تھے ۔ [۳۴۴] ابتدائی زمانہ میں تمام معاملات سیہ بھٹ[3] پر چھوڑ دیے کہ جو مسلمان ہو گیا تھا اور سلطان سکندر کا وزیر تھا ۔ چار سال کے زمانہ میں جبکہ وہ وزیر تھا ، مخلوق پر طرح طرح کے مظالم کیے ۔ اکثر ہندو وطن چھوڑ کر چلے گئے ۔ بعضوں نے خودکشی کر لی ۔ جب سیہ بھٹ دق کے مرض میں فوت ہوگیا ، تو سلطان نے اپنے چھوٹے بھائی شاہی خان کو جو شجاعت اور فراست میں مشہور تھا ، وزارت سونپی اور اس کے بعد شاہی خان کو ولی عہد بنا لیا ۔ چھوٹے بھائی محمد خان کو اس کی اطاعت کے بارے میں وصیت کی ، سیر کے ارادہ سے کشمیر سے نکلا اور راجا جمو جو اس کا خسر تھا کے سر پر پہنچا ۔

اسی دوران میں کچھ خود غرض لوگوں نے شاہی خان کے ولی عہد بنانے پر اسے نادم کیا ۔ راجا جمو اور راجا راجوری ، علی شاہ کی مدد کے لیے گئے اور کشمیر پر دوبارہ اس کا قبضہ کرا دیا ۔ شاہی خان کشمیر سے سیالکوٹ چلا گیا ۔ اس زمانہ میں جسرت کھوکھر کہ جو امیر تیمور کی قید میں تھا ، اس (تیمور) کی وفات کے بعد قید سے نکل کر پنجاب آ گیا ۔ اس نے خوب اپنا اقتدار قائم کر لیا ۔ شاہی خان ، جسرت کھوکھر

۱۔ میر خان (فرشتہ ۲/۳۴۱) ۔

۲۔ ۸۱۹ھ/۱۷-۱۴۱۶ء میں فوت ہوا (فرشتہ ۲/۳۴۱) ۔

۳۔ ... دیو بھٹ (ذکاء اللہ ، ص ۲۰...)

سے مل گیا اور اس کو لے کر علی شاہ پر چڑھ آیا ۔ علی شاہ ایک بڑا لشکر لے کر جسرت پر حملہ آور ہوا ۔ زبردست جنگ ہوئی ۔ دونوں طرف سے بہت مخلوق قتل ہوئی ۔ کہتے ہیں کہ چند بے سر جسم جنگ کے میدان میں کھڑے ہو کر حرکت میں آ گئے تھے ۔ اہل ہند میں یہ بات مسلم ہے کہ جس جنگ میں دس ہزار آدمی مارے جاتے ہیں ، تو ایک بے سر قالب کہ جس کو ہندی میں کبندھ کہتے ہیں ، کھڑے ہو کر چلنے لگتا ہے ۔

آخر کار علی شاہ [۳۳۵ب] تاب نہ لا سکا اور بھاگ کھڑا ہوا [1] ۔ شاہی خاں اس کے تعاقب میں کشمیر آیا ۔ شہر کے لوگوں نے اس کے آنے پر خوشیاں کیں ۔ علی شاہ کی حکومت کی مدت چھ سال اور نو ماہ ہوئی ۔

ذکر سلطان زین العابدین بن سلطان سکندر بت شکن

[سلطان زین العابدین سے مراد شاہی خاں ہے ۔ سلطان زین العابدین بھائی کے بعد تخت سلطنت پر متمکن ہوا] [2] ۔ جسرت کھوکھر اگرچہ سلطان کے لشکر کی قوت سے دہلی پر قبضہ نہ کر سکا ، لیکن اس نے تمام پنجاب پر قبضہ کر لیا تھا ۔ تبت اور وہ تمام علاقہ جو دریائے سندھ کے کنارے پر واقع ہے ، سلطان کے قبضہ میں آ گیا ۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی محمد خاں کو اپنا مشیر بنا کر تمام ملکی معاملات اس کے سپرد کر دیے ۔ وہ خود بھی معاملات و مقدمات کے طے کرنے میں بہت کوشش کرتا تھا ۔ وہ ہر طبقہ کے لوگوں سے ملتا تھا ۔ اس نے علوم و فنون بھی حاصل کیے تھے ۔ اس کی مجلس میں ہندو اور مسلمان اہل دانش ہر وقت رہتے تھے علم موسیقی میں وہ پوری مہارت رکھتا تھا ۔ ولایت کشمیر کی تعمیر ، زراعت کی کثرت اور نہروں کی کھدائی میں جتنی کوشش اس نے کی ، کشمیر کے حکام میں سے کسی کو ایسی توفیق نصیب نہیں ہوئی :

بیت

زہر کس ناید این کز ابر ہمت
نہال عہد را سر سبز دارد

۱- یہ واقعہ ۸۲۶ھ/۱۴۲۳ء میں ہوا (فرشتہ ۲/۳۴۲) ۔
۲- یہ عبارت نولکشور ایڈیشن میں نہیں ہے ۔

[۴۳۶] اس کے ملک میں جہاں کہیں چوری ہو جاتی ، اس کا تاوان اس گاؤں کے رئیسوں پر ڈالا جاتا تھا - اس سے چوری کا بالکل خاتمہ ہو گیا اس کے زمانہ میں نرخ لویسی کا رواج ہوا - تانبے کی تختیوں پر نرخ نامہ کھدوا کر ہر شہر میں بھیج دیے جاتے تھے - کشمیر کی ولایت سے ظلم کی تمام رسمیں ختم ہو گئیں - اس کا یہ قول تھا کہ میرے بعد جو کوئی (حاکم) ہو اور ان قوانین پر عمل نہ کرے ، تو وہ جانے اور اس کا خدا[1] -

سری بھت کی التماس پر کہ فن طبابت میں زمانہ بھر میں کوئی اس کا مثل نہ تھا اور سلطان کی طرف سے (اس کو) مختلف رعایتیں حاصل تھیں ، دوسرے برہمن کہ جو سلطان سکندر کے عہد میں سیہ بھٹ کی بدگوئی سے جلاوطن ہوئے تھے ، واپس آ گئے اور اپنے اپنے عبادت خانوں اور مقررہ مقامات پر رہنے لگے - ان کے لیے وظیفے مقرر ہو گئے - سلطان نے برہمنوں سے یہ عہد لیا کہ جو کچھ ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے ، اس کے خلاف نقل نہ کریں[2] - اس کے بعد جو کچھ ان کی رسوم تھیں ، مثلاً تلک لگانا اور ستی (عورتوں کا شوہر کی لاش کے ساتھ جل جانا) وغیرہ جن کو سلطان سکندر نے ختم کر دیا تھا ، وہ سب از سر نو جاری کر دیں -

جرمانے ، نذرانے اور تمام غلہ (بطور ٹیکس) رعایا سے معاف کر دیا اور حکم دیا کہ سوداگر جتنا مال اطراف سے لائیں اس کو نہ چھپائیں اور نقصان اٹھانے سے پرہیز کریں اور تھوڑے نفع پر فروخت کریں - جو قیدی پرانے زمانہ سے جیل خانوں میں تھے ، سب کو آزاد کر دیا - جو ملک فتح ہوتا ، اس کا خزانہ لوٹ لیا جاتا اور اپنے دارالحکومت کے مطابق اس ملک پر خراج مقرر کر دیا جاتا - سرکشوں کو سزا دے کر ان کی حیثیت کے مطابق ان پر نظر رکھتا تھا -

فقیروں اور کمزوروں کے ساتھ اتنی رعایتیں کرتا کہ وہ مجبور نہ رہیں - بیگانہ عورت اور غیر کے مال پر خیانت و طمع سے کبھی نظر نہیں

۱- فرشتہ ۲/۳۴۲ -

۲- ازاں تخلف ننمائید (فرشتہ ۲/۳۴۲) -

کرتا ۔ رعایا پر شفقت کی وجہ سے مقررہ جریب میں اضافہ کر دیا گیا تھا۔ سلطان کے خاصہ کا خرچ تانبے کی کان کی آمدنی سے ہوتا تھا ۔ وہاں مزدور [۴۳۷] کام کیا کرتے تھے ۔ چونکہ سلطان سکندر کے زمانہ میں سونے ، چاندی اور تانبے کے بتوں کو تڑوا کر سکے بنا دیے گئے تھے ، لہذا اس دولت نے ارزانی پیدا کر دی تھی ۔ اس نے حکم دیا اور اس خالص تانبے کے سکے بنائے گئے جو کان سے نکلتا تھا اور ان کو رائج کیا ۔ وہ ایسا حسن سلوک کرتا تھا کہ اگر کسی سے ناراض ہو جاتا ، تو اس کو اس طریقہ سے اپنے ملک سے نکالتا کہ اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ سلطان اس سے کس سبب سے ناراض ہے ۔ وہ جس معاملہ میں یا جس کسی کے بارے میں بری فال نکالتا تھا ، ویسا ہی ہوتا تھا ۔ اس کے عہد میں مخلوق جس طریقہ اور ملت (مذہب) پر چاہتی زندگی بسر کرتی ۔ سلطان سکندر کے زمانے میں جو برہمن مسلمان ہو گئے تھے ، ان میں سے اگر مرتد ہو گئے ، مگر علماء میں سے کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہ تھی ۔ اس نے کوہ ماران کے نزدیک نہر نکلوا کر ایک شہر آباد کیا جس کی آبادی پانچ کوس تک تھی ۔ اس نے دوسرے شہر بھی آباد کرائے ۔ کالپور وغیرہ میں لوگ دور سے پانی لاتے تھے ، لہذا نہریں کھدوائیں[1] ۔ پل باندھے اور جس جگہ کو اس نے آباد کیا وہاں علماء ، فضلاء اور مساکین کو آباد کیا ۔ وہ ہمیشہ ان کے معاملات سے باخبر رہتا تھا ۔ خزانہ جمع کرنے کی فکر کبھی نہیں کرتا تھا ، بلکہ جو کچھ اس کے ہاتھ آ جاتا تھا، وہ خرچ کر ڈالتا تھا :

بیت

چوں لتواں نقد جاں بر جائے کہ داشت
چرا نقد دگر باید نگہ داشت

اس کے زمانہ میں ایک شخص سلطان محمد نامی پیدا ہوا جو شاعر بھی تھا اور دانشمند بھی ، وہ جس بحر اور قافیہ میں چاہتا تھا ، فی البدیہہ شعر کہتا تھا اور جس کسی علمی مسئلہ کو اس سے دریافت کیا جاتا ، فوراً بے تامل اس کو حل [۴۳۸] کر دیتا تھا ۔ سلطان علمائے اسلام کی

۱- فرشتہ ۲/۳۴۲ - ۳۴۳ -

تعظیم بھی بہت کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ یہ ہمارے مرشد ہیں ۔ جوگیوں کا بھی ان کی غربت و ریاضت کی وجہ سے احترام کرتا تھا ۔ کسی فرقہ کی عیب جوئی نہیں کرتا تھا ۔ اس قدر ذی فہم تھا کہ ہر مشکل مسئلہ جس کی تشخیص سے لوگ عاجز آ جاتے تھے ، وہ فوراً فیصلہ کر دیتا تھا ۔

من جملہ ان کے ایک عورت نے جو اپنی رعیت سے دشمنی رکھتی تھی ، رات کو اپنے چھوٹے لڑکے کو مار کر رعیت کے گھیر میں ڈال دیا اور صبح کو اس کے مار ڈالنے کی تہمت لگا کر فریاد کے لیے سلطان کے پاس آئی ۔ وزیروں نے نہایت کوشش کے باوجود اس (مقدمہ) کی تحقیق سے اپنے عجز کا اعتراف کر لیا ۔ سلطان نے خود اس کا فیصلہ کرنے کی طرف توجہ فرمائی ۔ (سلطان نے) پہلے اس عورت کو جس پر اتہام لگایا گیا تھا ۔ تنہائی میں بلایا ، اس کو تنبیہ کی اور کوئی دقیقہ (حقیقت حال معلوم کرنے میں) اٹھا نہ رکھا ۔ چونکہ وہ عورت بے گناہ تھی ، لہذا اس نے کسی طرح بھی اقبال نہیں کیا ۔ آخر کار سلطان نے حکم دیا کہ اگر تو مردوں کے سامنے برہنہ ہو کر اپنے گھر جانے پر رضا مند ہو ، تو یہ فعل تیری سچائی کا ثبوت سمجھا جائے ۔ عورت نے شرم کی وجہ سے اپنا سر جھکا لیا اور کہا کہ میرے نزدیک اس فعل کے مقابلہ میں مر جانا بہتر ہے ۔ میں اپنی جان دینے پر رضا مند ہوں ، لیکن یہ کام کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

سلطان نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور اس دوسری عورت کو بلایا کہ جس نے دعویٰ کیا تھا ۔ اس سے کہا کہ اگر تو اپنے دعوے میں سچی ہے ، تو مردوں کے سامنے برہنہ ہو جا ۔ وہ بے شرم عورت فوراً برہنہ ہونے کے لیے تیار ہو گئی ۔ سلطان نے اس کو روک دیا اور کہا کہ یہ جرم اس (عورت) نے کیا ہے اور اپنی رعیت پر تہمت لگائی ہے ۔ جب اس کے چند کوڑے لگوائے گئے ، تو اس نے اقبال (جرم) کر لیا[1] ۔

سلطان چوروں کو قتل نہیں کرتا تھا ، بلکہ حکم دے دیتا کہ ان کے پیروں میں زنجیریں ڈال کر ان سے روزانہ عمارت (کی تعمیر میں) کام

1- فرشتہ ۲/۳۰۳ ۔

لیا جائے اور ان کو کھانا ملتا تھا - [۴۳۹] شکار کی ممانعت اس لیے کر دی تھی کہ کوئی جانور مارا نہ جائے - رمضان کے مہینہ میں گوشت نہیں کھاتا تھا - اس کی بخشش کی وجہ سے اطراف کے گانے بجانے والے کشمیر میں آ گئے - ان میں سے ملا عودی تھا جو خواجہ عبدالقادر کا براہ راست شاگرد تھا - وہ خراسان سے آیا اور اس نے ایسا عود بجایا کہ سلطان خوش ہو گیا اور وہ طرح طرح کی عنایات سے سرفراز ہوا -

ملا جمیل حافظ شاعری اور خوش خوانی میں بے مثل تھا - سلطان نے اس پر بھی بہت نوازشیں کیں کشمیر میں آج تک اس کے نقش مشہور ہیں - حبیب آتش باز جس نے کشمیر میں بندوق بنائی سلطان (زین العابدین) کے زمانہ میں تھا اور آتش بازی کے فن میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا - کتاب سوال و جواب جو نہایت مفید کتاب ہے ، سلطان نے اس کے مشورہ سے تصنیف کی۔ ناچنے والے رسی سے تماشا کرنے والے اور نٹ اس کے زمانے میں بڑی تعداد میں آ گئے - ایسے ایسے گویے تھے کہ ایک ایک نقش کو بارہ بارہ طریقے سے ادا کرتے تھے -

بعض اوقات جب سلطان خوش ہوتا تھا ، تو حکم دے دیتا تھا اور ارباب ، بین اور دوسرے گانے بجانے کے آلات سونے سے مرصع کرا دے جاتے تھے - ستوم نام کا ایک ذہین آدمی تھا - وہ کشمیری زبان میں شعر کہتا تھا اور ہندی علوم میں بھی یگانۂ روزگار تھا - اس نے ''زین حرب'' نام ایک کتاب لکھی جس میں سلطان کے واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ درج کیے ہیں[1] -

لودی[2] بھٹ کو شاہنامہ پورا یاد تھا - اس نے ایک کتاب ''مامک'' علم موسیقی کے بارے میں سلطان کے نام سے تصنیف کی - اس سبب سے اس پر عنایات کی گئیں - سلطان ہندی ، فارسی اور تبتی وغیرہ زبانوں سے واقف تھا عربی ، فارسی کی بہت سی کتابیں اس کے حکم سے ہندی زبان میں ترجمہ ہوئیں - کتاب مہابھارت جو ایک مشہور کتاب ہے اور کتاب راج ترنگنی کہ کشمیر کے بادشاہوں کی تاریخ ہے ، اس کے حکم سے فارسی میں

۱- فرشتہ ۲/۳۴۴ -

۲- بودی بھٹ (فرشتہ ۲/۳۴۴) -

ترجمہ ہوئیں[1] ۔

سلطان مغفور ابو سعید سلطان نے خراسان سے عربی گھوڑے اور اونٹ[2] بطور تحفہ سلطان (زین العابدین) کے پاس بھیجے ۔ سلطان اس بات سے خوش ہوا اور اس کے بدلہ میں زعفران کے بورے قطاس (پہاڑی گائے کے دم کے بال) ، مشک ، شال ، بلوریں پیالے اور کشمیر کے دوسرے تحفے خاقان مرحوم (سلطان ابو سعید) کی خدمت میں روانہ کیے ۔ سلطان بہلول لودی اور سلطان محمود گجراتی نے بھی اپنے اپنے ملک کے تحفے رابطہ محبت مستحکم کرنے کے لیے سلطان کے پاس بھیجے ۔ مکہ معظمہ ، مصر اور گیلان وغیرہ کے حکام نے بھی تحفے اور ہدیے بھیجے اور اس طریقہ (مئودت) کو اختیار کیا ۔ سندھ کے بادشاہ نے بھی بہت سا اسباب ، چیزیں اور سلطان کی تعریف میں ایک قصیدہ اپنے ملازم کے ذریعہ بھیجا ۔ سلطان اس قصیدہ کو پڑھ کر بہت خوش ہوا ۔ گوالیر کے راجا ڈونگرسین کو جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان (زین العابدین) کو علم موسیقی اور سنگیت سے بہت دل چسپی ہے ، اس نے اس فن (موسیقی) کی دو تین معتبر کتابیں بھیجیں ۔ اس کے لڑکے راجا کوت سن نے بھی باپ کے بعد سلسلہ اتحاد و اخلاص باقی رکھا ۔ تبت کے راجا نے دو خوش شکل عجیب جانور کہ جن کو اہل ہند کی زبان میں ہنس کہتے ہیں ، مان سرور (جھیل) سے کہ جس کا پانی تغیر پذیر نہیں ہے ، فراہم کرکے سلطان کے پاس بھیجے ۔ سلطان ان جانوروں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا ۔ ان جانوروں کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت یہ تھی کہ جب دودھ کو پانی میں ملا کر ان کے سامنے رکھتے تھے تو وہ چونچ سے دودھ کو پانی سے علیحدہ کرکے پی لیتے تھے اور خالص پانی باقی رہ جاتا تھا[3] ۔

[۱۴۴] سلطان نے ابتدائی زمانہ میں اپنے بھائی محمد خاں کو اپنا ولی عہد بنا کر ملکی انتظام ۔ اس کے سپرد کر دیا تھا ۔ اس کی وفات کے

۱- فرشتہ ۲/۳۴۴ ۔

۲- اونٹ کی قسم کہ جو بخت نصر بادشاہ سے منسوب ہے ۔

۳- فرشتہ ۲/۳۴۴ ۔

بعد اس کے لڑکے پر جس کا نام حیدر تھا ، اعتبار کیا اور ملکی معاملات اس پر چھوڑ دیے ۔ اس نے اپنے دو کوکوں (دودھ شریک بھائیوں) کو جن کے نام مسعود اور شبر تھے ، اپنا مقرب بنایا اور انھیں ممتاز کیا ۔ آخر میں یہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے ، شبر نے مسعود کو جو اس کا چھوٹا بھائی تھا ، مار ڈالا ۔ سلطان نے اس کے قصاص میں شبر کو بھی قتل کرا دیا ۔

سلطان کے تین لڑکے تھے ۔ ایک آدم خان جو ان میں سب سے بڑا تھا ، لیکن ہمیشہ سلطان کی نظر میں ذلیل رہتا تھا ، حاجی خان اور بہرام خان (بہرام خان) سب سے چھوٹا تھا ۔ اس کے پاس نوکر بہت تھے[1] ۔

ملا دریا نامی ایک مجہول[2] النسب شخص تھا ۔ اس کو دریا خان کا خطاب دیا اور تمام معاملات اس پر چھوڑ دے اور خود عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا ۔

سری بھٹ جو سلطان کا وزیر تھا ، جب اس دنیا سے کوچ کر گیا ، تو سلطان نے ایک کروڑ کشمیری سکہ کہ جو چار سو اشرفی کے برابر تھا ، اس کے لیے بچوں میں صدقہ کیا ۔ سلطان جوگیوں کے علوم میں پوری مہارت رکھتا تھا : خلع بدن (عضو کا علیحدہ علیحدہ ہونا) کہ جس کو سیمیا کہتے ہیں ، لوگوں نے اس (سلطان زین العابدین) سے اس بات کو دیکھا تھا ۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلطان سخت بیمار ہوا اور ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ۔ لوگ اس کی صحت سے مایوس ہو گئے ۔ اسی دوران میں ایک جوگی کشمیر میں آیا ۔ اس نے کہا کہ میں علم سیمیا جانتا ہوں ۔ سلطان کی اس بیماری کا جو سخت ترین بیماری ہے ، سوائے اس کے کوئی علاج نہیں ہے کہ میں اپنی روح کو اپنے جسم سے نکال کر سلطان کے جسم میں داخل کر دوں ۔ سلطان کے مقربین نے اس بات کو غنیمت [۴۴۲] سمجھا اور جوگی کو اس کے شاگرد کے ہمراہ سلطان کے سرہانے

۱- فرشتہ ۲/۳۴۴ ۔

۲- پاچی گری (فروماہگی) (فرشتہ ۲/[illegible]) ۔

لے گئے ۔ ان دونوں کو وہاں تنہائی میں چھوڑ دیا ۔ جب سلطان کی روح نکل گئی تو اس کے بعد جوگی نے اپنی روح بدن سے نکال کر اس علم کے ذریعہ سے جو وہ چاہتا تھا ، سلطان کے بدن میں داخل کر دی ۔ اس نے اپنے شاگرد کو وصیت کر دی تھی کہ میرے قالب کو جو معطل ہو جائے گا ، آسن میں کہ جس سے جوگیوں کا قیام مراد ہے ، لے جا کر اُتو حفاظت کرنا ۔ جب شاگرد جوگی کے جسم کو لے کر باہر آیا اور مقربین سلطان کے پاس دوڑ کر گئے ، تو اس کو صحیح البدن پایا اور خوشی و مسرت کا اظہار کیا[1] ۔

کچھ عرصہ کے بعد سلطان کے لڑکے ایک دوسرے سے دشمنی کرنے لگے اور ان میں جھگڑا ہوا ۔ آدم خاں جو سب سے بڑا تھا ، کشمیر سے نکل کر اطمینان کے ساتھ ولایت تبت چلا گیا اور اس علاقہ کو فتح کر لیا ۔ بہت سا مالِ غنیمت سلطان کے پاس لایا اور عنایات کا مستحق ٹھہرا حاجی خاں حسب الحکم لوہر کوٹ گیا ۔ سلطان (زین العابدین) آدم خاں کو حاجی خاں کی کشیدگی کی وجہ سے ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا ۔ آخر حاجی خاں بعض لوگوں کے ورغلانے سے لوہر کوٹ سے کشمیر کی طرف آیا ۔ ہر چند سلطان نے اسے لکھ کر اور کہلا کر بھیجا کہ وہ نہ آئے ، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ مجبوراً سلطان اس سے جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلا اور بھلسل کے میدان میں لشکر آراستہ کیا ۔ حاجی خاں اگرچہ اپنے اس فعل پر پشیمان تھا ، لیکن جنگجو لوگوں کے کہنے سے جنگ پر آمادہ ہو کر میدان میں آ گیا اور شام تک جنگ میں قائم و برقرار رہا ۔ آخرکار حاجی خاں کے لشکر کو شکست ہوئی ۔ اس جنگ میں آدم خاں نے بہت مردانگی سے کام لیا ۔ حاجی خاں فرار ہو کر بیرہ پور کی طرف چلا گیا ۔ آدم خاں نے اس کا تعاقب کرکے [۶۴۳] اس کو گرفتار کرنا چاہا ، مگر سلطان نے اجازت نہ دی ۔ حاجی خاں بیرہ پور سے نیر آ گیا اور زخمیوں کے علاج میں مشغول ہوا ۔ سلطان فتح کے بعد کشمیر آیا اور حکم دیا اور دشمنوں کے سروں سے بلند مینارہ بنایا اور حاجی خاں کے لشکر کے قیدیوں کو قتل کرا دیا ۔ آدم خاں نے ان لوگوں کو جنھوں نے حاجی خاں

۱- فرشتہ ۲/۳۴۵ ۔

کو ورغلایا تھا ، ان کے اہل و عیال کو تکلیفیں پہنچائیں ۔ اس وجہ سے اکثر آدمی حاجی خاں سے علیحدہ ہو کر آدم خاں کے پاس آ گئے ۔ اس کے بعد آدم خاں نے استقلال کے ساتھ چھ سال تک حکومت کی ۔ ولایت کشمیر میں زبردست قحط پڑا ، چنانچہ بہت سے آدمی بھوک سے مر گئے ۔ اس وجہ سے سلطان کو بہت غم ہوا ۔ لوگوں میں خزانہ اور غلہ اکثر تقسیم کرایا ۔ بعض مقامات پر خراج کو چوتھائی اور بعض جگہ ساتواں حصہ کر دیا[1] ۔

آدم خاں نے کمراج کی ولایت پر قابض ہو کر ظلم و تشدد شروع کیا ۔ اس کے پاس سے بہت آدمی سلطان (زین العابدین) کے پاس چلے آئے اور انصاف کے طالب ہوئے ۔ جو فرمان سلطان کی طرف سے اس کے پاس پہنچتا تھا ، وہ اس کو قبول نہیں کرتا تھا ۔ یہاں تک کہ بہت سا لشکر فراہم کرکے سلطان پر حملہ آور ہوا اور قطب الدین پور میں قیام کیا ۔ سلطان نے اس خیال کے مطابق :

مزن با سپاہی ز خود پیشتر
کہ نتواں زدن مشت بر نیشتر

حیلہ حوالہ سے اس کو تسلی دے کر پھر ولایت کمراج کو بھیج دیا اور حاجی خاں کو فوراً بلا لیا ۔ [۴۴۴] آدم خاں ، کمراج پہنچ کر بغیر قیام کیے ہوئے وہاں سے نکل کھڑا ہوا اور سوپہ پور[2] پہنچا ۔ وہاں کے حاکم نے جو سلطان کی طرف سے مقرر تھا ، نکل کر جنگ کی اور مارا گیا تمام شہر برباد ہو گیا ۔ جب سلطان نے یہ خبر سنی ، تو ایک بڑا لشکر آدم خاں کے سر پر بھیج دیا ۔ سخت جنگ ہوئی ۔ دونوں طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے ۔ آدم خاں کو شکست ہوئی ۔ چونکہ سوپہ پور کا پل جو دریا بہت (جہلم) پر بنا ہوا تھا ، ٹوٹ گیا ، لہذا آدم خاں کے تقریباً تین سو اہم آدمی فرار ہونے کی حالت میں غرق ہو گئے ۔

آدم خاں نے دریا کو عبور کرکے اس پار قیام کیا اور سلطان شہر

۱- فرشتہ ۲/۳۴۶ ۔
۲- سوپور (فرشتہ ۲/۳۴۶) ۔

سے نکل کر سوپہ پور کی طرف آیا اور رعایا کو دلاسا دیا ۔ اسی دوران میں حاجی خان اُس فرمان کے مطابق جو اس کو گیا تھا ، پنجہ کے راستہ سے بارہ مولا پہنچا ۔ سلطان نے اپنے چھوٹے لڑکے بہرام کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا ۔ دونوں بھائیوں کے درمیان اور زیادہ دشمنی ہوگئی آدم خان جس جگہ تھا ، وہاں سے بھاگ کر شاہ منگ کے راستہ سے نیلاب پہنچا ۔ سلطان (زین العابدین) حاجی خان کو ہمراہ لے کر شہر میں آیا اور اس کو اپنا ولی عہد بنایا ۔ حاجی خان نے نہایت خلوص برتا ، اخلاص میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور اپنے ان نوکروں کو جو ہندوستان کے سفر میں اس کے ساتھ رہے تھے ، سفارش کرکے سلطان سے ان کے لیے مناصب دلوائے ۔ اچھی جاگیریں مقرر کیں ۔ سلطان نے مرصع سنہرا پٹکا اس کو عنایت کیا اور ہمیشہ اس سے خوش رہا ۔

بالآخر حاجی مدام شراب پینے کی وجہ سے اسہال دموی میں مبتلا ہو گیا ۔ سلطنت کے کاموں میں پوری طرح خرابیاں پیدا ہوگئیں ۔ سرداروں نے خفیہ طور سے آدم خاں کو بلا لیا ۔ آدم خاں سرداروں کے ایما سے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ سلطان نے اس کے آنے پر ناگواری کا اظہار کیا اور سرداروں سے ناراض ہو گیا ۔ آخرکار بھائیوں نے عہد و پیمان کرکے آدم خان کی تعظیم کی [۴۴۵] کچھ عرصہ کے بعد جب سلطان پر بڑھاپے کی وجہ سے کمزوری غالب آ گئی اور اس کے علاوہ بیماری نے اس کو دبایا ، تو وزیروں نے متفق ہو کر عرض کیا کہ اگر ملک کا انتظام کسی فرزند کے سپرد کر دیا جائے تو امن و نظم مملکت کا باعث ہو ۔ سلطان نے اس بات پر کوئی توجہ نہیں کی اور کسی لڑکے کو سلطنت میں اختیار نہیں دیا ۔ منافق درمیان میں آئے اور خوب گھل مل گئے ۔ بہرام خان نے مکاری سے نفاق آمیز باتیں شروع کر دیں اور دونوں بڑے بھائیوں کو آپس میں دشمن کر دیا ۔

آدم خاں خوف کی وجہ سے قطب الدین پور جا کر رہنے لگا ۔ جب سلطان پوری طرح کمزور ہو گیا ، تو سرداروں نے فتنہ انگیزی کو روکنے کے لیے لڑکوں کو بادشاہ کی عیادت کے لیے نہیں جانے دیا ، بلکہ کبھی کبھی سلطان کو اونچی جگہ پر بٹھا دیتے تھے اور نقارہ بجواتے تھے کہ سلطان کو صحت ہو گئی ہے ۔ اس تدبیر سے ملک میں اطمینان

قائم رکھا[۱] -

آخر کار جب سلطان کی بیماری شدید ہو گئی اور وہ ایک دن اور رات تک بے ہوش رہا ، تو ایک رات کو آدم خاں قطب الدین پور سے سلطان کو دیکھنے آیا - لشکر کو شہر کے باہر چھوڑ دیا تا کہ حاجی خاں اور دشمنوں سے خبردار رہیں - اتفاق سے اسی رات کو حسن کبھی جو بڑے سرداروں میں تھا ، سلطان کے دیوان خانہ میں حاجی خاں کے لیے سرداروں سے بیعت لے رہا تھا - دوسرے دن سرداروں نے آدم خاں کو کسی بہانے سے کشمیر سے باہر بھیج دیا اور حاجی خاں کو بعجلت تمام بلا لیا - حاجی خاں سرداروں کے بلانے پر آ گیا - سلطان کے طویلہ کے گھوڑوں پر پوری طرح اپنا قبضہ کیا ایک بڑا لشکر اس کے گرد جمع ہو گیا ، لیکن مخالفوں کی بغاوت اور فتنہ کے خوف سے شاہی محل کے اندر نہیں گیا - آدم خاں نے جب یہ خبر سنی ، تو وہ خائف ہو کو ماویل[۲] کے راستہ سے ہندوستان کو روانہ ہو گیا - اس کے بہت سے نوکر (اس سے) علیحدہ ہو گئے - زین بدر جو حاجی خاں کے معتبر سرداروں [۳۴۶] میں تھا ، آدم خاں کے تعاقب میں روانہ ہوا - آدم خاں نے نہایت بہادری سے مقابلے کیے اور اس کے بھائیوں اور عزیزوں کو قتل کر کے نکل گیا - حسن خاں پسر حاجی خاں جو پنجہ میں تھا ، اپنے والد کے پاس آ گیا - حاجی خاں کے کاروبار میں خوب رونق ہو گئی - سلطان (زین العابدین) کا انتقال ہو گیا[۳] - اس کی حکومت کی مدت باون سال ہوئی -

سلطان حیدر شاہ بن سلطان زین العابدین

سلطان حیدر شاہ کا نام حاجی خاں تھا - باپ کے انتقال کے تین روز بعد حاجی خاں نے سلطان حیدر خطاب پایا اور سکندر پور میں کہ جو نوہٹہ[۴] شہر مشہور ہے، اپنے باپ کے قواعد و آئین کے مطابق جلوس کیا -

---

۱- فرشتہ ۲/۳۴۶ - ۳۴۷ -

۲- بارہ مولہ (فرشتہ ۲/۳۴۷) -

۳- سلطان زین العابدین ۸۷۷/۳-۱۴۷۲ء میں فوت ہوا - (فرشتہ ۲/۳۴۷) -

۴- نیوسہ (فرشتہ ۲/۳۴۷) -

صدقہ کی رقم کو مستحقین میں تقسیم کر دیا ۔ اس کے بھائی بہرام خاں اور اس کے لڑکے حسن خاں نے اس کے سر پر تاج رکھا اور اس کے پاس قیام کیا :

بیت

چو مرگ افگند افسرے از سرے
نہد آسمان بر سر دیگرے

مکراج کی ولایت حسن خاں کی جاگیر میں مقرر ہوئی ۔ اس کو امیر الامراء اور اپنا ولی عہد بنایا اور ناکام کو بہرام خاں کی جاگیر میں دیا اور اطراف کے راجاؤں کو جو تعزیت و مبارک باد کے لیے آئے تھے ، گھوڑے اور خلعتیں دے کر رخصت کر دیا اکثر سرداروں کو پٹکے ، مرصع تلوار اور خلعت مرحمت ہوئے[1] ۔

سخاوت کرنا اس کی طینت میں تھا ۔ ہمیشہ شراب پیتا تھا ۔ اس کی طبیعت میں انتقام کا جذبہ بھی تھا ۔ اکثر سردار اس سے رنجیدہ ہو کر اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے ۔ چونکہ ملک کے احوال سے [۴۴۷] وہ بے پروا تھا ، اس وجہ سے وزیر ، رعایا پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے ۔ اس نے ایک حجام کو جس کا نام لولی[2] تھا ، اپنا مقرب بنا لیا تھا ۔ جو کچھ وہ (لولی) کہتا تھا اس پر وہ (حیدر شاہ) عمل کرتا تھا ۔ وہ لوگوں سے رشوت لیتا تھا ۔ جس سے بگڑ جاتا تھا ، اس کی طرف سے سلطان کے مزاج کو منحرف کر دیتا تھا ۔ پس گجھی[3] کہ جس نے سب سے پہلے اس کی بیعت کے لیے کوشش کی تھی ، لولی حجام کی بدگوئی سے قتل ہوا ۔ اس سے پہلے آدم خاں بہت سا لشکر جمع کرکے لایا اور جنگ کے ارادہ سے ولایت جمو پہنچا ۔ جب اس کو سرداروں کے قتل کی اطلاع ملی ، تو واپس ہو کر جمو چلا گیا ۔ جمو کے راجا مانک دیو کے ساتھ ان مغلوں سے جنگ کرنے کے لیے گیا جو اس نواح میں آ گئے تھے ۔ اس کے منہ میں ایک تیر لگا ۔ اسی زخم سے وہ مر گیا ۔

۱۔ فرشتہ ۲/۳۴۷ ۔
۲۔ ہولی (فرشتہ ۲/۳۴۷) ۔
۳۔ حسن خاں گجھی (فرشتہ ۲/۳۴۷) ۔

سلطان اس کی موت کی خبر سے متاثر ہوا اس کے حکم پر لوگ اس کی لعش کو میدانِ جنگ سے لائے اور اس کے باپ کے مقبرہ کے نزدیک دفن کر دیا ۔

اسی زمانہ میں مدام شراب پینے کی وجہ سے سلطان سخت ترین امراض میں مبتلا ہو گیا ۔ امراء خفیہ طور سے بہرام خاں سے مل گئے ۔ انھوں نے چاہا کہ اس کو سلطنت پر قابض کر دیں ۔ جب یہ خبر فتح خاں کو ملی جس نے ہندوستان میں بہت سے قلعے فتح کیے تھے اور بے شمار مالِ غنیمت لایا تھا ، تو وہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ یلغار کرتا ہوا کشمیر میں آ پہنچا ۔ چونکہ وہ بغیر اجازت کے آ گیا تھا ، لہذا خود غرض لوگوں نے اس کی طرف سے باتیں بنائیں اور سلطان کے مزاج کو (اس سے) منحرف کر دیا ۔ سلطان نے ناراض ہو کر اس کو سلام کی اجازت نہ دی اور اس کی کسی خدمت کا لحاظ نہ کیا گیا ۔ ایک روز سلطان اس محل میں آیا جس میں پلاستر ہوا تھا اور شراب پینے میں مشغول ہوا ۔ مستی کی حالت میں اس کا پیر پھسل گیا ۔ وہ گرا اور ختم ہو گیا ۔ اس کی حکومت کی مدت ایک سال دو ماہ ہوئی[1] ۔

[۴۴۸] ذکر سلطان حسن بن حاجی خاں حیدر شاہ

باپ کے انتقال کے سولھویں دن احمد آسو[2] کی کوشش سے تخت نشین ہوا اور دوسرے دن ان لوگوں کو جن کی طرف سے خوف تھا ، قید کر دیا اور سکندر پور سے نوشہر جا کر قیام کیا ۔ دادا باپ اور چچا کے خزانے کو لوگوں میں تقسیم کر دیا ۔ احمد آسو کو ملک احمد کا خطاب دے کر ملکی معاملات اس کے سپرد کر دیے۔ اس کے لڑکے نوادر آسو کو حاجب مقرر کیا ۔ بہرام خاں اپنے لڑکے کے ہمراہ کشمیر سے نکل کر ہندوستان کی طرف چلا گیا ۔ اس کے تمام سپاہی اس سے علیحدہ ہو گئے۔ اس کے مکمل حالات کا ذکر عنقریب کیا جائے گا[3] ۔

۱- فرشتہ ۳۴۷/۲ ۔

۲- احمد اسود (فرشتہ ۳۴۸/۲) ۔

۳- فرشتہ ۳۴۸/۲ ۔

سلطان حسن نے جو سلطان زین العابدین کے زمانہ کے وہ تمام قاعدے اور قوانین جو حیدر شاہ کے زمانہ میں متروک ہو چکے تھے ، از سر نو جاری کیے اور سلطنت کے کام ان ہی قاعدوں کے مطابق ہونے لگے ۔ اس موقع پر قابض فتنہ انگیزوں نے بہرام خاں کے پاس پہنچ کر اس کو جنگ پر آمادہ کر لیا ۔ بعض سرداروں نے بھی اس کو خطوط لکھے اور بلایا ۔ بہرام خاں ولایت کرماے[1] واپس ہو کر پہاڑوں کے راستوں سے ولایت مکراج پہنچا ۔ سلطان اس وقت سیر کرنے کے لیے دینا پور گیا ہوا تھا ۔ اس خبر کو سن کر وہ اپنے چچا سے جنگ کرنے کے ارادہ سے سوپہ پور پہنچا ۔ بعض لوگوں نے سلطان کو اس پر آمادہ کیا کہ ہندوستان کی طرف چلا جانا چاہیے ، لیکن ملک احمد آسو نے اسے جنگ کی ترغیب دی اور اس کو ہندوستان نہیں جانے دیا ۔ سلطان نے ملک احمد کی رائے کو پسند کیا اور ملک تاج بھٹ کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ بہرام خاں کے سر پر بھیجا ۔ بہرام خاں کو یہ امید تھی [۴۴۹] کہ سلطان کے لشکری اس سے مل جائیں گے ، لیکن اس کے برعکس ہوا ۔ موضع لولو[2] میں سخت جنگ ہوئی اور بہرام خاں کو شکست ہوئی ۔ وہ فرار ہو کر موضع زین گر پہنچا ۔ سلطان کی فوجوں نے اس کا تعاقب کرکے اسے گرفتار کر لیا ۔ ایک تیر اس کے منہ میں لگا ۔ اس کا مال و اسباب لوٹ لیا اور نہایت بری حالت میں اس کو سلطان کے پاس لائے ۔ سلطان کے حکم پر باپ اور بیٹے کو قید کر دیا ۔ کچھ عرصے کے بعد بہرام خاں کو اندھا کرا دیا گیا ۔ وہ تین سال تک جیل خانہ میں رہ کر فوت ہو گیا ۔ یہ بدر[3] کہ جو سلطان زین العابدین کا وزیر تھا اور ملک احمد آسو کے درمیان دشمنی تھی ۔ اس نے بہرام خاں کو اندھا کرانے میں بہت کوششیں کیں ۔ سلطان زین العابدین نے اکثر اس سے ناراض ہو کر یہ ارادہ کیا کہ اس کو قتل کرا دے ، مگر ممکن نہ ہو سکا ۔ سلطان حسن نے اس کو گرفتار کر لیا ۔ یہ محض اتفاق کی بات تھی کہ جس روز بہرام خاں کو اندھا کیا گیا ، اسی روز وہ بھی اندھا ہوا اور تین سال کے بعد وہ بھی جیل میں مرا :

۱۔ کرمار (فرشتہ ۲/۳۴۸) ۔

۲۔ لولہ پور (فرشتہ ۲/۳۴۸) ۔

۳۔ متن میں ''ابن بدر'' ہے اور فرشتہ (۲/۳۴۸) میں زین بدر ہے ۔

بچشم کس چو کس خارستم داد
بیاید چشم خود باسر بہم داد

ملک احمد کو استقلال نصیب ہوا ۔ ملک باری بہت کی رعایت کرکے ملک احمد کو بڑے لشکر کے ساتھ دہلی کی طرف راجوری کے راستہ سے بھیجا جمو کا راجا عجب دیو آ کر ملک احمد باری سے ملا اور ملک باری ایک بڑا لشکراس کی مدد کو لے گیا ۔ اس نے تاتار خاں سے کہ جو دہلی کے بادشاہ کی طرف سے پہاڑ کے دامن اور ولایت پنجاب کا حاکم تھا ، جنگ کی۔ اس کی تمام ولایت کو برباد اور شہر سیال کوٹ کو خراب کر دیا ۔ [۴۵۰] سلطان کے یہاں حیات خاتون سے کہ جو سیدوں کی نسل سے تھی ایک لڑکا پیدا ہوا ۔ سلطان نے اس کا نام محمد رکھا اور تربیت کے لیے ملک باری کے سپرد کر دیا ۔ دوسرے بیٹے کا نام حسین رکھا اس کو ملک نورا بن ملک احمد کو دے دیا کہ وہ اس کی پرورش کرے[1] ۔ ملک احمد اور ملک باری میں رنجش ہو گئی ۔ وہ ایک دوسرے کے دفع کرنے کی تدبیریں کرنے لگے ۔ سرداروں میں بھی اختلاف پیدا ہو گئے ۔ سخت لڑائیاں ہوئیں یہاں تک کہ ایک رات کو جمع ہو کر سلطان کے دیوان خانہ میں آ گئے اور دست درازیاں کرنے لگے اور آگ لگا دی ۔ سلطنت کے کام میں پوری طرح بدنظمی پیدا ہو گئی ۔ سلطان نے ملک احمد آسو کو اس کے اعزہ و اقارب کے ساتھ قید کر دیا ۔ اس کا مال و اسباب لوٹ لیا ۔ وہ قید میں مر گیا[2] ۔

سلطان نے سید ناصر کو بلایا جو سلطان زین العابدین کا مقرب تھا ۔ وہ مجلس میں اس کو اپنے مقدم رکھتا تھا ۔ وہ (سید ناصر) سلطان حسن کے حکم سے کشمیر سے نکل کر ولایت چلا گیا تھا ۔ جب سید ناصر درہ پیرپنجال کے نزدیک پہنچا ، تو فوت ہو گیا ۔ اس کے بعد سید حسن ولد سید ناصر کو کہ جو حیات خاتون کا باپ تھا ، دہلی سے بلا کر اختیارات اس کے سپرد کر دیے ۔ سید حسن نے سلطان کے مزاج کو کشمیر کے امیروں کی طرف سے منحرف کر دیا ۔ اس کی کوشش سے ملک کے اکابر کی

۱۔ فرشتہ ۲/ ۳۴۸ ۔
۲۔ فرشتہ ۲/ ۳۴۸ ۔

ایک کثیر جماعت قتل ہوئی ۔ ملک باری قید ہوا ۔ دوسرے لوگ خوف سے بھاگ کر ادھر اُدھر چلے گئے ۔ جہانگیر ماکری کہ جو بڑے سرداروں میں سے تھا ، بھاگ کر قلعہ لوہر کوٹ چلا گیا[1] ۔

کچھ عرصہ کے بعد سلطان کو اسہال کا مرض ہو گیا ۔ وہ بہت کمزور ہو گیا ۔ سلطان حسن نے وصیت کی کہ چونکہ میرے لڑکے چھوٹے ہیں ، [۵۰۱] اس لیے یوسف خاں بن بہرام خاں کو کہ جو قید میں ہے ، فتح خاں پسر آدم خاں کے ساتھ کہ جو ولایت حسوا میں ہے ، سلطنت پر قابض کر دیا جائے ۔ محمد خاں کو ولی عہد بنائیں ۔ سید حسن نے بظاہر (یہ بات) قبول کر لی ۔ سلطان اسی بیماری میں مر گیا ۔ اس کی حکومت کی مدت معلوم نہیں ہے ۔

ذکر سلطان محمد شاہ بن سلطان حسن

محمد خاں کی عمر سات سال تھی ۔ سید حسن کی کوشش سے اسے حکومت ملی ۔ اس روز تمام سامان سونا ، چاندی ، ہتھیار ، کپڑے اور کھانا سب کچھ اس کے سامنے رکھا گیا ۔ اس نے ان چیزوں میں سے کسی کی طرف توجہ نہ کی ۔ کمان کو اٹھا لیا ۔ حاضرین نے اس کے اس عمل سے اس کی بزرگی اور مردانگی پر استدلال کیا اور کہا کہ وہ سلطنت کے کاموں میں کوشش کرے گا[2] ۔

سادات کا استدلال (زور) اس قدر بڑھ گیا تھا کہ وہ وزیروں اور سرداروں میں سے کسی کو نہیں چھوڑتے تھے کہ کوئی سلطان کے پاس جا سکے ۔ کشمیری اس بات سے دل برداشتہ ہو گئے ۔ ایک رات جمو کے راجا پرس رام سے مل کر جو تاتار خاں کے خوف سے کشمیر میں پناہ گزین تھا ، سید حسن کو مع تیس آدمیوں کے جو ممتاز سادات سے تھے ، باغ لو شہر میں دھوکہ سے قتل کر دیا اور دریائے جہلم کو عبور کرکے پل کو توڑ دیا اور دوسری طرف اپنی جمعیت (مضبوط) کرکے بیٹھ گئے ۔

۱- فرشتہ ۲/۳۴۸ ۔

۲- فرشتہ ۲/۳۴۹ ۔

گئے ۔ سید محمد پسر سید حسن کہ جو سلطان کا ماموں تھا ، آدمی جمع کرکے لے آیا اور سلطان کی حفاظت کے لیے دیوان خانہ میں آیا ۔

اس رات جب ایک زبردست فتنہ برپا ہوا تھا ، ہر شخص اپنی جگہ پر عاجز تھا ۔ عیدی[1] زینا نے چاہا کہ یوسف خاں بن بہرام خاں کو جو قید میں [۴۵۲] تھا ، باہر نکال لے ۔ امرائے سادات میں سے سید علی خاں کو اس بات کی اطلاع ہو گئی ۔ اس نے یوسف خاں کو قتل کر دیا اور باجی بھٹ کو بھی جس نے یوسف خاں کے قتل پر افسوس ظاہر کیا تھا ۔ یوسف کی ماں نے جس کا نام سان[2] دیوی تھا اور جو اپنی بیوگی کے وقت سے جو کی روٹی کے تین لقموں سے زیادہ افطار کے وقت نہیں کھایا کرتی تھی ، اپنے لڑکے (یوسف) کی نعش کو تین روز تک گھر میں رکھا ۔ جب اس کو دفن کر دیا ، تو اس کے بعد اس کے مقبرہ کے نزدیک ایک حجرہ بنوا کر رہنے لگی یہاں تک کہ وہ (سان) بھی فوت ہو گئی ۔

مختصر یہ کہ سید علی خاں اور دوسرے سادات نے مخالفین سے جنگ کرنے کے لیے دریا کے کنارے فوج جمع کر لی اور بیٹھ گئے ۔ بہت روپیہ خرچ کیا اور ایک عظیم لشکر مہیا کر لیا ۔ کشمیر کے لوگ گروہ کے گروہ اطراف و جوانب سے آ کر مخالفین سے مل گئے ۔ طرفین میں تیر اور بندوق کی جنگ شروع ہوئی ۔ روزانہ دونوں طرف سے بہت سے آدمی قتل ہوتے تھے ۔ چور شہر میں اگر علانیہ لوٹ مار کرتے تھے ۔ سادات نے شہر کے گرد ایک خندق کھدوائی یہاں تک کہ چوروں سے امن ہو گیا ۔ مخالفین کے مکانات شہر اور گاؤں میں جہاں جہاں تھے ، (منہدم کرا کے) خاک برابر کر دیے گئے ۔ ان کے مال و مواشی لوٹ لیے گئے ۔ وہ نہایت غرور کی وجہ سے اپنی نگرانی نہیں کرتے تھے ۔ اسی دوران میں جہانگیر ماکری ، جو لوہر کوٹ میں تھا ، مخالفوں کے بلانے پر آ گیا ۔ ہرچند سادات نے اس کے پاس صلح کا پیغام بھیجا ۔ اس نے قبول نہیں کیا ۔ ایک روز داؤد بن جہانگیر ماکری اور سیفی دانکری نے پلی پار کرکے سادات سے جنگ کی ۔ داؤد بہت سے مخالفین کے ساتھ مارا گیا ۔ سادات نے خوش ہو کر

۱- عبد زینا (فرشتہ ۲/۳۴۹) ۔
۲- سنان دبور (فرشتہ ۲/۳۴۹) ۔

(فتح کا) نقارہ بجوا دیا ۔ مخالفین کے سروں سے مینار بنوائے ۔ دوسرے دن سادات نے چاہا [۳۵۳] کہ غلبہ کے ساتھ پل سے گزریں ۔ مخالفین مقابلہ پر آ گئے ۔ پل کے درمیان سخت جنگ ہوئی ۔ چونکہ پل ٹوٹ گیا ، اس لیے دونوں طرف کی بہت سی مخلوق دریا میں غرق ہو گئی[1] ۔

اس کے بعد سادات نے پنجاب کے حاکم تاتار خاں کو خط لکھا اور اپنی مدد کے لیے بلایا ۔ اس نے کثیر لشکر ان کی مدد کے لیے بھیجا ۔ جب اس کا لشکر بھنبر کے نواح میں پہنچا ، تو وہاں کے راجا نے جس کا نام ہنیش تھا ، جنگ کی اور کارآمد آدمیوں کو قتل کر دیا ۔ اس خبر کو سن کر مخالفین نے خوشیاں کیں ۔ سادات اور کشمیریوں کے درمیان مسلسل دو ماہ تک جنگ ہوتی رہی ۔ آخر کار کشمیریوں نے تین گروہ بنا کر دریا کو عبور کیا اور پہاڑ کے اطراف کا محاصرہ کر لیا ۔ سادات نے ان کے مقابلہ میں آ کر بہادری کے جوہر دکھائے ۔ چونکہ مخالفین کی تعداد دوگنی بلکہ چوگنی تھی ، لہذا اکثر سادات کے سردار قتل ہوئے ۔ باقی فرار ہو کر شہر کی طرف چلے گئے ۔ کشمیری ان کا تعاقب کرتے ہوئے شہر میں آ گئے ۔ خوب قتل و غارت گری کی ۔ شہر میں آگ لگا دی ۔ اسی آگ سے میر سید علی ہمدانی کی خانقاہ بھی جل گئی ۔ وہاں پہنچ کر آگ کا خاتمہ ہو گیا[2] ۔ اس روز مرنے والوں کی تعداد دو ہزار تھی ۔ یہ واقعہ ۸۹۲ھ/۱۴۸۷ء میں ہوا ۔ سید محمد بن سید حسن ایک شخص گدائی نام کے گھر میں کہ جو راون جماعت سے تھا ، داخل ہو کر چھپ گئے ۔

تمام مخالفین ایک جگہ جمع ہوئے اور محمد شاہ کے سلام کے لیے دیوان خانہ میں گئے ۔ اس کو اپنے ساتھ ملا لیا ۔ سید علی خاں کو مع دوسرے سادات کے کشمیر سے نکال دیا ۔ پرس رام کو پوری رقم دے کر رخصت کر دیا ۔ چونکہ کشمیریوں میں سے ہر شخص سرداری کا دعویٰ کرتا تھا ، اس لیے تھوڑے ہی عرصہ میں ان میں مخالفتیں ہو گئیں ۔ سلطنت کا کام خراب ہو گیا ۔ فتح خاں ابن [۳۵۴] آدم خاں جو تاتار خاں کی وفات کے بعد پنجاب کا حاکم ہو گیا تھا ، جالندھر سے موروثی مملکت پر

۱۔ فرشتہ ۲/۳۴۹ ۔

۲۔ فرشتہ ۲/۳۴۹ ۔

قبضہ کرنے کے ارادہ سے راجوری پہنچا ۔ وہ وہاں مقیم تھا ۔ چونکہ سلطان زین العابدین کا پوتا تھا ، لہذا جنگجو سردار اور شہر کی رعایا گروہ کے گروہ اس کے پاس جا پہنچے ۔ اس نے ان میں سے ہر ایک کو انعام دے کر امیدوار کیا ۔ اس کو یہ توقع تھی کہ جہانگیر ماکری سب سے پہلے اس سے آ کر ملاقات کرے گا ۔ جہانگیر ماگری اس وہم کی وجہ سے کہ اس کے مخالفین اس سے پہلے اس سے جا کر ملاقات کر چکے ہیں ، فتح خاں کے پاس نہ آیا اور اس کو کشمیر فتح کرنے کے ارادہ سے روکا۔

سلطان محمد شاہ جہانگیر ماکری کی ترغیب سے کشمیر سے نکلا ۔ میدان کرسوار میں اپنا لشکر آراستہ کیا ۔ فتح خاں بھی سرہ پور کے راستہ سے اودن کے نواح میں پہنچا اور پانی کے چشمہ کو درمیان میں لے کر سلطان کے مقابلہ کے لیے قیام کیا ۔ صفیں آراستہ کرنے کے بعد جنگ شروع کی ۔ پہلے فتح خاں غالب آیا ۔ قریب تھا کہ سلطان کا لشکر منتشر ہو جائے کہ جہانگیر نہایت مستقل مزاجی سے ڈٹا رہا اور فتح خاں کے لشکر کے تقریباً پچاس کارآمد آدمی قتل کر دیے ۔ فتح خاں کے لشکر کو شکست دی ۔ فتح خاں گرفتار ہونے ہی والا تھا کہ منافقوں میں سے کسی نے یہ جھوٹی آواز لگائی کہ سلطان محمد شاہ مخالفین کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا[1] ۔ جہانگیر پریشان ہو کر اس کے تعاقب سے باز رہا ۔

سلطان نے فتح کے بعد کشمیر آ کر ملک باری بوٹ کو ان دیہات کی تاراجی کے لیے بھیجا جنھوں نے فتح خاں کو ٹھکانا دیا تھا ۔ آدم خاں اور فتح خاں نے ایک عرصہ تک غائب رہ کر بیرم کلہ کے نواح میں سر اٹھایا اور دوسری مرتبہ فوج جمع کر کے [۵۵۰] کشمیر کی فتح کے ارادہ سے آئے ۔ جہانگیر ماکری ایک بڑے لشکر کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لیے نکلا ۔ موضع کھسوار پرگنہ لاکام کے میدان میں لشکر اتارا ۔ فتح خاں کے ایک خدمت گار نے موقع غنیمت سمجھا وہ شہر میں گیا ۔ سرداروں کی اس بڑی جماعت کو جو قید میں تھی ، باہر نکالا ۔ ان میں سیفی دانگری بھی تھا ۔ جہانگیر ، سیفی دالگری کے آزاد ہو جانے سے رنجیدہ ہوا اور فتح خاں سے صلح کا ارادہ کیا ۔ راجا راجوری کو جس کی مدد کے لیے

۱- فرشتہ ۲/۳۵۰ ۔

فتح خاں آیا تھا ، پیغام بھیجا کہ فتح خاں کے لشکر میں تفرقہ ڈالے ۔ راجا راجوری اور دوسرے سردار علیحدہ ہو کر جہانگیر کے پاس چلے گئے ۔ فتح خاں پریشان ہو کر واپس ہو گیا ۔ جہانگیر نے سرہ پور تک اس کا تعاقب کیا ۔ فتح خاں نے ملک جمو پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے ایک بڑا لشکر ہمراہ لے کر کشمیر کی فتح کے ارادہ سے پھر آیا[1] ۔

اس دوران میں جہانگیر خاں نے ان سادات کو جنھیں اس سے پہلے نکال دیا تھا ، دلاسا دے کر بلایا ۔ سلطان اور فتح خاں کے درمیان سخت جنگ ہوئی ۔ سیفی دانگری نے فتح خاں کی طرف سے بہادرانہ جنگ کی اور سلطان کی طرف سے سادات نے خوب کوششیں کیں ۔ بہادری و مردانگی کے خوب جوہر دکھائے ۔ ان کی کثیر جماعت شہید ہوئی ۔ جو باقی رہے وہ سلطان اور جہانگیر کے معتمد بن گئے ۔ اس مرتبہ فتح خاں کو شکست ہوئی اور وہ چلا گیا ۔ پھر بہت سا لشکر جمع کرکے کشمیر آیا ۔ لڑائیاں لڑنے کے بعد غالب ہوا[2] :

بیت

گل شادی اگر خواہی زخار غم مکش دامن
قدم ، گر طالب گنجی ، بکام اژدہا در نہ

پھر یہ نوبت پہنچ گئی تھی کہ سلطان کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ رہا ۔ اس کے تمام خزانے ختم ہو گئے ۔ جہانگیر زخمی ہو گیا اور فرار ہو کر ایک گوشہ میں جا بیٹھا ۔ میر سید محمد ابن سید حسن ، [۳۵۶] فتح خاں سے مل گیا ۔ کچھ عرصہ کے بعد سلطان محمد شاہ کو زمینداروں نے گرفتار کرکے فتح خاں کے سپرد کر دیا ۔ اس وقت اس کی سلطنت کو دس سال اور سات ماہ ہو چکے تھے ۔ فتح خاں اس کو اپنے بھائیوں کے ساتھ دیوان خانہ میں بحفاظت رکھتا تھا ۔ اس نے حکم دے دیا تھا ، لہذا کھانا پینا اور تمام ضروریات اس لیے مہیا رہتی تھی ۔ سیفی دانگری ہمیشہ اس کی تعظیم کیا کرتا اور اس کی خدمت میں رہتا تھا[3] ۔

۱۔ فرشتہ ۲/۳۵۰ ۔
۲۔ فرشتہ ۲/۳۵۰ ۔
۳۔ فرشتہ ۲/۳۵۰ ۔

ذکر سلطان فتح شاہ

فتح شاہ نے کہ جس سے مراد فتح خاں ہے ۸۹۴ھ/۱۴۸۹ء میں اپنا خطاب سلطان فتح شاہ مقرر کرکے تخت سلطنت پر جلوس کیا ۔ اپنی مملکت کا مدارالمہام سیفی دانگری کو بنایا ۔

اس زمانہ میں میر شمس جو شاہ قاسم انوار کے مریدوں میں سے تھے عراق سے کشمیر آئے ۔ مخلوق ان کی معتقد ہوگئی[1] ۔ تمام اوقاف ، معافیاں ، عبادت گاہیں دیو ہرہ (مٹھ) ان کے مریدوں کے سپرد ہو گئے ۔ ان کے صوفی (مرید) کافروں کے عبادت خانوں کے توڑنے پھوڑنے میں کوشش کرتے تھے ۔ کوئی شخص انھیں منع نہیں کر سکتا تھا ۔

کچھ ہی عرصہ میں سرداروں میں مخالفت ہو گئی ۔ دیوان خانہ میں آ کر ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا ۔ ملک اچھی[2] اور رینا[3] نے جو فتح خاں کے امیروں میں ممتاز تھے ، کچھ لوگوں کے ساتھ اتفاق کر لیا اور سلطان محمد شاہ کو قید خانہ سے نکال لائے اور دوبارہ بارہ مولہ آ گئے ۔ جب اس میں بزرگی کی علامتیں نہ دیکھیں ، تو وہ اپنی اس کارروائی سے پشیمان ہوئے اور پھر چاہا کہ سلطان محمد شاہ کو گرفتار کرکے فتح خاں کو دے دیں ۔ محمد شاہ اس بات کی اطلاع پا کر رات میں کہیں چلا گیا[4] ۔

[۳۵۷] اس کے بعد سلطان فتح شاہ نے ولایت کشمیر کے تین حصے کیے اپنے ، ملک اچھی ، اور سنکر کے حصے برابر برابر رکھے ۔ ملک اچھی کو وزیر مطلق اور سنکر کو دیوان کل بنایا ۔ ملک اچھی معاملات کے فیصل کرنے میں خوب عقل مندی سے کام کرتا تھا ۔

من جملہ ان سے ایک واقعہ یہ ہے کہ دو شخص ابریشم کی باریک پیچک پر آپس میں لڑتے تھے ۔ ہر ایک کہتا تھا کہ یہ پیچک میری ہے ۔

۱- در لباس تصوف مذہب او را کہ مذہب شیعہ بود اختیار کردند (فرشتہ ۲/۳۵۰) ۔

۲ و ۳- ملک اچھی و زینا (فرشتہ ۲/۳۵۱) ۔

۴- فرشتہ ۲/۳۵۱ ۔

وزن و رنگ کے معاملہ میں متفق تھے - جب یہ معاملہ ملک اچھی کے سامنے آیا ، تو اس نے دریافت کیا کہ پیچک کو انگلی کے پورسے پر بنایا گیا ہے یا کپڑے پر - جو مالک تھا اس نے کہا کہ انگلی پر بنائی گئی ہے - اور جو جھوٹا تھا اس نے کہا کہ کپڑے پر بنائی گئی ہے - جب پیچک کو کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ انگلی پر بنائی گئی ہے -

جب سلطان فتح شاہ کی حکومت کو ایک مدت ہو گئی - تو ابراہیم پسر جہانگیر ماکری جسے اس کے باپ کا منصب ملا تھا ، محمد شاہ کے پاس گیا اور ترغیب دلا کر اسے ہندوستان سے ولایت کشمیر لے آیا - اس کے اور سلطان فتح شاہ کے درمیان کھویا[1] موہہ کے نواح میں عظیم جنگ ہوئی - سلطان فتح شاہ کو شکست ہوئی - فتح شاہ کا لشکر ہیرہ پور کے راستہ سے ہندوستان چلا گیا - اس (فتح شاہ) کی حکومت کو نو سال گزر گئے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا -

اس کے بعد سلطان محمد دوبارہ تخت حکومت پر قابض ہوا - ابراہیم ماکری کو وزیر مطلق اور سکندر خاں کو جو سلطان شہاب الدین کی اولاد میں سے تھا ، اپنا ولی عہد بنایا - ابراہیم کے لڑکوں نے ملک اچھی کو جو ان کا پھوپی تھا ، جیل خانہ جا کر قتل کر دیا - فتح خاں نے [۳۵۸] کچھ مدت کے بعد بہت جمعیت فراہم کر لی اور پھر کشمیر کا ارادہ کیا - سلطان محمد شاہ اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بغیر جنگ کیے ہوئے فرار ہو گیا - اس مرتبہ اس کی حکومت کی مدت نو ماہ اور نو روز ہوئی[2] -

سلطان فتح شاہ دوبارہ کشمیر پر قابض ہو گیا - جہانگیر کو جو بدرہ قبیلہ سے تھا ، وزیر اور سنکر رینا کو دیوان کل بنایا - وہ حکومت عدل و انصاف کے ساتھ کرتا تھا - محمد شاہ شکست پانے کے بعد اسکندر ککر[3] کے پاس چلا گیا - اسکندر ککر نے بہت سا لشکر اس کی مدد کے لیے بھیجا اور جہانگیر بدرہ بھی سلطان فتح شاہ سے ناراض ہو کر محمد شاہ کے

۱- ڈھوہیا موہہ (فرشتہ ۲/۳۵۱) -

۲- فرشتہ ۲/۳۵۱ -

۳- سکندر لودی بادشاہ دہلی (فرشتہ ۲/۳۵۱) -

پاس آ گیا اور وہ اس کو راجوری کے راستہ سے کشمیر لے گیا۔ سلطان فتح شاہ نے جہانگیر باکری کو اپنے لشکر کا ہراول بنا کر محمد شاہ سے جنگ کے لیے بھیجا۔ فتح شاہ کے لشکر کو شکست ہوئی۔ جہانگیر باکری مع اپنے لڑکوں کے اس جنگ میں مارا گیا اور اس کے معتبر سردار مثلاً علی شاہ بیگ[1] اور دوسرے محمد شاہ سے آ کر مل گئے۔ سلطان محمد شاہ مجبور ہو کر ہندوستان کی طرف فرار ہو گیا اور وہیں مر گیا۔ اس مرتبہ اس کی حکومت ایک سال اور ایک ماہ رہی۔

سلطان محمد شاہ تیسری مرتبہ تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوا۔ نقارے بجائے گئے۔ سنکر رینا کو جو فتح شاہ کا معتبر سردار تھا قید کر دیا اور کاجی چک کو جو عقل مندی و شجاعت میں مشہور تھا، وزیر بنایا۔ کاجی چک مخالفتوں کے دور کرنے کا خاص ملکہ رکھتا تھا۔ ان میں ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک محرر کی عورت تھی۔ اتفاق سے وہ کچھ دنوں کے لیے عورت کو چھوڑ کر چلا گیا۔ عورت نے بے صبری دکھائی۔ اس نے دوسرا شوہر کر لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ محرر آ گیا۔ اس سے اور دوسرے شوہر سے جھگڑا ہوا۔ وہ دونوں کاجی چک کے پاس گئے۔ چونکہ دونوں میں سے ایک بھی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں گواہ نہ رکھتا تھا، اس لیے اس قبضہ کی تشخیص میں مشکل ہوئی۔ [۴۵۹] آخر ملک کاجی نے اس عورت سے کہا کہ تو سچ کہتی ہے اور یہ محرر غلط کہتا ہے۔ یہاں آ کر میری دوات میں تھوڑا سا پانی ڈال دے تاکہ تیرے لیے ایک تمسک لکھ دوں کہ اس کے بعد اس کو تجھ سے کوئی غرض نہ رہے۔ عورت اٹھی اور دوات میں اتنا پانی ڈالا جتنا ضروری تھا۔ ملک (کاجی) نے کہا کہ اور ڈال اس نے پھر تھوڑا سا پانی ڈالا کہ روشنائی نہ گرے۔ اس کام میں اس نے بہت احتیاط سے کام لیا۔ ملک نے حاضرین سے کہا کہ اس عورت کی احتیاط نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ محرر کی عورت ہے۔ بالآخر اس عورت نے سچی بات کا اعتراف کر لیا اور معاملہ طے ہو گیا[2]۔

جب سلطان محمد شاہ کو پوری طرح استقلال حاصل ہو گیا، تو اس

۱۔ علی شاہ بیگ (فرشتہ ۲/۳۵۱)۔

۲۔ فرشتہ ۲/۳۵۱۔

نے فتح شاہ کے اکثر سرداروں مثلاً سیفی دالکری وغیرہ کو قتل کرا دیا۔
سنکر رینا اپنی موت سے مر گیا ۔ فتح شاہ کی نعش کو اس کے نوکر ہندوستان
سے کشمیر لائے ۔ سلطان محمد شاہ استقبال کے لیے گیا اور حکم دیا کہ
سلطان زین العابدین کے مزار کے قریب دفن کیا جائے[1] ۔ یہ واقعہ
۹۲۲ھ/۱۵۱۶ء میں ہوا ۔

اسی سال دہلی کے بادشاہ سکندر لودی کا انتقال ہوا اور اس کا لڑکا
ابراہیم تخت نشین ہوا ۔ اسی زمانہ میں جب ملک کاجی نے ابراہیم ماکری
کو قید کر دیا تو اس کا لڑکا ابدال ماکری کچھ ہندوستانیوں سے مل گیا
اور سکندر خاں بن فتح شاہ کو بادشاہ بنا کر کشمیر لے آیا ۔ سلطان محمدشاہ
اور ملک کاجی مانکل[2] کے پرگنہ نولپور میں دشمنوں سے جنگ کے لیے
گیا ۔ اسکندر خاں مقابلہ کی تاب نہ لا کر قلعہ ناکام میں چلا گیا ۔ ملک
کاجی نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ چند روز تک فریقین میں جنگ ہوتی
رہی ۔ اس اثناء میں سلطان کے کچھ سردار باغی ہو کر سکندر خاں کے
پاس پہنچ گئے ۔ ملک کاجی نے اپنے لڑکے مسعود کو ان کے سروں پر بھیج
دیا ۔ اس نے بہادرانہ [۴۰۶] جنگ کی اور مارا گیا ، لیکن فتح ، مسعود
ہی کی ہوئی ۔ اسکندر خاں قلعہ ناکام کو چھوڑ کر باہر نکل گیا اور ملک
(کاجی) قلعہ میں داخل ہو گیا ۔ ماکریاں پریشان و خوار ہو کر
سکندر خاں کے پیچھے چلے گئے ۔ سلطان محمد شاہ خوش خوش شہر کو
واپس ہو گیا ۔ یہ واقعہ ۹۳۱ھ/۲۵ - ۱۵۲۴ء میں ہوا ۔

اسی سال حضرت فردوس مکانی بابر بادشاہ ، ابراہیم لودی کے سر پر
پہنچا ۔ اس کو پانی پت کے میدان میں قتل کیا ۔ اسی دوران میں سلطان
دشمنوں کے اغوا سے ملک کاجی کے خلاف ہو گیا ۔ ملک کاجی خوف کی
وجہ سے راجوری چلا گیا اور اطراف و جوانب کے راجاؤں کو اپنا مطیع
بنا لیا ۔ اس زمانہ میں اسکندر خاں نے ، جو سلطان کے سامنے سے شکست
کھا کر گیا تھا ۔ مغلوں کے گروہ سے مل کر لوہر کوٹ پر قبضہ
کر لیا ۔ ملک کاجی کا بھائی ملک باری[3] اس واقعہ سے مطلع ہو کر اس

۱- فرشتہ ۲/۳۵۱ ۔
۲- ماہکل (فرشتہ ۲/۳۵۲) ۔
۳- ملک باری (فرشتہ ۲/۳۵۲) ۔

کے سر پر پہنچا اور جنگ کرکے اس کو قید کر لیا اور سلطان کے پاس بھیج دیا ۔ سلطان اس خیر خواہی کی وجہ سے ملک کاجی سے رضا مند ہوگیا اور وزارت کا عہدہ پھر اس کے سپرد کر دیا اور سکندر کو اندھا کرا دیا۔

اس زمانہ میں ابراہیم خاں پسر سلطان محمد شاہ مع اپنے والد کے سلطان ابراہیم لودی کے پاس دہلی گیا تھا ۔ سلطان ابراہیم لودی نے بہت سا لشکر سلطان محمد شاہ کو دے کر رخصت کر دیا اور ابراہیم خاں کو اپنی خدمت میں رکھا ۔ سلطان ابراہیم کے حادثہ (قتل) کی وجہ سے وہ کشمیر آ گیا ۔ ملک کاجی اسکندر خاں کے اندھا کرا دینے کی وجہ سے سلطان سے ناراض ہو گیا تھا ۔ اس نے جس بہانہ اور تدبیر سے ہو سکا ۔ اس (سلطان) کے مقربین کو قید کر دیا اس کے بعد سلطان کو قید کر دیا اور ابراہیم خاں کو بادشاہ بنا دیا ۔ اس مرتبہ محمد شاہ کی حکومت کی مدت گیارہ سال گیارہ ماہ اور دس دن ہوئی[1] ۔

[۶۱م] ذکر سلطان ابراہیم شاہ بن محمد شاہ

جب سلطان ابراہیم تخت پر بیٹھا ، تو اس نے ملک کاجی کو حسب دستور مستقل وزیر رکھا ۔ ابدال ماکری بن ابراہیم ماکری ، جو ملک کاجی کے ظلم کی وجہ سے ہندوستان چلا گیا تھا ۔ اس زمانہ میں حضرت فردوس مکانی (بابر بادشاہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دشمنوں کے غلبہ کی وجہ سے حضور کی درگاہ میں پناہ لینے حاضر ہوا ہوں ۔ اگر لشکر سے میری مدد کی جائے ، تو کشمیر کو نہایت آسانی سے حضور کے لیے فتح کر لوں ۔ بابر بادشاہ نے اس کی صورت و سیرت سے مطلع ہو کر مہربانی کے ساتھ فرمایا کہ اس (جنگل) میں بھی ایسے آدمی ہوتے ہیں ۔ اس کو گھوڑا اور خلعت عنایت کیا اور ایک کثیر لشکر کے ہمراہ تعینات کر دیا ۔ شیخ علی بیگ محمد خاں اور محمود خاں کو لشکر کا سردار مقرر کیا ۔

چونکہ ابدال ماکری کا یہ خیال تھا کہ کشمیری لوگ مغلوں سے نفرت کریں گے ، لہذا مصلحتاً نازک شاہ بن فتح شاہ کو بادشاہ بنا کر

۱- فرشتہ ۶/۳۵۲ ۔

کشمیر کی طرف روانہ ہوا - اس طرف سے ملک کاجی نے ابراہیم شاہ کو لیا اور پرگنہ مانکل کے موضع سلاح کو میدان جنگ بنایا - طرفین میں مقابلہ کی تیاریاں ہونے لگیں - ابدال ماکری نے ملک کاجی کو پیغام بھیجا کہ میں بابر بادشاہ کی خدمت میں جا کر مدد لایا ہوں - اس بادشاہ کی شان و شوکت ایسی ہے کہ اس نے دہلی کے بادشاہ ابراہیم کو جس کے پاس پانچ لاکھ فوج تھی ، چشم زدن میں خاک میں ملا دیا - تیری اسی میں خیریت ہے کہ تو اس بادشاہ (بابر) کے خیر خواہوں میں شامل ہو جا - اگر یہ دولت تیری تقدیر میں نہیں ہے ، تو جلدی سے آ اور اس لشکر سے جنگ کر ، سستی و کاہلی کا وقت نہیں ہے [۳۶۲] ملک کاجی نے سید ابراہیم خاں ، سرمک[1] ، اور ملک پاری (تینوں) کو تین فوجوں کا سردار بنایا اور جنگ کے لیے آ گیا - طرفین سے جنگ عظیم ظہور میں آئی - بہت آدمی قتل ہوئے - ابراہیم شاہ کے مشہور سردار پاری چک اور سرمک وغیرہ جن میں سے ہر ایک کثیر فوج رکھتا تھا ، قتل ہو گئے - ملک کاجی پریشان ہو کر شہر کی طرف فرار ہو گیا - وہاں بھی قیام نہ کر سکا اور کوہستان کی طرف چلا گیا - ابراہیم شاہ کے متعلق معلوم نہ ہو سکا کہ کیا ہوا اور کہاں گیا - اس کی حکومت کی مدت آٹھ ماہ اور پچیس دن ہوئی[2] -

سلطان نازک شاہ بن فتح شاہ

باپ کے مرنے کے بعد اس نے شہر سری نگر میں جلوس کیا اور کشمیر کے لوگوں کو کہ جو مغلوں کی طرف سے خوف زدہ تھے دلاسا دیا کشمیریوں نے اس کی تخت نشینی پر خوشی کا اظہار کیا - وہ شہر سے نکل کر نوشہرہ میں کہ جو قدیم زمانہ سے سلاطین کا پایہ تخت رہ چکا تھا ، مقیم ہوا - ابدال ماکری کو وزارت و وکالت کا عہدہ عنایت کیا - ابدال ، ملک کاجی کے تعاقب میں چھل نگری کے نواح تک گیا - جب اس کو

۱- شیر ملک (فرشتہ ۲/۳۵۲) ریک مخطوطہ میں سید ابراہیم خان سرلگ ہے -

۲- فرشتہ ۲/۳۵۲ -

معلوم ہوا کہ اس کا ہاتھ آنا ممکن نہیں ہے ، تو اس نے ولایتوں کو تقسیم کرنا شروع کر دیا ۔ خالصہ کے بعد تمام ملک کو چار حصوں میں تقسیم کیا ۔ ایک حصہ ابدال ماکری کو ، دوسرا حصہ میر علی کو ، تیسرا حصہ لوہر ماکری کو اور باقی چوتھا حصہ بریکی چک کو دیا ۔ ابدال ماکری نے بابر بادشاہ کے نوکروں کو بہت سے تحفے اور ہدیے دے کر ہندوستان کی طرف رخصت کر دیا اور ملک کاجی کو عتاب آمیز خط بھیجا ۔ محمد شاہ کو اپنے پاس بلایا ۔ میر علی نے جا کر محمد شاہ کو قلعہ لوہر کوٹ سے نکالا اور ساتھ لے کر کشمیر آئے اور ملک کاجی کو آنے کی اجازت نہ دی۔

[۹۶۳] سلطان محمد شاہ چوتھی مرتبہ تخت پر بیٹھا اور نازک شاہ کو کہ جس نے بیس سال حکومت کی تھی ، اپنا ولی عہد بنایا ۔ اس زمانہ میں بابر بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور حضرت جنت آشیانی محمد ہمایوں بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھے یہ واقعہ ۹۳۷ھ/۳۱ - ۱۵۳۰ء میں ہوا ۔

جب سلطان نازک شاہ کی حکومت کو ایک سال گزر گیا ، تو ملک کاجی چک نے جو کوہستان میں چلا گیا تھا ، اس ولایت سے کثیر فوج جمع کی اور کھراکرا[۱] کے نواح میں آ گیا ۔ ملک ابدال نے مقابلہ پر آ کر اس سے جنگ کی ۔ ملک کاجی فرار ہو کر ہندوستان چلا گیا ۔

اس زمانہ میں مرزا کامران ولایت پنجاب پر قابض تھا شیخ علی بیگ محمد خاں اور محمود خاں مغول نے جو کشمیر کی فتح کے بعد ابدال ماکری کی اجازت سے واپس چلے آئے تھے ، مرزا کامران کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ چونکہ ہم تمام ولایت کشمیر سے واقف ہیں ، لہذا اگر آپ تھوڑی سی توجہ فرمائیں ، تو اس ملک کا ہاتھ آ جانا نہایت آسان ہے ۔ مرزا کامران نے محرم بیگ کو لشکر کا سردار بنا کر ان سرداروں کے مشورہ سے جو کشمیر سے آئے تھے ، کشمیر پر تعینات کیا ۔ جب مغلوں کی فوج کشمیر کے نزدیک پہنچی ، تو کشمیری خوف کی وجہ سے اپنا تمام مال و اسباب گھروں میں چھوڑ کر پہاڑوں کی طرف چلے گئے ۔ مغلوں کی فوجوں نے شہر کو لوٹ لیا اور آگ لگا دی ۔ بعض کشمیری جنھوں نے

۱۔ گھرار (فرشتہ ۲/۳۵۳) ۔

کوہستان سے آ کر مغلوں سے جنگ کی تھی ، قتل ہوئے ۔ ابدال ماکری کو پہلے اس کا پورا خیال تھا کہ ملک کاجی مغلوں کے ساتھ ہے ۔ جب اس کو یقین ہو گیا کہ مغلوں کی فوج میں نہیں ہے ، تو اس نے اتحاد و اتفاق کا اظہار کیا ۔ اس کو اس کے لڑکوں اور بھائیوں کے ساتھ بلایا [۴۶۴] اور عہد و قسم کے ساتھ صلح کر لی ۔ اس بات سے کشمیریوں کو قوت حاصل ہو گئی اور (مغلوں) سے جنگ کے لیے آمادہ ہو گئے اور مل کر مغلوں سے سخت جنگ کی ۔ مغل مصلحت وقت کی بنا پر اپنے ملک (ہندوستان) کو چلے گئے ۔

کچھ عرصہ کے بعد ملک کاجی اس مکاری و غداری کی وجہ سے جو اس نے ملک ابدال کی طرف سے دیکھی ، تو وہاں رہنے پر رضا مند نہ ہوا اور پھر ہندوستان چلا گیا[1] ۔

اسی سال میں کہ ۹۳۹ھ/۳۳ - ۱۵۳۲ء تھا کاشغر کے بادشاہ سلطان سعید خاں نے اپنے چھوٹے لڑکے سکندر خاں کو مرزا حیدر کاشغری کی ہمراہی میں بارہ آدمی دے کر تبت و لار کے راستہ سے کشمیر بھیج دیا ۔ کشمیریوں نے ان کے رعب و خوف کی وجہ سے کشمیر کو خالی کرکے بغیر جنگ کیے ہوئے راہ فرار اختیار کی اور کوہستان میں جا کر پناہ لی کاشغری ، ولایت کشمیر میں داخل ہو گئے اور ان عالی شان عمارتوں کو جو سابق بادشاہوں کی تھیں ، خاک میں ملا دیا ۔ شہر اور دیہات میں آگ لگوا دی اور وہ خزانے اور دفینے جو اس زمین میں چھپے ہوئے تھے ، سب کو تلاش کرکے فوج کے لوگوں کو مالا مال کر دیا ۔ جہاں کہیں کشمیری جا کر چھپ جاتے ، اطلاع پا کر وہاں پہنچتے اور ان کو قتل و قید کرتے ۔ تین مہینے تک یہی کیفیت رہی[2] ۔

ملک کاجی چک ، ملک ابدال ماکری اور دوسرے نامی سردار چکدرہ[3] جا کر پناہ گزیں ہوئے ۔ جب وہاں قیام کرنا قرین مصلحت نہ

۱- فرشتہ ۲/۳۵۳ ۔

۲- فرشتہ ۲/۳۵۳ ۔

۳- چک درہ (فرشتہ ۲/۳۵۳) ۔

سمجھا ، تو کھاور بارہ کی طرف چلے گئے - پھر وہاں سے مارلاوہ[1] کے راستہ کے ذریعہ پہاڑ سے اتر آئے اور مغلوں سے جنگ کرنے کے ارادہ سے چلے - سلطان زادہ سکندر خاں اور مرزا حیدر بھی بڑے لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لیے آئے سخت جنگ ہوئی - کشمیر کے سرداروں میں سے [۴۶۵] ملک علی ، میر حسین ، شیخ میر علی اور میر کہال مارے گئے اور کاشغریوں کے بھی اچھے اچھے آدمی قتل ہوئے - کشمیریوں نے چاہا کہ جنگ کو پیٹھ دے جائیں ، لیکن ملک کاجی اور ابدال ماکری نے استقامت دکھائی اور دوسرے کشمیریوں کو جنگ کی ترغیب و تحریص دی - انھوں نے بہادری سے جنگ کی - طرفین کے اس قدر آدمی قتل ہوئے کہ جن کا شمار ممکن نہ تھا - چند بے سر قالب اٹھ کر حرکت میں آئے جس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے - صبح سے شام تک فریقین میں جنگ ہوتی رہی - جب رات ہو گئی ، تو دونوں طرف کا ہر فریق غنیم کا جائزہ لے کر اپنے اپنے ٹھکانوں کو واپس ہو گیا - دونوں گروہ لڑائی کے بعد صلح پر رضا مند ہو گئے - کاشغریوں نے صوف ، پشمینہ اور نفیس سامان محمد شاہ کے پاس بھیجا - دامادی کا رشتہ طے کیا - سلطان محمد نے بھی ملک کاجی اور ابدال کے مشورہ سے صلح نامہ تحریر کیا اور کشمیر کے عجائبات کے ساتھ کاشغریوں کے پاس بھیجا اور یہ طے ہوا کہ محمد شاہ کی لڑکی کا نکاح سلطان زادہ سکندر کے ساتھ ہو اور کشمیری قیدی جو مغلوں کے قبضہ میں تھے ، آزاد کیے جائیں - کاشغری اس صلح پر رضا مند ہو گئے اور کاشغر چلے گئے - کشمیر میں جو پریشانی پیدا ہو گئی تھی ، وہ اطمینان و امن میں تبدیل ہو گئی[2] -

اسی سال دو دم دار ستارے طلوع ہوئے ، اس زمانہ میں سخت قحط پڑا - بہت سے لوگ بھوک سے ہلاک ہو گئے - جو باقی رہ گئے تھے وہ وطن چھوڑ کر چلے گئے اور دور دور کے مقامات پر پہنچے اور دل‌جو کی حکایت کہ جس نے قتل عام کیا تھا ، لوگ بھول گئے - اس واقعہ کے سامنے وہ تو بہت آسان تھا - یہ مصیبت دس ماہ کے بعد ختم ہوئی جب میوہ

۱- بادہ (فرشتہ ۳۵۳/۲) -

۲- فرشتہ ۳۵۴/۲ -

کی فصل آئی ، تو مخلوق میں کچھ جان آئی[1] ۔

[۶۶-م] اس زمانہ میں ملک کاجی اور ابدال ماکری میں مخالفت ہو گئی ۔ ملک کاجی شہر سے نکلا اور زبن پور میں مقیم ہو گیا ۔ ملک ابدال سلطان کی وزارت پر مقرر ہوا ۔ حکام و عمال جو ظلم و ستم چاہتے ، رعایا پر کرتے ۔ کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ تھا ۔ کچھ عرصہ کے بعد سلطان محمد شاہ تپ محرقہ میں مبتلا ہوا ۔ جتنی دولت اس کے پاس تھی ، اس نے محتاجوں میں تقسیم کر دی اور اسی بیماری میں فوت ہو گیا ۔ اس کی حکومت کی مدت پچاس سال ہوئی[2] ۔

ذکر سلطان شمس الدین بن سلطان محمد شاہ

سلطان شمس الدین اپنے باپ کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا ۔ وزیروں کے مشورہ سے تمام ملک کو سرداروں میں تقسیم کر دیا ۔ کشمیر کے باشندے اس کی تخت نشینی سے خوش ہوئے ۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ملک کاجی اور ابدال ماکری میں جھگڑا ہو گیا ۔ ملک کاجی ، سلطان کو ابدال سے جنگ کرنے کے ارادہ سے کوسوا[3] کی طرف لے گیا اور ابدال بھی فوج لے کر مقابلہ پر آ گیا ۔ آخر میں صلح ہو گئی ۔ ابدال اپنی جاگیر پر کمراج چلا گیا ۔ سلطان اور ملک کاجی سری نگر کو واپس ہو گئے ۔

کچھ عرصہ کے بعد ابدال نے منحرف ہو کر فتنہ انگیزی شروع کر دی اور کمراج میں بدنظمی ہوئی ۔ اس مرتبہ یہ فساد آسانی سے دب گیا ۔ سلطان شمس الدین کے حالات اس سے زیادہ تاریخ کشمیر میں نہیں ملتے ۔ اس کی حکومت کی مدت کا تعین بھی نہ ہو سکا ۔ اس کے بعد اس کا لڑکا نازک شاہ تخت نشین ہوا ۔ اس کو پانچ چھ مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ مرزا حیدر غالب آ گیا اور صاحب اختیار ہو گیا ۔ اس کی حکومت کے زمانہ میں محمد ہمایوں بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری رہا[4] ۔

۱- فرشتہ ۲/۳۵۴ ۔

۲- ۹۴۲ھ/۱۵۳۵ء میں فوت ہوا (ذکاء اللہ ، ص ۳۸) ۔

۳- کوسوار ۔

۴- فرشتہ ۲/۳۵۴ ۔

[۳۶۷] ذکر حکومت مرزا حیدر

۹۴۸ھ/۱۵۴۱-۴۲ء میں جب ہمایوں شیر خاں سے شکست کھا کر لاہور آیا تھا، ابدال ماکری، رنگی چک[1] اور مملکت کشمیر کے بعض دوسرے اراکین نے ایک عرضی بادشاہ کی خیر خواہی اور حصول کشمیر کی ترغیب کے بارے میں مرزا حیدر کی معرفت بھیجی۔ ہمایوں بادشاہ نے مرزا حیدر کو رخصت کرکے اپنے آنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ جب مرزا حیدر نبر[2] پہنچا؛ تو ابدال ماکری اور رنگی چک اس سے مل گئے۔ مرزا حیدر کے پاس چار سو سوار سے زیادہ نہ تھے۔ جب وہ راجوری پہنچا، تو کاجی چک جو کشمیر کا حاکم تھا، تین ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادوں کے ساتھ درہ کرتل میں آکر مقیم ہو گیا۔ مرزا حیدر نے اس راستہ کو ترک کرکے پنج[3] کا راستہ اختیار کیا۔ کاجی چک نے اپنے غرور کی وجہ سے اس راستہ کی محافظت نہیں کی۔ مرزا حیدر پہاڑ سے گزر کر کشمیر میں داخل ہو گیا اور اچانک شہر سری نگر پر قبضہ کر لیا۔ ابدال ماکری اور رنگی چک کو جب استقلال حاصل ہو گیا، تو انھوں نے اپنے سامنے کے معاملات کو لپٹانا شروع کیا۔ چند پرگنے مرزا حیدر کی جاگیر میں مقرر کر دیے۔ اتفاق کی بات کہ اسی دوران میں ابدال ماکری کی زندگی کا دور ختم ہو گیا۔ اس نے مرزا حیدر سے اپنے لڑکوں کی سفارش کی اور وہ فوت ہو گیا۔

[۳۶۸] مرزا حیدر کے کشمیر میں داخل ہو جانے کے بعد کاجی چک شیر خاں افغان کے پاس ہندوستان چلا گیا اور وہ (وہاں سے) پانچ ہزار سوار، جن کے سردار حسین شروانی اور عادل خاں تھے۔ ان کے ساتھ دو ہاتھی بھی تھے، بطور کمک لے آیا۔ مرزا حیدر رنگی چک کے مشورہ سے اس کے دفعیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ دونوں فریقوں نے موضع دتریار[4] اور موضع کاوہ کے درمیان میں صف آرائیاں کیں۔ مرزا حیدر کو فتح ہوئی۔

۱- زلگی چک (فرشتہ ۲/۳۵۵)۔
۲- بهیر (فرشتہ ۲/۳۵۵)۔
۳- بہج (فرشتہ ۲/۳۵۵)۔
۴- دلہ دیار (فرشتہ ۲/۳۵۵)۔

شیر خاں کے سرداروں اور کاجی چک کو شکست ہوئی - کاجی چک ہرم کلہ میں مقیم ہوا - جامع مسجد سری نگر کے خطیب ملا محمد یوسف نے مرزا حیدر کی فتح کی تاریخ "فتح مکرر ۹۴۸ھ" سے نکالی ہے - ۹۵۰ھ/ ۴۴ - ۱۵۴۳ء میں مرزا حیدر قلعہ اندر کوٹ میں مقیم ہوا - رنگی چک مرزا حیدر کی بدگمانیوں کی وجہ سے فرار ہو کر کاجی چک کے پاس چلا گیا - وہ دونوں متفق ہو گئے اور ۹۵۱ھ/۴۵ - ۱۵۴۴ء میں مرزا حیدر کی بیخ کنی کے ارادہ سے سری نگر آئے - بہرام چک پسر رنگی چک خود سری نگر پہنچا - مرزا حیدر نے بندگانِ کوکہ اور خواجہ حاجی کشمیری کو اس کے دفع کرنے کے لیے تعینات کیا - وہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگا - جب مرزا کے لشکر نے تعاقب کیا ، تو کاجی چک اور رنگی چک نے فرار ہونے کو غنیمت سمجھا اور ہرم کلہ میں جا کر قیام کیا - مرزا حیدر نے بندگانِ کوکہ کو سری نگر میں چھوڑ کر تبت کی فتح کا ارادہ کیا اور قلعہ سور کو جو بڑا قلعہ تھا ، مع چند دوسرے قلعوں کے فتح کر لیا[1] -

[۴۶۹] ۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء میں کاجی چک اور اس کا لڑکا محمد چک دونوں جاڑے کے بخار سے مر گئے - مرزا حیدر کا یہ سال اطمینان سے گزرا - ۹۵۳ھ/۱۵۴۶ء میں رنگی چک نے مرزا حیدر کے سرداروں سے جنگ کی اور مارا گیا - اس کا اور اس کے لڑکے کا سر ، غازی خاں ، مرزا حیدر کے پاس لایا -

۹۵۴ھ/۱۵۴۷ء میں کاشغر سے ایلچی آیا - مرزا حیدر ایلچی کے استقبال کے لیے لار پہنچا اور راجا بہرام ولد مسعود چک کہ جس نے کمراج میں سات سال تک لڑائیاں لڑی تھیں ، سب پر غالب رہا - جان میرک مرزا سے صلح کی گفتگو کی عہد و شرائط طے ہو گئے جان میرک مرزا نے قسم و سوگند دے کر اس کو بلایا جس وقت کہ اوجہ بہرام اس کی مجلس میں آیا ، اس نے موزہ سے ایک خنجر نکال کر اس کے پیٹ میں مارا - وہ اسی زخمی حالت میں جنگل میں پہنچا - جان میرک مرزا اس کے تعاقب میں دوڑا اور اس کو پکڑ لیا - اس کا سر کاٹ کر مرزا حیدر کے پاس لار میں لایا - اس کا یہ خیال تھا کہ مرزا خوش ہو گا - عبدی رینا

۱- فرشتہ ۲/۳۵۵ -

نے کھانا لانے کے بعد جب اس کے سر کو دیکھا ، تو غضب ناک ہوا اور غصہ میں کھڑا ہو گیا اور کہا کہ عہد و قول ہو جانے کے بعد پھر کسی کو قتل کرنا مناسب نہیں ۔ مرزا حیدر نے کہا کہ مجھ کو اس واقعہ کی خبر بھی نہیں ہے[1] ۔

اس کے بعد مرزا حیدر لار کے راستہ سے کشتوار کو روانہ ہوا ۔ بندگان کوکہ ، محمد باکری ، مکنہ مغول ، مرزا محمد یحییٰ اور عبدی رینا کو لشکر کا ہر اول بنا کر موضع جھالو[2] میں کہ جو کشتوار کے نزدیک ہے ، مقیم ہوا ۔

[۴۷۰] ہراول فوج نے تین دن کا راستہ ایک دن میں طے کیا اور موضع دیہوت[3] پہنچی جو دریائے مارما کے اس طرف ہے ۔ کشتوار کا لشکر دریا کے دوسرے کنارہ پر تھا ۔ تیر و تفنگ کی جنگ ہوئی (دونوں میں سے) کوئی بھی دریا عبور نہ کر سکا ۔ دوسرے دن مرزا حیدر سے لشکر نے سیدھا راستہ چھوڑ کر چاہا کہ کشتوار میں داخل ہو جائیں ۔ جب موضع دار[4] میں پہنچے ، تو تیز ہوا چلی اور اندھیرا ہو گیا ۔ کشمیری بہادری سے جمع ہو کر ان کے سروں پر ٹوٹ پڑے ۔ بندگان (کوکہ) جو عمدہ سردار تھا بہت سے آدمیوں کے ساتھ قتل ہوا ۔ جب وہاں سے روانہ ہوئے راستہ میں محمد باکری اور اس کا لڑکا مع پچیس کارآمد آدمیوں کے مارا گیا ۔ جو باقی رہے بمشکل تمام مرزا حیدر کے پاس پہنچے[5] ۔

مرزا حیدر وہاں سے نکل کر ۹۵۵ھ/۱۵۴۸ء میں تبت کی طرف متوجہ ہوا ۔ اور راجوری کو کشمیریوں کے قبضہ سے نکال کر محمد نظر اور بیر علی[6] کو دیا ۔ پگلی کو ملا عبداللہ کے اور شب خورد کو ملا قاسم

۱- فرشتہ ۲/۳۵۵ ۔
۲- جھا پور (۲/۳۵۵) ۔
۳- دہلوت (فرشتہ ۲/۳۵۵) ۔
۴- دہار (فرشتہ ۲/۳۵۵) ۔
۵- فرشتہ ۲/۳۵۵ ۔
۶- ناصر علی (فرشتہ ۲/۳۵۶) ۔

کے سپرد کیا ۔ تبت کلاں کو فتح کر کے وہاں کی حکومت محسن کے سپرد کی[1] ۔

۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء میں مرزا حیدر قلعہ دھل[2] کی طرف متوجہ ہوا ۔ آدم گکھڑ آ کر مرزا سے ملا اور دولت چک کی خطاؤں کی معافی چاہی ، جو کاجی چک کا بھتیجا تھا مرزا حیدر نے (معافی کی) درخواست قبول کر لی مرزا حیدر اور آدم [۲۷۰] خیمہ میں بیٹھے تھے ۔ دولت چک کو وہاں بلایا ۔ غالباً جیسا وہ چاہتا تھا ویسا اس کا اعزاز و اکرام نہ ہوا ۔ دولت چک غصہ ہو کر مجلس سے اٹھ گیا ۔ اور جو ہاتھی نذرانہ کے لیے لایا تھا اس کو ہمراہ لے کر چلا گیا ۔ لوگوں نے اس کا تعاقب کرنا چاہا ۔ مرزا حیدر نے منع کر دیا ۔ کچھ عرصہ کے بعد مرزا حیدر کشمیر کو واپس ہو گیا ۔

دولت چک ، غازی خاں ، حسن چک اور بہرام چک ، ہیبت خاں نیازی کے پاس آئے جو اسلام خاں کے مقابلہ میں شکست کھا کر راجوری آ گیا تھا اور اسلام خاں نیازیوں کے تعاقب میں موضع بندوار[3] کو جو ولایت نوشہرہ میں ہے ، گیا ، سید خاں نے عبدالملک کو جو اس کا معتمد تھا ، ہیبت خاں کے پاس بھیجا ۔ سید خاں نے صلح کی گفتگو کی اور ہیبت خاں کی ماں اور لڑکے کو اسلام خاں کے پاس لایا ۔ اسلام خاں واپس ہو کر موضع بن میں جو سیال کوٹ کے نواح میں ہے ، آیا اور ٹھہرا ۔ مذکورہ کشمیریوں نے ہیبت خاں کو داملہ[4] میں لا کر یہ چاہا کہ اس کو کشمیر لے جائیں اور مرزا حیدر کو درمیان سے ہٹا دیں ، لیکن ہیبت خاں نے اپنے لیے یہ بات پسند نہ کی ۔ اس نے ایک برہمن کو مرزا حیدر کے پاس بھیجا تا کہ صلح کی بات چیت ہو ۔ مرزا حیدر نے خرچ کے لیے کثیر رقم اس برہمن کی معرفت بھیجی اور ہیبت خاں وہاں سے موضع بڑکہ میں کہ جو ولایت جمو کے مضافات میں ہے ، آیا ۔

۱- فرشتہ ۲/۳۵۶

۲- قلعہ دنیل (فرشتہ ۲/۳۵۶) ۔

۳- مدوار (فرشتہ ۲/۳۵۶) ۔

۴- بارہ مولہ (فرشتہ ۲/۳۵۶) ۔

کشمیری اس سے علیحدہ ہو کر اسلام خاں کے پاس آ گئے اور غازی خاں مرزا حیدر کے پاس چلا گیا[1] ۔

[۳۷۲] ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ء میں مرزا حیدر نے اطراف و جوانب سے مطمئن ہو کر خواجہ شمس مغول کو کثیر مقدار میں زعفران دے کر سفارت پر اسلام خاں کے پاس بھیجا اور ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء میں خواجہ شمس، اسلام خاں کے پاس سے بہت سامان اور قیمتی ریشمی کپڑے لے کر واپس آیا ۔ یاسین افغان ، اسلام خاں کے پاس سے خواجہ شمس کے ساتھ آیا ۔ مرزا حیدر نے شالیں ، بہت سا زعفران ، اسلام کے لیے دے کر رخصت کیا[2] ۔

قرا بہادر مرزا کو بھرمل[3] کی حکومت پر مامور کیا ۔ کشمیریوں سے عیدی رینا ، نازک شاہ ، حسین ماکری اور خواجہ حاجی کو اس کے ہمراہ کر دیا ۔ قرا بہادر اور کشمیری اندر کوٹ سے نکل کر بارہ مولہ میں مقیم ہوئے اور فتنہ انگیزی شروع کر دی ۔ جس کا سبب یہ بتایا کہ مغل ان کی حیثیت نہیں سمجھتے ہیں ۔ مغلوں نے یہ بات مرزا حیدر سے بیان کی ۔ مرزا حیدر نے اس بات کا یقین نہیں کیا اور کہا کہ مغل بھی فتنہ انگیزی میں کشمیریوں سے کچھ کم نہیں ہیں ۔ حسین ماکری نے اپنے چھوٹے بھائی علی ماکری کو مرزا حیدر کے پاس بھیجا تاکہ کشمیریوں کی غداری سے اس کو آگاہ کر دے اور یہ بات طے کی کہ لشکر کو پھر بلا لیا جائے ۔ مرزا حیدر اس سے بے خبر رہا ۔ اس نے کہا کہ کشمیریوں کی حیثیت کیا ہے جو تمھارے ساتھ غداری کریں گے اور لشکر کو واپس نہ بلایا جائے ۔

ستائیس رمضان (۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء) کو اندر کوٹ میں زبردست آگ لگ گئی ۔ اکثر مکانات جل گئے[4] ۔ قرا بہادر اور تمام آدمیوں نے پیغام بھیجا کہ ہمارے گھر جل گئے ہیں ۔ اگر حکم ہو ، تو ہم آ کر اپنے اپنے

۱- فرشتہ ۲/۳۵۶ ۔
۲- فرشتہ ۲/۳۵۶ ۔
۳- بھربل (فرشتہ ۲/۳۵۶) ۔
۴- فرشتہ ۲/۳۵۶ ۔

گھروں کو درست کر لیں اور آئندہ سال بھرمل کی طرف توجہ کریں گے ۔ مرزا حیدر اس بات پر مطلق راضی نہ ہوا ۔ بادل ناخواستہ یہ لشکر بھرمل کی طرف متوجہ ہوا ۔ عیدی رینا اور کشمیریوں نے اتفاق کر لیا ۔ جب رات ہوئی ، تو مغلوں سے علیحدہ ہو کر بھرمل کے درہ میں آ گئے ۔ حسین ماکری اور علی ماکری کو [۴۷۳] مغلوں سے علیحدہ کرکے اپنے ہمراہ کر لیا ۔ تا کہ مغلوں کے ساتھ نہ مارے جائیں ۔ جب صبح ہوئی ، تو مغلوں اور بھرمل کے آدمیوں سے جنگ ہوئی ۔ مغل پہاڑوں میں چھپ گئے ۔ سید مرزا بھاگ کر دہلی گیا ۔ تقریباً اسی مشہور مغل قتل ہوئے ۔ محمد نظر اور قرا بہادر گرفتار ہوئے ۔ جو باقی رہ گئے وہ پنج کے راستہ سے پرم کلہ میں آ گئے ۔ مرزا حیدر اس خبر کو سن کر بہت رنجیدہ ہوا اور حکم دیا ، چنانچہ چاندی کی دیگوں کو توڑ کی سہسسی سکے ڈھالے گئے جو اس زمانہ میں کشمیر میں رائج ہیں ۔ جہانگیر ماکری کو معتبر قرار دیا اور حسین ماکری کی جاگیر اس کو دے دی ۔ اکثر اہل حرفہ کو گھوڑے اور خرچ دے کر سپاہی بنا دیا ۔ اس کے بعد یہ خبر پہنچی کہ ملا عبداللہ کشمیریوں کے خروج کی خبر سن کر حاضر خدمت ہونے کا ارادہ رکھتا ہے ۔ جب وہ بارہ مولہ کے نزدیک پہنچا ، تو کشمیریوں نے ہجوم کرکے اس کو قتل کر دیا ۔ خواجہ قاسم ، تبت خورد میں مارا گیا محمد نظیر راجوری میں گرفتار ہو گیا کشمیری زیادہ تعداد میں جمع ہو کر پرم کلہ سے ہیرہ پور آ گئے ۔ مرزا حیدر مجبوراً ان سے جنگ کے ارادہ سے اندر کوٹ سے نکلا ۔ مرزا کی کل فوج ایک ہزار تھی ۔ اور مغلوں میں مثلاً عبدالرحمٰن ، شاہزادہ لنگ ، جان سپرک مرزا ، میر مکنہ ، صبر علی اور کچھ دوسرے لوگ ۔ سب تقریباً سات سو آدمی تھے ۔ (یہ سب) مرزا حیدر کے ہمراہ شہاب الدین پور میں مقیم ہوئے[۱] ۔

دولت چک ، غازی خاں اور دوسرے مشہور سردار عیدی رینا کے ساتھ اکٹھا ہو کر ہیرہ پور میں آ گئے اور وہاں سے نکل کر موضع خان پور میں [۴۷۴] جمع ہو گئے ۔ مرزا حیدر ، خالد گر[۲] کے میدان میں جو سری نگر کے قریب ہے ، ٹھہرا ۔ فتح چک کہ اس کا باپ مغلوں کے

۱- فرشتہ ۲/۳۵۷ ۔

۲- خالہ گڑھ (فرشتہ ۲/۳۵۷) ۔

ہاتھ قتل ہوا تھا ، اپنے باپ (اوجہ بہرام) کے انتقام کے ارادہ سے تین ہزار آدمیوں کو لے کر اندر کوٹ میں داخل ہو گیا ۔ مرزا حیدر کی وہ عمارتیں جو باغ صفا میں تھیں ، جلا دیں ۔ مرزا حیدر نے جب خبر سنی ، تو کہا کہ ہم ان عمارتوں کو کاشغر سے نہیں لائے تھے ۔ خدا کی مہربانی سے پھر بنوا سکتے ہیں ۔ میر علی نے سلطان زین العابدین کی عمارتوں کو جو سرمور میں تھیں ، مرزا حیدر کی عمارتوں کے عوض میں جلا دیا ۔ مرزا کو یہ حرکت پسند نہ آئی اور عیدی رینا اور نو روز چک کی عمارتیں بھی سری نگر میں جلا دیں ۔ مرزا حیدر خان پور میں آ کر مقیم ہو گیا ۔ اس گاؤں میں ایک چناری کا درخت ہے ۔ جس کے سایہ میں دو سو سوار کھڑے ہو سکتے ہیں ۔ اس کا تجربہ ہو چکا کہ جب اس (درخت) کی ایک شاخ کو حرکت دی جاتی ہے تو پورا درخت ہلنے لگتا ہے ۔ مؤلف تاریخ نظام الدین جب دوسری مرتبہ اکبر بادشاہ کشمیر کی سیر کے لیے گیا تھا ، تو اس کے ہمراہ تھا ۔ اس نے اس درخت کو دیکھا ہے اور اس بات کا امتحان بھی کیا ہے ۔ مختصر یہ کہ کشمیری خان پور سے روانہ ہو کر موضع ادن پورا[1] میں آئے ۔ دو کوس سے زیادہ فاصلہ نہیں رہا تھا ۔

مرزا حیدر نے یہ طے کیا کہ دشمنوں پر شب خون مارا جائے ۔ اس نے اپنے بھائی مرزا عبدالرحمٰن کو جو صالح اور متقی تھا اپنا ولی عہد بنا کر وصیت کی اور لوگوں سے اس کے لیے بیعت لی ۔ پھر اتفاق رائے سے سوار ہو کر شب خون کے ارادہ سے نکلا ۔ اتفاق سے اس رات کو بادل چھا گئے ۔ جب خواجہ حاجی کے خیمہ کے نزدیک پہنچے جو فساد کا بانی اور مرزا کا وکیل تھا ، [۴۷۵] تو اندھیرے کی وجہ سے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا ۔ شاہ نظر قواچی کہتا ہے کہ میں نے اس وقت ایک تیر چلایا ۔ مرزا حیدر کی آواز میرے کانوں میں آئی "قباحت بولدی[2]" (تیرا برا ہو) میں سمجھا کہ میرا تیر مرزا تک پہنچ گیا اور یہ بھی منقول ہے کہ ایک قصاب نے اس کی ران پر تیر چلایا اور دوسری روایت یہ ہے کہ کمال دوتہ[3] نے اس کو تلوار سے قتل کیا ، لیکن اس کے جسم پر

۱- ادنی پور (فرشتہ ۲/۳۵۷) ۔

۲- قباحت کردی (فرشتہ ۲/۳۵۷) ۔

۳- کمال کوکہ (فرشتہ ۲/۳۵۷) ۔

سوائے تیر کے کسی اور چیز کا زخم نہ تھا ۔ مختصر یہ کہ جب صبح ہوئی، تو کشمیریوں کے لشکر میں شہرت ہوئی کہ ایک مغل مرا ہوا پڑا ہے ۔ جب خواجہ حاجی اور اس کا لڑکا پہنچا، تو اس نے دیکھا کہ مرزا حیدر ہے ۔ اس کے سر کو زمین سے اٹھایا ۔ ذرا سی رمق کے سوا کچھ نہ تھا، آنکھیں کھولیں اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی ۔ مغل اندر کوٹ کو بھاگ گئے ۔ کشمیریوں نے ان کا تعاقب کرکے مرزا حیدر کی لاش لے لی اور بدو مزار میں لے جا کر دفن کر دی ۔

مخلوق نے مرزا حیدر کے مرنے پر بہت افسوس کیا مغل اندر کوٹ میں آ کر قلعہ بند ہو گئے ۔ تین روز تک جنگ ہوئی ۔ چوتھے روز محمد رومی نے کشمیری پیسوں کو گوپھن میں رکھ کر پھینکا وہ (پیسہ) جس کے لگتا تھا وہ مر جاتا تھا ۔ آخر مرزا حیدر کی بیوی خانم اور اس کی بہن نے مغلوں سے کہا کہ کہ چونکہ اب مرزا حیدر کا انتقال ہو چکا ہے، لہذا کشمیریوں سے صلح کر لینا بہتر ہے مغلوں نے اس بات کو قبول کر لیا ۔ امیر خان معمار کو صلح کے لیے کشمیریوں کے پاس بھیجا ۔ کشمیری صلح پر رضا مند ہو گئے ۔ عہد و قسم کے ساتھ تحریر لکھ کر دے دی کہ اب مغلوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے ۔ مرزا حیدر کی حکومت دس سال رہی[1] ۔

ذکر نازک شاہ

جب قلعہ کے دروازے کھل گئے، تو کشمیری مرزا حیدر کے توشک خانہ میں داخل ہوگئے اور قیمتی ساز و سامان لے گئے ۔ مرزا (حیدر) کے اہل و عیال کو سری نگر [۴۷۶] میں لا کر حویلی حسن متو[2] میں رکھا اور کشمیر کی ولایت کو آپس میں تقسیم کر لیا ۔ پرگنہ دیو سر دولت چک کو، پرگنہ رہی غازی خاں کو، پرگنہ کمراج یوسف چک کو اور بہرام چک کو ملے اور ایک لاکھ بوجھہ دھان مرزا (حیدر) کے وکیل خواجہ حاجی کے لیے مقرر ہوا ۔ دولت چک نے پرگنہ دیو سر کہ جو اس

۱۔ فرشتہ ۲/۳۵۷ ۔

۲۔ حسن منو (فرشتہ ۲/۳۵۷) ۔

کی جاگیر میں تھا ، اپنے لڑکے حسن چک کو دے دیا اور عیدی رینا کی لڑکی سے حبیب چک کا نکاح کر لیا - کشمیری سرداروں بالخصوص عیدی رینا نے پورا تسلط حاصل کر لیا - پھر نازک شاہ کو بادشاہ بنا لیا جو برائے نام تھا - اصل میں عیدی رینا بادشاہ تھا[۱] -

۹۵۹ھ/۱۵۵۲ء میں سنکرچک ولد کاجی چک نے چاہا کہ وہ کشمیر چلا جائے ، کیونکہ وہ بے جاگیر تھا اور غازی خاں جو خود کو کاجی چک کا لڑکا بتاتا تھا ، بہت جاگیر رکھتا تھا - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سنکر چک بلاشک و شبہ کاجی چک کا بیٹا تھا - غازی خاں اگرچہ مشہور تھا کہ وہ کاجی چک کا لڑکا ہے ، مگر حقیقت میں وہ اس کا لڑکا نہ تھا ، کیونکہ کاجی چک نے اپنے بھائی حسن چک کے مرنے کے بعد اس کی عورت کو رکھ لیا کہ جس کے حمل میں غازی تھا - دو تین مہینے کے بعد غازی خاں پیدا ہوا -

مختصر یہ کہ اس حسد کی وجہ سے سنکر چک نے چاہا کہ کشمیر سے نکل کر عیدی رینا کے پاس چلا جائے - جب یہ خبر مشہور ہوئی ، تو دولت چک اور غازی خاں نے اسماعیل بایت[۲] اور ہرجو کو سو آدمیوں کے ہمراہ سنکر چک کو بلانے کے لیے بھیجا اور کہہ دیا کہ اگر وہ نہ آئے ، تو زبردستی لانا - سنکر چک ان کے بلانے پر نہ آیا [۳۷۷] اور عیدی رینا کے پاس چلا گیا - آخر کار عیدی رینا ان کے پاس آیا اور صلح ہو گئی - پرگنہ کو لہار کھادر اور ماورد سنکر چک کی جاگیر میں طے پائے اور فتنہ فرو ہو گیا -

اس زمانہ میں کشمیر میں چار گروہ برسراقتدار تھے - اول عیدی رینا اپنے گروہ کے ، دوسرے حسن ماکری ولد ابدال ماکری کی جماعت ، تیسرے کشتواریوں[۳] کا گروہ جس میں بہرام چک یوسف چک اور دوسرے لوگ تھے اور چوتھا کامیاں[۴] کا گروہ کہ جس میں کاجی چک

۱- فرشتہ ۲/۳۵۷ -
۲- اسمٰعیل بالت (فرشتہ ۲/۳۵۷) -
۳- کپوریاں (فرشتہ ۲/۳۵۸) -
۴- کامیاں (فرشتہ ۲/۳۵۸) -

دولت چک اور غازی خاں تھے۔

یحییٰ رینا نے اپنی لڑکی کا نکاح حسن خاں ولد کاجی چک کے ساتھ کر دیا اور دولت چک کی لڑکی کا عقد محمد ماگری ولد ابدال کے ساتھ ہوا اور یوسف چک ولد رنگی چک گوسواری[1] کی بہن غازی خاں کے نکاح میں آئی۔ ان رشتوں کی وجہ چکوں کی قوت اور غلبہ بڑھ گیا اور ایک دوسرے کے مشورہ سے وہ اطراف میں پھیل گئے۔ غازی خاں ولایت کمراج کو، دولت چک سوپہ پور کو اور ماگریاں بانکل کو گئے۔ عیدی رینا سری لگر میں رنجیدہ بیٹھا ہوا تھا اور ان لوگوں کے دفعیہ کی تدبیر میں تھا۔

جب بیگنوں کا موسم آیا، تو عیدی رینا نے کہا کہ پرند اور بیگن لائیں اور دونوں کو اکٹھا پکائیں - یہ کھانا ان کو پسند ہے۔ پس بہرام چک، سید ابراہیم اور سید یعقوب ان کی دعوت میں آئے، یوسف چک نہیں آیا۔ عیدی رینا نے تینوں کو پکڑ کر قید کر دیا۔ یوسف کو جب اس کی اطلاع ہوئی، تو وہ تین سو سوار اور سات سو پیادے لے کر کمراج کے راستہ سے گیا اور دولت چک سے مل گیا۔ عیدی رینا نے جب یہ دیکھا کہ کشمیری [۸۷۸] چکوں سے مل گئے ہیں تو مغلوں مثلاً قرا بہادر مرزا، عبدالرحمٰن مرزا، خاں میرک مرزا، شاہزادہ لنگ، محمد نظر اور میر علی کو قید سے نکالا اور ان کے ساتھ رعایت کی۔ ہر ایک کو گھوڑا سراپا اور خرچ دے کر موضع چک پور[2] میں مقیم کر دیا۔

اسی دوران میں سید ابراہیم اور سید یعقوب جارود سے مل کر کہ جو ان کا نگہبان تھا، فرار ہو گئے اور کمراج میں جا کر دولت چک سے جا ملے۔ بہرام چک فرار نہ ہو سکا۔ دوسرے دن غازی خاں، تیس سوار لے کر سری لگر آ گیا۔ عیدی رینا نے مغلوں کو اس سے جنگ کرنے کے لیے بھیج دیا۔ اس نے پلوں کو مکمل طور سے تڑوا دیا۔ مغل مجبور ہو گئے۔ اس زمانہ میں دولت چک بھی آ کر غازی خاں سے سری لگر

۱۔ کوتواری (فرشتہ ۲/۳۵۸)۔
۲۔ چک پور (فرشتہ ۲/۳۵۸)۔

میں مل گیا ۔ اتفاق سے عید گاہ میں مقیم ہوئے ۔ ہمیشہ دونوں فریقوں میں جنگ رہی ۔ یہاں تک کہ بابا خلیل ، عیدی رینا کے پاس صلح کے لیے آیا اور اس نے کہا کہ مغلوں پر تو نے اعتبار کیا اور کشمیریوں کو اپنی نظر سے گرا دیا ۔ یہ مناسب نہ تھا ۔ اسی قسم کی گفتگو کر کے اس سے کشمیریوں کی صلح کرا دی اور مغلوں کو ان کے اہل و عیال کے ساتھ تبت کے راستہ سے رخصت کر دیا ۔ مرزا حیدر کی بہن خانم بکلی کے راستہ سے کابل گئی ۔ تبت کے باشندوں نے صبر علی اور دوسرے مغلوں کو قتل کر دیا ۔ خانم کاشغر پہنچ گئی[1] ۔

ان واقعات کے بعد یہ خبر ملی کہ ہیبت خاں ، سید خاں اور شہباز خاں افغان جو نیازی قبیلہ کے لوگ ہیں ، کشمیر کی فتح کے ارادہ سے آ رہے ہیں اور پرگنہ بانہال [۹۷۴] میں پہنچ کر کوہ اون کوٹ میں داخل ہو گئے ہیں ۔

عیدی رینا ، حسن ماگری ، بہرام چک ، دولت چک اور یوسف چک متفق ہو کر نیازیوں سے جنگ کرنے کے لیے نکلے ۔ طرفین کا مقابلہ ہوا ۔ سخت لڑائیاں ہوئیں ۔ ہیبت خاں کی زوجہ بی بی رابعہ نے بھی مردانہ جنگ کی اور علی چک پر تلوار کا وار کیا ۔ آخر کار ہیبت خاں ، سید خاں ، فیروز خاں اور بی بی رابعہ اس جنگ میں قتل ہوئے ۔ کشمیری مظفر و منصور سری نگر کو واپس آئے اور ان کے سروں کو یعقوب میر کی معرفت اسلام خاں کے پاس موضع بن میں جو دریائے چناب کے نزدیک ہے ، بھیج دیا[2] ۔

جب کشمیریوں کے درمیان عداوت ہو گئی ، تو عیدی رینا ، فتح چک ، لوہر ماری ، یوسف چک ، بہرام چک اور ابراہیم چک اتفاق رائے سے خالد گڑھ آ کر مقیم ہو گئے ۔ دولت چک ، غازی خاں ، حسین ماگری سید ابراہیم اور دومان کا گروہ اکٹھا ہو کر عید گاہ میں مقیم ہوا ۔ جب اس طرح دو مہینے گزر گئے ، تو یوسف چک ، فتح چک ، لوہر ماگری

۱- فرشتہ ۳۵۸/۲ ۔
۲- فرشتہ ۳۵۸/۲ ۔

لنہ بھیو اور ابراہیم چک ، عیدی رینا سے علیحدہ ہو کر دولت چک سے جا ملے ۔ جب دولت چک پوری جمیعت کے ساتھ سوار ہو کر عیدی رینا کے سر پر گیا ، تو وہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر بغیر جنگ کیے ہوئے موضع جیرو میں چلا گیا ۔ اسی دوران میں وہ دوسرے گھوڑے پر سوار ہونا چاہتا تھا کہ گھوڑے کی لات اس کے سینہ پر پڑی ۔ موضع سم لاک[1] میں چھپا رہا اور اسی تکلیف میں مر گیا ۔ اس کی نعش کو سری نگر میں لا کر موسی رینا کے مزار کے قریب دفن کر دیا ۔

سرداروں نے خروج کیا اور نازک شاہ کو جو صرف نام کا بادشاہ تھا ، حکومت سے ہٹا کر خود سری کا ارادہ کیا - [۴۸۰] مرزا حیدر کے بعد دوسری مرتبہ صرف دو ماہ کے لیے وہ نام کا بادشاہ ہوا[2] ۔

ذکر ابراہیم شاہ بن محمد شاہ برادر نازک شاہ

جب عیدی رینا درمیان سے ختم ہوگیا ، تو دولت چک نے مدارالملک ہو کر معاملات کو اپنے ذمہ لیا اور جب اس نے دیکھا کہ کسی کو بادشاہ بنائے بغیر چارہ نہیں ہے ، تو اس نے ابراہیم شاہ کو حکومت کے لیے منتخب کیا اور (نام کا) بادشاہ بنا لیا ۔ اس زمانہ میں مرزا حیدر کا وکیل خواجہ حاجی جنگل سے نکل کر اسلام خاں کے پاس گیا اور شمس رینا اور بہرام چک کو پکڑ کر قید کر دیا ۔ جب عیدالفطر کا دن آیا ، تو دولت چک نے اپنے لشکر کو آراستہ کیا ۔ اور قبق (تیر اندازی کے نشانہ) کے قریب آیا ۔ یوسف چک نے قبق (تیر اندازی کے نشانہ) کے قریب گھوڑا دوڑایا ۔ ایک پیادہ جو تیر جمع کر رہا تھا گھوڑوں کے پیروں میں آ گیا گھوڑا کھڑا ہو گیا ۔ یوسف گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی ۔

۹۶۰ھ/۱۵۵۳ء میں غازی خاں اور دولت چک کے درمیان عداوت ہو گئی ۔ سب کشمیریوں میں پوری طرح اختلاف ہو گیا ۔ حسین ماکری اور شمس رینا جو ہندوستان میں تھے آ کر ۹۶۱ھ/۱۵۵۴ء میں غازی خاں سے مل گئے ۔ یوسف چک اور بہرام چک ، دولت چک کے پاس پہنچے ۔

۱- موضع سماک (فرشتہ ۲/۳۵۸) ۔

۲- فرشتہ ۲/۳۵۸ ۔

یہ اختلاف اور جھگڑا دو مہینے تک، چلتا رہا ۔ آخر کار کاشتکاروں میں سے ایک لایعنی شخص دولت چک کے پاس آیا اور ان کے کان میں کہا کہ مجھ کو [۴۸۱] غازی خاں نے تیرے پاس بھیجا ہے کہ ان سب لوگوں کو بلاوجہ کیوں اپنے پاس جمع کر لیا ہے ۔ یہ سب تیرے دشمن ہیں اور اسی طرح غازی خاں کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ دولت چک صلح کرنی چاہتا ہے ۔ اس سے کیوں لڑتا ہے ۔ اسی قسم کی گفتگو سے ان میں صلح کرا دی ۔ شمس رینا فرار ہو کر ہندوستان چلا گیا[۱] ۔

اس دوران میں تبتی آئے اور پرگنہ کھلوہ و بارہ کی بھیڑیں ہنکا کر لے گئے ۔ یہ پرگنہ نصرت خاں کے بھائی حبیب چک کی جاگیر میں تھا ۔ دولت چک نے ابراہیم چک ، حیدر چک ولد غازی خاں اور دوسرے سرداروں کو بڑا لشکر دے کر لار کے راستہ سے تبت کلاں بھیجا ۔ حبیب خاں نہایت تیزی کے ساتھ اسی راستہ سے جس راستہ سے وہ بھیڑیں لے گئے تھے ، تبتیوں کے تعاقب میں گیا اور اچانک تبتیوں کے قلعہ پر پہنچ گیا ۔ لڑائی ہوئی اور ان کے سردار کو تلوار سے مار ڈالا ۔ وہ سب فرار ہو گئے ۔ حبیب خاں چک نے وہیں قیام کرکے اپنے بھائی درویش چک سے کہا کہ تو لشکر لے کر تبت میں داخل ہو جا ۔ درویش چک نے غفلت سے کام لیا اور اس کی بات پر عمل نہ کیا ۔ حبیب چک باوجودیکہ بہت زخمی تھا اور خون جاری تھا وہ سوار ہو کر تبت کی عالی شان عمارتوں اور مخلوق میں گھس گیا ۔ تبت کے لوگ معاملہ کی تاب نہ لا سکے اور بغیر جنگ کیے ہوئے فرار ہو گئے ۔ جو اس محل کی چھت سے چمٹے ہوئے تھے ، وہ گرفتار ہو گئے ۔ انھوں نے بہت آہ و زاری کی کہ ان کو قتل نہ کریں ۔ پانچ سو گھوڑے ، پٹو کے ہزار تھان ، پچاس پہاڑی گائیں اور دو سو تولہ سونا پیش کرنا چاہا ، لیکن حبیب چک نے ان کی بات پر توجہ نہ کی اور سب کو سولی دلوا دی ۔ وہاں سے سوار ہو کر دوسرے قلعہ پہنچا ۔ اس قلعہ کو بھی برباد کیا ۔ تبتیوں نے تین سو گھوڑے ، پانچ سو پٹو کے تھان [۴۸۲] سو بھیڑیں اور تیس پہاڑی گائیں حبیب چک کے لیے بھیجیں ۔ کاشغر کے عمدہ گھوڑے جو تبت کے باشندوں کے ہاتھ

۱- فرشتہ ۲/۳۵۹ ۔

آئے تھے ، وہ گھوڑے بھی ان سے لے لیے[1] -

حیدر چک ولد غازی خاں نے اپنے دودھ شریک بھائی سوکھلی[2] کو حبیب چک کے پاس بھیجا کہ تبت کے لوگوں نے ان گھوڑوں کو غازی خاں کے لیے محفوظ رکھا تھا - مناسب یہی ہے کہ گھوڑوں کو بھیج دو - تا کہ ہم غازی خاں کے پاس بھیج دیں - حبیب چک نے سوکھانی کے تقریباً سو چھڑیاں ماریں اور کہا کہ غازی خاں کی کیا مجال ہے کہ وہ ان گھوڑوں کو جنھیں ہم نے تلوار کی قوت سے حاصل کیا ہے (ہم سے) لے لے - اسی وجہ سے انھوں نے چاہا کہ ایک دوسرے میں جنگ ہو جائے ، لیکن لوگ صلح کے لیے درمیان میں پڑ گئے اور ان کو موقع نہ دیا کہ جنگ ہو - اس کے بعد سری نگر آ کر ان سب لوگوں نے موسم بہار وہاں بسر کیا -

٦٢/۹٦۲ھ - ۵۴-۵۵ ۵۵ء میں کشمیر میں زبردست زلزلہ آیا اکثر دیہات و شہر برباد ہو گئے - موضع جھلو[3] اور دوام پور[4] عمارتوں اور درختوں کے ساتھ دریائے جہلم کے اس کنارے سے منتقل ہو کر اس کنارے پر پہنچ گئے اور موضع ماروره میں کہ جو پہاڑ کے دامن میں آباد ہے پہاڑ کے گر جانے سے وہاں کے آدمی[5] ہلاک ہوئے -

ذکر اسماعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ

جب ابراہیم شاہ کی حکومت کو کہ جو درحقیقت دولت چک کی حکومت تھی ، پانچ مہینے گزر گئے ، تو زمانہ غازی خاں کے موافق ہو گیا دولت چک [۴۸۳] ناکام ہو گیا - غازی خاں کو اقتدار حاصل ہو گیا - اس نے برائے نام ۹٦۳ھ/٥٦ - ۱۵۵۵ء میں اسماعیل شاہ کو بادشاہ بنا دیا اسی سال حبیب چک نے چاہا کہ دولت چک سے ملاپ کر لیا جائے - اسی وجہ سے وہ مروا دون گیا - غازی خاں نے نصرت چک سے کہا کہ

۱- کھانی (فرشتہ ۲/۳۵۹) -
۲- سوکھانی (نولکشور اڈیشن) -
۳- و ۴- لیلو و آدم پور (فرشتہ ۲/۳۵۹) -
۵- چھ سو آدمی (فرشتہ ۲/۳۵۹) -

تیرا بھائی حبیب چک ، دولت چک سے مل گیا ہے ۔ مناسب یہ ہے کہ اس کے آنے تک دولت چک پر قابو پا لوں ۔ اس وجہ سے کہ اس کے آ جانے کے بعد کام مشکل ہو جائے گا ۔ اتفاق سے دولت چک کشتی میں بیٹھ کر ڈل حوض گیا کہ مرغابیوں کا شکار کھیلے ۔ جب کشتی سے نکلا غازی خاں نے پہنچ کر اس کے گھوڑوں پر قبضہ کر لیا ۔ وہ بھاگ کر کوہ خاک پر آیا غازی خاں نے اس کا تعاقب کرکے گرفتار کر لیا ۔ حبیب چک کو لیر پہنچ کر معلوم ہوا کہ دولت چک گرفتار ہو گیا ۔ وہ پریشان ہوا ۔ غازی خاں نے دولت چک کو اندھا کرا دیا ۔

اس کے بعد حبیب چک نے آ کر غازی خاں سے ملاقات کی ۔ غازی خاں اس سے اچھی طرح پیش نہیں آیا ۔ غازی خاں نے دولت چک کے بھتیجے نازک چک کو بلا کر اپنا وکیل بنانا چاہا ۔ وہ اپنے چچا کے اندھا ہو جانے کی وجہ سے راضی نہ ہوا ۔ غازی خاں نے چاہا کہ نازک‌چک کو گرفتار کرکے قید کر دے ۔ وہ خبردار ہو کر بھاگ گیا اور حبیب چک کے پاس پہنچا[1] ۔

ذکر حبیب شاہ پسر اسماعیل شاہ

جب اسماعیل کی حکومت کو دو سال گزر گئے ، تو اس کا انتقال ہو گیا ۔ اور اپنے لڑکے غازی خاں کو بادشاہ بنایا ۔ ۹٦۴ھ/۵۷ - ۱۵۵٦ء کے آخر میں نصرت چک ، حبیب چک ، نازک چک ، غازی خاں کا بھائی سنکر چک یوسف [۴۸۴] اور ہستی خاں سب جمع ہوئے اور انہوں نے عہد کیا اور طے کیا کہ آج غازی خاں نے شراب پی ہے اور اس کا بھائی حسین چک قید میں ہے ۔ اس کو قید سے نکال کر غازی خاں کو مار ڈالیں ۔ چونکہ یہ خبر غازی خاں کو مل گئی ، اس لیے اس نے یوسف چک اور سنکر چک کو رضا مند کرکے اپنے پاس بلا لیا ۔ حیدر چک ، نصرت چک اور درویش چک نے یہ طے کیا کہ ہم جانے سے پہلے قاضیوں اور عالموں کو درمیان میں ڈال کر عہد و قول لیں گے ، یا فرار ہو جائیں گے ۔ نصرت چک بغیر قول قرار کیے ہوئے غازی خاں کے پاس چلا گیا

۱- فرشتہ ۲/۳٦۰ ۔

اور قید ہو گیا ۔ حبیب چک نے نازک شاہ سے مل کر پل تڑوا ڈالے اور وہ باغی ہو گیا ۔ ہستی خاں پوری جماعت کے ساتھ آ کر ان سے مل گیا ۔ غازی خاں نے بڑا لشکر ان کے مقابلہ کے لیے بھیج دیا ۔ زبردست جنگ ہوئی ۔ غازی خاں کے لشکر کو شکست ہوئی ۔ کچھ لوگ گرفتار ہو گئے ۔ حبیب چک کو فتح ہوئی ۔ وہ باسون[1] پہنچا ۔ جب غازی خاں کی فوج کو شکست ہو گئی ، تو وہ خود سوار ہو کر حبیب چک کے سر پر آ گیا وہ دومرہ گیا اور کشتیاں فراہم کر کے دریا کو عبور کیا ۔

جب وہ میدانِ خالد میں پہنچا ، تو اس کے ہمراہ تین ہاتھی اور تین سو آدمی تھے حبیب چک بھی آگے بڑھا اور بیس آدمیوں کے ہمراہ جنگ کی ۔ زبردست مقابلہ کے بعد حبیب چک دریائے جمجمہ میں داخل ہوا ۔ اس کا گھوڑا دریا کو پار نہ کر سکا ۔ ہستی خاں ، غازی خاں کے نوکروں کی طرح اس تک پہنچا ۔ اس کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا اور گھوڑے سے اتار لیا ۔ اسی دوران میں غازی خاں کا ہاتھی پہنچ گیا اور اس نے اس کو پچھاڑ دیا ۔ غازی خاں نے فیل بان کو حکم دیا کہ اس کا سر کاٹ لے ۔ جب فیل بان اپنا ہاتھ اس کے منہ تک لایا ، تو اس نے فیل بان کی انگلیاں مضبوطی سے پکڑ کر کاٹ لیں ۔ [۳۸۵] آخر کار اس کے سر کو تن سے جدا کر دیا ۔ اس کے سر کو کامہ مات میں کہ جہاں اس کا گھر تھا ، لا کر سولی پر چڑھایا ۔ درویش چک اور نازک چک کو بھی سولی پر لٹکا دیا[2] ۔

کچھ عرصہ کے بعد بہرام چک ہندوستان سے غازی خاں کے پاس آیا پرگنہ کھونہ ہامو[3] اس کی جاگیر میں مقرر ہوا ۔ وہ سری نگر سے رخصت ہو کر مدنجہ پرگنہ[4] رینگرہ[5] میں گیا جہاں اس کا وطن تھا ۔ شنکر چک اور فتح چک وغیرہ بہرام کے پاس پہنچے اور ایک دوسرے سے متفق ہو کر پرگنہ سویہ پور میں آئے اور فتنہ انگیزی شروع کر دی ۔ غازی خاں

۱- مامون (فرشتہ ۲/۳٦۰) ۔

۲- فرشتہ ۲/۳٦۰ ۔

۳- کھوبہ ہامون (فرشتہ ۲/۳٦۰) ۔

۴- و ۵- بدنچہ پرگنہ زین گڑھ (فرشتہ ۲/۳٦۰) ۔

نے اپنے لڑکوں اور بھائیوں کو ان کے مقابلہ کے لیے تعینات کیا ۔ وہ لوگ مقابلہ کی تاب نہ لا کر پہاڑ کی طرف بھاگ گئے ۔ دوسرے دن غازی خاں ان کے تعاقب میں نکلا ۔ جب موضع مدنجہ میں پہنچا ، تو اس نے دو ہزار آدمیوں کو منتخب کیا اور ان کو تعاقب میں بھیجا اور حکم دیا کہ اس جماعت کو گرفتار کر لائیں ۔ دوسرے دن خبر ملی کہ بہرام تیر کھا کر مارا گیا اور شنکر چک اور فتح چک اس سے علیحدہ ہوگئے ۔

غازی خاں نہایت تیزی کے ساتھ کھوتہ ہامو پہنچا ۔ چھ روز تک بہت تلاش کیا کہ بہرام ہاتھ آ جائے ۔ حیدر چک کا بھائی احمد جوریں ولد غازی خاں ، بہرام کے گرفتار کرنے کے لیے متعین ہوا ۔ غازی خاں شہر کو واپس آیا ۔ احمد جوریں شیرکوٹ[1] پہنچا کہ جو رشیوں کا مسکن تھا اور گرفتار کر لیا ۔ بہرام کے نہ ملنے کی وجہ سے رشیوں کو زدو کوب کیا ۔ رشیوں نے کہا ہم نے بہرام کو کشتی میں بٹھا کر موضع بادھل[2] میں الیہ رینا[3] کے گھر پہنچا دیا ہے رشی وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ زراعت کرتے ہیں اور باغ لگاتے ہیں ، اتفاق سے رہتے ہیں اور تجرد کی زندگی گزارتے ہیں ۔ جوریں ، الیہ رینا کے پاس گیا [۴۸٦] اور بہت تلاش کے بعد بہرام چک کو گرفتار کر لیا اور سری نگر لے آیا ۔ وہاں اسے پھانسی دی ۔ احمد جوریں ، فتح خاں کے لقب سے ملقب ہوا[4] ۔

اسی زمانہ میں شاہ ابوالمعالی جو گکھروں کی قید میں تھا ، پیروں میں زنجیر پڑی ہوئی یوسف کشمیری کے کندھوں پر سوار ہو کر باہر آیا ۔ جب راجوری پہنچا ، تو مغلوں کی ایک جماعت اس کے پاس جمع ہوگئی ۔ دولت چک اندھا ، فتح چک ، دوسرے چک اور لوہر دانکری سب شاہ ابو المعالی کے پاس آ گئے اور ۹٦۵ھ/۵۸ - ۱۵۵۷ء میں کشمیر کی طرف متوجہ ہوئے ۔ جب بارہ مولہ پہنچے ، محمد حیدر اور فتح خاں جو راستہ کی حفاظت کر رہے تھے ، بھاگ کر موضع بادوکھی آئے ۔ شاہ ابوالمعالی

۱- سرکوب (فرشتہ ۲/۲٦۰) ۔
۲- بادیلی (فرشتہ ۲/۳٦۰) ۔
۳- امیر زینا (فرشتہ ۲/۳٦۰) ۔
۴- فرشتہ ۲/۳٦۱ ۔

نے انصاف سے کام لیا ۔ سپاہیوں میں سے کسی کو رعایا پر ظلم کرنے کی مجال نہیں تھی ۔ وہ موضع مارکلہ میں کہ جو بین کے نزدیک ہے پہنچا ۔ ایک بلندی پر قیام کیا ۔ غازی خان بھی سری نگر سے روالہ ہوا اور بین میں شاہ ابوالمعالی کے مقابلہ میں نزول کیا ۔ غازی خان نے اپنے بھائی حسین کو ہراول بنایا اور خود موضع کھحود میں مقیم ہوا ۔

کشمیری جو شاہ ابوالمعالی کے ہمراہ تھے ، اس کی اجازت کے بغیر حسین خاں کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور اس کا منہ پھیر دیا ۔ غازی خان نے اس کی مدد کی اور بہادری دکھائی ۔ بہت سے کشمیریوں کو قتل کرکے فتح حاصل کی ۔ شاہ ابوالمعالی یہ حالت دیکھ کر بغیر جنگ کیے ہوئے فرار ہو گیا[۱] ۔ چونکہ راستہ میں اس کا گھوڑا تھک گیا تھا ، لہذا ایک مغل آگے بڑھا اور اپنا گھوڑا جو تازہ دم تھا ، شاہ ابوالمعالی کو دے دیا اور خود اس تھکے ہوئے گھوڑے کو پکڑ کر وہیں کھڑا ہو گیا ۔ ان کشمیریوں کو جو شاہ ابوالمعالی کے تعاقب میں جا رہے تھے ، [۳۸۷] سب کو راستہ میں بیکار کر دیا ۔ جب اس کا ترکش خالی ہو گیا ، تو کشمیریوں نے اس پر ہجوم کرکے اس کو قتل کر دیا ۔ موقع پا کر شاہ ابوالمعالی باہر نکل گیا اور غازی خاں واپس ہو کر بین چلا گیا ۔ جس مغل کو اس کے سامنے لائے ۔ اس کی گردن مار دی ، لیکن حافظ حبشی[۲] کو ہمایوں بادشاہ کے یہاں پڑھنے والوں میں سے تھا ، اس کی خوش خوانی کی وجہ سے قتل نہیں کیا ۔

اس فتح کے بعد نصرت چک کو قید سے نکال کر اکبر بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا ۔ نصرت چک نے آ کر خانخاناں بیرام خاں سے ملاقات کی ۔ خانخاناں نے اس کی تعظیم و تکریم کی[۳] ۔

۹٦٦/۵۹ - ۱۵۵۸ء میں غازی خاں کے مزاج میں تبدیلی ہوئی اور اس نے ظلم و ستم کرنا شروع کیا ۔ مخلوق کو اس سے سخت نفرت ہو گئی

۱- فرشتہ ۲/۳٦۱ ۔

۲- حافظ مرزا حسینی (فرشتہ ۲/۳٦۱) ۔

۳- فرشتہ ۲/۳٦۱ ۔

اسی دوران میں اس کو خبر ملی کہ اس کا لڑکا حیدر چک ایک جماعت سے مل کر سلطنت کشمیر پر قبضہ کرنا چاہتا ہے ۔ غازی خاں نے محمد صدورا کو جو اس کا وکیل تھا اور بہادر بھٹ کو بلا کر کہا کہ لوگ ایسا کہتے ہیں ۔ انھوں نے کہا کہ صحیح کہتے ہیں ۔ غازی خاں نے ان سے کہا کہ تم لوگ اس کو نصیحت کرو تا کہ پھر وہ ایسا خیال نہ کرے ۔ محمد صدور نے حیدر چک کو اپنے مکان پر بلا کر منع کیا اور گالیاں دیں ۔ حیدر چک کو غصہ آ گیا ۔ اس نے محمد صدور کی کمر سے خنجر نکال کر اس کے پیٹ پر مارا اور وہ مر گیا ۔ لوگوں نے ہجوم کر کے حیدر کو گرفتار کر لیا ۔ غازی خاں نے اس کے قتل کا حکم دے دیا ۔ بالآخر اس کو قتل کر کے اس کا سر زین گڑھ لے گئے اور سولی پر چڑھایا اور جو آدمی اس کے ہم خیال تھے سب کو قتل کر دیا[۲] ۔

[۴۸۸] ۹۶۷ھ/۱۵۵۹ - ۶۰ء میں قرا بہادر ہندوستان سے بہت سا لشکر اور نو ہاتھی لے کر آیا ۔ کشمیریوں میں سے نصرت خاں اور فتح چک وغیرہ اور گکھروں کی ایک جماعت اس کے ہمراہ تھی ۔ تین مہینے تک لانی لور[۳] میں قیام کیا ۔ اس کو قوی امید تھی کہ کشمیر کے لوگ اس کے پاس آئیں گے ۔ اس دوران میں نصرت خاں ، فتح چک اور لوہری دانکری اس کے پاس سے فرار ہو کر غازی خاں کے پاس چلے گئے ، اس وجہ سے قرا بہادر کے لشکر میں بڑی بدنظمی پھیل گئی ۔ غازی خاں کشمیر سے نکل کر نو روز کوٹ پہنچا ۔ پیادوں کو قرا بہادر کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور اس کو شکست دی ۔ قرا بہادر فرار ہو کر قلعہ دائرہ میں چلا آیا ۔ دوسرے دن قرا بہادر پیادوں کی جنگ سے فرار ہوا ۔ اس کے ہاتھی کشمیریوں کے ہاتھ لگے اور پانچ سو مغل قتل ہوئے ۔

جب حبیب شاہ کی حکومت کو پانچ سال گزر گئے ، تو غازی خاں نے اس کو ایک گوشہ میں چھپا دیا اور خود اعلان حکومت کر دیا اور

۱- محمد جنید (فرشتہ ۲/۳۶۱) ۔

۲- فرشتہ ۲/۳۶۱ ۔

۳- لالہ پور (فرشتہ ۲/۳۶۱) ۔

حکومت کا نام بھی دوسرے کے لیے جائز نہ رکھا ۔ اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرکے غازی شاہ کا خطاب مقرر کیا[1] ۔

ذکر حکومت غازی خاں

غازی خاں نے کشمیر کے حکام کی رسم کے مطابق جلوس کیا ۔ اپنے کو سلطان اور بادشاہ کہلوانا شروع کیا ۔ جذام کی وجہ سے جو اس کو پہلے ہو چکا تھا ، اس کی آواز میں تبدیلی پیدا ہو گئی اور قریب تھا کہ اس کی انگلیاں گر جائیں اور دانتوں میں بھی زخم پڑ گئے ۔

۹۶۸ھ/۶۱ - ۱۵۶۰ء میں فتح خاں ، لوہر دانگری اور دوسرے کشمیری غازی خاں سے خوف زدہ ہو کر فرار ہو گئے اور کوہستان میں چلے گئے ۔ غازی خاں نے اپنے بھائی حسین خاں کو دو ہزار آدمیوں کے ہمراہ ان کے تعاقب [۴۸۹] میں بھیجا ۔ چونکہ برف (باری) کے دن تھے ، لہذا حسین خاں بجوارہ میں جا کر مقیم ہو گیا ۔ مخالفوں کو خبر ہو گئی اور وہ موضع اھلن میں چلے گئے ۔ بہت آدمی برف کے نیچے دب کر مر گئے ۔ جو باقی رہ گئے وہ کھوار[2] میں چلے گئے ۔ ۹۶۹ھ/۶۲ - ۱۵۶۱ء میں وہاں سے پریشان ہو کر آئے اور حسین خاں کے پاس پناہ گزین ہوئے حسین خاں نے ان کی خطاؤں کی معافی کے لیے سفارش کی ۔ غازی خاں نے ان کی خطائیں معاف کر دیں اور اچھی جاگیریں ان کو دے دیں[3] ۔

۹۷۰ھ/۶۳ - ۱۵۶۲ء میں غازی کشمیر سے نکل کر لار میں مقیم ہوا اور اپنے لڑکے احمد خاں کو فتح خاں ؛ ناصر کیانی[4] اور دوسرے مشہور سرداروں کے ساتھ تبت کی فتح کے لیے بھیجا ۔ جب تبت کا فاصلہ پانچ کوس رہ گیا ، تو احمد خاں کی اجازت سے فتح خاں تبت میں پہنچا اور تبتیوں میں جا کر (وہاں سے) جلد نکل آیا ۔ تبتی جنگ کے لیے آمادہ نہ ہوئے ۔ انھوں نے بہت پیشکش بھیجی ۔ اس دوران میں احمد خاں کے دل

۱- فرشتہ ۲/۳۶۱ ۔

۲- گھتوار (فرشتہ ۲/۳۶۱) ۔

۳- فرشتہ ۲/ ۳۶۱ - ۳۶۲ ۔

۴- ناصر کتاہی (فرشتہ ۲/۳۶۲) ۔

میں یہ خیال پیدا ہوا کہ فتح خاں ، تبت جا کر واپس آ گیا ہے ۔ اگر میں بھی ایسا نہ کروں ، تو کشمیر کے لوگ اس کی تعریف کریں گے ۔ اس نے طے کیا کہ تنہا جاؤں ۔ فتح نے کہا کہ تمھارا جانا مناسب نہیں ہے اور اگر جانا ہی چاہتے ہو تو فوج کے ساتھ جاؤ احمد خاں نے اس کی بات کو نہ سنا اور پانچ سو آدمیوں کے ہمراہ چلا گیا اور فتح خاں کو منزل پر چھوڑ گیا ۔ تبتیوں نے جب اس کو تنہا دیکھا ، تو اس پر ٹوٹ پڑے ۔ احمد خاں مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگا اور فتح خاں کے پاس آ کر کہا کہ آج فوج کا پچھلا حفاظتی دستہ تمھارے سپرد ہے ۔ ہم جاتے ہیں ۔ اس نے کسی جگہ قیام نہیں کیا ۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ احمد خاں بھاگ جاتا ہے ، تو سب بھاگ پڑے ۔ فتح خاں [۳۹۰] قیام کیے رہا ۔ تبتی اس کے پاس پہنچ گئے ۔ اس نے تنہا جنگ کی اور مارا گیا ۔ غازی خاں نے جب یہ خبر سنی تو اس کو غصہ آ گیا ۔ اپنے لڑکے کو برا بھلا کہا غازی خاں کی حکومت کی مدت چار سال ہوئی[1] ۔

ذکر حسین خاں برادر غازی خاں

(غازی خاں) ۹۷۱/۶۴-۶۳ - ۱۵۶۳ء میں تبت فتح کرنے کے ارادہ سے کشمیر سے نکلا اور موکھدہ کھار[2] میں مقیم ہوا ۔ جذام کی بیماری کی شدت کی وجہ سے اس کی آنکھیں بیکار ہو گئی تھیں ، وہ بداخلاقی سے پیش آتا ، مخلوق پر ظلم و ستم کرتا اور بے خطا لوگوں پر جرمانے کرکے رقمیں وصول کرتا ۔ لوگ اس سے ناراض ہو کر دو گروہ ہو گئے ۔ ایک جماعت اس کے لڑکے احمد خاں کے ساتھ ہو گئی اور دوسری جماعت اس کے بھائی حسین خاں سے مل گئی جب غازی خاں نے یہ خبریں سنیں ، تو وہ سری نگر واپس آ گیا ۔ چونکہ حسین خاں پر زیادہ مہربان تھا ، لہٰذا اس کو اپنی جگہ سلطنت پر قابض کیا ۔ غازی خاں کے سب وزیر اور وکیل حسین خاں کے گھر آئے اور خدمت گاری میں مصروف ہو گئے ۔ پندرہ دن کے بعد غازی خاں نے تمام اسباب اور قیمتی کپڑے وغیرہ دو حصوں میں تقسیم کیے ۔ ایک حصہ لڑکوں کو دیا اور دوسرا حصہ بقالوں

۱- فرشتہ ۲/۳۶۲ ۔

۲- مولد کھار (فرشتہ ۲/۳۶۲) ۔

کے سپرد کیا کہ اس کی قیمت ادا کریں ۔ بقال فریاد لے کر حسین خاں کے پاس آئے ۔ حسین خاں نے غازی خاں کو منع کیا ۔ غازی خاں رنجیدہ ہوا اور اس نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے لڑکے کو اپنا جانشین بنائے ۔ جب حسین خاں کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے غازی خاں کے لڑکے احمد خاں ، ابدال خاں اور دوسرے سرداروں کو بلا کر ان سے عہد و پیمان لیا کہ وہ اس کے مطیع رہیں گے ۔ غازی خاں نے اپنے خاصہ کے آدمیوں اور مغلوں کو بلا کر [۴۹۱] اپنی جمعیت بنائی ۔ حسین خاں بھی مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا ۔ اہل شہر اور قاضیوں نے فتنہ کو ختم کیا ۔ غازی خاں شہر سے نکلا اور زین پور[1] میں اقامت اختیار کر لی ۔ تین ماہ کے بعد سری نگر آیا ۔ حسین خاں نے ولایت کشمیر کو لوگوں میں تقسیم کر دیا ۔

۹۷۲/۶۵ - ۱۵۶۴ء میں حسین خاں نے اپنے بڑے بھائی شنکر چک کو راجوری اور نوشہرہ جاگیر میں دے کر بھیجا ۔ اس کے بعد خبر ملی کہ شنکر چک نے بغاوت کر دی ہے ۔ اس کی جاگیر محمد ماکری کے نام مقرر کر دی ۔ ایک بڑا لشکر اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا ۔ لشکر کے سردار احمد خاں ، فتح خاں خواجہ اور مسعود مالک تھے ۔ انھوں نے جا کر جنگ کی اور فتح پائی ۔ حسین خاں ان کے استقبال کے لیے گیا اور ان کو سری نگر لایا[2] ۔

کچھ عرصہ کے بعد حسین خاں کو معلوم ہوا کہ احمد خاں ، محمد خاں ماکری اور نصرت خاں اس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ اس نے سوچا کہ ان کو قید کر دے ۔ وہ مطلع ہو گئے اور فوج جمع کر کے حسین خاں کے مقابلہ پر آ گئے ۔ حسین خاں ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا ۔ جب اس کے سامنے سے چلے گئے ، تو وہ متفکر ہوا کہ وہ حقیقت حال سے واقف ہو گئے ہیں ۔ اس نے ملک لولی لولد[3] کو ان کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ ہم سب متفق ہو کر عہد و پیمان کر لیں کہ کوئی

۱- رہین پور (فرشتہ ۲/۳۶۲) ۔
۲- فرشتہ ۲/۳۶۲ ۔
۳- ملک لونڈنی لولد (فرشتہ ۲/۳۶۲) ۔

شخص ایک دوسرے سے عداوت نہیں رکھے گا ۔ ملک لولی لوند نے ان سے صلح کی گفتگو کی ۔ سب احمد خان کے یہاں جمع ہوئے اور یہ طے ہوا کہ احمد خان کو حسین خان کے یہاں لے چلیں ۔ احمد خان نے بہت اصرار کے بعد اس بات کو قبول کیا ۔ وہ نصرت خان اور ملک لولی کے ہمراہ حسین خان کے یہاں گیا ۔ قاضی حبیب کو جو کشمیر کے سرداروں میں سے تھا اور محمد ماکری کو بھی بلایا ۔ دیوان خانہ میں جو راگ محل مشہور ہے ، جلسہ منعقد ہوا ۔ جب رات ہو گئی ، تو حسین خان نے کہا کہ آج کی رات میرا دل نٹوں کے کرتب دیکھنے کو چاہتا ہے ۔ چونکہ [۴۹۲م] باشرع قاضی موجود ہے تم سب بالا خانہ پر چلے جاؤ اور مل بیٹھو ، میں بھی آتا ہوں ۔ جب وہ بالا خانہ پر چلے گئے تو اس نے آدمیوں کو بھیج دیا ۔ انہوں نے ان کو قید کر دیا ۔

اس کے بعد علم خان اور خان زمان کوکہ اس کا اصل نام فتح خواجہ تھا ، ایک بڑا لشکر دے کر سنکر چک کے سر پر کہ جو راجوری کے نزدیک تھا ، بھیجا ۔ انھوں نے جا کر سنکر چک کو شکست دی اور مظفر و منصور واپس آئے ۔ خان زماں کی بہت عزت ہوئی ۔ حکم صادر ہوا کہ تمام سردار روزانہ اس کے گھر جایا کریں[1] ۔

۹۷۳ھ/۶۶ - ۱۵۶۵ء میں لوگوں نے حسین خان سے خان زماں کی غیبت کی ۔ اس نے لوگوں کو اس کے گھر جانے سے منع کر دیا ۔ خان‌زماں نے کشمیر سے باہر نکل جانے کا ارادہ کیا ۔ سفر کے انتظام میں مشغول ہوا کہ حسین خان مکاری[2] آ گیا اس نے خان زماں سے کہا کہ باہر کیوں جاتا ہے ۔ حسین خان (چک) شکار کے لیے گیا ہوا ہے ۔ اس کا گھر خالی ہے ۔ اس کے یہاں پہنچ جانا چاہیے اور اس کے مال و دولت پر قبضہ کر لینا چاہیے ۔ خان زماں کو اس کی یہ بات پسند آئی اور وہ فتح چک اور لوہر دالہری وغیرہ کو ساتھ لے کر حسین خان کے مکان پر پہنچ گیا ۔ دروازہ میں آگ لگا دی اور یہ ارادہ کیا کہ احمد خان ، محمد خان ماکری اور نصرت خان کو قید سے نکال لے ۔ بہادر خان ولد خان زماں اور

۱- فرشتہ ۲/۲۶۲ - ۲۶۳ ۔

۲- ایک خطی نسخہ میں حسین خان شکاری ہے ۔

فتح چک آ گئے - مسعود نایک قید خانہ کا محافظ تھا - اس کے دیوان خانہ کے صحن میں پانی چھوڑ دیا تا کہ دلدل ہو جائے ، حسین خاں کا ایک آدمی دولت خاں ترکش باندے ہوئے کھڑا تھا - بہادر خاں نے اس پر حملہ کیا اور تلوار [۵۹۳] چلائی - تلوار اس کے ترکش پر پڑی - اس نے ایک تیر بہادر خاں کے گھوڑے کی آنکھ پر رسید کیا - گھوڑا چراغ پا ہو گیا اور بہادر خاں گھوڑے سے نیچے گر پڑا - مسعود نایک دانکری نے اس کے پاس پہنچ کر اس کا سر خنجر سے قلم کر دیا - خاں زماں کو باہر یہ خبر ملی اور وہ فرار ہوگیا - مسعود نایک نے اس کا تعاقب کیا اور گرفتار کرکے حسین خاں کے پاس لے گیا - حسین خاں نے حکم دیا اور اس کو زین گڑھ لے گئے اس کے کان ناک ، ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر لٹکا دیا - مسعود نایک کو (منہ بولا) بیٹا بنایا - مبارز خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور پرگنہ[1] مانکل اس کی جاگیر میں مقرر کیا -

۹۷۴ھ/۶۷-۱۵۶۶ء میں حسین خاں نے حکم دیا اور احمد خاں پسر غازی خاں ، نصرت خاں اور محمد خاں کو اندھا کر دیا - غازی خاں کو جب یہ معلوم ہوا ، تو اس کو بہت رنج ہوا - وہ بیمار تھا ، اس لیے فوت ہو گیا -

حسین خاں نے ایک مدرسہ بنوایا - علماء و صلحاء کے ساتھ وہاں وقت گزارتا تھا اور پرگنہ زین پور ان لوگوں کو جاگیر میں دے دیا تھا[2] -

۹۷۵ھ/۶۸-۱۵۶۷ء میں لولی لوند نے حسین خاں سے کہا کہ مبارز خاں کہتا ہے کہ چونکہ حسین خاں نے مجھے بیٹا بنایا ہے ، لہذا چاہیے کہ خزانہ میں سے مجھے حصہ دے - حسین خاں کو (یہ سنکر) بہت رنج ہوا - وہ ایک روز مبارز خاں کے یہاں گیا - اس کے طویلہ میں گھوڑے بہت دیکھے - اس کو اور بھی رنج ہوا - اس نے حکم دیا ، لہذا مبارز خاں کو قید کر دیا - تمام معاملات ملک لولی کے سپرد ہوئے - تھوڑے ہی عرصہ میں وہ قید کر دیا گیا ، کیونکہ اس نے سرکرز کے

۱- پرگنہ بالکل (فرشتہ ۲/۳۶۳) -

۲- فرشتہ ۲/۳۶۳ -

دھانوں کے چالیس ہزار [۴۰۰۰۰] بوجھوں کی خیانت کی تھی ، اس کی جگہ علی کوکہ مقرر ہوا ۔

۹۷۶ھ/۶۹ - ۱۵۶۸ء میں قاضی حبیب کہ جو حنفی مذہب تھے ، جمعہ کے دن جامع مسجد سے نکل کر کوہ ماران کے دامن میں قبروں کی زیارت کے لیے گئے ۔ یوسف اندر رافضی نے قاضی پر تلوار کا وار کیا ، قاضی کا سر زخمی ہوا ۔ اس نے دوسرا وار کیا ۔ قاضی نے ہاتھ کو ڈھال بنایا ۔ ان (قاضی) کی انگلیاں کٹ گئیں ۔ اس معاملہ میں اختلاف مذہب کے تعصب کے سوا اور کوئی بات ہی نہ تھی ۔ قاضی کے داماد مولانا کمال زین بھی جو سیالکوٹ میں درس دیا کرتے تھے ، قاضی (حبیب) کے ہمراہ تھے ۔ یوسف قاضی کو زخمی کرنے کے بعد فرار ہوگیا ۔ حسین خاں نے جب یہ خبر سنی ، تو اس نے لوگوں کو متعین کیا ۔ وہ یوسف کو تلاش کرکے لائے ۔ (حسین خاں نے) عالموں مثلاً ملا یوسف اور ملا فیروز وغیرہ کو جمع کرکے فرمایا کہ شرع کے رو سے اس پر فتویٰ جاری کریں ۔ عالموں نے جواب دیا کہ ایسے شخص کا قتل کر دینا سیاست کی نظر سے جائز ہے ۔ قاضی نے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں اس شخص کا قتل کرنا جائز نہیں ہے ۔ آخر کار اس کو سنگسار کیا گیا ۔ اس جماعت نے جو اس کی ہم مذہب اور ہم اعتقاد تھی ، حسین خاں سے کہا کہ اس کے قتل میں عجلت کی گئی ۔ حسین خاں نے کہا کہ میں نے عالموں کے کہنے کے مطابق اس کو قتل کرایا ہے ۔

اس دوران میں مرزا مقیم اور یعقوب میر والد بابا علی سفارت پر اکبر بادشاہ کی طرف سے کشمیر آئے ۔ جب وہ بھرہ پور پہنچے ، تو حسین خاں نے لوگوں کو ان کے استقبال کے لیے بھیجا اور وہ خود بھی میدان سالہ میں آیا ۔ خیمے ، شامیانے اور سارا سامان فراہم کیا جب معلوم ہوا کہ ایلچی نزدیک [۵۹۵] آ گئے ہیں ، تو حسین خاں خیمہ سے نکلا ، ایلچیوں سے ملا ۔ سب اکٹھے ہو کر خیمہ میں آئے ، ایک جگہ بیٹھے ۔ اس کے بعد ایلچی کشتی میں سوار ہوئے ۔ حسین خاں کا لڑکا ابراہیم خاں بھی ان کے ساتھ کشتی میں بیٹھا ۔ حسین خاں کشتی میں

۱- فرشتہ ۲/۳۶۳ ۔

نہیں گیا اور سوار ہو کر کشمیر چلا گیا ۔ حسین خاں ماکری کا مکان ایلچیوں کے لیے متعین کیا[1] ۔

چند روز کے بعد مرزا مقیم نے کہا کہ ان قاضیوں اور مفتیوں کو جن کے فتوے کے مطابق یوسف کو قتل کیا گیا ہے ، میرے پاس بھیج دو ۔ حسین خاں نے مفتیوں کو اس کے پاس بھیج دیا ۔ قاضی زین نے کہ جو یوسف کا ہم مذہب تھا ، کہا کہ مفتیوں نے غلط فتویٰ دیا ہے ۔ مفتیوں نے کہا کہ ہم نے ان کے قتل کا فتویٰ مطلق نہیں دیا تھا ، بلکہ ہم نے کہا تھا کہ ایسے آدمی کا مار ڈالنا سیاست کی رو سے روا ہے ۔ مرزا مقیم نے مجلس میں مفتیوں کو ذلیل کیا اور فتح خاں رافضی کے سپرد کر دیا ۔ اس نے ان کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں ۔ حسین خاں کشتی میں بیٹھ کر کمراج چلا گیا اور فتح خاں نے مرزا مقیم کے حکم سے ان مفتیوں کو قتل کرا دیا ۔ ان کے پیروں میں رسیاں بندھوا کر کوچہ و بازار میں ان کی تشہیر کرائی ۔ حسین خاں نے اپنی لڑکی کو معہ تحفوں اور ہدیوں کے ایلچیوں کے ہمراہ اکبر بادشاہ کے حضور میں بھیجا ۔ ایلچی اس کی لڑکی اور نذرانوں کو لے کر آگرہ آئے[2] ۔

ذکر علی شاہ برادر حسین

۹۷۷ھ/ ۷۰ - ۱۵۶۹ء میں خبر ملی کہ اکبر بادشاہ نے مرزا مقیم کو اس خون ناحق کے عوض میں جو اس نے بے گناہ (مفتیوں) کا کشمیر میں بہایا تھا ، قتل کرا دیا اور حسین خاں کی لڑکی کو واپس کر دیا ۔ یہ خبر سن کر حسین خاں کو خون کے دست چھوٹ گئے ۔ یہ مرض تین چار مہینے تک برقرار رہا[3] ۔

[۴۹۶] اس دوران میں محمد بھٹ نے یوسف ولد علی خاں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ حسین خاں پر خروج کر دے ۔ جب یہ خبر حسین خاں کو ملی ، تو اس نے یوسف سے کہا کہ وہ اپنے باپ کے پاس کہ جو

۱- فرشتہ ۲/۳۶۳ ۔

۲- فرشتہ ۲/۳۶۴ ۔

۳- فرشتہ ۲/۳۶۴ ۔

سونہ پور میں ہے ، جائے اور وہاں رہے ۔ جب یوسف خان (اپنے باپ) علی خان کے پاس گیا ، تو دوسرے لوگ بھی دھیرے دھیرے بھاگ کر علی خان کے پاس چلے گئے ۔ جب لوگوں کا اور اس کے لڑکے (یوسف) کا علی خان کے پاس جانا یقینی طور سے معلوم ہو گیا ، تو حسین خان نے لوگوں کو علی خان کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ ہم سے کیا گناہ ہوا ہے ۔ ہم نے تمھارے لڑکے سے تعرض نہیں کیا اور اس کو تمھارے پاس بھیج دیا ہے ۔ علی خان نے کہا کہ ہمارا بھی کوئی قصور نہیں ہے ۔ لوگ بھاگ بھاگ کر ہمارے پاس آ رہے ہیں ۔ ان کو ہر چند نصیحت کرتا ہوں مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا ۔

آخر کار علی خان سری لگر کی طرف متوجہ ہوا اور سات کوس کے فاصلہ پر مقیم ہو گیا ۔ ملک لولی لولد بھاگ کر علی خان کے پاس آ گیا ۔ حسین خان شہر سے نکل کر جھلہ حاجم میں کہ جو شہر سے ایک کوس پر واقع ہے ، آیا ۔ احمد اور محمد والکری جو اس کے امیروں میں شامل تھے ، اس رات کو فرار ہو کر علی خان کے پاس پہنچ گئے ۔ دولت نے جو حسین خان کے مقربین میں تھا ، اس سے کہا کہ چونکہ سارے آدمی تمھارے پاس سے بھاگ کر جا رہے ہیں ، بہتر یہی ہے کہ سلطنت کا سامان جو وجہ نزاع ہے ، علی خان کو بھیج دو ۔ وہ تمھارا بھائی [۴۹۷] ہے کوئی غیر نہیں ہے ۔ حسین خان نے چتر ، چونر اور سلطنت کا سارا سامان اپنے لڑکے یوسف کے ذریعے اس کے پاس بھیج دیا اور کہا کہ میرا یہی گناہ ہے کہ میں بیمار ہوں ۔ اس کے بعد علی خان ، حسین خان کے گھر آیا اس کی عیادت کی ۔ دونوں مل کر روئے[۱] ۔

حسین خان نے شہر کو علی خان کے سپرد کر دیا اور زین پور میں آ کر قیام کیا ۔ علی خان کا لقب علی شاہ ہوا اور وہ سلطنت پر قابض ہو گیا ۔ دوکھ جو حسین خان کا وکیل تھا ، مدارالملک ہوا ۔ تین مہینے کے بعد حسین خان کا انتقال ہو گیا ۔ علی شاہ اس کے جنازے کے استقبال کے لیے گیا اور حیران بازار کے نزدیک اس کو دفن کیا ۔

۱۔ فرشتہ ۲/۳۶۴ ۔

اسی دوران میں شاہ عارف درویش لاہور سے حسین قلی خاں کے پاس سے آیا اور کشمیر پہنچا ۔ علی خاں نے اپنی لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کر دی اور اس کے متعلق مہدی آخر الزماں کا اعتقاد کیا[1] ۔ علی چک ولد لو روز چک اور ابراہیم ولد غازی خاں اس پر بہت اعتقاد کرتے تھے ، اس کو سجدہ کرتے تھے اور اس کو (اس) لائق سمجھ کر طے کیا کہ اس کو سلطنت پر بٹھا دیں ۔ جب اس بات کی خبر علی خاں کو ہوئی ، تو وہ اس سے رنجیدہ ہوا اور اس نے آزار پہنچانے کا ارادہ کیا ۔ شاہ عارف کو یہ بات معلوم ہو گئی ۔ اس نے مشہور کر دیا کہ میں یہاں نہیں رہوں گا ۔ ایک روز کے اندر میں لاہور یا کسی دوسرے ملک کو چلا جاؤں گا اور وہ روپوش ہو گیا تا کہ لوگوں کا یہ اعتقاد ہو جائے کہ اس نے غیبت اختیار کر لی ہے ۔ تین دن کے بعد معلوم ہوا کہ ملاحوں کو دو اشرفیاں[2] دیں [۴۹۸] اور کشتی میں بیٹھ کر بارہ مولہ پہنچ گیا ۔ وہاں سے پہاڑ پر چلا گیا ۔ (علی شاہ نے) آدمیوں کو بھیجا ۔ وہ اس کو وہاں سے لائے اور موکلوں کے سپرد کر دیا ۔ جب دوسری مرتبہ فرار ہوا تو کوہ مہتر سلیمان سے گرفتار کر کے لائے ۔ اس مرتبہ علی خاں نے اپنی لڑکی کے مہر کی ایک ہزار اشرفیاں اس سے وصول کر لیں ، طلاق لے لی اور اس کو تبت کی طرف بھیج دیا ۔ اس کے خواجہ سرا کو بھی اس سے علیحدہ کر لیا اور (اس پر) نگاہ رکھی[3] ۔

۹۷۹ھ/۷۲ - ۱۵۷۱ء میں علی چک ولد لو روز چک ، علی خاں کے پاس آیا اور کہا کہ دوکھ نے میری جاگیر میں آ کر گڑبڑ کی ہے ۔ اگر تم نے اس کو منع نہیں کیا ، تو میں اپنے گھوڑوں کے پیٹ چاک کر دوں گا ۔ علی خاں نے اس بات سے یہ اشارہ سمجھا کہ اس کا مقصد علی شاہ کا پیٹ پھاڑنے کا ہے ۔ اس نے غصہ میں آ کر اس کو قید کر دیا اور ولایت کمراج کو بھیج دیا ۔ وہ وہاں سے فرار ہو کر لاہور کے حاکم حسین علی خاں کے پاس چلا گیا ، مگر ملاقات کے وقت اس نے مقررہ آداب پر عمل نہیں کیا

۱- شیعہ بود در لباس فقرو ارباب تصوف بود (فرشتہ ۲/۳۶۴) ۔

۲- ایک خطی نسخہ میں ہے کہ دس اشرفیاں دیں ۔

۳- فرشتہ ۲/۳۶۴ ۔

اور صحبت راس نہ آئی ۔ وہ لاہور سے بھاگ کر کشمیر آ گیا ، اس کو گرفتار کر کے لائے اور قید کر دیا ۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ قید سے فرار ہو کر لوشہرہ آیا ۔ علی خاں نے اس کے اوپر ایک لشکر بھیجا ۔ اس کو گرفتار کر لیا اور علی خاں کے پاس لائے ۔

۹۸۰ھ/۳-۱۵۷۲ء میں علی خاں نے کھتوارہ پر لشکر کشی کی اور وہاں کے حاکم کی لڑکی کو لے کر صلح کر لی اور واپس آ گیا[1] ۔

اسی زمانہ میں ملا عشقی اور قاضی صدر الدین ، اکبر بادشاہ کی طرف سے سفارت پر آئے ۔ علی خاں نے اپنے بھتیجے [۴۹۹] کی لڑکی شاہزادہ سلطان سلیم کی خدمت کے لیے ملا عشقی اور قاضی صدر الدین کے ہمراہ دوسرے تحفوں اور نذرانوں کے ساتھ بھیجی اور کشمیر میں اکبر بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہوا ۔ یہ واقعات ۹۸۰ھ/۳-۱۵۷۲ء کے ہیں[2] ۔

اس زمانہ میں یوسف شاہ ولد علی خاں نے محمد بھٹ کے ورغلانے سے ابراہیم خاں ولد غازی خاں کو باپ کی مرضی کے بغیر قتل کر دیا ۔ اس کے باپ کے ڈر سے بھاگ کر محمد بھٹ بارہ مولہ پہنچا ۔ علی خاں اس خبر کو سن کر بہت رنجیدہ ہوا ۔ لوگوں نے یوسف کی سفارش کی اور اس کو بلا لیا اور محمد بھٹ کو جو اس فتنہ کا بانی تھا ، قید کر دیا[3] ۔

۹۸۲ھ/۵-۱۵۷۴ء میں علی شاہ نے ولایت کھتوار پر جس کو کشتوار بھی کہتے ہیں لشکر کشی کی وہاں کے حاکم کی لڑکی اپنے پوتے کے لیے لی اور اس سے صلح کر کے واپس آ گیا[4] ۔

۹۸۳ھ/۶-۱۵۷۵ء میں علی خاں جمل لکری[5] کی سیر کے لیے اپنے اہل و عیال کو لے کر گیا ۔ حیدر خاں ولد محمد شاہ جو سلطان زین العابدین کی اولاد سے تھا ، گجرات میں رہتا تھا ۔ جس وقت اکبر بادشاہ گجرات

۱- فرشتہ ۳۶۵/۲ ۔
۲- فرشتہ ۳۶۵/۲ ۔
۳- فرشتہ ۳۶۵/۲ ۔
۴- فرشتہ ۳۶۵/۲ ۔
۵- جال نگری (فرشتہ ۲۶۵/۲) ۔

میں پہنچا ، تو وہ خدمت میں حاضر ہوا اور اس (اکبر بادشاہ) کے ہمراہ ہندوستان آیا اور ہندوستان سے نوشہرہ گیا ۔ اس کا چچا زاد بھائی سلیم خان وہاں رہتا تھا ۔ اس کے پاس بہت سے لوگ جمع ہو گئے ۔ علی خان نے ایک بڑی فوج لوہر چک کے ہمراہ روانہ کی کہ راجوری میں جا کر رہے [۵۰۰] محمد خان چک کو جو راجوری میں رہتا تھا ، لوہر چک کی سرداری سے حسد ہوا ۔ اس کو قید کر دیا تمام لشکر کو گرفتار کر کے حیدر خان کے پاس نوشہرہ آیا اور کہا کہ اسلام خان کو جو بہادر آدمی ہے ، میرے ساتھ بھیج دیں تا کہ میں جا کر کشمیر کو تمھارے لیے فتح کروں ۔ حیدر خان اس کی اس بات پر بھول گیا اور اسلام خان کو اس کے ہمراہ کر دیا ۔ جب موضع جیکش[1] میں پڑاؤ کیا ، تو صبح کے وقت محمد خان نے اسلام کو دھوکہ سے قتل کر دیا اور وہاں سے واپس ہوا اور کشمیر میں علی شاہ کے پاس آ کر الطاف و عنایات کا مستحق ٹھہرا ۔ علی والکری اور داؤد کدار وغیرہ کہ جو حیدر خان کی حکومت کا ارادہ رکھتے تھے ، قید کر دیے گئے ۔

۹۸۴ھ/۷۷-۱۵۷۶ء میں کشمیر میں سخت قحط پڑا اور بہت سے آدمی بھوک کی شدت سے مر گئے ۔[2] ۹۸۶ھ/۷۹-۱۵۷۸ء میں علی شاہ ، مسجد کے اوپر گیا ۔ علماء و صلحاء کی صحبت میں بیٹھا ۔ اس مجلس میں کتاب مشکواۃ لائی گئی ۔ اس حدیث کے مطابق جو توبہ کے فضائل میں ہے ، اس نے توبہ کی ، غسل کیا ۔ نماز اور قرآن کی تلاوت میں مشغول ہوا ۔ (عبادت) سے فارغ ہونے کے بعد چوگان بازی کے ارادہ سے سوار ہوا ۔ عیدگاہ کے میدان میں جا کر چوگان بازی میں مشغول ہو گیا ۔ اچانک زین کا اگلا حصہ اس کے پیٹ پر لگا اور اسی صدمہ سے مر گیا[3] ۔

ذکر یوسف خان بن علی شاہ

جب علی شاہ کا انتقال ہو گیا ، تو اس کا بھائی ابدال خان اپنے بھتیجے یوسف کے ڈر سے جنازہ میں شریک نہیں ہوا ، یوسف خان نے سید مبارک

۱- موضع حکیم (فرشتہ ۲/۳۶۵) ۔

۲- ۹۸۵ھ (فرشتہ ۲/۳۶۵) ۔

۳- فرشتہ ۲/۳۶۵ ۔

خان اور بابا خلیل کو ابدال خان کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ آ کر اپنے بھائی کو دفن کرو ۔ اگر مجھ کو سلطنت کے لیے قبول کرتے ہو ، تو بہتر ہے ، ورنہ تم خود حاکم بنو ۔ میں تابع رہوں گا [۵۰۱] جب انھوں نے یوسف خاں کا پیغام ابدال خاں کو پہنچایا ، تو اس نے کہا کہ میں تمھارے کہنے کے مطابق آتا ہوں اور تمھاری اطاعت قبول کرتا ہوں ۔ اگر مجھے کوئی اذیت پہنچی ، تو اس کا وبال تمھاری گردن پر ہوگا ۔ سید مبارک نے جو ابدال خاں کے خلاف تھا کہا کہ ہم کو یوسف خاں کے پاس جانا چاہیے اور اس سے عہد و پیمان کرنا چاہیے ۔ اس فیصلہ کے بعد وہ مجلس سے اٹھا اور یوسف کے پاس گیا اور کہا کہ ابدال خاں میرے کہنے سے نہیں آیا ۔ ابدال بھٹ نے کہا کہ جلدی سے جا ، ابدال خاں کے سر پر پہنچنا چاہیے ۔ اس کے بعد علی شاہ کو دفن کرنا چاہیے ۔ اسی وقت یوسف خاں سوار ہوا اور اس کے سر پر پہنچ گیا ۔ ابدال خاں نے بھی اس کا مقابلہ کیا اور مارا گیا ۔ سید مبارک خاں کا لڑکا حسین خاں بھی اس معرکہ میں قتل ہوا ۔ دوسرے دن علی شاہ کو دفن کیا اور یوسف اپنے باپ کی جگہ حاکم ہوا[1] ۔

دو ماہ کے بعد سید مبارک خاں اور علی خاں وغیرہ نے فتنہ برپا کرنے کے ارادہ سے دریا پار کیا ۔ یوسف خاں ، محمد خاں کے ساتھ جو سلیم خاں کا قاتل تھا ، ان کے سروں پر پہنچ گیا ، محمد خاں جو ہراول تھا ، اس نے سبقت کی ۔ ساٹھ آدمیوں کے ساتھ مقابلہ کیا اور مارا گیا ۔ یوسف امان طلب کرکے ہیرہ پور آیا ۔ سید مبارک خاں حکومت پر بیٹھ گیا ۔

کچھ عرصہ کے بعد محمد یوسف خاں نے کشمیریوں کی خط و کتابت کے بموجب پھر کشمیر کا ارادہ کیا ۔ سید مبارک خاں یہ خبر سننے کے بعد لشکر آراستہ کرکے جنگ کے ارادہ سے نکلا ۔ یوسف خاں پھر مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور موضع برسال[2] میں کہ جو جنگل ہے ، آیا ۔ سید مبارک خاں نے اس کا تعاقب کرکے جنگ کی [۵۰۲] یوسف فرار ہوکر اطراف کے پہاڑوں میں چلا گیا ۔ سید مبارک خاں مظفر و منصور کشمیر کو واپس ہوا ۔

۱- فرشتہ ۲/۳۶۵ ۔

۲- پرتھال (فرشتہ ۲/۳۶۶) ۔

علی خاں ولد نوروز خاں کو دھوکہ سے بلا کر قید کر دیا اور دوسرے چک مثلاً لوہر چک ، حیدر چک ہستی چک ڈر کی وجہ سے اس کے پاس نہیں آئے - بابا خلیل اور سید برخوردار کو ان کے پاس بھیجا اور شرط و عہد کے ساتھ ان کو طلب کیا ، وہ سب سید مبارک خاں کے پاس آئے اور اجازت لے کر اپنے گھروں کو چلے گئے[۱] -

راستہ میں ایک دوسرے کے ساتھ طے کیا کہ یوسف خاں کو بلا کر سلطنت دینی چاہیے - وہاں سے قاصد یوسف خاں کے پاس بھیجا - سید مبارک خاں اس خبر کو سن کر پریشان ہوا - محمد خاں نے کسی کو یوسف کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس سے کہے کہ تم کو سلطنت کے لیے قبول کرتا ہوں اور اپنے عمل سے پشیمان ہوں - محمد خاں اس کے پاس آ کر مخالفوں سے مل گیا - سید مبارک خاں پریشان ہوا اور طے کیا کہ اپنے لڑکوں اور غلاموں کو لے کر یوسف خاں کے پاس چلا جائے - اسی ارادہ سے شہر سے نکل کر عیدگاہ میں گیا - علی خاں ولد نوروز بھٹ کو جو قید میں تھا ، ہمراہ لیا - دولت خاں جو اس کے سرداروں میں سے تھا ، اس کے پاس سے فرار ہو گیا - پریشان ہو کر علی خاں کو قید سے آزاد کیا - خود تنہا بابا خلیل کی خانقاہ میں پہنچا - حیدر چک نے علی خاں سے کہا کہ ہماری یہ سب کوشش اور جد و جہد تمہارے آزاد کرانے کے لیے تھی - یوسف ولد علی خاں نے اپنے باپ سے کہا کہ حیدر چک فریب کر رہا ہے - علی خاں نے اس کی بات نہ مانی اور حیدر چک کے ہمراہ چلا گیا - لوہر چک اور اس کے ساتھی ایک جگہ اکٹھے تھے - جب علی خاں آیا تو اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور طے کیا کہ لوہر کو سلطنت دی جائے -

اس دوران میں یوسف خاں کاکپور[۲] پہنچا - اس کو معلوم ہوا کہ کشمیریوں نے [۵۰۳] لوہر چک کو سلطنت دینی طے کر لی ہے - وہ وہاں سے موضع ذابل[۳] میں آیا اور راجا مان سنگھ کے ہمراہ فتح پور

۱- فرشتہ ۲/۳۶٦ -
۲- کاکپور (فرشتہ ۲/۳۶٦) -
۳- ذاہل (فرشتہ ۲/۳۶٦) -

گیا ۔ اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور اپنے لڑکے یعقوب کو کشمیر بھیجا اور کشمیر کی حکومت لوہر کو مل گئی ۔
۹۸۷ھ/۱۵۷۹ء میں محمد یوسف خاں ، سید یوسف خاں اور راجا مان سنگھ کے ہمراہ فتح پور سے کشمیر کی فتح کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور سیالکوٹ میں آئے ۔ صرف ان کی مدد پر اکتفا نہیں کیا ۔ وہاں سے راجوری پہنچے اور راجوری پر قبضہ کر لیا اور تھنہ[1] میں قیام کیا ۔ اس وقت لوہر نے یوسف کشمیری کو یوسف خاں سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا ۔ یوسف کشمیری اس کے پاس سے آ کر یوسف خاں کے پاس گیا اور اس سے مل گیا ۔ یوسف خاں جھوبل[2] کے راستہ سے جو سخت ترین راستہ ہے یلغار کرتا ہوا قلعہ سویہ پور میں داخل ہو گیا ۔ لوہر ، حیدر چک ، شمس چک اور ہستی چک کے ہمراہ یوسف خاں کے مقابلہ پر آیا اور دریائے جہلم کے کنارے قیام کیا ۔ چند روز کے بعد سخت جنگ ہوئی ۔ اکبر بادشاہ کی توجہ کی برکت سے یوسف خاں کی فتح ہوئی[3] ۔

فتح کے بعد وہ سری لگر کی طرف متوجہ ہوا ۔ شہر میں داخل ہو گیا لوہر نے قاضی موسیٰ اور محمد بھٹ کے توسل سے آ کر یوسف خاں سے ملاقات کی ۔ پہلی ملاقات بہت کامیاب رہی ۔ آخر میں قید کر دیا گیا اور باغیوں کی کثیر جماعت قید ہوئی [۵۰۳] جب یوسف خاں کی کوششوں کی طرف سے اطمینان ہو گیا ، تو اس نے ولایت کشمیر کو تقسیم کر دیا ۔ شمس چک ولد دولت چک ، یعقوب چک اور یوسف کشمیری کو اچھی اچھی جاگیریں دیں اور بقیہ (ولایت) کو اپنے خالصہ میں مقرر کیا اور بعض لوگوں کے کہنے سننے سے لوہر کو اندھا کرا دیا[4] ۔

۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء میں شمس چک ، علی شیر اور محمد خاں کو اس بدظنی کی بنا پر کہ وہ باغی ہیں ، قید کر دیا ۔ حبیب خاں ڈر کی وجہ سے فرار ہو کر موضع کھپنر[5] میں چلا گیا ۔ یوسف ولد علی خاں جو

۱- تھنہ (فرشتہ ۲/۳۶۶) ۔
۲- جھوبل (فرشتہ ۲/۳۶۶) ۔
۳- فرشتہ ۲/۳۶۶ ۔
۴- فرشتہ ۲/۳۶۶ ۔
۵- موضع کنیر (فرشتہ ۲/۳۶۶) ۔

یوسف خاں کی قید میں تھا ، چار بھائیوں کے ساتھ نکلا اور موضع مذکورہ میں حبیب خاں سے مل گیا اور وہاں سے تبت کے راجا ریمل[1] کے پاس گئے اور اس سے مدد لے کر آئے ۔ جب کشمیر کے حدود میں پہنچے ، تو ان دونوں میں اختلاف ہو گیا اور کوئی کام نہ کر سکے اور ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے ۔ یوسف اور محمد خاں کو گرفتار کرکے یوسف خاں کے پاس لائے ۔ ان کے ناک کان کٹوا دیے گئے ۔ حبیب خاں شہر میں چھپ گیا[2] ۔

۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء میں اکبر بادشاہ کابل کی فتح سے واپس ہو کر جلال آباد میں مقیم ہوا ۔ مرزا یوسف خاں کے داماد مرزا طاہر اور محمد صالح عاقل کو ایلچی گری کی خدمات پر کشمیر بھیجا ۔ جب بارہ مولہ میں پہنچے ، تو یوسف خاں استقبال کے لیے نکلا اور فرمان ہاتھ میں لے کر آداب بجا لایا ۔ ایلچیوں کے ہمراہ شہر میں آیا اور اپنے لڑکے حیدر خاں کو بہت سے تحفے دے کر بادشاہ (اکبر) کے حضور میں بھیجا ۔ حیدر خاں ایک سال تک حاضر خدمت رہا ۔ اس کے بعد شیخ یعقوب کشمیری کے ساتھ کشمیر کی اجازت پائی[3] ۔

[۵۰۵ ۹۸۹ھ/۱۵۸۹ء میں یوسف خاں لار کی سیر کو گیا ۔ شمس چک مع زنجیروں کے جیل خانہ سے بھاگ کر کھوار[4] میں پہنچا اور حیدر چک سے جا ملا جو وہاں تھا ۔ یوسف خاں نے اس بات کی اطلاع پا کر ان پر لشکر کشی کر دی ۔ یہ لوگ منتشر ہو کر فرار ہو گئے ۔ یوسف خاں مظفر و منصور سری نگر لوٹ آیا[5] ۔

۹۹۰ھ/۵۸۲ء میں حیدر چک اور شمس چک کھوار[6] سے یوسف خاں سے جنگ کرنے کے ارادہ سے کشمیر کی طرف متوجہ ہوئے ۔ یوسف

۱- رو علی راجا (فرشتہ ۲/۳۶۶) ۔
۲- فرشتہ ۲/۳۶۶ ۔
۳- فرشتہ ۲/۳۶۶ ۔
۴- کھتوار (فرشتہ ۲/۳۶۶) ۔
۵- فرشتہ ۲/۳٦۷ ۔
۶- کھتوار (فرشتہ ۲/۳٦۷) ۔

خان مقابلہ کے لیے نکلا ۔ اپنے لڑکے یعقوب کو ہراول بنایا ۔ وہ جنگ کے بعد فتح کرکے سری نگر کو واپس ہو گیا اور رانے کھوار کی سفارش سے شمس چک کی خطا معاف کرکے اس کو جاگیر عنایت کر دی ۔ حیدر چک وہاں سے نکل کر راجا مان سنگھ کے پاس آیا[1] ۔

۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء میں یعقوب ولد یوسف خاں اکبر بادشاہ کی ملاقات سے سرشار ہوا ۔ جس وقت کہ اکبر بادشاہ لاہور پہنچا یعقوب نے یوسف کو لکھا کہ اکبر بادشاہ کا ارادہ کشمیر آنے کا ہے ۔ یوسف خاں نے استقبال کے لیے آنے کا ارادہ کیا ۔ اسی دوران میں خبر پہنچی کہ حکیم علی اور بہاء الدین اکبر بادشاہ کی طرف سے سفارت پر آئے ہیں اور بھیر[2] میں پہنچ گئے ہیں ۔ یوسف خاں استقبال کے لیے گیا ۔ بادشاہی خلعت پہنی اور کئی آداب بجا لایا اور یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو جائے ۔ بابا خلیل ، بابا مہدی اور شمس دولی نے وسوسہ میں ڈال دیا اور [۵۰۶] اس کو اس ارادہ سے باز رکھا اور طے کیا کہ اگر یوسف خاں (اکبری) دربار میں جائے ، تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کی بجائے یعقوب کو حکومت دے دی جائے گی ۔ اس ڈر کی وجہ سے اس نے ارادہ ملتوی کر دیا اور اکبر بادشاہ کے ایلچیوں کو رخصت کر دیا[3] ۔

اکبر بادشاہ نے مرزا شاہ رخ ، شاہ قلی خاں اور راجا بھگوان داس کو کشمیر کے لیے تعینات کیا یوسف خاں نے کشمیر سے نکل کر بارہ مولہ کو لشکر گاہ بنایا ۔ جب یہ خبر پہنچی کہ (اکبری) لشکر پرم پہنچ گیا ہے ، تو یوسف خاں لشکر سے جدا ہو کر اکبر بادشاہ کی فرمانبرداری کے خیال سے مرزا قاسم ولد خواجہ حاجی ، مہدی اور استاد لطیف کے ساتھ موضع نکر میں پہنچا ۔ مادھو سنگھ ، یوسف کے استقبال کے لیے موضع مذکور (نکر) میں آیا ۔ اس کو ہمراہ لے کر راجا بھگوان داس کے پاس آیا ۔ ملاقات کے بعد راجا نے اس کو گھوڑا اور سروپا بھیجا اور وہاں سے

۱- فرشتہ ۲/۳۶۷ ۔

۲- بہٹہ (فرشتہ ۲/۳۶۷) ۔

۳- فرشتہ ۲/۳۶۷ ۔

کوچ کر کے کشمیر کی طرف متوجہ ہوئے ۔ کشمیری صلح سے پیش آئے اور اس بات کو قبول کر لیا ، کہ ہر سال مقررہ رقم شاہی خزانہ میں داخل کیا کریں گے ۔ راجا بھگوان داس صلح کر کے وہاں سے واپس آیا ۔ اٹک میں اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ یوسف خاں بھی اس کے ساتھ آیا اور اکبر بادشاہ کے حضور میں حاضری کا شرف حاصل کیا[1] ۔

• • •

۱۔ فرشتہ (۲/۳۶۷) ۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء میں بادشاہ اکبر نے محمد قاسم خاں میر بحر اور دوسرے امراء کو کشمیر بھیجا ۔ یوسف شاہ کا جانشین یعقوب شاہ مقابل ہوا ۔ کشمیر کے اندر بھی فتنے شروع ہو گئے ۔ اکبری فوج کشمیر میں داخل ہوگئی ۔ یعقوب شاہ پہاڑوں میں بھاگ گیا ۔ محمد قاسم خاں سری نگر پر قابض ہو گیا اور کشمیر میں اپنے عامل مقرر کر دیے ۔ یعقوب شاہ نے فوج جمع کر کے محمد قاسم خاں سے پھر مقابلہ کیا ۔ اس نے اکبر بادشاہ سے کمک چاہی ۔ اکبر بادشاہ نے سید یوسف خاں شہیدی کو کشمیر کی مہم پر بھیجا اور محمد قاسم خاں کو حضور میں طلب کر لیا ۔ یوسف خاں شہیدی نے دو سال یعقوب شاہ کا پیچھا کیا ۔ پھر آخر اس کو دلاسا دیا اور باپ اور بیٹے یوسف شاہ اور یعقوب شاہ کو بادشاہ کے حضور میں لے آیا اور شاہی امیروں میں منسلک کر دیا ۔ صوبہ بہار میں انہیں جاگیر ملی ۔ (فرشتہ ۲/۳۶۷) ۔

طبقہ حکام سندھ

تاریخ منہاج المسالک میں کہ جو چچ نامہ کے نام سے مشہور ہے ، لکھا ہے کہ جب ولید بن عبدالملک بن مروان کی خلافت کا زمانہ آیا ، تو حجاج بن یوسف نے محمد ہارون کو ہندوستان کی طرف بھیجا اور وہ ۸۶ھ ۷۰۵ء میں ولایت مکران میں آیا اور دیوانی سے متعلق مالیات کی وصولیابی شروع [۷۰۵] کر دی ۔ اس دوران میں دارالخلافہ بغداد میں خبر مشہور ہوئی کہ سراندیپ کے حاکم نے سمندر کے راستہ سے تحفوں ، نفیس سامان ، حبشی غلاموں اور کنیزوں سے بھری ہوئی کشتی خلیفہ کے لیے دارالخلافہ بھیجی تھی ۔ جب وہ کشتی دیبل کے نواح میں پہنچی ، تو اس کشتی کو مع دوسری سات کشتیوں کے دیبل کے سرکشوں نے لوٹ لیا اور کشتیوں کے مال و اسباب پر مالکانہ قبضہ کر لیا ۔ مسلمان عورتوں کی ایک جماعت کو بھی جو کعبہ کے طواف کے ارادہ سے کشتی میں سوار تھی ، غلام بنا کر لے گئے ۔ اسی دوران میں ایک جماعت بھاگ کر حجاج کے پاس پہنچی اور فریاد کی ۔ حجاج بن یوسف نے ایک خط رائے داہر کو جو سندھ کا حاکم تھا لکھا اور محمد ہارون کی معرفت بھیجا تا کہ وہ اپنے معتمد لوگوں کے ذریعہ اس (داہر) کو بھیج دے ۔ جب محمد ہارون نے وہ خط رائے داہر کے پاس بھیجا ، تو اس نے جواب میں لکھا کہ یہ چوروں کا کام ہے اور اس گروہ کی قوت و طاقت اتنی زیادہ ہے کہ اس گروہ کا دفع کرنا میرے امکان سے باہر ہے ۔

جب یہ جواب حجاج کو ملا تو اس نے ولید بن عبدالملک بن مروان سے سندھ و ہند میں جنگ کرنے کی اجازت چاہی ۔ بدیل کو تین سو جنگی بہادروں کے ساتھ محمد ہارون کے پاس بھیجا اور اس کو لکھا کہ تین ہزار جنگجو اور بہادر سپاہی بدیل کے ہمراہ کر دیے جائیں اور اس کو دیبل کی فتح کے لیے بھیج دیا جائے ۔ جب بدیل ، دیبل کے نواح میں پہنچا ، تو اس نے نہایت مردانہ جنگ کی اور شہید ہو گیا ۔ شکست کی خبر

سن کر حجاج بہت پریشان ہوا اور اس کو سخت رنج و افسوس ہوا[1] ۔

باوجودیکہ عامر بن عبداللہ نے ہند و سندھ کے لشکر کی سپہ سالاری کا ارادہ کر لیا تھا مگر حجاج نے نجومیوں کے مشورہ سے عماد الدین محمد قاسم بن عقیل ثقفی کو جو اس کا چچا زاد بھائی اور داماد تھا ، [۵۰۸] سترہ سال کی عمر میں چھ ہزار بہادروں کے ساتھ جو شام کے رؤسا تھے ۔ سندھ کی فتح کے لیے شیراز کے راستہ سے متعین کیا[2] ۔

فاصلے اور منزلیں طے کرنے کے بعد دیبل کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چند روز کے بعد اس کو فتح کر لیا ۔ بے انتہا مالِ غنیمت ہاتھ آیا ۔ اس میں سے چار سو بے مثال کنیزیں بھی مالِ غنیمت میں شامل تھیں ۔ محمد قاسم نے مالِ غنیمت کو لشکریوں میں تقسیم کر دیا ۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ حجاج کے پاس بھیج دیا اور دیبل کے راجا کی لڑکی ، جی سنہہ بنت رائے داہر کہ جو بیرون[3] کے قلعہ کا حاکم تھا ، بھی گئی ۔ محمد قاسم نہایت عالی ہمتی سے قلعہ لیرون کی طرف متوجہ ہوا ۔ رائے زادہ جی سنہہ ولد رائے داہر نے بہادری و دلاوری کی بجائے بے عزتی اختیار کی اور وہ دریائے سندھ کو پار کرکے قلعہ برہمن آباد میں چلا گیا اور قلعہ بیرون کی حفاظت اپنے معتمدین کے سپرد کر گیا ۔ جب محمد قاسم قلعہ لیرون کے نزدیک پہنچا ، تو پہلے شہر کے رہنے والوں نے لشکر کے آنے سے ڈر کر قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور بعد میں لشکر کے لیے ضروری سامان فراہم کرکے الاماں الاماں کہتے ہوئے لشکر میں آ گئے ۔ محمد قاسم نے امان دے کر اس گروہ کے سرداروں کو اپنے ہمراہ لے لیا اور اپنا کوتوال قلعہ لیرون پر مقرر کیا اور وہ سیوستان کے فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوا کہ جو اس زمانہ میں سہوان کے نام سے مشہور ہے[4] ۔

۱- چچ نامہ از علی بن حامد کوفی (مرتبہ ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ) (حیدر آباد دکن ۱۹۳۹ء) ، ص ۹۰ - ۹۲ ۔

۲- چچ نامہ ، ص ۹۳ ۔

۳- متن میں ''بیرون'' لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے ۔

۴- چچ نامہ ، ص ۱۱۸ - ۱۱۹ ۔

سیوستان کے باشندوں کی ایک جماعت بجھرا[1] کے پاس گئی کہ جو وہاں کا حاکم اور رائے داہر کا چچا زاد بھائی تھا اور اس سے کہا کہ ہمارا دین سلامتی اور ہمارا مذہب عافیت ہے [۵۰۹] ہمارے مذہب میں مارنا اور مر جانا جائز نہیں ہے - مصلحت اسی میں ہے کہ ہم لشکر کے سرداروں سے امان (پناہ) کی درخواست کریں - رائے زادہ بجھرا نے اپنی قوت اور غلبہ پر اعتماد کیا اور بکنا شروع کر دیا - بالآخر ایک ہفتہ کے محاصرہ کے بعد اس نے راہ فرار اختیار کی اور قلعہ ششم[2] کے راجا کے پاس پناہ کا طالب ہوا - اس رات کی صبح کو محمد بن قاسم ، سرداروں کے مشورہ سے قلعہ سیوستان میں داخل ہوگیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے رائے زادہ بجھرا کی بات نہیں مانی تھی امان دی اور سیوستان کی فتوحات اور مال غنیمت کو خمس نکالنے کے بعد لشکریوں میں تقسیم کر دیا اور قلعہ ششم کا رخ کیا - قلعہ ششم فتح کرنے کے بعد اس (محمد بن قاسم) نے راجا داہر سے جنگ کا ارادہ کیا کہ جو فتنہ کی جڑ اور مفسدوں کا سردار تھا[3] -

اس واقعہ کے دوران میں محمد بن قاسم کے لشکر میں گرانی ہو گئی اور اکثر جانور مر گئے - اس وجہ سے لشکر میں تذبذب پریشانی اور اضطراب پھیل گیا - حجاج بن یوسف کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو اس نے دو ہزار گھوڑے اپنے خاصہ کے اصطبل سے تیار کرکے محمد بن قاسم کے پاس بھیج دے - لشکریوں کی قوت از سر نو بڑھ گئی اور جنگ کی طرف متوجہ ہوے - فریقین کے مقابل ہونے کے بعد متواتر جنگ ہوتی رہی - کہتے ہیں کہ اس دوران میں ایک روز رائے داہر نے نجومیوں کو خلوت میں بلا کر عرب کے لشکر کا حال اور انجام پوچھا - نجومیوں نے کہا کہ ہم نے پرانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ۸۶ھ/۷۰۵ء قمری میں عرب کی فوجیں دیبل کے نواح پر قابض ہو جائیں گی - ۹۳ھ میں سندھ کے تمام شہروں پر اس جماعت کا قبضہ ہو جائے گا - باوجودیکہ اس نے نجومیوں کو کئی مرتبہ آزما لیا تھا اور وہ جانتا تھا کہ نجومیوں کے احکام سہو و

۱- بجھرا (چچ نامہ ، ص ۱۲۰) -

۲- سیسم (چچ نامہ ، ص ۱۲۳) یعنی سیوی (حاشیہ) -

۳- چچ نامہ ، (ص ۱۲۳) -

خطا سے پاک ہیں ، مگر اس نے عجلت سے کام لیا [۵۱۰] چونکہ اس کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا ، لہذا جمعرات کے دن دسویں رمضان المبارک ۹۳ھ/۷۱۲ء کو نہایت کوشش سے وہ میدان جنگ میں آیا اس نے ہر طرح سے سعی و کوشش کی مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی -

اس کے مارے جانے کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جنگ کے دن وہ سفید ہاتھی پر سوار ہو کر قلب لشکر میں پہنچا - خود بھی نہایت بہادری سے جنگ کرتا رہا - تیر اندازی کے کمال دکھا رہا تھا - جس وقت فریقین کے بہادر اور جان باز ایک دوسرے سے جنگ کر رہے تھے کہ ایک لفظ اندازے آگ کا گولہ اس سفید ہاتھی کی عماری پر پھینکا جس پر داہر سوار تھا - ہاتھی یہ حال دیکھ کر بھاگا - فیلبان نے ہر چند آنکس مارے کہ تازیانہ کا حکم رکھتے تھے اور جن سے عربی گھوڑوں کو مارتے ہیں ، مگر ہاتھی بھاگ کر دریا میں چلا گیا - محمد بن قاسم کے لشکر کے بہادروں نے پیچھا کیا اور چاروں طرف سے اس پر تیر چلانے لگے - وہ بُری طرح زخمی ہو گیا - دریا کے کنارے شور و غل ہوا - ہاتھی اپنے آپ نکل آیا - اس نے سواروں کو ادھر اُدھر دوڑایا - رائے داہر نہایت مردانگی سے زخمی ہونے کے باوجود ہاتھی سے اتر کر ایک عربی بہادر کے مقابل ہوا - اس نے ایک ہی ضرب میں اس ناتمام (داہر) کا کام تمام کر دیا - اس واقعہ کو دیکھ کر رانیوں اور راجاؤں نے ذلت کے ساتھ راہ فرار اختیار کی - عرب کے بہادروں نے راجپوتوں کے ساتھ مل کر قلعہ کے دروازہ تک ان کا تعاقب کیا - بہت سے [۵۱۱] نابکاروں کو نامردی کے طعنے دے کر مغلوب کیا -

اس قدر مالِ غنیمت لشکریوں کے ہاتھ آیا جس کا شمار و اندازہ امکان سے باہر ہے - رائے زادہ جی سنہہ نے قلعہ کو جنگی سپاہیوں سے مضبوط کر لیا اور اس نے چاہا کہ قلعہ نیرون سے نکل کر پھر جنگ کرے ، لیکن اس کے باپ کے وکیلوں نے اس کو جنگ کرنے سے روک دیا اور اس کو قلعہ برہمن آباد قدیم میں لے گئے - رائے داہر کی بیوی نے لڑکے سے اختلاف کیا - قلعہ کے دروازہ کو مضبوط کیا اور پندرہ ہزار راجپوت اپنے ساتھ لے کر جنگ کے لیے کھڑی ہو گئی - عماد الدین محمد بن قاسم نے قلعہ کی فتح کو آسان سمجھا اور یہ کام جی سنہہ کے دفعیہ پر مقدم جانا

اور وہ میدانِ جنگ سے قلعہ کی فتح کی طرف متوجہ ہوا ۔ قلعہ مذکور کا محاصرہ کر لیا ۔ چند روز کے بعد جب قلعہ کے لوگ پریشان ہو گئے ، تو انھوں نے زبردست آگ روشن کرکے اپنی عورتوں اور بچوں کو اس آگ میں جلا دیا اور شہر کے دروازوں کو کھول کر جنگ و جدال کے لیے آمادہ ہو گئے ۔ شام کے بہادر اپنی خون آشام تلواریں لے کر قلعہ میں داخل ہو گئے ۔ چھ ہزار راجپوتوں کو قتل کیا اور تیس ہزار آدمیوں کو غلام بنا کر لے گئے[1] ۔ رائے داہر کی دو لڑکیوں کو کہ جو اُن قیدیوں کے ہمراہ ہاتھ آئی تھیں ، تحفہ کے طور پر خلیفہ کی خدمت میں بھیجا ۔ جب خلیفہ کی نظر ان پر پڑی ، تو اس نے ان کو محل سرا کے خدمت گاروں کے سپرد کر دیا تا کہ چند روز تک وہ ان کی تیار داری کریں اور پھر خلیفہ کے روبرو پیش کریں ۔ خلیفہ نے چاہا کہ ایک کو بطور کنیز اپنے تصرف میں لائے ۔ اس (لڑکی) نے عرض کیا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ خلیفہ کے بستر پر قدم رکھ سکوں ۔ اس وجہ سے کہ عماد الدین محمد بن قاسم نے تین رات تک مجھے اپنے تصرف میں رکھا ہے ۔ خلیفہ سخت غضب ناک ہوا اور اس نے خود اپنے قلم سے حکم نامہ تحریر کیا کہ محمد بن قاسم جس جگہ پر بھی پہنچا ہو ، اپنے کو کچی کھال میں ڈال کر دارالخلافہ پہنچائے ۔ اس بیچارہ نے خود کو کچی کھال میں ڈالا اور حکم دیا کہ مجھ کو صندوق میں رکھ کر دارالخلافہ بھیج دو ۔ دو تین دن گزر گئے ۔ اس کو اسی طرح سے اٹھا کر لے گئے[2] ۔

[۵۱۲] مختصر یہ کہ جب سندھ کا علاقہ بغیر مخالفت اور دشمنی کے عماد الدین محمد بن قاسم کے قبضہ میں آ گیا ، تو اس نے قصبہ اور شہر میں اپنے عمال اور گماشتے مقرر کیے ۔

تاریخ کی کتابیں سندھ کے حکام کے حالات کے بیان میں عاری اور خالی ہیں ۔ کسی تاریخ میں اس گروہ کے حالات و واقعات نہ مختصر تحریر ہیں اور نہ مفصل — صرف طبقاتِ بہادر شاہی کے مؤلف نے لکھے ہیں اور اس

۱- چچ نامہ ، ص ۱۵۸ - ۱۹۶ -

۲- یہ واقعہ صحیح نہیں ہے ، ملاحظہ ہو - چچ نامہ (تعلیقات از ڈاکٹر محمد ابن عمر داؤد پوتہ) ، ص ۲۶۷ - ۲۶۹ -

میں اس لواح کے چند حاکموں کا ذکر بتعین زمانہ ہے ۔ اس میں ہر ایک کا حال اسی قدر تحریر ہے کہ ہر شخص نے اتنے سال حکومت کی ۔ میں نظام الدین احمد کہ جو اس تاریخ کا مؤلف ہوں ، طبقات بہادر شاہی پر اعتماد کرکے ان لوگوں (حکام سندھ) کے نام اور کسی قدر حال لکھتا ہوں ، تا کہ اکبر بادشاہ کی معلومات میں لا سکوں اور خدمت کر سکوں ۔ اللہ تعالیٰ مدد اور عافیت فرمائے ۔

طبقات بہادر شاہی کا مؤلف کہتا ہے کہ ابتدائی زمانہ میں علاقہ سندھ کی حکومت پر تمیم انصاری کی اولاد قابض ہوئی ۔ اس علاقہ کے زمینداروں سے سومروں کو زیادہ قوت و کثرت حاصل ہو گئی ۔ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد ان کا غلبہ ہو گیا اور حکومت پر قابض ہو گئے ۔ سندھ کی حکومت پانچ سو سال تک سومروں کے خاندان میں رہی ۔ چونکہ گردش فلک کا یہ لازمہ ہے بلکہ حکومت کا یہ لازمہ ہے کہ وہ ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں منتقل ہوتی رہتی ہے ، لہذا پانچ سو سال کے بعد سندھ کے علاقہ کی حکومت سومروں سے نکل کر سموں کے قبضہ میں پہنچی ۔ اس گروہ کے پندرہ آدمیوں نے حکومت کی ۔

[۵۱۳] ذکر حکومت جام الر[1]

وہ (جام الر) (پہلا) شخص ہے جس نے سموں کی حکومت کی بنیاد رکھی ۔ سمہ خاندان کے لوگ خود کو جمشید سے منسوب کرتے ہیں اور اپنا نسب اس سے ملاتے ہیں ۔ یہ لفظ خود حاکم اور بزرگ کے معنوں پر دلالت کرتا ہے ۔ ہر جگہ اس معنی کی یاد تازہ کرتا ہے اس کی حکومت کا زمانہ تین سال اور چھ ماہ رہا ۔

۱- ملاحظہ ہو :
(۱) تحفۃ الکرام (راشدی اڈیشن) ، ص ۹۹ - ۱۰۰ ۔
(۲) تاریخ معصومی ، ص ۶۲ - ۶۳ ۔
(۳) فرشتہ ۱/۳۱۷ ۔
(۴) تاریخ سندھ ۱/۴۴۴ - ۴۴۵ ۔

ذکر حکومت جام جوناں

جب جام انر کا انتقال ہو گیا ، تو اس کا بھائی جام جوناں ، وصیت کے مطابق حکومت سندھ کا مالک ہوا ۔ اس کی حکومت کے زمانہ میں مخلوق خوش حال اور امن و امان سے رہی ۔ اس کی حکومت کی مدت چودہ سال ہوئی[1] ۔

ذکر حکومت جام بان ہتیہ بن جام انر

جب جام جوناں[2] مر گیا ، تو جام بان ہتیہ اپنے باپ کے ملک کی وراثت کے لیے اٹھا ۔ لوگوں کو اپنے موافق بنایا ۔ سلطان فیروز شاہ بڑا لشکر لے کر دوبارہ ولایت سندھ میں پہنچا ۔ جام مذکور نے میدان جنگ کو آراستہ کرکے [۵۱۴] اس سے مقابلہ کیا اور آخر تیسری مرتبہ ولایت سندھ حضرت بادشاہ فیروز شاہ کے قبضہ میں آئی ۔ سلطان فیروز شاہ جام مذکور کو اپنے ہمراہ دہلی لایا ۔ جب جام سے اچھی خدمات ظہور میں آئیں ، تو فیروز شاہ نے نوازش فرما کر (اسے) واپس بھیج دیا ۔ اسے چتر دیا اور سندھ کی حکومت اس کے سپرد کر دی ۔ سندھ جانے کی اسے اجازت دی ۔ اس قصہ کی تفصیل طبقہ دہلی میں تحریر ہے اس کی حکومت کی مدت پندرہ سال ہوئی[3] ۔

۱- ملاحظہ ہو : (۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۰۰ ۔
(۲) تاریخ معصومی ، ص ۶۳ ۔
(۳) تاریخ طاہری (تعلیقات) ، ص ۳۰۷ ۔
(۴) تاریخ سندھ ۱/۴۴۶ - ۴۴۷ ۔

۲- ان حکام کے ناموں میں اشتراک اور ابہام ہے ۔ تحفۃ الکرام ، تاریخ معصومی وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے ایک دو حاکم اور گزرے ہیں ۔

۳- ملاحظہ ہو : (۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۰۱ - ۱۰۲ ۔
(۲) تاریخ معصومی ، ص ۶۵ - ۶۶ ۔
(۳) تاریخ سندھ ۱/۴۴۹ - ۴۵۰ ۔
(۴) مکلی نامہ (حواشی) ، ص ۱۰۶ - ۱۰۷ ۔
(۵) مخدوم جہانیاں جہاں گشت از محمد ایوب قادری ، ص ۱۱۷ ۔

ذکر حکومت جام تماچی

اپنے بھائی کے مرنے کے بعد حکومت پر قابض ہوا ۔ کچھ عرصہ تک حکومت کی ۔ تیرہ سال اور چند ماہ کے بعد فوت ہو گیا[۱] ۔

ذکر حکومت صلاح الدین

جام تماچی کے مرنے کے بعد حکومت پر قابض ہوا ۔ گیارہ سال اور چند ماہ کے بعد مر گیا[۲] ۔

ذکر حکومت جام نظام الدین بن صلاح الدین

باپ کے مرنے کے بعد اس کا قائم مقام ہوا ۔ علاقہ سندھ کے بزرگ اور رؤسا اس کی حکومت پر رضا مند ہوئے ۔ دو سال اور چھ ماہ اس نے حکومت کی[۳] ۔

۱- ملاحظہ ہو :
(۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۰۲ ۔
(۲) تاریخ معصومی ، ص ٦٦ ۔
(۳) مکلی نامہ (حواشی) ، ص ۱۰۹ ۔
(۴) حدیقۃ الاولیا (عبدالقادر) ، ص ۵۱ - ۵۴ ۔
(۵) تاریخ سندھ ۱/۳۵۱ - ۳۵۲ ۔

۲- ملاحظہ ہو :
(۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۰۲ ۔
(۲) تاریخ معصومی ، ص ٦٦ ۔
(۳) تاریخ سندھ ۱/۳۵۳ ۔

۳- ملاحظہ ہو :
(۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۰۳ ۔
(۲) تاریخ معصومی ، ص ٦٦ - ٦۵ ۔
(۳) تاریخ سندھ ۱/۳۵۳ - ۳۵۴ ۔

[۵۱۵] ذکر حکومت جام علی شیر

جام نظام الدین کے مرنے کے بعد علی شیر اپنے باپ جام تماچی کا ملک حاصل کرنے کے لیے اٹھا ۔ اس نے حکومت کے سر برآوردہ لوگوں اور قوم کے سرداروں کو اپنا موافق اور مدد گار بنا لیا ۔ اتفاق کی وجہ سے اس کی حکومت کے زمانہ میں مخلوق کے مختلف گروہوں کو خوب امن ملا ۔ چھ سال اور چند ماہ کے بعد وہ فوت ہو گیا[1] ۔

جام کرن بن جام تماچی

جب جام علی شیر نے اس دنیا سے کوچ کیا تو جام کرن نے اس وہم سے کہ جس کا باپ علاقہ کا بادشاہ اور والی ہوتا ہے ، تو اس کا بیٹا بھی اس حکومت پر فائز ہو جاتا ہے چاہے توفیق الٰہی اس کے شامل حال نہ ہو ۔ چنانچہ اس نے جرأت کی اور وہ بزرگوں کی جگہ پر جا بیٹھا (بادشاہ بن گیا) ۔ چونکہ زمانہ نے اس طرح کے کاموں کی مثال کو نہ برداشت کیا ہے اور نہ کرتا ہے ، لہذا ڈیڑھ دن کے بعد اس نے موت کا مزہ چکھ لیا[2] ۔

ذکر حکومت جام فتح خاں بن سکندر خاں

جب مملکت حاکم سے خالی ہو گئی ، تو قوم کے رئیسوں اور ارکانِ سلطنت نے جام فتح خان بن سکندر کو جو اس امر بزرگ (بادشاہی) کا استحقاق رکھتا تھا ، سرداری (حکومت) کے لیے اختیار کر لیا ۔ پندرہ سال

۱- ملاحظہ ہو :

(۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۰۳ -

(۲) تاریخ معصومی ، ص ۶۷ - ۶۸ -

(۳) تاریخِ سندھ ۱/۴۵۴ - ۴۵۵ -

۲- ملاحظہ ہو :

(۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۰۳ -

(۲) تاریخ معصومی ، ص ۶۸ -

(۳) تاریخِ سندھ ۱/۴۵۵ - ۴۵۶ -

اور چند ماہ تک اس نے حکومت کی پھر طبعی موت سے مر گیا[1] ۔

[۵۱٦] ذکر حکومت جام تغلق بن سکندر خاں

جب جام فتح خاں مر گیا ، تو اس کا بھائی جام تغلق بادشاہ ہوا اور اٹھائیس سال کے بعد وہ (بھی) مر گیا[2] :

ذکر حکومت جام مُبارک

جب جام تغلق کا انتقال ہو گیا ، تو جام مبارک نے کہ جو اس کا رشتہ دار تھا اور حاجب کا منصب رکھتا تھا ، خود کو اس اہم کام (بادشاہی) کے لائق اور سزا وار سمجھا اور بزرگوں کی جگہ پر قبضہ کیا ، لیکن تین دن سے زیادہ اس کو مہلت نہ ملی[3] ۔

ذکر حکومت جام اسکندر خاں بن جام فتح خاں

جب[4] جام مبارک کی حکومت ختم ہو گئی ، تو ولایت سندھ کے

۱- ملاحظہ ہو :
(۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۰۳ ۔
(۲) تاریخ معصومی ، ص ٦٨ - ٧٠ ۔
(۳) تاریخِ سندھ ۱/۴۵۷ - ۴۵۸ ۔

۲- ملاحظہ ہو :
(۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۰۴ ۔
(۲) تاریخ معصومی ، ص ۷۰ ۔
(۳) تاریخِ سندھ ۱/۴٦۱ - ۴٦۳ ۔
(۴) مکلی نامہ (حواشی) ، ص ۱۲۳ ۔

۳- ملاحظہ ہو :
(۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۰۴ ۔
(۲) تاریخ معصومی ، ص ۷۱ ۔
(۳) تاریخِ سندھ ۱/۴٦۴ ۔

۴- تحفۃ الکرام ، (ص ۱۰۴) میں جام اسکندر کا ذکر جام مبارک سے پہلے ہے ۔

بزرگوں نے جام سکندر کو جو وراثت کے لحاظ سے حق سلطنت رکھتا تھا بادشاہ بنایا ۔ اس نے ایک سال اور چھ ماہ حکومت کی اس کے بعد مر گیا[1] ۔

ذکر حکومت جام سنجر

جب[2] جام سکندر دلیاوی لعمتوں سے لطف الدوز ہو کر عالم آخرت کو سدھارا ، تو سندھ کے بزرگوں نے جام سنجر کو کہ جو اس وقت سلطنت کے کاموں میں مشغول تھا ، بادشاہ بنا لیا ۔ اس نے آٹھ سال اور چند ماہ حکومت کی[3] ۔

[۵۱۷] ذکر حکومت نظام الدین

جو جام لندا کے نام سے مشہور ہے ، جام سنجر کے بعد بادشاہ ہوا ۔ اس کے زمانہ میں سندھ کی مملکت میں رونق آ گئی ۔ وہ ملتان کے والی سلطان حسین لنگاہ کا ہم عصر تھا ۔ اس کے زمانہ میں شاہ بیگ قندہار سے آیا ۔ ۸۹۹ھ/۹۴ - ۱۴۹۳ء میں سیوی کا قلعہ کہ جو اس جام لندا کے گماشتہ بہادر خاں کے قبضہ میں تھا ، فتح کیا اور اپنے بھائی سلطان محمد کو وہاں چھوڑ کر خود قندہار واپس ہوگیا ۔ جام لندا نے مبارک خاں کو سلطان محمد کے

۱- ملاحظہ ہو :
(۱) تحفۃ الکرام ، ۱۰۴ ۔
(۲) تاریخ معصومی ، ص ۷۰ - ۷۱ ۔
(۳) تاریخ سندھ ۱/۳۶۴ - ۳۶۵ ۔
(۴) مکلی نامہ (حواشی) ، ص ۱۱۰ ۔

۲- جام سنجر سے پہلے جام رائڈلہ (تحفۃ الکرام ، ص ۱۰۴) تاریخ معصومی (ص ۷۱ - ۷۲) کا ذکر ملتا ہے پیر حسام الدین راشدی (مکلی نامہ حواشی ، ص ۱۱۰) میں جام سنجر عرف راوڈ لو لکھا ہے ۔

۳- ملاحظہ ہو :
(۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۰۴ - ۱۰۵ ۔
(۲) تاریخ معصومی ، ص ۷۲ - ۷۳ ۔
(۳) تاریخ سندھ ۲/۳۶۶ - ۳۶۸ ۔

مقابلہ پر بھیجا ۔ سلطان محمد اس جنگ میں قتل ہوا ۔ سیوی[1] پھر جام کے قبضہ میں آ گیا ۔ شاہ بیگ نے اس خبر کو سن کر مرزا عیسیٰ ترخان کو بھائی کا انتقام لینے کے لیے بھیجا ۔ مرزا عیسیٰ جام کے لشکر سے جنگ کرنے کے بعد غالب آیا ۔ اس کے پیچھے پیچھے شاہ بیگ پہنچا اور قلعہ بکر کو قاضی قادن سے کہ جو جام لندا کا گماشتہ تھا ، صلح کے ذریعہ لے لیا ۔ فاضل بیگ کو کلتاش کو وہاں چھوڑا ۔ قلعہ بکر کا جو استحکام اس زمانہ میں ہے اس وقت نہ تھا ۔ وہ قلعہ سہوان پر بھی قابض ہو گیا اور اس کو خواجہ باقی بیگ کے سپرد کر دیا اور خود قندہار کو واپس چلا گیا ۔ جام لندا نے سیوی کو اس کے قبضہ سے نکالنے کے لیے پھر لشکر بھیجا مگر کچھ کامیابی نہ ہوئی یہاں تک کہ باسٹھ سال حکومت کرنے کے بعد جام لندا فوت ہو گیا[2] ۔

ذکر حکومت جام فیروز

جب نظام الدین کا لڑکا جام فیروز باپ کا جانشین ہوا تو وزارت کا عہدہ دریا خاں کے [۵۱۸] سپرد کیا کہ جو اس کا رشتہ دار تھا ۔ وہ صاحب اختیار ہوگیا اور جام صلاح الدین کہ جو جام فیروز کے رشتہداروں میں سے تھا ، خود کو ملک کا وارث خیال کیا کرتا تھا ، اس نے جنگ و جدال کا ارادہ کیا ۔ جب کامیاب نہ ہو سکا ، تو فرار ہو کر گجرات میں سلطان مظفر گجراتی کے پاس پناہ گزیں ہوا ۔ چونکہ سلطان مظفر کی بیوی جام صلاح الدین کے چچا کی لڑکی تھی ، لہذا سلطان مظفر نے اس کی مدد کی اور ایک بڑا لشکر اس کے ہمراہ کرکے ٹھٹہ جانے کی اجازت دی ۔

۱۔ اس قلعہ کے کھنڈرات سنجر پور سے ملحق موجود ہیں خاکسار مترجم محمد ایوب قادری نے اپنے مخلص دوست سید الیس شاہ جیلانی کی معیت میں دو تین مرتبہ ان کو دیکھا ہے ۔

۲۔ ملاحظہ ہو :

(۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۰۵ - ۱۰۶ ۔

(۲) تاریخ معصومی ، ص ۷۳ - ۷۶ ۔

(۳) مکلی نامہ (حواشی) ، ص ۸۸ - ۹۶ ۔

(۴) فرشتہ ۱/۳۱۹ - ۳۲۰ ۔

(۵) تاریخ سندھ ۱/۶۶۸ - ۶۷۸ ۔

چونکہ دریا خاں مملکت میں اختیار رکھتا تھا اور سلطنت کا مدار اس پر تھا ، لہذا وہ جام صلاح الدین کے موافق ہو گیا اور سندھ کی مملکت بغیر جنگ و جدل کے جام صلاح الدین کے قبضہ میں آ گئی ۔ جام فیروز گوشہ نشین ہو گیا اور اقتدار و اقبال مندی کا انتظار کرنے لگا ۔ بالآخر دریا خاں نے جس کے قبضہ میں سندھ کی مملکت کے اختیارات تھے ، جام فیروز کو بلا کر بادشاہ بنا دیا ۔

جام صلاح الدین شرمندہ و پشیمان ہو کر پھر گجرات چلا گیا ۔ سلطان مظفر نے از سر نو صلاح الدین کی مدد کی اور ۹۲۸ھ/۲۲ - ۱۵۲۱ء میں سندھ جانے کی اجازت دی ۔ اس نے نامردوں کی طرح جام فیروز کو سندھ سے نکالا اور خود قبضہ کر لیا ۔ جام فیروز مجبوراً شاہی بیگ ارغون کے پاس التجا لے کر گیا ۔ امیر شاہی بیگ نے اپنے غلام کو کہ جس کا نام سنبل تھا ، جام فیروز کی مدد کے لیے بھیجا ۔ جام فیروز شاہی بیگ کے لشکر کو اپنے ہمراہ لایا اور سہوان کے نواح میں جام صلاح الدین سے جنگ کی اور اس [۵۱۹] معرکہ میں جام صلاح الدین اور اس کا لڑکا ہیبت خاں قتل ہوا اور ولایت سندھ بدستور قدیم جام فیروز کے قبضہ میں آ گئی ۔

اس دوران میں کہ (سیاسی) کمزوری کا زمانہ تھا ، شاہ بیگ جو سندھ فتح کرنے کا ارادہ رکھتا تھا ، موقع غنیمت پا کر قندہار سے نکلا اور اس نے ۹۲۹ھ/۲۳ - ۱۵۲۲ء میں ٹھٹہ پر قبضہ کر لیا ۔ "خرابی سند"[1] سے فتح کی تاریخ نکلتی ہے ۔ دریا خاں کہ جو جام فیروز کی مہمات کا مختار تھا ، قتل ہو گیا ۔ جام فیروز نے مجبوراً سندھ کو چھوڑ کر سلطان مظفر گجراتی کے پاس پناہ لی ۔ چونکہ اس زمانہ میں سلطان مظفر طبعی موت سے مر گیا لہذا جام فیروز پھر ولایت سندھ میں آ گیا ۔ جب اس نے دیکھا کہ کام آگے نہیں بڑھتا ہے ، پھر لوٹ کر گجرات چلا گیا اور اپنی لڑکی کو سلطان بہادر گجراتی کے نکاح میں دے دیا اور اس کے امیروں میں شامل

۱- خرابی سند سے ۹۲۷ھ برآمد ہوتے ہیں اور تاریخ فرشتہ ، (ص ۳۲۰) میں یہی سنہ دیا ہے ۔

ہوگیا اور جامان سمہ کا اقتدار ختم ہو کر شاہ بیگ کو حکومت مل گئی[1] ۔

ذکر شاہ بیگ ارغون

یہ شاہ بیگ ، میر ذوالنون بیگ کا لڑکا ہے جو سلطان حسین مرزا کا سپہ سالار ، امیر الامراء اور اس کے لڑکے بدیع الزمان کا اتالیق تھا ۔ سلطان حسین ننداکی طرف سے قندہار کی حکومت رکھتا تھا ۔ جب میر ذوالنون بیگ ، شاہی بیگ اوزبک کی لڑائی میں کہ جو سلطان حسین مرزا کے لڑکوں کے ساتھ ہوئی تھی ، قتل ہو گیا ، تو قندہار کی حکومت اس کے لڑکے شاہ بیگ کو ملی ، وہ اپنے باپ کا قائم مقام ہوا ۔ اس نے ولایت سندھ کے اکثر حصہ کو فتح کر لیا ۔ اس کو پورا استقلال حاصل ہو گیا ۔

[۵۲۰] وہ علمی فضیلت میں پوری دستگاہ رکھتا تھا چنانچہ اس نے عقائد نسفی اور کافیہ کی شرحیں اور مطالعے منطق پر حاشیہ لکھا ہے ، وہ صاحب اخلاق تھا ۔ (جنگ کے موقع پر) اگلی صف میں سب سے آگے حملہ کرتا تھا ۔ ہر چند لوگ اس کو منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس قسم کی بہادری دکھانا سردار کے لیے مناسب نہیں ہے ۔ کوئی فائدہ نہ ہوگا ۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ایسے موقع پر میں بے اختیار ہو جاتا ہوں اور میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ میرا مقابلہ کوئی نہ کر سکے گا ۔ وہ ۹۳۰ھ/۲۴-۱۵۲۳ء میں فوت ہوا ۔ اس کا لڑکا شاہ حسین اس

۱- ملاحظہ ہو :

(۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۰۷ - ۱۰۹ -

(۲) تاریخ معصومی ، ص ۷۶ - ۷۹ -

(۳) فرشتہ ، ص ۳۲۰ -

(۴) تاریخ سندھ ۱/۷۸۰ -

(۵) تاریخ طاہری ، ص ۵۶ - ۵۹ -

کا قائم مقام ہوا[1] ۔

ذکر شاہ حسین

جب شاہ حسین[2] (اپنے) باپ کا قائم مقام ہوا اور اس کے پاس خوب فوج جمع ہو گئی اور اسے اقتدار حاصل ہو گیا، تو اس نے ملتان کے حاکم سلطان محمود پر حملہ کیا اور ملتان کو اس کے قبضہ سے نکال لیا ۔ پورے سندھ پر اس نے بالکل صاف اور مکمل طور سے غلبہ حاصل کر لیا ۔ قلعہ بکر کو از سر نو تعمیر کرا کے خوب مضبوط کیا اور قلعہ سہوان کو بھی تعمیر کرایا ۔ اس نے تیس سال حکومت کی ۹۶۲ھ/ ۵۵-۱۵۵۴ء میں وہ فوت ہوا[3] ۔

ذکر حکومت مرزا عیسیٰ ترخان

سلطان محمود بکر میں اور مرزا عیسیٰ ترخان ٹھٹہ میں تسلط رکھتے تھے اور حکومت کرتے تھے ۔ ان دونوں میں کبھی صلح رہتی اور کبھی جنگ ہوتی ۔ مرزا عیسیٰ تیرہ سال حکومت کرکے ۹۷۵ھ/۶۸ - ۱۵۶۷ء

۱- ملاحظہ ہو :
(۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۱۱ - ۱۱۳ ۔
(۲) تاریخ معصومی ، ص ۱۰۲ - ۱۲۶ ۔
(۳) فرشتہ ، ص ۳۲۰ - ۳۲۱ ۔
(۴) تاریخ سندھ ۳/۲ - ۴۷ ۔

۲- تحفۃ الکرام ، (ص ۱۱۴) تاریخ معصومی ، (ص ۱۱۴) اور تاریخ سندھ (۵۱/۲) میں شاہ حسن تحریر ہے متن میں "شاہ حسین" ہے ۔

۳- ملاحظہ ہو :
(۱) تحفۃ الکرام ، ص ۱۱۴ - ۱۳۰ ۔
(۲) تاریخ معصومی ، ص ۱۱۴ - ۱۹۶ ۔
(۳) تاریخ سندھ ۵۱/۲ - ۱۰۵ ۔
(۴) فرشتہ ۳۲۱/۲ - ۳۲۲ ۔

میں فوت ہو گیا۔

[۵۲۱] ذکر مرزا محمد باقی خان بن مرزا عیسیٰ ترخان

اس کے بڑے لڑکے محمد باقی خان نے اپنی قابلیت اور قوت کی وجہ سے کہ جو اس میں تھی، اپنے بھائی جان بابا پر غلبہ حاصل کر لیا۔ وہ باپ کا قائم مقام ہو گیا اور سلطان محمود سے اپنے باپ (مرزا عیسیٰ ترخان) کی طرح کبھی جنگ اور کبھی صلح کرتا رہا۔ اس نے اٹھارہ سال حکومت کی ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء میں انتقال کیا[2] اور حکومت مرزا جانی بیگ کے ہاتھ آئی۔

ذکر مرزا جانی بیگ

مرزا محمد باقی[3] کے بعد حکومت مرزا جانی بیگ کو ملی۔

۱۔ مرزا عیسیٰ ترخان کا سال وفات تاریخ معصومی، (ص ۲۰۰) میں ۹۷۵ھ، تحفة الکرام، (ص ۱۳۶) میں ۹۸۰ھ، تاریخ طاہری میں (ص ۱۱۲) ۹۸۰ھ دیا جو غلط ہے مرزا عیسیٰ ترخان کی قبر پر کتبہ لگا ہے اس میں ۹۷۳ھ/۱۵۶۵-۶۶ء تحریر ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: بیگلار نامہ، ص ۵۳۱ - ۵۴۹ و تاریخ سندھ ۲/۱۰۵، ۱۰۷۔

۲۔ ملاحظہ ہو: (۱) تحفة الکرام، ص ۱۳۷ - ۱۳۸۔
(۲) تاریخ معصومی، ص ۲۱۰ - ۲۱۵۔
(۳) بیگلار نامہ، ص ۴۹۸ - ۵۰۵۔
(۴) تاریخ سندھ ۲/۱۷۵ - ۱۸۲۔

۳۔ ملاحظہ ہو: (۱) تحفة الکرام، ۱۳۸ - ۱۶۵۔
(۲) بیگلار نامہ، ص ۵۱۹۔
(۳) تاریخ سندھ ۲/۱۸۷ - ۲۲۴۔
(۴) تاریخ طاہری، ص ۱۶۰ و ما بعد۔
(۵) بیگلار نامہ، ص ۲۲۹ وما بعد۔
(۶) ترخان نامہ، ص ۸۰ وما بعد۔
(۷) تاریخ معصومی، ص ۲۳۲ - ۲۵۷۔
(۸) مآثر الامراء (اردو ترجمہ)، ص ۲۵۵ - ۲۶۲۔

۱۰۰۱ھ/۹۳-۱۵۹۲ء میں مرزا جانی بیگ اکبر بادشاہ کے ملازمین (امراء) میں داخل ہوا اور سندھ کی ولایت ممالک مفتوحہ میں شامل ہو گئی[1] -

[بکر[2] ، کے حاکم سلطان محمود نے بیس سال حکومت کی - وہ دیوانہ اور ظالم تھا - اگر وہ کسی سے ذرا بھی بدگمان ہو جاتا تھا ، تو اس کو مروا ڈالتا تھا اس نے سندھ کے راستے سب طرف سے بند کر دیے تھے][3] -

• • •

۱- مرزا جانی بیگ ۲۷ رجب ۱۰۰۹ھ کو فوت ہوا - (مکلی نامہ ، ص ۵۱۹) تاریخ معصومی ، (ص ۲۵۷) میں (۱۰۰۸ھ) تحریر ہے جو صحیح نہیں ہے -

۲- توسین کی عبارت لولکشور اڈیشن میں نہیں ہے -

۳- سلطان محمود خان کا عہد حکومت ۹۶۲ھ/۵۵ - ۱۵۵۴ء تا ۹۸۲ھ/۷۵ - ۱۵۷۴ء رہا - ملاحظہ ہو :

(۱) تاریخ معصومی ، ص ۲۱۸ - ۲۳۱ -

(۲) لب تاریخ سندھ ، ۷۳ -

(۳) تاریخ سندھ ۱۳۳/۲ - ۱۴۳ -

ذکر طبقہ سلاطین ملتان

واضح ہوکہ ولایت ملتان کے حالات (برصغیر میں) اسلام کے آغاز سے جو محمد بن قاسم کی کوشش سے حجاج بن یوسف کے زمانہ میں ہوا ، تواریخ میں تحریر ہیں ۔ جب سلطان محمود غزلوی نے (ملتان کو) ملاحدہ (قرامطہ) کے قبضہ سے نکالا ، تو وہ مدت تک اس کی اولاد کے تصرف میں رہا ۔ جب غزلویوں کی حکومت کمزور ہوگئی ، تو ملتان کا علاقہ پھر قرامطہ کے قبضہ میں چلا گیا ۔ اس زمانہ سے کہ جب وہ سلطان معزالدین محمد سام کے قبضہ میں آیا ، ۸۴۷/۴۴ - ۱۴۴۳ء تک دہلی کے بادشاہوں کے [۵۲۲] قبضہ میں رہا ۔ سنہ مذکور سے ہندوستان میں طوائف الملوکی ہوگئی ۔ ملتان کا حاکم بھی آزاد ہو بیٹھا اور ملتان دہلی کے بادشاہ کے قبضہ سے نکل گیا ، اور چند آدمیوں نے متواتر حکومت کی ۔

شیخ یوسف ۔ تقریباً دو سال

سلطان قطب الدین ۔ سولہ سال

سلطان حسین ۔ ایک قول کے مطابق چونتیس سال اور دوسرے قول کے مطابق چھتیس سال

سلطان فیروز ۔ اس کی سلطنت کی مدت معلوم نہیں ہے ۔

سلطان محمود بن سلطان فیروز ۔ ستائیس سال

سلطان حسین ۔ اس کی سلطنت کی مدت معلوم نہیں ہے ۔ ایک قول کے مطابق ایک سال اور چند ماہ

ذکر شیخ یوسف

جب ۸۴۷/۴۴ - ۱۴۴۳ء میں دہلی کی سلطنت و فرمانروائی سلطان علاء الدین محمد شاہ بن فرید شاہ بن مبارک شاہ بن خضر خاں کے قبضہ میں آئی ، تو حکومت کا کام اور سلطنت کا انتظام درہم برہم ہوگیا ۔ ہندوستان میں طوائف الملوکی پھیل گئی ۔ ملتان کی ولایت مغول کے قہرمانی حملوں اور

بار بار آنے کی وجہ سے حاکم سے خالی ہو گئی شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے طبقہ عالیہ کی بزرگی ملتان کے باشندوں اور اس طرف کے تمام زمینداروں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اس سے زیادہ تصور نہیں ہو سکتا ۔ اس علاقہ کے تمام اعیان ، اشراف ، عوام اور جمہور باشندوں نے شیخ یوسف قریشی کو سلطنت و بادشاہی کے لیے منتخب کر لیا ۔ ملتان ، اوچہ اور بعض قصبات میں ان کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا اور وہ بھی حکومت کی مہمات کے انتظام میں مشغول ہو گئے ۔ فوج کے بڑھانے اور لشکر کے اضافہ میں لگ گئے ۔ زمینداروں کے دلوں کو جیت لیا ۔ ملکی معاملات میں رونق اور ترقی ہوئی ۔

[۵۰۲] اتفاق سے ایک روز رائے سہرہ جو لنگاہوں کی جماعت کا سردار تھا اور قصبہ سیوی اور اس طرف کا علاقہ اس سے متعلق تھا ، اس نے شیخ یوسف کو پیغام بھیجا کہ ہمیں موروثی طور سے ارادت و اعتقاد آپ کے سلسلہ (خاندان سہروردیہ) سے ہے اور دہلی کی حکومت فتنہ و فساد سے خالی نہیں ہے کہتے ہیں کہ ملک بہلول لودی نے دہلی پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنے نام کا خطبہ پڑھواتا ہے ۔ اگر حضرت شیخ (یوسف قریشی) لنگاہوں کی جماعت کے حال پر زیادہ سے زیادہ توجہ فرمائیں اور ہم (سب) کو اپنا لشکر خیال کریں ، تو جو خدمت اور مہم سامنے آئے گی ہم اپنی جانیں فدا کر دینے میں گریز نہیں کریں گے ۔ فی الحال اپنی ارادت کے استحکام اور جان سپاری کے ثبوت میں اپنی لڑکی شیخ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور آپ کو بطور داماد کے قبول کرتا ہوں ۔ شیخ (یوسف) یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور رائے سہرہ کی لڑکی کے ساتھ نکاح کر لیا ۔

وہ کبھی کبھی اپنی لڑکی کو دیکھنے کے لیے سیوی سے ملتان آیا کرتا تھا اور مناسب تحفے شیخ کی خدمت میں پیش کرتا تھا ۔ شیخ احتیاط کی وجہ سے اجازت نہیں دیتے تھے کہ سہرہ ملتان میں مقیم ہو ۔ وہ اسی شہر کے باہر ٹھہرتا تھا اور تنہا اپنی لڑکی سے ملنے آیا کرتا تھا ۔ ایک مرتبہ وہ اپنے تمام آدمیوں کو لے کر ملتان کی طرف روانہ ہوا اور یہ چاہا کہ مکاری اور فریب و حیلہ کے ذریعہ شیخ یوسف کو گرفتار کرکے خود ملتان کا حاکم بن بیٹھے ۔ جب وہ ملتان کے نواح میں پہنچا ، تو شیخ یوسف کے پاس پیغام بھیجا کہ اس مرتبہ میں تمام لنگاہوں کو اپنے

ہمراہ لایا ہوں ۔ تاکہ میری جماعت کو ملاحظہ کرکے اس کے لحاظ سے خدمات میرے سپرد فرمائیں ۔

شیخ یوسف ، سادہ لوح اور زمانہ کی مکاری اور دنیا کی دغا بازی سے غافل تھے ۔ انھوں نے مہربانی سے ملاقات کی ۔ رائے سہرہ واجبی طریقہ سے ملاقات کرنے کے بعد ایک رات کو ایک خدمت گار کے ساتھ اپنی لڑکی سے ملاقات کے لیے آیا اور خدمت گار سے [٥٢٨] یہ طے کر دیا کہ گھر کے ایک کونے میں بکری کے بچہ کو ذبح کر لے اور ذبح شدہ کا خون ایک پیالہ میں لے کر میرے پاس آ جائے ۔ جب خدمت گار نے اس خدمت کو انجام دے دیا ، تو رائے سہرہ نے خون کا وہ پیالہ پی لیا اور کچھ دیر کے بعد مکاری اور فریب سے چیخنے لگا کہ میرے پیٹ میں درد ہے اور تھوڑی دیر کے بعد بے صبری و خوف کا اظہار کرتا تھا ۔ آدھی رات کے قریب شیخ یوسف کے وکیلوں کو وصیت کی غرض سے بلایا اور اس جماعت (وکیلوں) کے سامنے خون کی قے کی اور وصیت کے دوران میں کہ جس میں بے صبری و خوف شامل تھا ، اپنے قرابت داروں اور عزیزوں کو کہ جو شہر کے باہر تھے ، آخری ملاقات کے لیے بلایا ۔ چونکہ شیخ یوسف کے وکیلوں نے رائے سہرہ کا حال دوسری طرح (موت کے قریب) دیکھ لیا تھا ، لہذا اس کے قرابت داروں اور عزیزوں کے آنے میں کوئی مضایقہ نہ سمجھا ۔ جب اس کے بہت سے آدمی قلعہ میں آ گئے ، تو وہ سلطنت حاصل کرنے کے لیے بیماری سے اٹھ کھڑا ہوا ۔ اس نے اپنے معتبر نوکروں کو (قلعہ کے) چاروں دروازوں کی نگرانی اور حفاظت پر مقرر کر دیا کہ شیخ یوسف کا کوئی نوکر قلعہ سے باہر نہ جانے پائے ۔ پھر شیخ (یوسف) کی خلوت سرا میں جا کر اس کو قید کر لیا ۔ شیخ یوسف کی حکومت دو سال رہی[1] ۔

١۔ ملاحظہ ہو :

(١) فرشتہ ٣٢٤/٢ ۔ ٣٢٥ ۔

(٢) ذکاء اللہ ، ص ٦٥ ۔ ٦٧ ۔

(٣) تاریخ ملتان (نور احمد خان فریدی) ٢٨٧/١ ۔ ٢٩٢ ۔

ذکر سلطان قطب الدین لنگاہ

جب رائے سہرہ نے شیخ (یوسف قریشی) کو گرفتار کر لیا ، تو اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور اپنا لقب سلطان قطب الدین اختیار کیا ۔ ملتان کے باشندے اس کی حکومت سے رضا مند ہو گئے اور انھوں نے بیعت کر لی تو اس نے شیخ یوسف کو اس دروازہ سے کہ جو شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا کے مزار پر انوار کے قریب شمال کی طرف واقع ہے نکال کر دہلی جانے کی اجازت دے دی اور اس دروازہ کو پختہ اینٹوں [۵۲۵] سے بند کر دیا ۔ کہتے ہیں کہ آج تک کہ ۱۰۰۲ھ/۹۴-۱۵۹۳ء ہے ، وہ دروازہ بند ہے ۔

حکومت کا جھنڈا لہرانے لگا اور وہ فرمانروائی میں مشغول ہو گیا ۔ جب شیخ یوسف دہلی پہنچے ، تو سلطان بہلول نہایت اعزاز و احترام کے کے ساتھ پیش آیا اور اپنی لڑکی کا نکاح شیخ یوسف کے لڑکے سے کر دیا کہ جس کا نام شیخ عبداللہ تھا اور جو شاہ عبداللہ سے مشہور ہے ۔ (بہلول لودی) شیخ (یوسف) کو ہمیشہ وعدوں سے قوی اور خوش رکھتا تھا ۔ سلطان قطب الدین مطلق العنانی سے علاقہ ملتان میں حکومت کرتا رہا یہاں تک کہ ایک مدت کے بعد ۸۶۵ھ/۶۱-۱۴۶۰ء میں[1] سلطان قطب الدین کا انتقال ہو گیا ۔ سلطان قطب الدین کی حکومت سولہ سال رہی[2] ۔

ذکر سلطان حسین ولد سلطان قطب الدین لنگاہ

جب سلطان قطب الدین کا انتقال ہو گیا ، تو مراسم تعزیت کے بعد سلطان قطب الدین کی سلطنت کے امراء و اراکین نے اس کے بڑے لڑکے کو سلطان حسین کا خطاب دیا اور ملتان اور اس کے نواح میں اس کے نام کا

۱- ۸۷۴ھ/۷۰-۱۵۶۹ء (فرشتہ ۳۲۵/۲) ۔

۲- ملاحظہ ہو :

(۱) فرشتہ ۳۲۵/۲ ۔

(۲) ذکاء اللہ ، ص ۶۷ ۔

(۳) تاریخ ملتان ۲۹۲/۱ - ۲۹۳ ۔

خطبہ پڑھوا دیا ۔ وہ نہایت قابل ، مستعد اور خدا کی مہربانیوں کا مستحق تھا ۔ اس کی حکومت کے زمانہ میں علم و فضیلت کا درجہ بہت بلند ہو گیا علماء و فضلا نے خوب تربیت حاصل کی ۔

جب اس کی حکومت کا زمانہ شباب پر تھا ، تو اس نے قلعہ شور کی فتح کا ارادہ کیا ۔ کہا جاتا ہے [۵۲۶] کہ اس زمانہ میں قلعہ شور غازی خاں کے قبضہ میں تھا ۔ جب غازی خاں مذکور نے سنا کہ سلطان حسین اس ملک کے ارادہ سے آ رہا ہے ، تو اس نے اپنی فوج کا انتظام کیا ۔ قلعہ سے باہر نکلا اور دس کوس آگے بڑھ کر سلطان حسین سے جنگ کی ۔ اس نے جرأت و مردانگی کا ثبوت دیا ، لیکن میدانِ جنگ سے راہ فرار اختیار کی ۔ وہ (قلعہ) شور پہنچا ۔ قصبہ بھیرہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ غازی خاں کے اہل و عیال (قلعہ) شور میں تھے ۔ انھوں نے قلعہداری کا انتظام کرکے قلعہ کو مستحکم بنایا اور متواتر بھیرہ چنیوٹ اور خوشاب کی طرف سے کمک آنے کے منتظر رہے ، کیونکہ یہ (مقامات) سید خاں کے امیروں کے قبضہ میں تھے ۔ محاصرہ کو چند روز گزرے اور کمک پہنچنے سے بالکل مایوس ہو گئے ، تو انہوں نے امان طلب کر کے قلعہ سپرد کر دیا ۔ اور بھیرہ چلے گئے ۔

سلطان حسین نے ملکی مہمات کو انجام دینے کی غرض سے (قلعہ) شور میں چند روز قیام کیا اور وہاں سے قلعہ چنیوٹ چلا گیا ۔ ملک ماجھی کھوکر کہ جو سید خاں کی طرف سے وہاں کا داروغہ تھا ، اپنی آبرو کے خیال سے چند روز تک محاصرہ کی پریشانیاں برداشت کرتا رہا اور بالآخر امان طلب کرکے قلعہ چنیوٹ سپرد کر دیا اور بھیرہ چلا گیا ۔ سلطان حسین سرحد کا انتظام کرکے ملتان واپس آ گیا ۔ چند روز تک ملتان میں قرار و آرام کیا پھر قلعہ کوٹ کہرور کی طرف [۵۲۷] روانہ ہوا ۔ اس علاقہ کو قلعہ دھن کوٹ کے حدود تک اپنے قبضہ میں کر لیا ۔

چونکہ شیخ یوسف نے اکثر سلطان بہلول سے فریاد اور داد خواہی کا اظہار کیا تھا اس موقع پر جب کہ سلطان حسین قلعہ دھنکوٹ گیا ہوا تھا ، سلطان بہلول نے موقع غنیمت جانا اور اپنے لڑکے باربک شاہ کو جس کے حالات طبقہ دہلی و جونپور میں لکھے جا چکے ہیں ، ملتان کی فتح

کے لیے روانہ کر دیا ۔ تاتار خاں لودی کو پنجاب کے لشکر کے ساتھ باربک شاہ کی مدد کے لیے تعینات کیا ۔ باربک شاہ اور تاتار خاں متواتر کوچ کرتے ہوئے ملتان کی طرف چلے ۔

اتفاق سے اسی دوران میں سلطان حسین کے حقیقی بھائی نے کہ جو قلعہ کوٹ کھرور کا حاکم تھا ، اپنا نام سلطان شہاب الدین اختیار کرکے بغاوت کر دی ۔ سلطان حسین نے قلعہ کوٹ کھرور کے فتنہ کو فرو کرنا مقدم سمجھا اور نہایت عجلت کے ساتھ وہاں جا پہنچا ۔ سلطان شہاب الدین کو زندہ گرفتار کرکے اس کے پیروں میں بیڑیاں ڈلوا دیں اور ملتان روانہ ہو گیا ۔ اسی دوران میں خبر مل گئی کہ باربک شاہ اور تاتار خاں ملتان کے حدود میں عید گاہ کے قریب جو شہر سے شمال کی طرف ہے ، آ گئے ہیں ۔ قلعہ گیری اور قلعہ فتح کرنے کے لیے سامان مہیا کرنے میں مشغول ہیں ۔ سلطان حسین راتوں رات دریائے سندھ کو عبور کرکے رات کے آخری حصہ میں قلعہ ملتان میں پہنچ گیا اور اسی وقت اپنی تمام فوج کو جمع کرکے کہا کہ ساری فوج سے تلوار چلانے کی توقع نہیں ہوتی ہے بعض ایسے لوگ ہیں کہ عیال و متعلقین کی کثرت (تلوار چلانے میں) ان کی دامن گیر ہوتی ہے - اگرچہ وہ جماعت مصلحت کی وجہ سے تلوار چلانے کا کام نہیں کرتی ہے ، دوسرے کام مثلاً قلعہ داری ، لشکر کی کثرت اور اسی طرح کے دوسرے کام انجام دیتے ہیں ۔ اس تمہید کے بعد اس نے کہا کہ جو کوئی [۵۲۸] بے تکلف تلوار چلائے تو صبح ہی شہر چلا جائے اور بقیہ لشکر قلعہ داری میں مشغول رہے ۔ اس نے اپنے دس ہزار سوار اور پیدل سپاہی جنگ کے لیے مقرر کیے ۔

جب صبح طلوع ہوئی اور طبل جنگ بجا ، تو وہ شہر سے باہر گیا تمام فوج کو اپنے سامنے بلا کر حکم دیا کہ سارے سوار ، پیدل ہو جائیں ۔ سب سے پہلے خود پیدل ہوا اور حکم دیا کہ تمام فوج تین تین تیر دشمن کی طرف چلائے ۔ جب پہلی مرتبہ بارہ ہزار تیر ایک دم چلے ، تو دشمن کی فوج میں سخت اضطراب و انتشار پیدا ہو گیا ۔ دوسری مرتبہ سب ایک دوسرے سے مل گئے اور تیسری مرتبہ جنگل میں چلے گئے ۔ دشمن کے دل میں اس قدر خوف بیٹھا کہ فرار ہونے کے دوران میں جب وہ (دشمن) قلعہ شور پہنچا ، تو مطلق قلعہ کی طرف متوجہ نہیں ہوا اور

قصبہ چنیوٹ تک اس نے منہ پھیر کر نہیں دیکھا - اس شکست سے ملتان کے لشکر کو خوب سامان اور اطمینان حاصل ہوا -

جب باربک شاہ اور تاتار خاں قصبہ چنیوٹ میں پہنچے ، تو انھوں نے سلطان حسین کے تھانیدار کو مع تین ہزار آدمیوں کے عہد و پیمان کرکے قلعہ سے باہر نکال دیا اور پھر قتل کرا دیا - سلطان حسین اس شکست کو بڑی کامیابی سمجھا - چنیوٹ کے واپس لینے کا ارادہ نہیں کیا -

اسی دوران میں ملک سہراب دودائی کہ جو اسماعیل خاں اور فتح خاں کا باپ تھا ، اپنی قوم اور قبیلہ کے ساتھ کیچ و مکران کے نواح سے سلطان حسین کی خدمت میں آیا - سلطان حسین نے ملک سہراب کے آنے کو مبارک فال سمجھا اور قلعہ کوٹ کھرور سے [۵۲۹] قلعہ دھن کوٹ تک سارا علاقہ سہراب اور اس کی قوم کی جاگیر میں دے دیا اس خبر کو سن کر بہت سے بلوچ بلوچستان سے سلطان حسین کی خدمت میں آئے - روز بروز اس کی جمعیت بڑھنے لگی - سلطان حسین نے بقیہ ولایت کہ جو دریائے سندھ سے معمور اور آباد تھی ، دوسرے بلوچوں کے لیے مقرر کر دی - رفتہ رفتہ سیت پور سے دھن کوٹ تک تمام علاقہ بلوچوں سے متعلق ہو گیا -

اسی زمانہ میں جام بایزید اور جام ابراہیم جو قبیلہ سیتہ کے بزرگ تھے ، جام نندا سے ناراض ہو کر کہ جو ولایت سندھ کا حاکم تھا ، سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وہ ولایت جو بکر و ٹھٹہ کے درمیان ہے ، اس کے اکثر عمال سیتہ قوم سے کہ جو خود کو جمشید کی اولاد سمجھتی ہے ، تعلق رکھتے ہیں - چونکہ قوم سیتہ بہادری و شجاعت میں تمام قبیلوں سے ممتاز تھی ، جام نندا کہ جو قوم سمتہ سے تھا ، اور خود کو جمشید کی اولاد جانتا تھا ہمیشہ سمتہ قوم سے خائف رہتا تھا - اتفاق سے سمتہ کے سرداروں میں مخالفت ہو گئی - جام نندا نے اس بات کو بہت غنیمت سمجھا اور جام بایزید و جام ابراہیم کے دشمنوں کی طرفداری کی یہ - دونوں حقیقی بھائی تھے -

جام بایزید و جام ابراہیم ، جام نندا سے ناراض ہو کر سلطان حسین کے پاس چلے گئے - چونکہ سلطان کی ماں بایزید کی بہن ہوتی تھی ، لہذا سلطان حسین نے ان کے آنے اور ملاقات ہونے پر ان کی بہت تعظیم و

آکریم کی ۔ ولایت شور جام بایزید کو اور ولایت اوچھ جام ابراہیم نے اپنے مقرر کر دی اور ان دونوں کو جاگیروں پر بھیج دیا ۔ [۵۲۰] بایزید فضائل علمی سے بہرہ ور نہ تھا ، لیکن ہمیشہ اہل علم کے ساتھ صحبت رکھتا تھا ۔ جہاں کہیں اس علاقہ میں کسی عالم کے متعلق سنتا تھا وہ اس کے حال پر اس قدر عنایت کرتا ، تو وہ بے اختیار ہو کر جام بایزید کی صحبت میں چلا آتا تھا اور اس سے تعلق ختم نہیں کرتا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ جام بایزید کو اہل علم سے اس قدر محبت تھی کہ شیخ جلال الدین قریشی کہ جو شیخ حاکم قریشی کی اولاد میں تھے اور انھوں نے خراسان میں مختلف علوم کی تحصیل کی تھی ۔ حالانکہ ان کی ظاہری بینائی بہت کم ہو گئی تھی ، ان کو بلا کر بہت کوشش سے ان کا عہدہ ان کے سپرد کیا اور تمام ملکی معاملات کے اختیارات ان کو دے دیے اور اپنی قیمتی عمر کو اہل علم و فضل کی صحبت میں گزارتا تھا ۔ احکام خدا کی اس قدر پابندی کرتا تھا کہ ایک مرتبہ (قلعہ) شور میں ایک عمارت تعمیر کرائی ۔ اتفاق سے ایک خزانہ نکل آیا ۔ اس پر خود قبضہ نہیں کیا ، بلکہ وہ سارا خزانہ سلطان حسین کی خدمت میں بھیج دیا ۔ اس کے اس عمل سے سلطان حسین اس کا معتقد ہو گیا ۔

جب سلطان بہلول کا انتقال ہو گیا اور سلطان سکندر بادشاہ ہوا ، تو سلطان (حسین) نے ایک تعزیت نامہ اور تہنیت نامہ تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ ایلچیوں کی معرفت بھیجا اور آشتی و صلح کی تحریک کی ۔ چونکہ سلطان سکندر میں شریعت کی رعایت اور خدا پرستی زیادہ تھی ، لہذا وہ صلح پر راضی ہو گیا اور صلح کر لی کہ فریقین آپس میں اتحاد و اتفاق رکھیں ، ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں اور کسی کی فوج اپنی سرحد سے تجاوز نہ کرے ۔ اگر کسی کو مدد و معاونت کی ضرورت ہو ، تو دوسرا فریق اس کی مدد کرنے سے پہلوتہی نہ کرے ۔ جب عہد نامہ لکھا گیا ، تو امراء اور اراکین سلطنت کی شہادتوں سے مکمل کیا گیا ۔ سلطان سکندر نے ایلچیوں کو خلعتیں دے کر رخصت کر دیا ۔ [۵۲۱] کہتے ہیں کہ سلطان حسین ، سلطان مظفر شاہ گجراتی سے خط و کتابت رکھتا تھا ۔ دونوں طرف سے رسل و رسائل کا سلسلہ کھلا ہوا تھا ۔ ایک مرتبہ سلطان حسین نے قاضی محمد نامی ایک شخص کو جو فضائل و کمالات سے آراستہ تھا ، پیغام بری کی خدمت پر مظفر گجراتی کے پاس بھیجا اور قاضی

نے کہا کہ رخصت کے وقت سلطان مظفر سے عرض کرے کہ وہ کسی خدمت گار کو تمھارے ہمراہ بھیج دے کہ وہ شخص (تمھیں) انہی عمارتوں کی سیر کرا دے ۔ اس مقصد سے سلطان حسین کی یہ غرض تھی کہ سلاطین گجرات کے محلوں کی طرح وہ ایک محل ملتان میں تعمیر کرائے ۔ جب قاضی محمد (شہر) احمد آباد پہنچا ، تو اس نے تحفے اور ہدایا پیش کیے اور رخصت کے وقت وہی استدعا کی جس پر وہ مامور کیا گیا تھا ۔ سلطان مظفر نے ایک خدمت گار کو قاضی محمد کے ہمراہ کر دیا تاکہ تمام عمارتیں تفصیل کے ساتھ اس کو دکھائے ۔ قاضی محمد ملتان سے گجرات آیا ۔ ایلچی گری کے بعد اس نے چاہا کہ سلاطین گجرات کی عمارتوں کی خوبیوں کا کچھ ذکر کرے ، لیکن اس نے خود کو ان کی تعریف میں قاصر پایا ۔ گستاخانہ عرض کیا گیا کہ اگر مملکت ملتان کی تمام آمدنی ایک محل کی تعمیر میں صرف کر دی جائے ، تو معلوم نہیں کہ اب بھی ویسی عمارت پوری ہو سکے گی یا نہیں ۔ سلطان حسین اس بات کے سننے سے رنجیدہ اور مغموم ہوا ۔ عمادالملک لومک نے جو وزیر تھا ، ہمت کرکے عرض کیا کہ حضور کی سلطنت تا قیامت رہے ۔ آپ کے رنج کا سبب معلوم نہیں ہوا ۔ اس نے کہا کہ میرے رنج کا سبب یہ ہے کہ میں بادشاہ کہلاتا ہوں ، [۵۲۲] لیکن بادشاہی کی حقیقت سے محروم ہوں ، اگرچہ قیامت کے دن میرا حشر بھی بادشاہوں کے ساتھ ہوگا ۔ عماد الملک نے کہا کہ بادشاہ کو اس بات کا رنج نہیں کرنا چاہیے اس وجہ سے کہ خداوند کریم نے ہر مملکت میں ایک بزرگی رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسری مملکتوں سے معزز و محترم ہوتی ہے ۔ اگرچہ گجرات ، دکن ، مالوہ اور بنگالہ کی مملکتیں زرخیز ہیں اور عیش و عشرت کے سامان وہاں اچھی طرح میسر ہیں ، لیکن مملکت ملتان مردم خیز ہے ، اس لیے ملتان کے بزرگ جہاں کہیں گئے ، ان کا اعزاز و احترام کیا گیا ۔ الحمدللہ شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ کے طبقۂ عالیہ سے چند آدمی ملتان میں موجود ہیں جو تمام کمالات میں شیخ یوسف قریشی پر جن کے لڑکے کو سلطان بہلول نے اپنی لڑکی دے دی تھی اور اس کی کس قدر عزت کرتا تھا ، ترجیح رکھتے ہیں ۔ اسی طرح بخاری خاندان کے چند بزرگ اوچھ اور ملتان میں موجود ہیں جو ظاہری و باطنی کمالات میں حاجی عبدالوہاب پر ترجیح رکھتے ہیں اور علماء کے طبقہ میں مثلاً مولانا فتح اللہ اور ان کے شاگرد مولانا عزیز اللہ بھی

ملتان میں پیدا ہوئے ہیں ۔ اگر ہندوستان کا ملک ان بزرگوں کے وجود پر فخر کرے ، تو کچھ بیجا نہ ہوگا ۔ جب اسی قسم کی اور بھی باتیں عماد الملک نے عرض کیں ، تو سلطان کے دل کی کبیدگی دور ہوگئی[1] ۔

ذکر سلطان فیروز

جب سلطان حسین بوڑھا ہو گیا ، تو اس نے اپنے سامنے اپنے بڑے لڑکے کو کہ جس کا نام فیروز خان تھا ، تخت نشین کیا اور سلطان فیروز شاہ کا خطاب دیا ۔ اس کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا اور خود عبادت الٰہی میں مصروف ہو گیا ۔ وزارت پر بدستور عماد الملک لومک فائز رہا ۔ سلطان فیروز خان ناتجربہ کار تھا اور اس کی تمام قوتوں پر قوت غضبی (خواہشات نفسانی) غالب اور مسلط تھی اس کے علاوہ اس میں سخاوت بھی نہ تھی وہ ہمیشہ بلال ولد [۳۳ د] عماد الملک سے جو فضیلت ، سخاوت اور دوسرے کمالات سے آراستہ تھا ، حسد کیا کرتا تھا ۔

ایک روز اس نے اپنے راز دار غلاموں میں سے ایک سے کہا کہ بلال شاہی دولت پر قبضہ کرکے فتنہ انگیزی کرنی چاہتا ہے اور لوگوں کو اپنے موافق کر رہا ہے ۔ خود سلطنت پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے سلطنت کی مصلحت یہ ہے کہ فتنہ سے پہلے مفسدوں کا علاج کر دینا چاہیے ۔ وہ کم بخت غلام ، بلال کے قتل پر آمادہ ہو گیا ۔ (بلال) مغرب کی نماز کے بعد شہر میں آنا چاہتا تھا کہ اس غلام نے کمین گاہ سے نکل کر ایک تیر اس کے سینہ پر مارا جو پیوست ہو گیا اور وہ اس سے ختم ہو گیا ۔ اس طرح بے گناہ بلال وہیں فوت ہو گیا ۔ عماد الملک نے کچھ ہی عرصہ کے بعد سلطان فیروز شاہ کو زہر دلوا دیا اور اپنے لڑکے کا انتقام اچھی طرح سے لے لیا ۔ جب ضعیفی کے زمانہ میں سلطان حسین پر

۱- ملاحظہ ہو :

(۱) فرشتہ ، ص ۳۲۵ - ۳۲۸ ۔

(۲) ذکاء اللہ ، ص ۶۷ - ۷۰ ۔

(۳) آئینہ ملتان (عبدالرحمن خان) ، ص ۹۸ - ۹۹ ۔

(۴) تاریخ ملتان ۲/۱۹ - ۲۲ ۔

یہ مصیبت نازل ہوئی تو صبر کی طاقت نہ رہی ۔ فریاد و واویلا کرتا تھا اور زار زار اور ہائے ہائے کرکے روتا تھا ۔ مملکت کی حفاظت اور انتقام لینے کی غرض سے پھر اپنے نام کا خطبہ پڑھوا دیا اور محمود خاں بن سلطان فیروز کو ولی عہد بنایا ۔ قدیم دستور کے مطابق ملکی معاملات عماد الملک کے سپرد رہے ۔ اس سے مطلق رنجش و کلفت کا اظہار نہیں کرتا تھا ۔ چند روز کے بعد جام بایزید کو خلوت میں بلا کر کہا کہ تم میرے ماموں ہوتے ہو اور میرے درد دل سے واقف ہو ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ اس نمک حرام (عماد الملک) سے ہم اپنا انتقام لیں ۔ جام بایزید نے اس خدمت کو بخوشی قبول کیا اور رخصت ہو گیا ۔ رات کو حکم دیا کہ اپنے لشکر میں اس بات کا اعلان کر دیا جائے کہ سلطان معائنہ کرنا چاہتا ہے ۔ تمام شہری ہتھیار بند اور مسلح ہو کر علی الصبح در دولت پر حاضر ہوں ۔ جب صبح ہوئی ، تو جام بایزید مع اپنے آدمیوں کے مسلح و مستعد ہو کر در دولت پر آ گیا ۔ سلطان کو اطلاع کی گئی ۔ سلطان نے عماد الملک سے کہا کہ جا کر [۵۳۴] جام بایزید اور اس کے نوکروں کا صحیح طریقہ سے معائنہ کرو ۔ جب عماد الملک آیا کہ معائنہ کرے ، تو جام بایزید کے آدمیوں نے عماد الملک کو گرفتار کرکے پابہ زنجیر کر دیا ۔

سلطان حسین نے اسی وقت وزارت کا عہدہ جام بایزید کے سپرد کر دیا اور وزارت کے ساتھ اس کو محمود خاں بن فیروز خاں کا اتالیق بھی بنا دیا ۔ چند روز کے بعد سلطان حسین کا انتقال ہو گیا ۔ اس کی وفات اتوار کے دن چھبیس صفر ۹۰۸ھ/۱۵۰۲ء کو ہوئی اور ایک قول کے مطابق ۹۰۴ھ/۹۹ - ۱۴۹۸ء میں ہوئی ۔ اس کی سلطنت کی مدت ایک قول کے مطابق چونتیس سال اور دوسرے قول کے مطابق چھتیس سال ہوئی ۔

اس تاریخ کا مؤلف نظام الدین احمد عرض کرتا ہے کہ طبقات بہادر شاہی کے مؤلف سے اس بارہ میں دو تین سہو ہوئے ہیں ۔ ایک یہ کہ سلطان محمود کو سلطان حسین کا بیٹا لکھا ہے ، دوسرے یہ کہ سلطان فیروز کا جلوس ، سلطان محمود کے بعد لکھا ہے اور تیسرے یہ کہ سلطان فیروز کو سلطان محمود کا بھائی بتایا ہے ۔ حقیقت میں سلطان محمود ، سلطان فیروز کا لڑکا ہے ۔ اس کی تخت نشینی سلطان فیروز اور سلطان حسین

کی تخت نشینی کے بعد ہوئی تھی[1] ۔

ذکر سلطان محمود بن سلطان فیروز

جب سلطان حسین بیماری سے فوت ہو گیا ، تو دوسرے روز پیر کا دن اور صفر کی ستائیس تاریخ تھی ۔ جام بایزید نے امراء ، اکابر اور اشراف کے مشورہ سے سلطان حسین [٥٣٥] کی وصیت کے مطابق محمود خاں کو تخت نشین کیا ۔ چونکہ وہ کم سن تھا ، لہذا رذیلوں کی پرورش کرنے لگا ۔ بدمعاش اور کمینے اس کے پاس جمع ہو گئے ۔ اس کا وقت ہنسی مذاق میں گزرنے لگا ۔ اس وجہ سے اکابر و اشراف اس کی صحبت سے گریز کرنے لگے ۔ جب اوباشوں نے اس کے مزاج پر پوری طرح قبضہ کر لیا ، تو پھر اس کو اس کے لیے تیار کیا کہ سلطان محمود کو جام بایزید کے خلاف کر دیا جائے ۔ اس منشاء کو پورا کرنے کے لیے قصے گڑھے گئے ۔ جام بایزید نے اس خبر کو کئی بار سنا ۔ وہ اپنے دائرہ سے جو دریائے چناب کے کنارے ملتان سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر آباد تھا ، شہر میں نہیں آتا تھا اور ملکی معاملات وہیں بیٹھے بیٹھے طے کیا کرتا تھا ۔ وہ اپنے اوقات خوش اسلوبی سے گزارتا تھا ۔

اسی زمانہ میں ایک دن جام بایزید نے بعض قصبات کے مقدموں کو مال و معاملہ کی تحصیل کے سلسلہ میں طلب کیا تھا ۔ چونکہ بعض مقدموں نے سرکشی کی تھی ، لہذا جام بایزید نے حکم دیا کہ ان لوگوں کے سر منڈوا دیے جائیں اور شہر میں تشہیر کرائی جائے ۔ چغل خوروں نے سلطان محمود سے جا کر کہا کہ جام بایزید نے خاصہ کے بعض خدمت گاروں کی اہانت اور سزا دہی شروع کر دی اور خود شاہی دربار میں حاضر نہیں ہوتا ہے اور اپنے لڑکے عالم خاں کو بھیج دیتا ہے ۔ سلطنت کی مصلحت اس میں ہے کہ مجلس میں عالم خاں کی ذلت کی جائے ۔ تا کہ جام بایزید

---

١ - ملاحظہ ہو :

(١) فرشتہ ، ص ٣٢٨ ۔

(٢) ذکاء اللہ ، ص ٧٠ - ٧٢ ۔

(٣) تاریخ ملتان ١/٢٢ - ٢٣ ۔

کی وقعت میں فرق پڑ جائے اور وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جائے ۔

یہ عالم خاں ایک قابل جوان تھا اور اپنے ہم عصروں میں حسن صورت و سیرت میں ممتاز تھا ۔ اتفاق سے ایک دن عالم خاں مذکور سلطان محمود کے سلام کے لیے آیا ۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ حاسدوں نے (سلطان محمود کو) اس طرح کا مشورہ دیا ۔ جب وہ سلطان [۵۲۶] کی خدمت میں آیا ، تو اس کے اہل مجلس میں سے کسی نے پوچھا کہ فلاں فلاں مقدم سے کیا خطا ہوئی تھی کہ جام بایزید نے ان کے سر منڈوا کر ان کی ذلت کی ۔ انصاف تو یہ ہے کہ اس کے عوض میں تیرے سر کے بال منڈوا دیے جائیں ۔ چونکہ اس قسم کے الفاظ عالم خاں نے کبھی نہیں سنے تھے ، لہذا اس کو ناگوار ہوئے ۔ اس نے کہا کہ مردک تیری یہ مجال ہے کہ سلطان کی مجلس میں مجھ سے اس طرح کی گفتگو کرتا ہے ۔ ابھی یہ بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ بارہ آدمی اطراف و جوانب سے عالم خاں پر ٹوٹ پڑے سب سے پہلا کام انھوں نے یہ کیا کہ عالم خاں کے سر سے پگڑی اتار لی اور اس کو خوب لاتیں اور گھونسے مارے ۔ اس حالت میں عالم خاں نے بہت مشکل سے غلاف سے خنجر نکالا اور ہاتھ کو اونچا کیا ۔ سلطان محمود اسی جماعت کے پاس کھڑا ہوا تماشا دیکھ رہا تھا اتفاق سے خنجر کی نوک سلطان محمود کی پیشانی پر لگی اور وہ چیخ مار کر زمین پر گر پڑا ۔ اس کے زخم سے بہت خون جاری ہوا ۔ جو لوگ عالم خاں کو پکڑے ہوئے تھے ، وہ سب اس کو چھوڑ کر سلطان کی طرف متوجہ ہو گئے ۔ عالم خاں پٹا ہوا جان کے خوف سے ننگے سر بھاگا ۔ جب دروازہ پر پہنچا ، تو دیکھا کہ تالا لگا ہوا ہے ۔ اپنی طاقت سے جس طرح ہو سکا وہ دروازہ توڑ کر باہر نکل گیا اور اپنے کسی نوکر سے لنگی لے کر سر پر باندھی اور اپنا راستہ لیا ۔

جب جام بایزید کی خدمت میں پہنچا ، تو تمام ماجرا بیان کیا ۔ اس نے کہا کہ بیٹا ! تو نے جو حرکت کی ہے وہ دونوں جہاں میں شرمندگی کا باعث ہے ۔ اب چونکہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے ، لہذا تو نہایت عجلت کے ساتھ شور (قلعہ) کو چلا جا اور ساری فوج کو (بھی) فوراً بھیج دے کہ سلطان محمود اپنے لشکر کو درست نہ کر پائے ۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکتا ہے لوگوں کو (قلعہ) شور بھیجتا ہوں ۔ جام بایزید نے اسی

وقت عالم خاں کو (قلعہ) شور روانہ کیا [۵۳۷] - جب اس کا لشکر (قلعہ) شور سے آ گیا - جام بایزید نے کوچ کا نقارہ بجوا کر (قلعہ) شور کا قصد کیا -

سلطان محمود نے اس خبر کو سن کر امراء کی ایک جماعت کو اس کے تعاقب پر متعین کیا - جب فوجیں ایک دوسرے کے قریب پہنچیں ، تو جام بایزید لوٹ کر مقابلہ پر آ گیا - طرفین سے آزمودہ کار جوان نکل کر ایک دوسرے سے جنگ کرنے لگے - آخر کار جام بایزید نے اس جماعت کو شکست دی اور (قلعہ) شور کا راستہ لیا - جب وہ (قلعہ) شور پہنچا - تو سلطان سکندر بن سلطان بہلول (لودی) کے نام کا خطبہ پڑھوایا تمام حالات ایک عریضہ میں لکھ کر سلطان سکندر کی خدمت میں بھیج دیے - سلطان سکندر نے جام بایزید کو تسلی بخش فرمان اور خلعت بھیجا اور دوسرا فرمان دولت خاں لودی کو ارسال کیا جو پنجاب کا حاکم تھا ، (اس میں لکھا) کہ چونکہ جام بایزید نے ہم سے پناہ طلب کی ہے اور ہمارے نام کا خطبہ پڑھوایا ہے ، لہذا تم کو چاہیے کہ اس کے حالات سے باخبر رہو اور اس کی امداد و اعانت سے گریز نہ کرو - جس وقت اس کو مدد کی ضرورت ہو ، تو اس کی مدد کے لیے جانا -

چند روز کے بعد سلطان محمود نے تمام لشکر کو جمع کرکے (قلعہ) شور کی طرف روانگی کر دی - جام بایزید اور عالم خاں اپنے آدمیوں کے ساتھ (قلعہ) شور سے نکلے اور دس کوس آگے آ گئے - دریائے راوی کو اپنے سامنے رکھا اور ٹھہر گئے - ایک خط دولت خاں لودی کو بھیجا اور اس کو تمام حالات سے واقف کیا - ابھی سلطان محمود اور جام بایزید کے درمیان جنگ کا سلسلہ جاری تھا کہ دولت خاں لودی پنجاب کا لشکر لے کر جام بایزید کی کمک کے لیے آ گیا - معتبر لوگوں کو سلطان محمود کی خدمت میں بھیج کر صلح کی تحریک شروع کی - بالآخر دولت خاں کی کوشش سے اس طرح صلح ہو گئی کہ دریائے راوی کو حد فاصل قرار دے لیا جائے - کوئی اپنی حد سے آگے نہ بڑھے - دولت خاں لودی [۵۳۸] نے سلطان محمود کو ملتان بھیج دیا - جام بایزید کو (قلعہ) شور پہنچا کر خود لاہور آ گیا - باوجودیکہ دولت خاں جیسا شخص اس مصالحت کے درمیان پڑا تھا ، لیکن صلح کو استقلال نہ ہوا -

اسی دوران میں میر چاکررند اپنے دو لڑکوں میر الہداد اور میر شہداد کے ہمراہ سیوی کی طرف سے ملتان آیا ۔ سب سے پہلے جس شخص نے ملتان میں شیعہ مذہب کو رواج دیا وہ میر شہداد تھا ۔ چونکہ ملک سہراب دودری کی عزت انگاہوں کی نظر میں بہت تھی ، لہذا میر چاکررند وہاں قیام نہ کر سکا اور بایزید سے پناہ کا طالب ہوا چونکہ وہ (میر چاکررند) قبیلہ دار تھا ، لہذا جام بایزید عزت سے پیش آیا ۔ اس نے اپنی ولایت کے اس حصہ میں سے کہ جو اس کے خالصہ میں تھا (ایک حصہ) میر چاکررند اور اس کے لڑکوں کو دے دیا ۔

جام بایزید محسن اور اپنی ذات سے کریم تھا ۔ علماء و صلحاء پر بہت مہربانی کیا کرتا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ مخالفت کے زمانہ میں علماء و صلحاء کے وظیفے اور تنخواہیں کشتیوں کے ذریعہ (قلعہ) شور سے ملتان بھیجتا تھا ۔ چونکہ اس نے ملتان کے اکابر پر برابر احسانات کیے تھے ، لہذا اکثر بزرگ لوگوں نے ترک وطن (ملتان) کرکے (قلعہ) شور میں سکونت اختیار کر لی ۔ ایک جماعت کو اس نے اپنی خواہش سے بلایا تھا۔ ان میں سے مولانا عزیز اللہ کو جو مولانا فتح اللہ کے شاگرد تھے ، نہایت نیاز مندی سے بلایا ۔ جب مولانا عزیز اللہ (قلعہ) شور کے قریب پہنچے ، تو نہایت تعظیم کے ساتھ ان کو شہر میں لایا اور بہت تکلف سے اپنی حرم سرا میں لے گیا ۔ اپنے خدمت گاروں کو حکم دیا ۔ انھوں نے مولانا کے ہاتھ دھلوائے اور اس پانی کو (جس سے ہاتھ دھوئے تھے) برکت کے خیال سے مکان کے چاروں کونوں میں چھڑک دیا ۔

[۵۳۹] جام بایزید کے وکیل شیخ جلال الدین کے بارے میں ایک عجیب حکایت منقول ہے اگرچہ اس موقع پر اس کا کوئی تعلق نہیں ہے ، لیکن عبرت اور غفلت سے بیدار کرنے کی نیت سے حوالہ قلم کی جاتی ہے ۔

حکایت ہے کہ جب حضرت مولانا عزیز اللہ (قلعہ) شور میں آئے ، تو جام بایزید کی طرف سے ان کا ایسا اعزاز و احترام ہوا جو اس زمانہ کے لوگوں کے خیال میں بھی نہیں آ سکتا تھا ۔ مولانا کو اپنی حرم سرا میں لے جا کر کنیزوں کو حکم دیا ۔ انھوں نے مولانا کی خدمت کی ۔ شیخ جلال الدین قریشی نے کسی کو مولانا کی خدمت میں بھیج کر یہ

پیغام دیا کہ جام بایزید درخواست کرتا ہے کہ میری غرض کنیزوں کو مولانا کے سامنے حاضر کرنے کی یہ تھی کہ مولانا تنہا تشریف لائے ہیں جس کسی (کنیز) کو مولانا پسند فرمائیں اور حکم دیں تو وہ ان کی خدمت میں بھیج دی جائے ۔ مولانا نے جواب میں کہلا کر بھیجا کہ معاذ اللہ انسان کو اپنے دوستوں کی کنیزوں کی طرف ہرگز نظربد نہیں کرنی چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ میری عمر بھی اس قابل نہیں ہے ۔ جب مولانا عزیز اللہ کا خادم جام بایزید کے پاس پہنچا اور (مولانا کا) یہ پیغام عرض کیا ، تو جام نے کہا کہ مجھے اس پیغام کی اطلاع بھی نہیں ہے ۔ مولانا نے شرمندہ ہو کر کہا کہ اس شخص کی گردن شکستہ ہو جائے جس نے یہ کام کیا ہے اور جام سے بغیر ملاقات کیے ہوئے اپنے گھر کو چل دیے ۔ جام کو اس وقت اطلاع ہوئی جب مولانا اس کی سرحد سے باہر نکل چکے تھے ۔ بالآخر وہی ہوا جو مولانا کی زبان سے نکلا تھا جب شیخ جلال الدین ، سلطان سکندر کے پاس سے واپس ہو کر (قلعہ) شور آیا ، تو ایک رات کو بالاخانہ سے اس کا پیر پھسلا وہ سر کے بل گرا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی ۔

[۵۴۰] جب حضرت فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی ۹۳۰ھ/۲۴-۱۵۲۳ء میں ولایت پنجاب پر قابض ہو کر دہلی کی جانب روانہ ہوا ، تو اس نے ایک فرمان ٹھٹہ کے حاکم مرزا شاہ حسین ارغون کو بھیجا کہ ملتان کے اس نواح کا علاقہ اسے مرحمت ہوا ۔ مرزا شاہ حسین ارغون نے قلعہ بھکر کے نواح سے دریائے (سندھ) کو پار کیا ۔ قہر الٰہی کی آندھی چلنے لگی اور بے نیازی کا سیلاب رواں ہو گیا ۔ یہ خبر سن کر سلطان محمود پر لرزہ طاری ہو گیا ۔ اس نے فوج جمع کی اور شہر ملتان سے دو منزل نکل کر شیخ بہاء الدین قریشی کو جو شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ کے سجادہ نشین تھے ۔ سفیر بنا کر مرزا شاہ حسین کے پاس بھیجا اور مولانا بہلول کو جو حسن عبارت اور ادائے مقاصد میں بے نظیر زمانہ تھے ، شیخ بہاء الدین کے ہمراہ کیا ۔ جب شیخ بہاء الدین اور مولانا بہلول مرزا شاہ حسین کے لشکر میں پہنچے ، تو مرزا نہایت عزت و احترام سے پیش آیا ۔ سفارت کے بعد مرزا (شاہ حسین) نے جواب میں کہا کہ میرا آنا سلطان محمود کی تربیت اور شیخ بہاء الدین

زکریا کی زیارت کی غرض سے ہے ۔ مولانا بہلول نے کہا کہ کیا حرج ہے سلطان محمود کی تربیت اویس قرنی کی طرح ہونی چاہیے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت سے ان کی تربیت فرمائی تھی (مرزا شاہ حسین نے کہا) کہ شیخ بہاء الدین تشریف لائے ، ان کے تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی ۔

جب شیخ بہاء الدین سلطان محمود کے پاس واپس آئے ، تو رات کو سلطان محمود اچانک فوت ہوگیا ۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ لنگر خاں نے کہ جو اس خاندان کا غلام ہے اپنے آقا کو زہر دے دیا ۔ اس کی وفات ۹۳۱ھ/۲۵-۱۵۲۴ء میں ہوئی ۔ اس کی سلطنت کی مدت ستائیس سال ہوئی[۱] ۔

[۵۰۱] ذکر سلطان حسین بن سلطان محمود

جب سلطان محمود کا انتقال ہو گیا ، تو قوام خاں لنگاہ اور لنگر خاں جو سلطان محمود کے مقدم تھے ، فرار ہو گئے اور مرزا شاہ حسین (ارغون) سے جا ملے ۔ وہاں ان کے حسب منشاء ان کی تربیت ہوئی ملتان کے قصبات پر مرزا کا قبضہ کرا دیا ۔ لنگاہ قبیلہ کے باقی سردار پریشان ہو کر ملتان آئے اور وہاں سلطان محمود کے لڑکے کو جو بالکل کم سن تھا ، سلطان حسین کا خطاب دے کر اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا ۔ اگرچہ وہ نام کا بادشاہ تھا ، لیکن شیخ شجاع الملک بخاری نے کہ جو سلطان محمود کا داماد تھا ، خود وزیر بن کر ملکی معاملات کو اپنے اختیار میں لے لیا ۔ وہ ناتجربہ کار تھا ۔ باوجودیکہ ملتان کے قلعہ میں ایک ماہ کے لیے بھی کھانے کا سامان موجود نہ تھا ، مگر قلعہ داری کا ارادہ کر لیا ۔

مرزا شاہ حسین نے سلطان محمود کی موت کو ولایت ملتان کی فتح کا ذریعہ سمجھا ۔ (اس نے) مطلق موقع نہ دیا اور فوراً آ کر قلعہ کا

۱- ملاحظہ ہو :

(۱) ارشد ، ص ۲۲۸ - ۲۳۰ ۔

(۲) ذکر اللہ ، ص ۱۷ - ۷۳ ۔

(۳) تاریخ ملتان ۳/۲۳ - ۳۳ ۔

محاصرہ کر لیا ۔ محاصرہ کو چند روز گزر گئے ، تو فوج کے سپاہی بھوک سے عاجز ہو کر شیخ شجاع الملک کے پاس آئے کہ عمداً اس کے سبب سے ولایت ملتان خراب ہوتی تھی اور کہا کہ ابھی تک ہمارے گھوڑے تازہ دم ہیں ۔ اور ہم میں جنگ کرنے کی قوت موجود ہے ۔ بہتر یہی ہے کہ فوجیں تقسیم کر کے جنگ کی طرف متوجہ ہوں ۔ ممکن ہے کہ ہماری فتح ہو جائے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ قلعہ داری ، کمک و مدد کی امید پر ہوتی رہے جس کی توقع کسی طرف سے نہیں ہے ۔

شیخ شجاع الملک نے اس مجلس میں کوئی جواب نہیں دیا ، لیکن تنہائی میں معتبر سرداروں کو بلا کر کہا کہ ابھی تک [۵۰۲] سلطان حسین کی حکومت پائدار نہیں ہے ۔ اگر ہم جنگ کے ارادہ سے شہر سے باہر نکلیں تو غالب گمان یہ ہے کہ اکثر لوگ رعایت کی امید میں جا کر مرزا (شاہ حسین ارغون) سے مل جائیں گے اور بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ناموس رکھتے ہیں اور وہ لڑائی میں ثابت قدم رہیں گے اور مارے جائیں گے ۔

مولانا سعداللہ لاہوری کہ جو اس زمانہ کے بہترین فاضل تھے ، کہتے تھے کہ میں اس زمانہ میں ملتان کے قلعہ میں تھا ۔ جب محاصرہ کو چند ماہ گزر گئے ، مرزا حسین کی فوجوں نے قلعہ کی آمدورفت کے راستے اس طرح بند کر دیے کہ کوئی شخص باہر سے اہل قلعہ کی مدد نہیں کر سکتا تھا ۔ نہ کوئی شخص قلعہ سے نکل کر رہائی پا سکتا تھا (قلعہ میں) آنے والا یا جانے والا جو بھی ملتا قتل کر دیا جاتا ، رفتہ رفتہ اہل قلعہ کی زندگی اور گزران کا یہ عالم ہو گیا کہ اگر کبھی کوئی بلی یا کتا ہاتھ آ جاتا تو اس کے گوشت کو بھیڑ اور بکری کے گوشت کی طرح کھا جاتے ۔

شیخ شجاع الملک نے جادو نام ایک پاجی کو تین ہزار قصباتی پیادوں کا سردار بنایا اور قلعہ کی حفاظت پر اس کو نامزو کیا وہ کم بخت جس کسی کے یہاں غلہ کا گمان بھی کرتا بے دھڑک اس کے گھر میں گھس جاتا ، اس بیچارہ کے گھر کو لوٹ لیتا ۔ اس کی اس ناشائستہ حرکت سے لوگوں نے دعاؤں کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اس مضمون

لعم الانقلاب ولو علینا ۔ ۔ ۔

کے مطابق شجاع الملک کی حکومت کا زوال چاہنے لگے ۔ بالآخر لوگوں

نے مارا جانا طے کر لیا اور قلعہ کے اوپر سے اپنے کو خندق میں گرا دیتے تھے ۔ جب مرزا شاہ حسین کو لوگوں کی بے چارگی کی اطلاع ملی ، تو اس نے لوگوں کا قتل عام کرنا موقوف کر دیا ۔ جب محاصرہ کو ایک سال اور کئی مہینے ہو گئے ، تو ایک رات کو سحر کے وقت [۵۰۳] مرزا کے آدمی قلعہ میں گھس گئے ۔ زبردستی لوٹ مار کرنے لگے اور قتل و غارت گری شروع کر دی ۔ شہر کے باشندوں میں سے سات سال سے ستر سال تک کا جو آدمی مار ڈالنے سے بچ گیا ، وہ قید کر دیا گیا ۔ جس کے متعلق یہ خیال ہوتا کہ یہ مالدار ہے ، اس کو طرح طرح سے ذلیل کرتے اور ایذا پہنچاتے ۔ یہ حادثہ آخر ۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء میں ہوا ۔

مولانا سعداللہ نے اپنے حالات بھی بیان کیے کہ جب (ملتان کے) قلعہ کو ارغون کے لشکر نے فتح کر لیا ، تو کچھ لوگ میرے گھر میں گھس آئے ۔ پہلے ایک شخص نے میرے والد کو جن کا نام مولانا ابراہیم جامع تھا اور انھوں نے پینسٹھ سال تک لوگوں کو (علمی) فائدہ پہنچایا تھا ، مختلف علوم کا درس دیا کرتے تھے اور آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے ، گرفتار کر لیا ۔ مکانات کی عمدگی اور عمارتوں کی صفائی کی وجہ سے دولت کا گمان کیا ۔ ان کو ذلیل کرنا شروع کر دیا ۔ دوسرے نے آ کر مجھے گرفتار کر لیا (اور اس شخص نے) مجھ کو مرزا (شاہ حسین ارغون) کے وزیر کا تحفہ بنایا ۔ مرزا کا وزیر محل سرا کے صحن میں لکڑی کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا ۔ اس نے حکم دیا ، میرے پیروں میں زنجیر ڈال دی اور اس کا ایک سرا تخت کے پایہ سے مضبوط باندھ دیا ۔ میری آنکھ سے مطلق آنسو نہ گرا ۔ مجھے (اپنے) والد کی حالت پر بہت رونا آ رہا تھا ۔ تھوڑی دیر کے بعد وزیر نے قلم دان طلب کرکے قلم کو درست کیا اور چاہتا تھا کہ کچھ لکھے ۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ تازہ وضو کرنے کے بعد لکھا جائے وہ اٹھا اور بیت الخلا میں چلا گیا چونکہ مکان میں کوئی اور نہ تھا ۔ میں تخت کے قریب پہنچا اور قصیدہ بردہ کا یہ شعر :

وما لقلبک ان قلت استفق لھم	فما لعینیک ان قلت اکففا ھمتا
اور تمھارے قلب کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تم کہو کہ ہوش میں آؤ تو وہ بھٹکنے لگتا ہے ۔	تمھاری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تم کہو کہ تم آنکھیں رک جاؤ تو وہ بہنے لگتی ہیں ۔

اس کاغذ پر لکھ دیا جو وزیر نے لکھنے کے لیے نکالا تھا اور میں اپنی جگہ آ گیا ۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔ کچھ دیر کے بعد جب وزیر اپنی جگہ پر [۵۴۴] آ کر بیٹھا اور لکھنے کا ارادہ کیا ، تو دیکھا کہ کاغذ پر یہ شعر لکھا ہوا ہے ۔ محل کے چاروں طرف دیکھا ۔ جب گھر میں کسی کو نہ پایا ، تو میری طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ کیا یہ تو نے لکھا ہے ۔ میں نے کہا ۔ جی ہاں ! میرا حال پوچھا جب میں نے (اپنے) والد کا نام لیا ، تو کھڑا ہو گیا اور میرے پیر کی زنجیر کھول دی ۔ اپنا لباس مجھے پہنا دیا ۔ اسی وقت سوار ہو کر مرزا (شاہ حسین ارغون) کے دیوان خانہ میں گیا ، مجھے پیش کیا ۔ میرے والد کے حالات بیان کیے ۔ مرزا نے حکم دیا اور (لوگ) والد کو تلاش کر کے لائے ۔ جس وقت والد کو مرزا کی مجلس میں بطور اجنبی کے لائے (اس وقت) مرزا کی مجلس میں فقہ کی کتاب ہدایہ پر گفتگو ہو رہی تھی ، مرزا نے حکم دیا (فوراً) والد کو خلعت ملا اور دوسرا خلعت مجھے دیا ۔ والد نے باوجود پریشانی طبع کے تقریر شروع کر دی اور موضوع کے مطابق اس طرح تقریر کی کہ حاضرین مجلس والرو شیفتہ ہو گئے ۔ مرزا نے اسی مجلس میں والد کو اپنے ہمراہ لے لیا ۔ فوجی افسروں کو حکم دیا کہ مولانا (ابراہیم) کا جو کچھ مال گیا ہے ، وہ واپس کیا جائے اور جو نہ مل سکے اس کی قیمت سرکار سے دی جائے ۔ والد نے جواب دیا کہ میری زندگی کا زمانہ ختم ہو چکا ۔ اب آخرت کے سفر کا وقت ہے ۔ مرزا (شاہ حسین ارغون) کی ہمراہی نہیں ہوگی) آخر ویسا ہی ہوا جیسا کہ والد نے کہا تھا ۔ دو مہینے کے بعد ان کا انتقال ہو گیا ۔

مختصر یہ کہ جب ملتان کا قلعہ فتح ہوگیا ، تو مرزا شاہ حسین نے ، سلطان حسین (ابن سلطان محمود) کو موکل کے سپرد کر دیا ۔ شیخ شجاع الملک بخاری کو ہر طرح سے ذلیل کیا ۔ اس سے روزانہ رقم وصول کرتے تھے ۔ یہ کام خوب ہوتا رہا ۔ جب ملتان کی ویرانی اس حد تک کو پہنچ گئی کہ کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہوتا تھا کہ یہ دوبارہ بھی آباد ہو سکے گا ، تو مرزا نے ملتان کے کام کو سہل سمجھا ۔ خواجہ شمس الدین نامی ایک شخص کو ملتان کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور لنگر خان کو اس کا مدد گار بنا کر وہ (مرزا شاہ حسین ارغون) صوبہ ٹھٹھ کو واپس آ گیا ۔

لنگر خاں نے ہر جگہ کے آدمیوں کو دلاسا دے کر ملتان کو پھر [۹۳۵ھ] آباد کر دیا ۔ اس (لنگر خاں) نے ملتان کے لوگوں سے مل کر خواجہ شمس الدین کو نامردوں کی طرح نکال باہر کیا اور نہایت اطمینان سے ملتان پر قبضہ کر لیا ۔

جب حضرت فردوس مکانی (بابر بادشاہ) فوت ہوا اور ہندوستان کی سلطنت جنت آشیانی (ہمایوں بادشاہ) کے سپرد ہوئی ، تو ہمایوں بادشاہ نے پنجاب کی ولایت مرزا کامران کی جاگیر میں دے دی ۔ مرزا (کامران) نے لوگوں کو بھیج کر لنگر خاں کو اپنے پاس بلایا ۔ لنگر خاں لاہور پہنچا ، اور مرزا (کامران) کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ مرزا نے ملتان کے عوض میں خطہ پابل[1] لنگر خاں کو عنایت کیا اور کنارے پر لاہور کی عمارتیں لنگر خاں کے رہنے کے لیے مقرر کر دیں جو اس زمانہ میں دائرہ لنگر خاں کہلاتا ہے ۔ وہ لاہور کے محلوں میں سے ایک محلہ ہے[2] ۔

اس وقت سے ملتان پھر دہلی کے سلاطین کے قبضہ میں آ گیا ۔ مرزا کامران کے انتقال کے بعد شیر خاں اور اس کے بعد سلیم خاں اور پھر اکبر بادشاہ کے گماشتوں کے پاس آیا جیسا کہ ہر ایک کا اپنے اپنے موقع پر ذکر ہو چکا ہے ۔

خاتمہ در بیان حدود ممالک محروسہ (اکبر بادشاہ)

واضح رہے کہ اس زمانہ میں جو ممالک اکبر بادشاہ کے قبضہ میں ہیں ، ان کا طول ہندو کوہ (پہاڑ) سے کو جو بدخشاں کی سرحد ہے ولایت اڑیسہ تک ہے کہ جو بنگالہ کا کنارہ ہے ۔ مغرب سے مشرق تک ایک ہزار دو سو کوس اکبر شاہی ہیں جو الٰہی گز کے مطابق ہیں اور ایک ہزار

۱۔ مائل (فرشتہ ۲/۲۳۲) ۔
۲۔ ملاحظہ ہو :
(۱) فرشتہ ۲/۲۳۰ - ۲۳۲ ۔
(۲) تاریخ ملتان ۲/۴۴ - ۵۴ ۔
(۳) ذکاء اللہ ، ص ۷۴ - ۷۵ ۔

چھ سو استی کوس شرعی کوس کے اعتبار سے ہیں ۔ اس کا عرض کشمیر سے کوہ بررہ تک کہ جو ولایت سورت گجرات کا کنارہ ہے ، الٰہی گز کے اعتبار سے آٹھ سو کوس ہے اور ایک دوسری چوڑائی کوہ کہایوں سے ولایت دکن کی سرحد تک ایک ہزار کوس الٰہی ہے ۔ یہ تمام زمین زراعت کے لیے بہتر ہے ۔ ہر ایک کوس میں کئی گاؤں آباد ہیں ۔ آج کل [۵۰۶] تین ہزار دو سو قصبے ہیں ۔ ہر ایک قصبہ سے متعلق ، سو دو سو ، پانچ سو اور ہزار تک گاؤں ہیں اور ان بستیوں سے آج کل چھ سو ہزار ، چار ارب اور چالیس کروڑ تنکہ آمدنی ہوتی ہے ۔ ان سب قصبات میں ایک سو بیس بڑے شہر ہیں جو آج کل معمور و آباد ہے اور قصبات کی تفصیل کی اس مختصر (کتاب) میں گنجائش نہیں ہیں اور دیے ہوئے شہروں کی تفصیل حروف تہجی کے اعتبار سے لکھی جائے گی ۔ انشاء اللہ ۔

• • •

اشاریہ

اشخاص

(الف ممدودہ)

(الف مقصودہ)

(ب)

(پ)

(ت)

(خ)

(د)

(ڈ)

(ذ)

(ر)

(ز)

(ص)

(ض)

(ط)

(ظ)

(ع)

(غ)

(ف)

(گ)

(م)

(ن)

(و)

(ہ)

(ی)

اماکن

(چ)

(د)

(ش)

(ک)

(گ)

(ل)

(م)

(ن)

(و)

مرتبہ : اشفاق انور

کتابیات

کتابیات جلد اول

۱۔ آثار بدایوں : حافظ محمد محسن اکرم ، (وکٹوریہ پریس بدایوں ، ۱۹۱۵ء) ۔

۲۔ آثار الصنادید : سرسید احمد خاں ، (نول کشور پریس لکھنؤ ، ۱۸۷۶ء) ۔

۳۔ آثار الصنادید : سرسید احمد خاں ، (نامی پریس کانپور ، ۱۹۰۴ء) ۔

۴۔ آثار الصنادید ، سرسید احمد خاں ، (نامی پریس دہلی) ۔

۵۔ آلونہ : گور راج نندن (بزبان ہندی) ، (ہند پرنٹرس بریلی ، ۱۹۶۸ء) ۔

۶۔ آئینہ حقیقت نما (دو جلد) : اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ، (نفیس اکیڈیمی ، کراچی ، ۱۹۵۸ء) ۔

۷۔ ابجد العلوم : نواب صدیق حسن خان ، (مطبع صدیقی بھوپال ۱۲۹۶ء) ۔

۸۔ احسن التواریخ (تاریخ سنبھل) : غلام احمد سنبھلی ، (مرادآباد ، ۱۹۳۵ء) ۔

۹۔ اخبار الاخیار : شیخ عبد الحق دہلوی ، (مطبع مجتبائی دہلی ، ۱۳۳۲ھ) ۔

۱۰۔ بزم صوفیہ : صباح الدین عبد الرحمٰن ، (دار المصنفین اعظم گڑھ ، ۱۹۴۹ء) ۔

۱۱۔ بزم مملوکیہ : صباح الدین عبد الرحمٰن ، (دار المصنفین اعظم گڑھ ، ۱۹۵۴ء) ۔

۱۲۔ تاریخ امروہہ (جلد اول) : محمود احمد عباسی ، (دہلی ، ۱۹۳۰ء) ۔

۱۳۔ تاریخ بدایوں : رائے بختاور سنگھ ، (ناپید شدہ ، مملوکہ محمد ایوب قادری) ۔

۱۳/۱- تاریخ بیہقی : ابو الفضل محمد بن حسین کاتب بیہقی ، (مرتبہ سعید نفیس) ، (طہران ، ۱۳۲۶ھ) -

۱۴- تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی ، خواجہ نعمت اللہ ہروی ، (مرتبہ ڈاکٹر امام الدین) ، (ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان ، ڈھاکہ ، ۱۹۶۰ء) -

۱۵- تاریخ داؤدی : عبد اللہ (مرتبہ شیخ عبد الرشید ، (علی گڑھ ، ۱۹۵۴ء) -

۱۶- تاریخ سند : میر معصوم بھکری (مرتبہ ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ) ، (بھنڈارکر اورینٹیل انسٹی ٹیوٹ ، پونہ ، ۱۹۳۸ء) -

۱۵- تاریخ سند (اردو ترجمہ) : میر معصوم بھکری ، (اردو ترجمہ اختر رضوی) ، بہ تصحیح و حواشی ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ، (سندھی ادبی بورڈ ، کراچی ، ۱۹۵۹ء) -

۱۸- تاریخ شیراز ہند جونپور : اقبال احمد (بمعاونت محتشم کاشانی) ، (جونپور ، ۱۹۶۳ء) -

۱۹- تاریخ فخر الدین مبارک شاہ مروروزی : (مرتبہ ایڈورڈ ڈینی سن روس) ، (لندن ، ۱۹۲۷ء) -

۲۰- تاریخ فرخ آباد (اردو ترجمہ) : ولیم اروِن ، (مطبع حسنی ، فتح گڑھ ، ۱۸۸۷ء) -

۲۱- تاریخ فرخ آباد : پنڈت دیبی پرشاد ، (گورنمنٹ پریس الہ آباد ، ۱۸۵۹ء) -

۲۲- تاریخ فرشتہ : محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ ، (نول کشور پریس کانپور ، ۱۸۸۴ء) -

۲۳- تاریخ فرشتہ : محمد قاسم ہندو شاہ ، (بمبئی ، ۱۸۳۲ء) -

۲۴- تاریخ فیروز شاہی : ضیاء الدین برنی ، (بہ تصحیح سرسید احمد خاں) ، (کلکتہ ، ۱۸۶۲ء) -

۲۵- تاریخ فیروز شاہی : سراج عفیف ، (بہ تصحیح مولوی ولایت حسین) ، (کلکتہ ، ۱۸۹۰ء) -

۲۶- تاریخ کٹھیر روہیل کھنڈ : حاجی خداداد خاں ، (مرتضائی پریس رام پور ، ۱۹۴۹ء) -

۲۷- تاریخ کٹرا مانک پور : عبداللہ علوی قیس ، (قیصر ہند پریس الہ آباد ، ۱۹۱۶ء) -

۲۸- تاریخ گجرات : مولانا ابو ظفر ندوی ، (ندوة المصنفین دہلی ، ۱۹۵۸ء) -

۲۹- تاریخ گرجر (جلد سوم) : رانا حسن علی چوہان گرجر ، (انٹرنیشنل پریس کراچی ، ۱۹۶۰ء) -

۳۰- تاریخ مبارک شاہی : یحیٰی بن احمد سرہندی ، (مرتبہ ہدایت حسین) ، (کلکتہ ، ۱۹۳۱ء) -

۳۱- تاریخ مراد آباد : حاجی خداداد خاں ، (مرتضائی پریس رام پور ، ۱۹۴۹ء) -

۳۲- تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت (جلد اول) : سید ہاشمی فرید آبادی (انجمن ترقی اردو ، کراچی) -

۳۳- تاریخ ہندوستان (جلد اول) : ذکاء اللہ ، (علی گڑھ ، ۱۹۱۵) -

۳۴- تاریخ ہندوستان (جلد دوم) : مولوی ذکاء اللہ ، (شمس المطابع پریس دہلی ، ۱۸۹۷ء) -

۳۵- تاریخ ہندی قرون وسطیٰ (جلد دوم) : قاری بشیر الدین پنڈت ، (علی گڑھ ، ۱۹۴۹ء) -

۳۶- تذکرہ شہباز : میمن عبدالمجید سندھی ، (سندھی اکیڈیمی لاڑکانہ ، ۱۹۶۴ء) -

۳۷- تذکرہ صدر الدین عارف (جلد اول) : نور احمد فریدی ، (قصر الادب جگووالہ ، ۱۹۵۸ء) -

۳۸- تذکرہ علمائے ہند (ترجمان) : مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری ، (کراچی ، ۱۹۶۰ء) -

۳۹- تغلق نامہ : امیر خسرو (مرتبہ سید ہاشمی فرید آبادی ، (اورنگ آباد ، ۱۹۳۳ء) -

۴۰- جامع التواریخ : قاضی فقیر محمد ، (طبع لکھنؤ ، ۱۸۷۱ء) -

۱/۴۰- جامعہ (ماہنامہ) : (دہلی ، جنوری ۱۹۷۵ء) -

۴۱- چہار مقالہ : نظامی عروضی سمرقندی ، (بہ تصحیح عندلیب شادانی) ، (لاہور ، ۱۹۲۴ء) -

۴۲- خزائن الفتوح : امیر خسرو ، (علی گڑھ ، ۱۹۲۷ء) -

۴۳- خلاصۃ التواریخ : سجان رائے ، بہ تصحیح ظفر حسن ، (دہلی ، ۱۹۱۸ء) -

۴۴- دول رانی خضر خان : امیر خسرو ، بہ تصحیح مولوی رشید احمد سالم ، (علی گڑھ ، ۱۹۱۷ء) -

۴۵- دیباچہ عزۃ الکمال : امیر خسرو ، (مطبع قیصریہ دہلی) -

۴۶- دیوان حسن سجزی : مرتبہ مسعود علی محوی ، (حیدر آباد ، ۱۳۵۲ھ) -

۴۷- ریاض السلاطین : غلام حسین سلیم ، بہ تصحیح مولوی عبد الحق عابد ، (کلکتہ ، ۱۸۹۰ء) -

۴۸- زین الاخبار (تاریخ گردیزی) ، ابو سعید عبد الحی ضحاک گردیزی ، مرتبہ آقائی مرزا محمد خان قزوینی ، (طہران ، ۱۳۲۷ھ) -

۴۹- سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان : غلام علی آزاد بلگرامی ، (بمبئی ، ۱۳۰۳ھ) -

۵۰- سفر نامہ ابن بطوطہ (جلد دوم) : ترجمہ محمد حسین ، (بک لینڈ ، کراچی ، ۱۹۶۱ء) -

۵۱- سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات : خلیق احمد نظامی ، (ندوۃ المصنفین ، علی گڑھ ، ۱۹۵۸ء) -

۵۲- سیر الاولیاء : مبارک العلوی ، (مطبع محب ہند دہلی ، ۱۳۰۲ھ) -

۵۳- سیر الاولیاء (اردو) : مبارک العلوی ، (اللہ والے کی قومی دوکان ، لاہور) -

۵۴- سیر العارفین : حامد بن فضل اللہ جمالی ، (مطبع رضوی دہلی ۱۳۱۱ھ) -

۵۵- شعر العجم (جلد چہارم) : مولانا شبلی نعمانی ، (دار المصنفین اعظم گڑھ ، ۱۹۵۵ء) -

۵۶- صنادید سندھ : ڈاکٹر مولوی محمد شفیع ، (لاہور ، ۱۹۷۰ء) -

۵۷- طبقاتِ ناصری : قاضی منہاج سراج ، (کلکتہ ، ۱۸۶۴ء) -

۵۸- طبقاتِ ناصری : قاضی منہاج سراج ، مرتبہ عبدالحی حبیبی (دوم جلد) ، (انجمن تاریخِ افغانستان کابل ، ۱۳۴۳ھ) -

۵۹- طبقاتِ ناصری : قاضی منہاج سراج ، (بہ تصحیح ڈاکٹر محمد عبد اللہ چغتائی ، (لاہور ، ۱۹۵۲ء) -

۶۰- طبقاتِ ناصری (اردو) : قاضی منہاج سراج ، ترجمہ مولوی احمد علی شوق ، (احمدی پریس رام پور ، ۱۸۹۹ء) -

۶۱- عمدۃ التواریخ (تاریخِ بدایوں) : محمد عبد الحی صفا بدایونی ، (مطبع مطلع العلوم مراد آباد ، ۱۸۷۵ء) -

۶۲- عہدِ اسلامی کا ہندوستان : ریاست علی ندوی ، (ادارۃ المصنفین پٹنہ ، ۱۹۵۰ء) -

۶۳- فتوح السلاطین : عصامی ، (بہ تصحیح ڈاکٹر آغا مہدی حسین ، (آگرہ ، ۱۹۳۸ء) -

۶۴- فتوح السلاطین : عصامی ، (بہ تصحیح محمد یوشع) ، (مدراس ، ۱۹۴۸ء) -

۶۵- فتوحاتِ فیروز شاہی : فیروز شاہ تغلق ، (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ، ۱۹۴۳ء) -

۶۶- فتوحاتِ فیروز شاہی : فیروز شاہ تغلق ، مرتبہ ڈاکٹر محمد عبد اللہ چغتائی ، (لاہور ، ۱۹۵۲ء) -

۶۷- قران السعدین : امیر خسرو ، بہ تنقید مولوی محمد اسماعیل میرٹھی ، (علی گڑھ ، ۱۹۱۸ء) -

۶۸- قصائد بدرچاچ : بدرچاچ ، (نول کشور پریس لکھنؤ ، ۱۲۷۹ھ) -

۶۹۔ کتاب الحرب والشجاعة (اقتباس) : مبارک شاہ محمد مدبر (بہ تصحیح مولوی محمد شفیع) ، ضمیمہ اورینٹیل کالج میگزین لاہور ، (مئی ۱۹۳۸ء) -

۷۰۔ کنز التاریخ (تاریخ بدایوں) : مولوی محمد رضی الدین ، بسمل بدایونی (نظامی پریس بدایونی ، ۱۹۰۷ء) -

۷۱۔ گلزار ابرار (اردو ترجمہ) : محمد غوثی مالڈوی ، (مطبع مفید عام آگرہ ، ۱۳۲۶ھ) -

۷۲۔ ماثر رحیمی : عبد الباقی نہاوندی ، بہ تصحیح مولوی ولایت حسین ، (کلکتہ ، ۱۹۲۴ء) -

۷۳۔ ماثر الکرام : غلام علی آزاد بلگرامی ، مرتبہ مولانا محمد عبدہ ، (مکتبہ احیاء العلوم شرقیہ لاہور ، ۱۹۷۱ء) -

۷۴۔ ماثر لاہور (دو حصے) : سید ہاشمی فرید آبادی ، (ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ، ۱۹۵۶ء) -

۷۵۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت : محمد ایوب قادری ، (ادارہ تحقیق و تصنیف ، کراچی ، ۱۹۶۳ء) -

۷۶۔ مرقع اکبر آباد : سعید احمد مارہروی ، (ابو العلائی پریس آگرہ ، ۱۹۳۱ء) -

۷۷۔ مسلمان شاہی خالدان اور ان کے سلسلے : اسٹینلی لین پول ، (ترجمہ و مرتبہ محمد عبد الرحمٰن خاں) ، (حیدر آباد دکن ، ۱۹۴۳ء) -

۷۷/۱۔ معارف (ماہنامہ) : (اعظم گڑھ ، جنوری فروری ۱۹۴۶ء) -

۷۸۔ مفتاح الفتوح : امیر خسرو ، (بہ تصحیح شیخ عبد الرشید) ، (علی گڑھ) -

۷۹۔ مقالات حافظ محمود شیرانی : مرتبہ مظہر محمود شیرانی ، (مجلس ترقی ادب لاہور ، ۱۹۶۶ء) -

۸۰۔ مقالات سید سلیمان ندوی (جلد اول) : مرتبہ صباح الدین عبد الرحمٰن ، (اعظم گڑھ ، ۱۹۶۶ء) -

۸۱- مقالاتِ شبلی : (دار المصنفین اعظم گڑھ ، ۳۴ - ۱۹۳۰ء) -

۸۲- منتخب التواریخ : ملا عبد القادر بدایونی ، (کلکتہ ، ۱۸۶۹ء) -

۸۲/۱- منتخب التواریخ : ملا عبد القادر بدایونی ، اردو ترجمہ مولوی احتشام الدین مراد آبادی ، (نولکشور پریس ، ۱۸۷۴ء) -

۸۳- منشآت ماہرو : عبد اللہ عین الملک ماہرو ، بہ تصحیح شیخ عبد الرشید (ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان ، لاہور ، ۱۹۶۵ء) -

۸۴- نزہۃ الخواطر (جلد دوم و سوم) : حکیم عبد الحی حسنی ، (دائرۃ المعارف اعظم گڑھ ، لاہور ، ۱۹۶۲ء) -

۸۵- نقوش لاہور نمبر

۸۶- واقعات دار الحکومت دہلی (سہ جلد) : بشیر الدین احمد ، (شمسی پریس آگرہ ، ۱۹۱۹ء) -

۸۷- یادِ ایام : حکیم عبد الحی حسنی ، (علی گڑھ ، ۱۹۱۹ء) -

ENGLISH BOOKS :

1. Administration of justice during Muslim Rule in India. (Aligarh, 1941) by M. B. Ahmad.

2. Annals and Antiquities of Rajasthan, by James Todd.

3. Archaeological Survey of India : The Monumental Antiquities and Inscriptions in the N. W. Provinces and Oudh, by A. Fuhrer, (Allahabad, 1891).

4. A History of Behram Shah of Ghaznin by Dr. Ghulam Mustafa Khan, (Lahore, 1955).

5. A History of the Karauna Turks in India, by Ishwari Prasad, (Allahabad, 1936).

6. Bareilly—Gazetteer, by H. R Nevill, (Allahabad, 1907).

7. Bijnore, Gazetteer, by H R Nevill, (Allahabad, 1928).

8. Badaun, Gazetteer, by H. R. Nevill, (Allahabad, 1907).

9. Cambridge History of India, Vol. III. Edited by Sir W. Haig, (London, 1928).

10. Catalogue of the Delhi Museum. Archaeology, by J P.R. Vogel, (Calcutta, 1908).

11. Campaign of Alauddin Khilji by Muhammad Habib (Eng. Tr. Khazainul Futuh), (Bombay, 1933).

12. Early Medieval India, by A.B. Pandey, (Allahabad, 1960).

13. Early Turkish Empire of Delhi, by Muhammad Aziz Ahmed, (London, 1949)

14. Gold and Silver Coins of Sultans of Delhi. Edited by Muhammad Abdul Wali Khan, (Hyderabad, A. P. 1974).

15. Hazrat Amir Khusrau of Delhi, by Muhammad Habib (Bombay, 1927).

16. History of Sind (Vol II). Mirza Kalich Beg Fredun Beg, (Karachi, 1902).

17. Historical Dissertations, by K. A. Rashid (Karachi, 1962).

18. Mahmud of Ghazna, by Muhammad Nazim, (Cambridge, 1931).

19. List of Muhammadan and Hindu Monuments, Vols II and III, (Calcutta, 1919).

20. Medieval History of India, by Stanley Lanepole, (London, 1923).

21. Memoirs of the Archaeological Survey of India, No. 19, (The Jami Masjid at Badaun). (Calcutta, 1926).

22. Mirat-i Ahmadi, by Ali Muhammad Khan, Eng. Translation by M. F. Lokhandwala, (Oriential Institute Baroda, 1965).

23. Mohammadan Dynasties, by Stanley Lanepole, (Westminster, 1893)

24. Muslim Rule in India, by Ishwari Prasad, (Allahabad, 1963).

25. Proceedings of the Indian History Congress, 1938.

26. Studies in Indo-Muslim History by S. H. Hodivala, Vol. I, (Bombay, 1939).

27. Studies in Indo-Muslim History, by S. H. Hodivala, Vol II, (Bombay, 1957)

28. Studies in Medieval Indian History, by Khaliq Ahmed Nizami, (Aligarh, 1956).

29. Tabaqat-i-Nasiri, Eng. Translation by H. G. Raverty, 2 Vols., (Calcutta, 1897).

30. The Administration of the Sultanate of Delhi, by Ishtiaq Husain Qureshi, (London, 1943).

31. The Archaeological and Architectural Remains of Delhi, by Carr Stephan, (Delhi, 1876).

32. The Coinage and Metrology of the Sultans of Delhi, (Delhi, 1946).

33. The Chronicles of the Pathan Kings of Delhi, by Edward Thomas, (London, 1871).

34 The Foundation of Muslim Rule, by A.B.M. Habibullah, (Allahabad, 1961).

35. The History of India, by Sir H.M. Elliot & J. Dowson :
   (i) Tarikh-i-Hind (Al-Biruni)
   (ii) Tarikh-i-Yamini (Utbi)
   (iii) Tarikh-i-Subuktigin (Baihaki), (Calcutta, 1952)

36. The Imperial Gazetteer of India, Vol. XII (Oxford, 1908).

37. The Oxford History of India, by V. A Smith (London, 1958).

38. The Rise and Fall of Muhammad Bin Tughluq by Agha Mahdi Husain, (London, 1958)

39 The Rise of Muslim Power in Gujrat, by S. C. Misra, (Baroda, 1965)

40 The Sharqi Sultanate of Jaunpur, by Mian Muhammad Saeed, (Karachi 1972).

41. The Sharqi Monuments of Jaunpur, by Fasihuddin. (Jaunpur, 1922)

42. The Suhrawardi Silsilah and Its Influence on Medieval Indian Politics, by Khaliq Ahmad Nizami (New Delhi, 1957)

43. The Sultans of Delhi, their Coinage and Metrology, by H. N. Wright, (Delhi, 1956).

• • •

کتابیات جلددوم

۱۔ آثار رحمت ، امداد صابری ۔

۲۔ آئین اکبری ، ابوالفضل ، کلکتہ ۱۸۷۷ء ۔

۳۔ آئین اکبری ، ابوالفضل بہ تصحیح سرسید احمد خاں ، دہلی ۱۲۷۲ھ ۔

۴۔ ابجد العلوم ، نواب صدیق حسن ، مطبع صدیقی بھوپال ۱۲۹۶ھ ۔

۵۔ اتحاف النبلاء المتقین ، نواب صدیق حسن ، مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۷ھ ۔

۶۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار ، شیخ عبدالحق ، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ ۔

۷۔ اطبائے عہد مغلیہ ، حکیم کوثر چاند پوری ، ہمدرد اکیڈیمی کراچی ۱۹۶۰ء ۔

۸۔ افاضات بندگی (حالات و ملفوظات شیخ نظام الدین امیٹھوی) ، بہاء الدین صدیقی ، (مطبع رزاق کانپور ۱۳۶۹ھ) ۔

۹۔ اکبر نامہ ، ابوالفضل ، کلکتہ ۸۶ - ۱۸۷۷ء ۔

۱۰۔ اکبر نامہ ، ابوالفضل ، (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۲ء) ۔

۱۱۔ المشاہیر ، منشی فیض احمد ، نامی پریس میرٹھ ۱۹۰۰ء ۔

۱۲۔ انشائے ابوالفضل (سہ دفتر) ، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۲۷۹ھ ۔

۱۳۔ ایک مجاہد معمار ۔ محمد سلیم ، کراچی ۱۹۵۲ء ۔

۱۴۔ بتان حرم ، محمد الدین فوق ، لاہور ۱۹۲۷ء ۔

۱۵۔ بزم تیموریہ ، صباح الدین عبدالرحمٰن ، دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۸ء ۔

۱۶۔ بزم صوفیہ ، صباح الدین عبدالرحمٰن ، دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۹ء ۔

۱۷- بوستان اخیار ، سعید احمد مارہروی ، آگرہ ۱۳۳۱ھ -

۱۸- تاریخ اکبری ، حاجی محمد عارف قندھاری (تصحیح و تحشیہ حاجی معین الدین ندوی و ڈاکٹر اظہر علی) ، رام پور ۱۹۶۲ء -

۱۹- تاریخ اولیائے حق ، ضیاء القادری بدایونی ، کراچی ۱۳۷۷ھ -

۲۰- تاریخ برہان پور ، خلیل الرحمٰن، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۷ھ -

۲۱- تاریخ جلیلہ ، غلام دستگیر نامی ، لاہور ۱۹۶۰ء -

۲۲- تاریخ جہانگیر ، بینی پرشاد (ترجمہ رحم علی الہاشمی) ، ترقی اردو بورڈ دہلی ۱۹۷۹ء -

۲۳- تاریخ حسن ابدال ، پروفیسر منظور الحق صدیقی ، ادارہ تحقیقات پاکستان ، لاہور ۱۹۷۷ء -

۲۴- تاریخ شیر شاہی ، عباس خان شروانی (ترجمہ مظہر علی خاں ولا) ، سلمان اکیڈیمی کراچی ۱۹۶۳ء -

۲۵- تاریخ فرشتہ ، محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ ، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۴ء -

۲۶- تاریخ قصبہ امیٹھی ، شیخ خادم حسین (مطبوعہ) -

۲۷- تاریخ گجرات ، میر ابوتراب ولی ، (مرتبہ ڈینی سن راس ، کلکتہ ۱۹۰۸ء) -

۲۸- تاریخ معصومی ، میر معصوم بھکری مرتبہ ڈاکٹر عمر بن داؤد پوتہ ، پونا ۱۹۳۸ء -

۲۹- تاریخ ملتان ، (دو جلد) ، نور احمد خان فریدی ، قصر الادب ملتان ۷۳ - ۱۹۷۱ء -

۳۰- تاریخ میو چھتری ، حکیم عبدالشکور ، مولانا آزاد میوات اکیڈیمی گوڑ گانوہ ۱۹۷۴ء -

۳۱- تاریخ ہندوستان (جلد سوم و پنجم) ، مولوی ذکاء اللہ ، دہلی ۱۸۹۷ء -

۳۲- تاریخی مقالات ، پروفیسر محمد اسلم ، ندوۃ المصنفین لاہور ۱۹۷۰ء -

۳۳- تحقیقات چشتی ، نور احمد چشتی ، حمیدیہ اسٹیم پریس لاہور ۱۳۲۴ھ

۳۴- تذکرۃ الابرا و الاشرار ، اخولد درویزہ ، ادارہ اشاعت سرحد پشاور ۱۹۶۰ء -

۳۵- تذکرہ امیر خانی ، پیر حسام الدین راشدی ، سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۶۱ء -

۳۶- تذکرہ بے بہا فی تاریخ العلماء ، محمد حسین نوگانوی ، جیدبرقی پریس دہلی -

۳۷- تذکرۃ الشعرا ، نور الدین جہانگیر (مطربی) مرتبہ پروفیسر میرزایف ، کراچی ۱۹۷۶ء -

۳۸- تذکرہ شیخ عبدالحق محدث ، سید احمد قادری ، آزاد پریس پٹنہ ۱۳۷۰ھ -

۳۹- تذکرہ علمائے ہند ، (رحمان علی) مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری ، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۱ء -

۴۰- تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ جلد دوم) ، محمود احمد عباسی ، محبوب المطابع دہلی ۱۹۳۴ء -

۴۱- تذکرہ مشاہیر کاکوری ، محمد علی حیدر ، اصح المطابع لکھنؤ ۱۹۲۷ء

۴۲- تذکرہ مصنفین اہل دہلی (شیخ عبدالحق دہلوی) مرتبہ حکیم شمس اللہ قادری ، حیدر آباد دکن ۱۹۳۰ء -

۴۳- تذکرہ نتائج الافکار ، قدرت احمد گوپاموی ، بمبئی ۱۳۳۱ شمسی -

۴۴- تذکرۃ الواصلین ، مولوی رضی الدین بسمل بدایونی ، نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء -

۴۵- تذکرۃ الواقعات (ہمایوں نامہ) جوہر آفتابچی (مترجم احمد الدین احمد) کراچی ۱۹۵۱ء -

۴۶- تذکرۃ الواقعات (اردو ترجمہ) ، جوہر آفتابچی (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۵۵ء) -

۴۷- تذکرہ ہمایوں و اکبر ، بایزید بیات (تصحیح محمد ہدایت حسین) کلکتہ ۱۹۴۱ء -

۴۸- تشریح الانساب (قلمی) ، مولوی ضیاء اللہ بھہرانوی (مملوکہ محمد ایوب قادری ، کراچی) -

۴۹- تفریح العمارات (قلمی) ، سیل چند (مملوکہ محمد ایوب قادری ، کراچی) -

۵۰- تقویم ہجری و عیسوی ، ابوالنصر محمد خالدی ، انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۵۴ء -

۵۱- توزک جہانگیری ، نور الدین جہانگیر بادشاہ مرتبہ مرزا محمد ہادی ، نولکشور پریس لکھنؤ -

۵۲- حدائق الحنفیہ ، فقیر محمد جہلمی ، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۶ء -

۵۳- حیات شیخ عبدالحق محدث ، پروفیسر خلیق احمد نظامی ، خواجہ برق پریس دہلی ۱۹۵۳ء -

۵۴- خزانۂ عامرہ ، غلام علی آزاد بلگرامی ، مطبع نولکشور کانپور ۱۸۷۱ء -

۵۵- خزینۃ الاصفیاء (دو جلد) ، مفتی غلام سرور لاہوری ، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۴ء -

۵۶- خیر البیان ، بایزید انصاری ، پشتو اکیڈیمی ، پشاور ۱۹۰۷ء -

۵۷- دربار اکبری ، محمد حسین آزاد ، لاہور ۱۹۳۷ء -

۵۸- دربار اکبری ، محمد حسین آزاد ، لاہور ۱۹۴۷ء -

۵۹- دین الٰہی اور اس کا پس منظر ، پروفیسر محمد اسلم ، ندوۃ المصنفین لاہور ۱۹۷۰ء -

۶۰- ذخیرۃ الخوانین (دو جلد) ، شیخ فرید بھکری (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی) ۱۹۶۱ء - ۷۰ -

۶۱- رقعات ابوالفضل ، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۹ء -

۶۲- رود کوثر ، شیخ محمد اکرام ، فیروز سنز لاہور ۱۹۵۸ء -

۶۳- روضہ صفا (تذکرہ اولیائے بدایوں) ، شیخ اکرام اللہ محشر (قلمی مملوکہ طیب بخش بدایوں) -

۶۴- رہنمائے فتح پور سیکری ، سعید احمد مارہروی آگرہ ۱۹۱۶ء -

۶۵- سبحة المرجان فی آثار ہندوستان ، غلام علی آزاد بلگرامی ، بمبئی ۱۳۰۳ھ -

۶۶- سخندان فارس ، محمد حسین آزاد ، لاہور ۱۹۰۷ء -

۶۷- سخنوران کاکوری ، حکیم نثار احمد علوی ، کراچی ۱۹۷۸ء -

۶۸- سیر الاقطاب (مضمون محمد ایوب قادری) ، المعارف (لاہور) اگست ۱۹۷۷ء -

۶۹- شروانی نامہ ، عباس خان شروانی ، علی گڑھ ۱۹۵۳ء -

۷۰- شہید ثالث (سوانح نور اللہ شوستری) ، محمد ہادی عزیز ، نامی پریس لکھنؤ ۱۹۲۵ء -

۷۱- شیر شاہ اعظم (مضمون اکبر شاہ خان نجیب آبادی) ، عبرت ، (نجیب آباد) دسمبر ۱۹۱۶ء و جنوری ۱۹۱۷ء -

۷۲- طرب الاماثل بتراجم الافاضل (مشمولہ مجموعة الرسائل البست) مولانا عبدالحی فرنگی محلی ، مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۹۲۱ء -

۷۳- کاشف الحقیقت فی تاریخ مشائخ الطریقت (قلمی) ، اشرف الحکما حکیم عظیم اللہ قادری (مملوکہ محمد ایوب قادری ، کراچی) -

۷۴- کنزالتاریخ (تاریخ بدایوں) ، رضی الدین بسمل ، نظامی پریس بدایوں ۱۹۰۷ء -

۷۵- کیگوہر نامہ ، رائے زادہ دیوان دنی چند ، پنجابی اکادمی لاہور ۱۹۵۱ء -

۷۶- گلزار ابرار (اردو ترجمہ) ، محمد غوثی مانڈوی ، المعارف لاہور ۱۹۷۵ء

۷۷- مآثر الاجداد (شاہ ولی اللہ) ترجمہ محمد ایوب قادری ، الرحیم ، (حیدر آباد سندھ) ، مئی ۱۹۶۷ء -

۷۸- مآثر الامراء (سہ جلد) ، صمصام الدولہ شاہنواز خان مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری ، مرکزی اردو بورڈ لاہور ۷۰ - ۱۹۶۸ء -

۷۹- مآثر رحیمی (سہ جلد) ، عبدالباقی نہاوندی ، کلکتہ ۳۱ - ۱۹۱۰ء -

۸۰- مآثر الکرام (دفتر اول) ، غلام علی آزاد بلگرامی (مطبع مفید عام ، آگرہ ۱۹۱۰ء) -

۸۱- مجالس المومنین ، نور اللہ شوستری ، تہران -

۸۲- مخدوم جہانیاں جہاں گشت ، محمد ایوب قادری ، (ایچ - ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۹۷۵ء) -

۸۳- مرأۃ الحقائق (حالات شیخ عبدالحق دہلوی) ، برکت علی ، مطبع عزیزی رام پور ۱۳۲۲ھ -

۸۴- مرقع اکبر آباد ، سعید احمد مارہروی ، آگرہ ۱۹۳۱ء -

۸۵- مصباح التواریخ ، مزمل حسین حشر القادری ، لائل پور ۱۹۷۰ء -

۸۶- معارج روحانی (سوانح شیخ سلیم چشتی) ، سراج احمد عثمانی ، کراچی ۱۹۶۳ء -

۸۷- مغل ہندوستان کا طریق زراعت ، عرفان حبیب (ترجمہ جمال محمد صدیقی ، (ترقی اردو بورڈ ، نئی دہلی ۱۹۷۳ء) -

۸۸- مفتاح التواریخ ، طامس ولیم بیل ، مطبع نولکشور کانپور ۱۸۶۷ء -

۸۹- مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ ، مولانا عبدالحی فرنگی محلی، مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۹۴۴ء -

۹۰- ملفوظات شاہ عبدالعزیز (اردو ترجمہ) ، کراچی ۱۹۶۰ء -

۹۱- مناقب موسوی ، (حالات و مناقب موسیٰ آہنگر) ، شاہ جمال اللہ ، لاہور ۱۹۶۱ء -

۹۲- منتخب التواریخ ، ملا عبدالقادر بدایونی ، کلکتہ ۹ - ۱۸۶۴ء -

۹۳- منتخب التواریخ ، ملا عبدالقادر بدایونی (اردو ترجمہ احتشام الدین مراد آبادی) ، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۹ء -

۹۴- مونس الذاکرین ، الہ بخش گڑھ مکتیشری ، مطبع سوسائٹی بریلی ۱۸۸۸ء -

۹۵- نزہتہ الخواطر بہجتہ المسامع و النواظر (جلد چہارم) ، حکیم عبدالحی لکھنوی ، حیدر آباد دکن ۱۹۷۳ء -

٩٠۔ نزہتہ الخواطر بہجتہ المسامع و النواظر (جلد پنجم) مؤلفہ حکیم عبدالحی لکھنؤ ، حیدر آباد دکن ، ١٩٧٦ء۔

٩٧۔ وفیات الاخیار مؤلفہ محمد احسن وحشی بلگرامی ، مطبع شام اودھ لکھنؤ ١٣١٣ھ۔

٩٨۔ ہمایوں نامہ از گلبدن بیگم ، عثمان حیدر مرزا ، علی گڑھ ، ١٩٢٥ء۔

٩٩۔ ہندوستان کے سلاطین ، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر ، از صباح الدین عبدالرحمٰن ، دارالمصنفین اعظم گڑھ ، ١٩٦٤ء۔

100. A Catalogue of the Persian Manuscripts in the Library of the British Musuem, by C. Rieu, (London, 1879).

101. Ain-i-Akbari by Abul Fazl (Eng. Tr. by Blochman and Jarrett) Calcutta, 1894.

102. Akbar, by Dr. I.H. Qureshi, (Karachi, 1978).

103. Akbar, the Great Mogul, by V.A. Smith (Oxford, 1926).

104. Akbar Nama, by Abul Fazl, (Eng Tr. by H. Beveridge, Calcutta, 1920-21).

105. History of Indian & Eastern Architecture (London, 1910).

106. The Annals & Antiquities of Rajputana (London, 1914).

107. The Administration of Mughal Empire, by Dr. I.H. Qureshi, (Karachi, 1966).

108. The Central Structure of Mughal Empire, by Ibn Hasan. (London, 1936).

109 Muntakhab-ut-Tawarikh by Abdul Qadir Badauni Eng. Tr. by W H. Lowe, (Karachi, 1976-79).

• • •